جمال القرآن

تفسیر القرآن

ضیاء العلوم پبلی کیشنز

راولپنڈی

أَفَغَيْرَ ٱللَّهِ کیا میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کو

أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ إِلَيْكُمُ ٱلْكِتَٰبَ مُفَصَّلًا

منصف مانوں، وہ وہ ذات ہے جس نے تمہاری طرف یہ مفصل کتاب اتاری ہے

وَٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُۥ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِٱلْحَقِّ

،وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے، انہیں پتہ ہے کہ یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق اور سچ کے ساتھ نازل ہوا ہے،

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا

مخاطب تجھے شک نہیں کرنا چاہیے، آپ کے پروردگار کے کلمات صدق اور عدل کے ساتھ مکمل ہو گئے ہیں

وَعَدْلًا لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿١١٥﴾ وَإِن

اس کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے، وہ سننے والا اور علم والا ہے

تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي ٱلْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ إِن

،اگر تو اطاعت کرے ان اکثر لوگوں کی جو زمین میں رہتے ہیں تو اے مخاطب یہ تجھے راہ خدا سے گمراہ کر دیں گے،

يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ

یہ خود ظن وتخمین کے پیروکار ہیں، یہ صرف اندازے لگا رہے ہیں، آپ کا رب کریم

أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾

بہتر جانتا ہے، اس کا راستہ کون چھوڑ چکا ہے اور کون ہدایت یافتہ ہیں ان کا اسے علم ہے

إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ

یقیناً تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا

أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا

،اور پھر اپنی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے، وہ اسے تیزی سے طلب کرتی ہے

وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ

سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں، سنو تخلیق

وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٥٤﴾

اور حکم اسی کا ہے، برکت والا ہے اللہ جو سب عالمین کا پروردگار ہے

ٱدْعُوا۟ رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾

۔تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا

وَلَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَٰحِهَا وَٱدْعُوهُ

۔تم زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو

خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾

،خوف اور توقع (امید) کے ساتھ، یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے

وَهُوَ ٱلَّذِى يُرْسِلُ ٱلرِّيَٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهِۦ ۖ حَتَّىٰٓ

وہ وہ ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمتوں (بارش) کے سامنے خوشخبری بنا کے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ

Marfat.com

إِذَآ أَقَلَّتۡ سَحَابٗا ثِقَالٗا سُقۡنَٰهُ لِبَلَدٖ مَّيِّتٖ فَأَنزَلۡنَا بِهِ ٱلۡمَآءَ

جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں تو ہم ہانکتے ہیں اس بادل کا پانی ایک مرے ہوئے شہر کو، ہم وہاں پانی اتارتے ہیں

فَأَخۡرَجۡنَا بِهِۦ مِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِۚ كَذَٰلِكَ نُخۡرِجُ ٱلۡمَوۡتَىٰ لَعَلَّكُمۡ

اور اس سے ہر قسم کا پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو بھی زندہ کر دیں گے، تا کہ

تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ تمہیں نصیحت حاصل ہو

وَٱلۡبَلَدُ ٱلطَّيِّبُ يَخۡرُجُ نَبَاتُهُۥ بِإِذۡنِ رَبِّهِۦۖ وَٱلَّذِي خَبُثَ لَا يَخۡرُجُ

پاکیزہ جگہیں اپنی نباتات اللہ تعالیٰ کے حکم سے اگاتی ہیں،

إِلَّا نَكِدٗاۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَشۡكُرُونَ ﴿٥٨﴾

اور جو خراب زمین ہے اس سے تھوڑا اور ناقص ہی نکلتا ہے، اسی طرح آیات ہم شکر والی قوم کے لیے بیان کرتے ہیں

ان ربکم اللہ الذی خلق.....تبارک اللہ رب العلمین

یہاں مفسرین نے بہت ساری باتیں نقل کی ہیں میں صرف ایک دو باتیں نقل کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا، اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سب آسمانوں کو پیدا کیا ہے، اور زمین کو بھی بنایا ہے، ان کی تخلیق کا عرصہ کتنا تھا؟ تو یہاں ارشاد ہوا کہ صرف چھ دن، اس کے بعد اپنے احکام کے تحت اس نے اپنی حکومت پر تصرف فرمایا، مختلف لوگوں نے اس چھ دن کے بارے میں مختلف تفسیریں کی ہیں، دن سورج کے نکلنے سے لے کے سورج کے ڈوبنے تک ہوتا ہے اسے یوم کہا جاتا ہے یا دن کہا جاتا ہے، لیکن یہاں یہ دن مراد نہیں ہے، دن سے مراد امام راغب نے مفردات میں ایک بڑی شاندار عبارت نقل کی ہے، میں وہ عبارت آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں، تا کہ اسے درج کیا جا سکے۔ وہ فرماتے ہیں!'' دن بول کے کبھی اسے مطلقاً وقت مراد ہوتا ہے خواہ وہ جتنا وقت بھی ہو''۔ اب ابن عباسؓ سے اس سلسلے میں ایک روایت ہے کہ ''اس سے یہ دنیا کے دن مراد نہیں ہیں، بلکہ آخرت کے دن مراد ہیں، اور وہاں کا ہر دن ہمارے ہزار دنوں کے برابر ہوگا''۔ یہ علامہ نیشا پوری نے ابن عباسؓ سے روایت لی ہے۔ ابن جریر طبری بھی یہی کہتے ہیں کہ یہاں یوم کا جو لفظ آیا پھر چھ دن آئے ہیں یہ ایک دن آپ کے ہزار سال کے برابر

ہے۔اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کائنات کا آغاز ہوا ہے تو اس میں مختلف رعنائیاں آنے تک چھ ہزار سال کا طویل عرصہ شامل ہے، رہی یہ بات کہ جدید سائنس کا اس سلسلے میں نظریہ کیا ہے، تو جدید سائنس بھی قریباً اس سلسلے میں ان قدیم مفکرین کی ہم نواء ہے، کہ ایک دھماکے سے کائنات معرض وجود میں تو آئی ،لیکن مختلف شکلیں بدلنے کے لیے اسے پانچ چھ ہزار سال کا عرصہ لگا تھا، اب یہاں ایک اورلفظ ہے، وہ یہ ہے کہ ''ثم استوی علی العرش'' مترجم ترجمہ کرتے ہیں کہ ''پھر قرار پکڑا عرش پر'' عام طور پر ''استوا'' کا یہی معنی ہے، قرار پانا، گرفت کرنا، کسی جگہ سارا کام کر کے تسلی سے بیٹھ جانا، یہ معنے ہیں ''ستوا'' کے۔ یہ سارے معنے ذات ربانی کے مطابق نہیں ہیں، نہ تو وہ کسی جگہ قرار پاتے ہیں اگر کسی جگہ قرار پائیں تو جگہ فانی ہے پھر وہاں کا مقیم بھی فانی ٹھہرتا ہے، فلسفے میں اعتراض یہ ہے کہ اگر کوئی جہت اللہ تعالیٰ کو قبول کر لے تو وہ مخلوق سے مشابہ ہو جاتے ہیں، اور جہاں مخلوق سے مشابہ ہوں گے وہاں فنا لازم آئے گی، پھر اس ''استوا'' کا معنی کیا کیا جائے، متقدمین میں سے جو ہمارے بڑے بڑے مفکر گزرے ہیں جب بھی کوئی ایسی آیت آتی تھی تو وہ کہہ دیتے تھے کہ اس پر ایمان لایا جائے جرح نہ کی جائے، بعد کے آنے والے مفکرین کے سامنے بہت سارے جدید علوم آگئے اور بہت ساری ایسی چیزیں جو پہلے معلوم نہیں ہو رہی تھیں وہ معلوم ہوگئیں اب بعد والوں نے اس کے لیے یہ معنی لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ! ''اللہ تعالیٰ نے ملک اور ملکوت میں بڑی حسین تدبیر سے اپنی قدرت کا جب اللہ تعالیٰ نے اظہار کیا تو اسے ''استوا'' کہا گیا ہے''۔ یہ متاخرین کا اجتماعی مسئلہ ہے، اسے میں انتہائی سادہ لفظوں میں ڈھالوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ''یہ ساری تخلیق فرما کے بڑے حسین انداز سے پھر اس کے نظم و نسق کو چلا دیا''، یہ ''استوا'' کا وہ معنی ہوگا جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکے گا، قدیم حضرات سے سیدنا امام مالکؒ نے (یہ چونکہ امام ہیں) بڑی ہی بامعنی بات کہی ''استوا'' کے بارے میں، ارشاد فرماتے ہیں! ''ہمیں یہ تو پتہ ہے کہ استوا کسے کہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے استوا کی کیفیت کیا ہے یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے، لیکن چونکہ قرآن پاک کہتا ہے لہذا اس استوا پر ایمان لانا تو واجب ہے اب وہ استوا کیسا ہے ایسا سوال کرنا دین میں نئی بات پیدا کرنے کے مترادف ہے لہذا ایسا سوال نہ کیا جائے''۔ امام صاحب کے ارشاد کا خلاصہ یہ نکلا کہ ایسی بات جہاں تک آپ کے ذہن کی رسائی نہیں ہے اسے محض فنکاری سے کوئی معنی دینے کی کوشش نہ کرے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ امام مالک ؒ کا نظریہ ہے۔ تو اب میں اس کا ترجمہ کروں گا۔ ''پھر اس نے اپنی حکومت کا نظم و نسق چلا دیا''۔

....یغشی الّیل النھار ....

آگے ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ ڈھانکتا ہے رات کو دن سے۔ مطلب یہ ہے کہ رات چھوٹی ہوتی جاتی ہے اور دن بڑھتا جاتا ہے، دن بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کرتا ہے، ''حثیث'' ث سے ہے اس کا معنی ہوتا ہے جلدی جلدی۔ اسی طرح سورج ہے چاند ہے

اور ستارے ہیں یہ سارے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کائنات میں مسخر ہیں، جدید سائنس نے اس سلسلے میں بہت زیادہ فنی کام کیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ سائنسدان کے سینے میں ابھی روحانیت پیدا نہیں ہوئی ہے، جس دن روحانیت پیدا ہوگئی اس دن وہ قرآن پاک کو تسلیم کرلے گا، اس نے اس سلسلے میں بے حد کام کیا کہ سورج اپنے مدار میں کس طرح گھوم رہا ہے یعنی کہکشاں میں ، اپنی گلیکسی میں کس انداز سے چل رہا ہے، ستارے کس انداز سے چل رہے ہیں، اگر اس نظام میں کسی وقت بھی فرق پیدا ہوجائے تو ایک لمحہ کے اندر یہ نظام تباہ و برباد ہو کے رہ جائے، لہٰذا ایسا ہی کوئی فرق ہوگا جب یہ نظام تباہ ہوجائے گا اور اسی کا نام قیامت ہے، اسی کے لیے خلق بھی ہے اور اسی کا امر بھی ہے، جو عام مفسرین نے معنی کیا ہے وہ یہ ہے کہ ساری کائنات کو بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس کے اندر حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے، اس حکم کی دو نوعیتیں ہیں ایک وہ حکم ہے جو محکوم کے اختیار کے بغیر چل رہا ہے، اگر ساری دنیا یہ کہہ دے کہ آج سورج کو نہیں نکلنا چاہیے یا تین چار گھنٹے پیچھے نکلنا چاہیے تو یہ بات نہیں ہوسکے گی، سورج جس انداز سے گھوم رہا ہے یا زمین جس انداز سے گھوم رہی ہے اس میں تھوڑا سا فرق آجائے یہ کبھی نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس کائنات کی تخلیق کی تدبیر رب کریم کے ذمہ ہے، صرف مختصر سا اختیار انسان کو حاصل ہے اپنے اعمال کے اندر، انسان کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اب اس کی عمر پیچھے ہوگئی ہے اور وہ کہے کہ مجھے دوبارہ چھ سال کا بچہ ہوجانا چاہیے، یہ کبھی بھی نہیں ہوسکتا، اس نے اگر جسمانی انداز سے مضبوط رہنا ہے 18 سال سے لے کے 50 سال تک تو 70 سال میں وہ کہے کہ مجھے وہ 30 سال والی قوت مل جائے تو یہ کبھی نہیں ہوگا، اس لیے یہ بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو تدبیر ربانی سے چل رہی ہیں ان میں آپ کا عمل دخل نہیں ہے۔

.... الا له الخلق والامر....

، تو جہاں خلق ہے وہاں امر بھی اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے، صرف انسان کو اعمال کے سلسلے میں اختیار دیدیا، کہ جب نماز کا وقت ہوجائے تو چاہے تو اٹھ کے نماز پڑھ سکتا ہے نہ پڑھے تو یہ گناہ کی بات ہوگی لیکن یہ دونوں تمہارے اختیار کی باتیں ہیں جسے چاہے تو اختیار کرسکتا ہے، تیرے پاس پیسے ہیں سال کے بعد زکوۃ دے سکتا ہے حج کے لیے جاسکتا ہے اور غریبوں کی مدد کرسکتا ہے، آنے والی نسلوں کے لیے تو اچھے کام کر کے چھوڑ سکتا ہے، یہ ساری باتیں آپ کے اختیار میں ہیں، لیکن آخرت کی جزاء وسزا کا انحصار صرف اور صرف تمہارے انہیں اعمال پر ہے، مگر آپ اس دنیا میں اپنی مرضی سے نہیں آئے اور نہ والدین کی مرضی سے آئے ہیں، اور اسی طرح اس دنیا سے آپ نے اپنی مرضی سے نہیں جانا، اور نہ کسی اور کے اختیار سے جانا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو تخلیق ہے اس کو تدبیر کرنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنا کام ہے، تو انہوں نے ''امر'' کا معنی تدبیر لیا ہے۔ لیکن صوفی حضرات نے یہاں اس ''امر'' کا معنی کچھ اور لیا ہے، میں ابتداء میں اس آیت کے بارے میں سوچ رہا تھا تو اس کے بارے میں میں آپ کو اپنی

Marfat.com

ایک آپ بیتی سنا دیتا ہوں، میرا خیال یہ تھا کہ اس ''امر'' کا معنی اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہونا چاہیے، اور اس امر کا تعلق عالم جسمانیت کے ساتھ نہ ہو، ایک عالم جسمانیت ہے اور ایک عالم غیر جسمانی ہے، تو اس ''امر'' سے مراد وہ ہے یعنی عالم جسمانیت کا حاکم بھی وہ ہے، اور اس دنیا کا حاکم بھی وہ ہے جہاں جسم کو راہ نہیں ملتی، اس کا آغاز لامکان سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا اپنا خاص مقام ہے، یہ سمجھانے کے لیے کہہ رہا ہوں، ورنہ لامکاں کو میں مکاں کہاں سے کہوں، یہ بڑا ہی نفیس نکتہ ہے جس پر انسان جتنا غور کرتا جائے گا اتنی ہی بات پھیلتی جائے گی، کہ وہ لامکاں میں ہے، تو ہم جب بھی سوچیں گے تو اسے مکان کی حیثیت دیدیں گے، کہ ان کا مقام لامکاں ہے، تو مقام آپ نے کہہ دیا، تو یہ وہ بات ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں بن سکتی، تو اب جس شے کا جسم نہیں ہے، وہ کیفیت ہوئی تو اب اس سلسلے میں میں تلاش کرنے لگ گیا کہ کیا میرا خیال ایسا ہے جو کسی اور مفسر کی زبان پر آئی ہو بات، تا کہ مجھ جیسے نااہل آدمی کو ایک بڑے اہل آدمی کے پیچھے چھپنے کی جگہ مل جائے، تو اس سلسلے میں پھر مجھے سب سے پہلے حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی کی جو تفسیر ہے اس سے اس سلسلے میں رہنمائی ملی جسے تفسیر مظہری کہتے ہیں اس کا آج کل بارہ تیرہ جلدوں میں اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے، تو انہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ صوفیاء کے نزدیک باطنی کیفیات جو ہیں وہ اس سے مراد ہیں، ایک تھوڑا سا رستہ مل گیا لیکن انہوں نے اسے ایک خاص حد تک رکھ دیا اور اسے کہہ دیا کہ اس سے مراد روح ہے، قلب ہے، سر ہے، خفی ہے، اخفا ہے، یہ صوفیاء کی مخصوص اصطلاحات ہیں، کبھی اس فیلڈ سے گزرتے ہوئے میں انشاء اللہ ان کی تشریح کروں گا، میں نے کہا کہ یہ ایک اچھا راستہ تو ہے لیکن علامہ صاحب نے بھی یہ نہیں کہا کہ جہاں تخلیقی دنیا ختم ہوتی ہے، وہاں تک عالم خلق ہے اور اس سے آگے نکلیں تو عالم امر ہے جسے آپ لامکاں کہہ رہے ہیں، انہوں نے یہ بات نہیں کہی، یہ ساری باتیں انسان کے باطن سے وابستہ ہیں، جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کا میں مختصر سا خلاصہ کروں گا تا کہ آپ کو بات سمجھ آ سکے، دل کے بارے میں آپ کو پتہ ہے کہ جسم کے بائیں طرف ایک گوشت کا لوتھڑا ہے ہمارے اولیاء کی اصطلاح میں اس گوشت کے لوتھڑے کا نام دل نہیں ہے، اس کیفیت کا نام دل ہے، جس پر یہ کیفیت وارد ہوتی ہے، اور وہ کیفیت اتنی وسیع ہوتی ہے کہ زمین و آسمان اس میں سما جائیں تو پتہ نہیں لگتا کہ وہ کدھر گئے ہیں، یہ وہ عظیم کیفیت ہے جو بڑی ایک صاحبِ حق کے دل پر تو انہوں نے کہہ دیا کہ ''میرا ملک تو اللہ تعالیٰ کے ملک سے بھی بڑا ہے''۔ پھر وہ علماء کے ہتھے چڑھ گئے بادشاہ اس بندے کو مار ڈالے کہ اس بندے نے کیا کہہ دیا تو اس عظیم ولی نے کہا کہ میرا ملک میرا دل ہے جہاں رب کریم رہتا ہے، مجھے بتاؤ کہ وہ بڑا ہے یا یہ تمہارے پہاڑ اور پانی بڑے ہیں، اگر تو جہاں اللہ تعالیٰ رہتا ہے وہ جگہ بڑی ہے تو پھر میرا دل بڑا ہے، یہ بات بادشاہ کو سمجھ آ گئی اس نے کہا کہ اس پر اعتراض نہ کرو بلکہ اسے سمجھنے کی کوشش کرو، تو وہ کیفیت جو اس دل سے وابستہ ہے اور اس میں ایک باطنی پھیلاؤ ہے تصوف میں اسے دل کہتے ہیں، یہ چھوٹا سا دل جو سینے کے اندر دھڑکتا رہتا ہے اس کی ڈیوٹی تو دنیا کے اندر انسان کے جسم کے اندر مختلف حصوں تک

Marfat.com

صرف خون پہنچاتا ہے جو وہ پہنچا رہا ہے، لیکن اس کا نزول اس دل کے ساتھ ہے، اس کی وسعتیں خدا جانے کہاں سے کہاں تک ہیں، وہ ہے قلب، اور اس کے ساتھ جب آپ قلب سے آگے بڑھتے ہیں تو آپ کی روح ہے اس کی وجہ سے زندگی ہے، وہ موجود ہو تو آپ میں حرکت ہے اور حس ہے وہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہے، سر ہے، خفی ہے، اخفا ہے یہ تین مقام ہیں تصوف کے، یہ بات کہہ کے آگے بڑھ رہا ہوں اس لیے کہ مقام سر وہاں ہے جہاں جگر ہے اور اللہ کریم اگر وہ پردے ہٹا دیں تو آپ کو اپنے جگر پر مصطفیٰ علیہ السلام کا پاؤں مبارک کا نشان نظر آئے گا، اس وقت پتہ چلے گا کہ آپ کا جگر کس کا مقام ہے، دماغ کے دو حصے ہیں اگلے حصے کو خفی اور پچھلے حصے کو خفا یا اخفا کہا جاتا ہے، یہ ذکر کے سات مقام ہیں، پانچ سینے میں دل کے دائیں طرف تھوڑا اوپر سینٹر میں جہاں آپ کا جگر ہے وہ، یہ پانچ مقام ادھر، اسے ولائتِ صغریٰ کہا جاتا ہے، اور دماغ میں جو دو مقام ہیں انہیں ولائت کبریٰ کہا جاتا ہے، یہاں نیچے مختلف رنگ نظر آتے ہیں اس پر رنگ نہیں ہوتا اسے بے رنگ کہا جاتا ہے اس لیے کہ دنیا کی کیفیات پر تو رنگ آ سکتا ہے لیکن وہ ذات جلال و کمال کی جگہ ہے، لہذا وہاں رنگ نہیں ہوتا، تو یہ وہ مقامات ہیں جن کی طرف اشارہ کیا تفسیر مظہری نے انہوں نے صرف ان مقامات کے نام لیے میں نے ان کی تفصیل آپ کے سامنے بیان کر دی ہے، اگر اللہ کریم مجھے بھی وقت دیدے اور آپ کو بھی تھوڑا سا فارغ وقت مل جائے تو ہم حلقہ بنا کے اس قسم کا ذکر کر سکتے ہیں، یہ تمام ذکر کی رعنائیاں ہیں اور ان سے گزر کے کون کون اور کہاں کہاں تک پہنچا ہے، تو یہ ہے عالم ''امر''۔ جسے تفسیر مظہری کے مصنف کہہ رہے ہیں، تو میں کہہ رہا ہوں کہ یہ عالم امر کی پہلی سیڑھی ہے، عالم امر لامکاں کا نام ہے۔ جہاں انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت سے اپنی روحانی پروازوں کے ساتھ اڑتا جاتا ہے۔

ایک کامل ولی نے ایک بات کہی وہ بھی آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ ''اس نے کہا کہ نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے لباس اور جوتوں سمیت لامکاں میں چلا جائے، میرا کمال یہ ہے کہ جہاں تک ان کے قدم گئے ہیں وہاں تک میری نگاہ چلتی جائے، اس کے علاوہ میں کچھ اور تو کر نہیں سکتا''۔ تو یہ نگاہوں کی عظمتیں ہیں اور دل کی رعنائیاں ہیں، جب یہ عطا ہوتا ہے تو اس کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔

آگے ارشاد فرمایا! ''تبارک اللہ رب العلمین'' ۝ ''اللہ تعالیٰ کی ذات برکتوں والی ہے جو عالمین کا پروردگار ہے''۔ عالمین وہ جو آپ کا باطنی عالم ہے، وہ اور وہ جو ظاہری عالم ہے یہ آپ کے وجود کا عالم ہے، پھر خارجی دنیا میں جہاں تک عالم خلق جا رہا ہے اس سے آگے عالم امر ہے، عالم خلق کتنا سارا پھیلا ہوا ہے، یہ بے حد وسیع مسئلہ ہے، ان سب کی تربیت کرنا ہر انداز سے یہ ربّ عالمین کا کام ہے۔

ادعوا ربکم تضرعا.....انه لا یحب المعتدین

جب اللہ تعالیٰ کو سوچنے بیٹھو تو پھر دو کیفیتیں اختیار کرو، بڑی عاجزی سے اور گڑگڑا کے اتنی آہستگی سے اس کا ذکر کرو کہ تم اس کی ذات اقدس میں اس کے ذکر میں کھو جاؤ، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اس کی حدوں سے آگے مت بڑھو، یہاں سے ذکر کی دو حیثیتیں ہمارے سامنے آتی ہیں، اس آیت نے کہا کہ عاجزی سے گڑگڑا کے آہستہ آہستہ ذکر کرو، کچھ آیات میں ذکر جہری آتا ہے، اولیائے امت نے دونوں اندازوں کو اپنایا ہے، یہاں تفسیر مظہری کے مفسر سے ایک چھوٹی سی لغزش ہوگئی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اولیائے چشت اس لیے اونچا ذکر کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ یہ ہے کہ شیطان بھاگ جاتا ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب آپ اونچا ذکر کر رہے ہیں تو آپ پر غفلت طاری نہیں ہوتی، تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح دل میں حرارت پیدا ہوتی ہے، چوتھا فائدہ یہ ہے کہ محبت کی آگ سینے میں شدت سے بھڑکتی ہے، اسی لیے چشتی حضرات نے یہ بات کہی۔ چشتی حضرات نے اسے صرف ثانوی حیثیت سے کہا میں ایک چشتی آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں، یہ اصل بحث نقشبندی حضرات کی ہے، انہوں نے بلند آواز کے ذکر کی فضیلتیں بیان کی ہیں، یہ نقشبندی حضرات ہی سب سے زیادہ ذکر جہر کراتے ہیں، ان پر جب بے شمار اعتراضات ہوئے تو ہندوستان کے ایک عظیم عالم اٹھے اور انہوں نے قلم پکڑا اور ذکر جہر پر 48 احادیث لکھ ڈالیں، تو اس کتاب کا نام ہے ''صباحت الفکر فی الجہر بالذکر''۔ یہ جناب عبدالحی لکھنوی نے لکھی ہے۔ میں نے اس کا ترجمہ کر دیا، اور یہ کتاب چھپ کر مارکیٹ میں آچکی ہے، تمام اولیائے امت کے ارشادات بھی انہوں نے اپنی کتاب میں اکٹھے کیے ہیں، یہ بڑے معتدل مزاج عالم ہیں، یہ اپنے موضوع پر بڑی نفیس کتاب ہے، انہوں نے قرآنی آیات سے بھی استفادہ کیا ہے، احادیث بھی بیان کی ہیں اور اولیائے کرام کا مسلک بھی بیان کیا ہے، شوق رکھنے والے لوگ اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

ولا تفسدوا فی الارض ...من المحسنین

اے مکہ کے لوگو تمہیں جس بات کی تاکید کی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ جب زمین میں اصلاح ہو چکی ہو تو اس میں فساد مت مچاؤ، ایک حسین معاشرہ قائم ہوگیا ہے، ایک اچھے معاشرے کو توڑ دینا یہ مفسد لوگوں کا کام ہوتا ہے، اچھے معاشرے کو توڑا نہ جائے، بلکہ اچھے معاشرے کی ساری زندگی تلاش جاری رکھی جائے، جب بھی اللہ کریم کی عبادت کرو اسے پکارو تو اس میں دو باتیں ملحوظ رہیں، ایک اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ توقعات بھی وابستہ ہوں، صرف خوف ہو تو پھر توقع ختم ہو جاتی ہے، یا صرف توقعات کی حسین بلڈنگ تعمیر ہو جائے تو پھر خوف ختم ہو جاتا ہے، اس کی شرح کرتے ہوئے میں آپ کو سیدنا فاروق اعظم ؓ کا ایک قول سنا دوں، کہ اللہ والے اللہ تعالیٰ سے کس انداز سے ڈرتے ہیں، محفل میں بیٹھے تھے تو

Marfat.com

ارشاد فرمانے لگے" کہ اگر آسمان سے آواز آئے کہ صرف ایک آدمی جہنم میں جائے گا تو میں سوچوں گا کہ کہیں وہ بدقسمت میں ہی نہ ہوں"۔لیکن جب اللہ تعالیٰ پر توقع ہے تو پھر کیفیت یہ ہے" کہ اگر آسمان سے آواز آئے کہ صرف ایک آدمی جنت میں جائے گا تو میں سوچوں گا کہ یقیناً جنت میں جانے والا آدمی میں ہی ہوں"۔تو یہ وہ بات ہے جو خوف اور امید کے درمیان بات ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے،عربی میں رحمت کا لفظ مونث ہے،اور قریب اس کی خبر ہے یہ مذکر ہے،تو اس کی وجہ کیا ہے،گرامر عربیہ کہ مشہور کتاب **"صراح الدرواح"** میں انہوں نے کہا ہے کہ جب فاعل مفعول کے معنی میں آتا ہو،تو اس میں مذکر اور مونث دونوں برابر ہوتے ہیں،ایک بات تو یہ ہے،اور دوسری بات اس سلسلے میں وہ ہے جو عربی کے مشہور امام فراح نے کہی ہے،کہ اگر قریب مسافت کے معنی میں ہو تو اسے مذکر استعمال کرتے ہیں،اور اگر رشتہ کے معنی میں ہو تو یہ مذکر اور مونث دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے،تو یہاں قریب فاصلے کے معنی میں ہے مسافت کے معنی میں ہے،لہذا اسے مذکر مان لیا گیا ہے،دو دلائل میں نے آپ کے سامنے ذکر کر دیئے ہیں،اب اگلی بات یہ ہے کہ اللہ کریم نے آگے یہ بات ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنین کے قریب ہے،اللہ تعالیٰ کی رحمت حسن عمل والے کے زیادہ قریب ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ تو خود بھی رحمت ہے،تو رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے،تیرا محبوب بھی رحمت ہے چونکہ تو نے خود کہا کہ! **"وما ارسلنک الا رحمة للعالمین"** ٥ تو پتہ یہ چلا کہ اللہ تعالیٰ بھی مومنوں کے قریب ہوتا ہے اور مصطفیٰ علیہ السلام بھی مومنوں کے قریب ہوتے ہیں،جن کا عمل حسین ہوتا ہے،اب اس کے ساتھ ایک حدیث ملا لیں تو بات اور واضح ہو جائے گی۔

"جب اپنے گھروں میں آؤ تو گھر والوں کو سلام کہو گھر میں کوئی نہ ہو تو تب بھی سلام کہو اس لیے کہ مصطفیٰ علیہ السلام کی توجہات اور ان کی روح اقدس کے انوار تمہارے گھروں میں موجود ہوتے ہیں جب تم صاحب ایمان ہو،جب آپ کے گھر میں کوئی نہ ہو تو آپ کہہ دیں اسلام علیک ایھا النبی جس طرح آپ نماز میں کہتے ہیں"۔(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ) اس کتاب کے مصنف نے اس حدیث کو کئی سندوں سے بیان کیا ہے۔

وهو الذی یرسل الریح ....لعلکم تذکرون

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے توحید کی ایک نئی دلیل اور اس سے پھر ایک نیا مسئلہ بھی ثابت فرماتا ہے،جو ہوائیں بھیج دیتا ہے اپنی رحمت سے پہلے،یہاں رحمت بارش کو کہا ہے،بارش سے پہلے پہلے ہوائیں آجاتی ہیں یہ ہوائیں خوشخبری سناتی ہیں کہ بارش آرہی ہے،یہ ہوائیں بھاری بھاری بادل اٹھا لاتی ہیں،دیکھا قرآن پاک نے سب سے پہلے یہ بات کہی کہ بارش بادل سے آتی ہے،اور پھر اس ہوا کا معنی بادل ہی ہے،پھر ہم اسے چلا لاتے ہیں کس شہر کی طرف،کس آبادی کی طرف،کس علاقے کی طرف،جو خشکی کی وجہ سے مر چکا ہوتا ہے،وہاں پھر پانی اترتا ہے،پھر ہر قسم کے پھل نکل آتے ہیں،یہ پھل کہاں چھپے

Marfat.com

ہوئے تھے،اسی زمین کی تہہ میں پردوں کے اندر پڑے ہوئے تھے،ادھر بارش برسی اُدھر وہ جاگ پڑے،اٹھ کھڑے ہوئے،تو رب کریم نے فرمایا کہ جو کہتا ہے کہ قیامت نہیں آتی۔**"کذلک نخرج الموتیٰ"**۔اسی طرح ایک بارش اور ہوگی،وہ مختلف بیجوں کو نہیں اگائے گی بلکہ وہ انسانیت کو زندہ کرنے والی بارش ہوگی،تاکہ تمہیں نصیحت حاصل ہو اور تم اس پر غور کرو،اسے یاد رکھو۔**"تذکرون"** کے تین معنے ہیں،نصیحت حاصل کرنا،غور کرنا،یاد رکھنا۔اور تینوں معنے اپنے اپنے انداز سے یہاں فٹ بیٹھتے ہیں۔

والبلد الطیب یخرج نباته.....لقوم یشکرون

اب جو پاکیزہ سرزمین ہے اس سے تو شاندار نباتات اگے گی،اور جو زمین خراب ہے اور وہ خباثت سے بھری ہوئی ہے،پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں چیز نکلے گی ہی بہت کم،اور جو نکلے گی وہ بہت ناقص ہوگی،استعارہ کدھر چلا گیا،کنایہ کیا ہے سمجھانا کیا ہے،سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب بارش ہوتی ہے تو زمین اسے دو انداز سے قبول کرتی ہے،باصلاحیت زمین میں طرح طرح کے بیل بوٹے نکل آتے ہیں،اور جو کلر زمین ہوتی ہے وہاں اول تو کوئی شے اگتی ہی نہیں ہے،اور جو تھوڑی بہت اگتی ہے وہ ناقص ہوتی ہے،اسی طرح انسان بھی دو انداز کا ہے،اُدھر رحمت کی بارش ہوئی اور ادھر دل کے اندر اور روح کے اندر ذکر خدا کی یادیں اور یاد مصطفیٰ ﷺ کی کلیاں کھل گئیں،انسانی زندگی پر بہار آ گئی،اگر دل کی کیفیت وہ نہیں ہے روح کا انداز وہ نہیں ہے،تو کوئی بات نہیں آئے گی وہاں کچھ بھی نہیں اگے گا،اور جب کچھ بھی نہیں اگے گا تو پھر وہ لطافت پیدا نہیں ہو سکے گی جو لطافت زندگی میں پیدا ہونی چاہیے۔ارشاد فرمایا ہم آیات اسی طرح پھیر پھیر کے بیان کرتے ہیں،ان لوگوں کے لیے جو شکر گزار ہیں،جو حق کے ماننے والے ہیں،ان کے سامنے یہ آیات پھر پھر کے آتی ہیں،اب آگے توحید کے مختلف داعیوں کا ذکر آ رہا ہے اور مختلف انداز اسی طرح ذکر ہوتے ہیں،عملی مشاہدہ کیا ہوتا ہے،جب ایک بندہ دعوت لے کر آتا ہے،اور لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے،کچھ لوگ اسے مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے،نہ ماننے والے کون کون سے شکوک کا ذکر کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦ فَقَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم

یقیناً ہم نے نوح کو اپنی قوم کی طرف بھیجا، نوح علیہ السلام نے کہا! اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے بغیر تمہارا

مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۵۹﴾

کوئی معبود نہیں ہے، مجھے تمہارے لیے خوف ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا

قَالَ ٱلْمَلَأُ مِن قَوْمِهِۦٓ إِنَّا لَنَرَىٰكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ

نوح علیہ السلام کی قوم کے سردار بولے ہم تجھے کھلم کھلا گمراہی میں دیکھتے ہیں

يَٰقَوْمِ لَيْسَ بِى ضَلَٰلَةٌ وَلَٰكِنِّى رَسُولٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿۶۱﴾

،انہوں نے کہا اے میری قوم مجھے گمراہی نہیں ہے میں عالمین کے پروردگار کا ایک عظیم المرتبت رسول ہوں

أُبَلِّغُكُمْ رِسَٰلَٰتِ رَبِّى وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ ٱللَّهِ

میں تمہیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں، اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جانتا ہوں

مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۲﴾ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ

جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم اس بات سے حیران ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے،

رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا۟ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوهُ

ایک ایسی شخصیت پر جو تم ہی میں سے ہے، تاکہ تمہیں وہ (اللہ تعالیٰ کے کلام سے) ڈرائیں، اور تاکہ تم بدی سے بچو اور تم پر رحم کیا جائے جھٹلا دیا

فَأَنجَيْنَٰهُ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥ فِى ٱلْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟

انہوں نے نوح علیہ السلام کو، ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والے لوگوں کو کشتی میں نجات دی، اور انہیں غرق کردیا جو

افغیر اللہ ابتغی حکما......من الممترین

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ انہیں فرمادیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے میں کسی اور کو حکم مان لوں؟ اے مسلمانو! ہم نے تمہاری طرف یہ مفصل کتاب نازل کی ہے، اب یہ ایک فرق ہے حکم ثالث جو عام عربی زبان میں کہا جاتا ہے، حاکم حکومت کرنے والا، ہمارے مترجمین یہی کہتے ہیں لیکن سیدھی سی بات یہ ہے کہ فیصلہ کرنے والے دو انداز کے ہوتے ہیں، دلائل غلط ملے تو فیصلہ غلط ہوا، وہ حاکم ہے جو صحیح بھی کردے اور غلط بھی کردے، حکم وہ ہے جس کا کبھی فیصلہ غلط نہ ہو، کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے کسی اور کو حکم مان لوں، اسی نے تو تمہاری طرف یہ مفصل کتاب اتاری ہے، اور اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) اندر سے یہ بات جانتے ہیں کہ یہ حق اور سچ کی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے، کتاب کے ماننے والے تو قرآن پاک پر بالکل شک نہ کر۔

و تمت کلمت ربک صدقا و عدلا ......وھو السمیع العلیم

محبوب ؐ آپ کے ربّ کریم کے الفاظ صدق اور عدل کے ساتھ مکمل ہو گئے ہیں، یہاں کلمات سے مراد کیا ہے، مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن پاک ہے۔ دو تین لفظ ملیں تو کلمات بن جاتے ہیں، تو کیا عربوں نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال بھی کیا ہے، تو اس کے لیے آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ کسی کا اگر کوئی قصیدہ ہو تو کہہ دیتے ہیں کہ "یہ زوہیب کا قصیدہ ہے"۔ اسی طرح کہہ دیتے ہیں کہ یہ فلاں کا کلمہ ہے، حالانکہ وہ کلمہ نہیں ہوتا بلکہ کلام ہوتا ہے، تو یہاں بھی وہی بات ہے، کہ قرآن پاک کو کلمہ کہہ دیا، یہ صدق اور عدل کے حساب سے کتاب مکمل ہو چکی ہے، اس کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے، اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن پاک کو کوئی تبدیل کرنا چاہے تو بالکل تبدیل نہیں کر سکتا، کہ صدق و عدل سے قرآن حکیم مکمل ہو گیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے قرآن حکیم میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی، اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے والوں کو سنتا بھی ہے، اور وہ جانتا بھی ہے، کہ کون قرآن پاک کو پڑھ رہا ہے، اب زمین انسانوں سے بھری پڑی ہے، حقائق کہاں ہوتے ہیں، اس کا جواب دیا کہ

وان تطع اکثر من فی الارض....الا یخرصون

اگر آپ اس زمین کی اکثریت کے پیچھے چل پڑے تو سیدھے راستے سے یہ آپ کو بھٹکا دیں گے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اکثریت کا لحاظ نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مانیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ السلام کی پیروی اختیار کریں، یہ جو عظیم اکثریت آپ کے سامنے ہے، یہ تو ظن وتخمین کے پیچھے چل رہی ہے، وہ ذات اقدس ان کے ظن وتخمین کے تابع نہیں ہے، یہ تو صرف اندازے لگا رہے ہیں، میں آپ کو ایک بات پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہوں، آپ کوئی بھی کتاب دیکھ لیں جو انسانوں نے لکھی ہے، اور وہ عقیدہ توحید پر مثلاً آئی ہے، آپ کو ابتداء سے لے کر انتہا تک یہی پتہ چلے گا کہ یہ پہیلیاں ہیں انسانی دماغ کی، جنہیں

Marfat.com

بِاٰیٰتِنَا اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ﴿٦٤﴾

ہماری آیات کی تکذیب کرتے تھے۔ یہ اندھے (دل والی) قوم تھی

لقد ارسلنا نوحا الی قومہ...... عذاب یوم عظیم

ارشاد فرمایا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، انہوں نے ارشاد فرمایا اے میری قوم، ان لوگوں کو اپنی قوم کہہ کے مخاطب فرمایا، عبادت کرنی ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی کرو، اس کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے، یہ جو تم بتوں کی عبادت کر رہے ہو ان بتوں کا قرآن پاک نے سورۃ نوح میں نام بھی لیا ہے، یہ بت معبود نہیں ہیں، اگر تم ان کی عبادت کرتے رہو گے تو آگے ایک بڑا دن آ رہا ہے وہ خوف کی وجہ سے بھی بڑا ہو سکتا ہے اور لمبے وقت کی وجہ سے بھی بڑا ہو سکتا ہے، اس کی بڑائی کے کئی راز ہیں جو آپ سوچتے جائیں گے اس کی بڑائی پتہ لگتی جائے گی، لمبا دن ہے لہذا بڑا دن ہے، بے حد سخت دن ہے لہذا بڑا دن ہے، سارے انبیاء وہاں ہوں گے اور ان سے ملاقات ہو گی لہذا بہت بڑا دن ہے خوشی کا اگر بندہ مغفور ہے تو، وہاں اللہ کریم کی زیارت ہونی ہے اس سے بڑا اور دن کیا ہو سکتا ہے کہ جس دن آپ اپنے خالق کے سامنے ہوں، لہذا اس کی عظمت میں کئی پہلو ہیں

قال الملاء من قومہ..ضلل مبین

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے جو سردار تھے وہ بولے ''الملأ'' اس کا معنی ہوتا ہے بھر دینا، وہ انسان جو جاہ وجلال سے بھرا ہوا ہو، اسے عربی اصطلاح میں الملاء کہا جاتا ہے، اس لیے عام طور پر ہمارے حضرات اس کا معنی کرتے ہوئے سردار کہہ دیتے ہیں، ان کی قوم میں جو سردار موجود تھے انہوں نے کہا کہ اے نوح آپ تو کھلم کھلا گمراہی میں ہیں، نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں گمراہی کی طرف نہیں جا سکتا، کیونکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں، یہاں سے اشارۃً جو بات سمجھ آئی وہ یہ ہے کہ رسول معصوم ہوتا ہے، لہذا رسول سے گناہ کا سرزد ہونا یہ ناممکن ہے، یہاں میں آپ کے ذہن میں نوح علیہ السلام کے بارے میں تھوڑی سی معلومات ڈال دوں ان کے والد گرامی کا نام ''ملک'' ہے، باپ کی عمر 182 سال تھی یہ میں تورات کے حوالے دے رہا ہوں، جب آپ کے باپ کی عمر مبارک 182 سال تھی تو اس وقت آپ (نوح علیہ السلام) پیدا ہوئے، حضرت آدم علیہ السلام کی دسویں پشت میں شامل ہیں، یہ تورات میں لکھا ہوا ہے لیکن تورات میں دو تین باتیں ان کے متعلق بڑی شدید غلط لکھی ہوئی ہیں، تورات باب پیدائش آیت نمبر 21-20 وہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ نوح علیہ السلام نے شراب پی، (نعوذ باللہ) اور اپنے گھر میں

Marfat.com

شراب پینے کے بعد انہوں نے اپنے سارے کپڑے اتار کے پھینک دیئے، اور ایک بیٹے نے عقب کی طرف سے آ کے ان پر چادر ڈالی، اب جن لوگوں کو نبوت کے مقام کا تھوڑا سا بھی پتہ ہے وہ اس بات کو نہیں مان سکتے، لہذا انسائیکلو پیڈیا برطانیہ میں اس کی جلد نمبر 10 اور صفحہ نمبر 476 پر یہ بات موجود ہے، کہ یہ الزام ہے جو تورات میں آیا ہے، اب چونکہ یہ رائیٹر عیسائی ہے اس لیے ہم سادہ لفظوں میں یہ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ مسلمانوں نے تو الزام نہیں لگایا یہ الزام لگا ہوا ہے تورات میں، تو کیا اس کے بعد تورات کی صحت مخدوش نہیں ہو جاتی، اگر مخدوش ہو جاتی ہے تو آپ کا ایک دیانتدار آدمی بذات خود یہ لکھ رہا ہے کہ یہ بات تسلیم کرنے کے قابل نہیں ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا نبی بھی ہو اور پھر اس میں یہ بات بھی ہو، یہ سب سے پہلے انسان ہیں حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جو زمین پر نبی بن کے آتے ہیں لوگوں کے لیے یہ قرطبی نے کہا ہے، ان کا عرصہ کب ہے تو 2800 سو سال سے 3800 سو سال تک تفسیر ماجدی کے مصنف نے بات کہی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ان کا عرصہ ایک ہزار سال کا ہے، لیکن میرے نزدیک یہ بات ٹھیک نہیں ہے، ان کا عرصہ زیادہ ہے، اس عرصے کو کم از کم آٹھ یا دس ہزار سال ہونا چاہیے، میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جو ہمارے مسلمان محققین نے یہ بات کہی کہ آدم علیہ السلام جب اس دنیا میں آئے ہیں تو آج تک وہ سارے کا سارا عرصہ سات اور آٹھ ہزار سال کے درمیان ہے، یہ بات نہیں ہے، یہ تحقیقی انداز سے بالکل غلط بات ہے، میں نے جس انداز سے جائزہ لیا اور جس انداز سے مختلف انبیاء کے وقت کو اس جائزے سے ثابت کیا، اس کے حساب سے یہ عرصہ 48 یا 50 ہزار سال کے درمیان کا بنتا ہے، آج سے لے کے حضرت آدم علیہ السلام تک کا جو کم سے کم عرصہ ہے وہ یہ 48 یا 50 ہزار سال کا ہے، لیکن جو جدید تحقیق سائنس پر آج ہو رہی ہے وہ مختلف انسانی ہڈیوں سے ثابت کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ آج سے پہلے چار لاکھ سال پرانی ہڈیاں دریافت ہوگئی ہیں، اب یہ بھی دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ ایک کروڑ سال پرانی ہڈی دریافت ہوگئی ہے۔ لیکن ابھی یہ تخمینے ہیں، جس طرح علماء کا سات ہزار سال والا غلط کہہ رہا ہوں اسی طرح یہ ابھی تخمینہ ہے اور!

ظن تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری

تو جناب نوح علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے، حضرت آدم علیہ السلام کا اور ان کا زمانہ قریب تھا، نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں گمراہ نہیں ہوں، اللہ تعالیٰ کے رسول گمراہ نہیں ہوتے، میں تو اللہ تعالیٰ کے پیغام تمہیں دے رہا ہوں، اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ "نصح" کے دو معنے ہیں، مترجمین نے اس کا معنی نصیحت کیا ہے، اور دوسرا معنی ہوتا ہے "خلوص برتنا"۔ سر سے پاؤں تک کسی کے لیے خالص ہو جانا، تو یہاں وہ معنی زیادہ بہتر ہے، میں تو تمہارے لیے سر سے پاؤں تک خلوص ہی خلوص ہوں، لیکن ایک بات یاد رکھو اللہ تعالیٰ سے میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تمہیں پتہ نہیں ہے، پتہ چلا کہ کسی کو یہ حق نہیں کہ امتی ہو کے نبی کے علم کا اندازہ لگائے، اور پھر کہے کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا پتہ نہیں اور اسی طرح نبی کو بھی پتہ نہیں ہوتا، چونکہ

Marfat.com

قال یقوم لیس بی ضللة...... انهم کانوا قوما عمین

علی الاعلان سیدنا نوح علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ! "واعلم من الله مالاتعلمون" ٥ ''میں اللہ تعالیٰ سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تمہارے علم میں نہیں ہیں''۔ اور سرکار کریم علیہ السلام نے ممبر پر فرمایا کہ! ''قیامت تک تم مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو میں یہاں کھڑا ہوں سب کے جواب دوں گا''۔ مجھے تعجب یہ ہے کہ رب کی طرف سے تمہارے پاس ذکر آگیا ہے، اور ایک انسان پر آیا ہے جو انسانی لباس میں تمہاری نسل میں موجود ہے، اور ذکر آیا کیوں ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمہیں ڈرایا جائے، اس ذکر کو مان کے تم پرہیز گار بن جاؤ، اور جب تم اس ذکر کو مان کے پرہیز گار بن جاؤ گے تو پھر اللہ تعالیٰ کا تم پر رحم نازل ہوگا، یہ تیسری بات ہوئی، اللہ تعالیٰ کا ذکر ڈرانے کے لیے ہے، اور پھر اس ذکر کی وجہ سے تم پرہیز گار ہو جاتے ہو، اور تیسرا نتیجہ اس کا کیا ہوتا ہے پھر تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم نازل ہوتا ہے، انہوں نے جناب نوح علیہ السلام کو جھٹلا دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے نوح علیہ السلام کو اوران کے ساتھ جو ایمان لائے تھے انہیں نجات دلا دی، جس کشتی میں تھے وہ کشتی بچ گئی، ہم نے انہیں غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تھی، کیونکہ وہ اندر کے نابینا تھے، یہاں میں تورات کے حوالے سے چونکہ اسے اگر تاریخی حیثیت دے دی جائے تو قدیم تاریخی کتاب ہمارے سامنے یہ بنتی ہے، قرآن پاک نے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر دوسرے مقام پر ساڑھے نو سو (950) سال بیان کی ہے، اس میں ائمہ کا یہ اختلاف ہے کیا یہ تبلیغ کی عمر ہے یا ساری عمر ساڑھے نو سو سال ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ساڑھے نو سو سال تبلیغ کا عرصہ بنتا ہے، ساری عمر اس سے زیادہ ہے، کچھ حضرات کا خیال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ساری عمر ساڑھے نو سو سال ہے، جدید اندازوں سے جو بات ہمارے سامنے آتی ہے یا تورات جس کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ طوفان نوح آیا تھا تو اس وقت نوح علیہ السلام کی عمر چھ سو (600) سال تھی، اور ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ طوفان اس علاقے میں آیا تھا جسے آج عراق کہا جاتا ہے، اور تورات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ چالیس دن تک مسلسل طوفانی بارش ہوتی رہی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے بارش کے پرنالے نکل رہے ہیں، سمندر سارے ملک پر ایک انداز سے چڑھ دوڑا تھا، اب وہ کشتی جو نوح علیہ السلام نے تیار فرمائی تھی اس کی کیفیت یہ ہے؟ تورات میں یہ آتا ہے کہ وہ تین (300) سو ہاتھ لمبی تھی، اس کی چوڑائی پچاس (50) ہاتھ تھی، بلندی تیس (30) ہاتھ تھی، اور یہ تین منزلوں میں تقسیم تھی، آپ کی عمارت کی عام منزل اندر سے دس فٹ ہوتی ہے، یا زیادہ اونچی ہو جائے تو گیارہ فٹ ہو جائے گی، اور ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہے۔

یہ جو جنوری اور فروری کے مہینے ہیں، یہ اس وقت نہیں تھے ان کا آغاز عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ہے، اور قمری مہینوں کا آغاز سرکار علیہ السلام کی ہجرت کے بعد ہوا، تو پھر کیلنڈر کیا تھا، یہ موجودہ تاریخ کس مہینے میں آتی ہے، تو اس کے لیے

توراۃ میں مجھے کوئی دلیل دستیاب نہیں ہو سکی، جو میں آپ کے سامنے عرض کر سکوں، یہی بات وہاں ہے کہ دسویں ماہ کی سترھویں تاریخ، یہ پیدائش میں لکھا ہے، توراۃ کی آیت نمبر 8-7 اور 12-11 انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ 33 سو سال قبل مسیح ہے، یہ بھی تخمینہ ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ صحیح نہیں ہے، اب جہاں نوح علیہ السلام کے طوفان کا ذکر فرمایا یہاں آگے مختلف مقامات پر مختلف اندازوں سے آ تا رہے گا۔

☆☆☆☆☆☆

۞ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ

قوم عاد کی طرف ان کی برادری کے انسان حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا

قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٦٥﴾

،انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے بغیر کوئی معبود نہیں، کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو،

قَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَوْمِهِۦٓ إِنَّا لَنَرَىٰكَ فِى

ان کی قوم کے سرداروں نے ان سے کہا جو کافر تھے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ

سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يَٰقَوْمِ

بے عقل ہیں، اور ہمارا خیال ہے کہ آپ جھوٹے بھی ہیں۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم!

لَيْسَ بِى سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّى رَسُولٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٦٧﴾

نہ میں بے عقل ہوں اور نہ کوئی اور ایسی بات ہے میں تو رب عالمین کا رسول ہوں

أُبَلِّغُكُمْ رِسَٰلَٰتِ رَبِّى وَأَنَا۠ لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿٦٨﴾ أَوَعَجِبْتُمْ

اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتا ہوں میں تمہارے لیے نصیحت بھی کرتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں تمہیں بھی اس بات پر تعجب ہے کہ

أَن جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ

رب کی طرف سے تمہارے پاس ذکر آ گیا ہے، ایک آدمی کے اوپر یہ ذکر نازل ہوا، جو تمہاری نسل سے ہے، ذکر اس لیے نازل ہوا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرائے

وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ

یاد کرو تمہیں اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے بعد جانشین بنایا تھا، اور تمہیں تخلیق میں اور بدن کے پھیلاؤ میں بہت بڑھا دیا

Marfat.com

فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾

[illegible]

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ

[illegible]

يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧٠﴾

[illegible]

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ

[illegible]

أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم

[illegible]

مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ

[illegible]

الْمُنتَظِرِينَ ﴿٧١﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

[illegible]

وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٧٢﴾

[illegible]

و الی عاد اخا ھم ھودا...... وما کانوا مومنین

یہاں دو تین انبیاء کا ذکر یکے بعد دیگرے آیا، ان کی دعوت ایک ہی انداز کی تھی، البتہ میں نے ایک لفظ کا ترجمہ درست کرنا ہے، مترجم فرمارہے ہیں اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو، اور اس بھائی کے لفظ سے لوگوں نے کیا کیا مطلب نکال کے شان نبوت کی تنقیص کی ہے، دیکھیں کہ ایک سادہ سی بات ہے، کہ جناب ہود علیہ السلام اس ساری قوم کے بھائی نہیں تھے، اس قوم میں ان کے بھتیجے بھی تھے، ان کے بھانجے بھی تھے، ان کی عمر سے چھوٹے لوگ بھی تھے، بچے بھی تھے انہیں جناب ہود علیہ السلام کا بھائی نہیں کہا جاسکتا، لہذا کوئی ایسا جامع معنی کیجئے تا کہ اس پر یہ اعتراض پیدا نہ ہوسکے، میں حیران ہوں کہ مولانا مودودی صاحب بھی اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو اور یہی معنی جسٹس پیر کرم شاہ صاحب بھی کرگئے ہیں کہ ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو، یہاں معنی ہے ان کی برادری کے آدمی ہود علیہ السلام کو بھیجا، اب جب برادری کا آدمی ہے تو وہ سب کے لیے مشترک ہوسکتا ہے، لیکن جب بھائی ہے تو وہ سب کے لیے مشترک نہیں ہوسکتا، مجھے امید ہے کہ جب آپ اس بات پر غور کریں گے تو آپ سمجھیں گے کہ وہ سب کے بھائی نہیں ہوسکتے، اس کا صحیح ترجمہ پھر یہ ہوگا ''کہ قوم عاد کی طرف ان کی برادری کے آدمی ہود علیہ السلام کو بھیجا''۔ جو قوم عاد میں شریک تھے، ہود علیہ السلام نے کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، معلوم ہوا کہ عبادت خداوندی کی دعوت سب انبیاء کا مشترک مسئلہ ہے، اور اس سلسلے میں دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس سے تقویٰ آتا ہے، عاد کا اپنا سلسلہ جناب نوح علیہ السلام سے چھٹی پشت میں آکے ملتا ہے، یہ بات تورات میں مذکور ہے، اور جناب ہود علیہ السلام چوتھی پشت میں جناب عاد سے جاملتے ہیں، اور یہ دو باتیں علامہ قرطبیؒ نے بھی نقل کی ہیں، اب کافر کہنے لگے کہ آپ تو احمق ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ جھوٹے ہیں یہ دو باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو کچھ لوگوں نے حماقت کی طرف منسوب کیا، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات کہی کہ تم اللہ تعالیٰ کے نبی نہیں ہو، ان کا جواب یہ تھا کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوتا ہے، وہ ان باتوں سے پاک ہوتا ہے، ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچادیں، دو باتیں ہیں ایک خلوص کا برتنا اور دوسرا امانت دار ہونا، تمہیں یہ تعجب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر لے کے آگیا ہوں حالانکہ اس کا فائدہ تمہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں ڈرانا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم نوح کے بعد جانشین بنایا تھا، تمہیں اللہ تعالیٰ نے اچھی صحت بھی دی تھی، مضبوط جسم بھی دیا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو، جو اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل کی ہیں، لیکن اسی میں تمہاری فلاح ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت نہیں کرسکتے، ان کی دلیل یہ ہوتی تھی، کہ ایک اللہ اتنے بے شمار کام نہیں کرسکتا، تھک جاتا ہوگا، لہذا مختلف کاموں کے لیے ہم نے مختلف خدا بنا رکھے ہیں،

دوسری دلیل یہ تھی کہ ہمارے اسلاف جو کچھ کررہے تھے ہم وہ کررہے ہیں، آخری بات چیلنج ہے، اچھا اگر آپ سچے ہیں تو جو آپ کا عذاب کا وعدہ ہے وہ آجائے، ہم میدان میں کھڑے ہیں، یہ جہالت کی انتہا ہے، انہوں نے پھر آگے سے کہہ دیا کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب بھی آیا اور قہر بھی آیا۔

یہ چند بت ہیں جن کے تم نے مختلف نام رکھے ہوئے ہیں، یا تمہارے باپ دادا نے ان کے نام رکھے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کررہا ہوں، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے اسے بھی نجات دی ہے اور جو اس کے ساتھ تھے انہیں بھی اپنی رحمت سے برے کاموں سے نجات دی، ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی، جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا، اور وہ صاحب ایمان نہیں تھے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَـٰلِحًا قَالَ يَـٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ

اس طرح ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کی برادری کے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو

مَا لَكُم مِّنْ إِلَـٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن

اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے تمہارے پاس واضح نشانیاں آچکی ہیں، تمہارے رب کی طرف سے

رَّبِّكُمْ ۖ هَـٰذِهِۦ نَاقَةُ ٱللَّهِ لَكُمْ ءَايَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ

، یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے اور تمہارے لیے ایک نشانی ہے، اسے چھوڑ دو تا کہ یہ چرتی پھرتی رہے

فِىٓ أَرْضِ ٱللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۷۳﴾

اللہ تعالیٰ کی زمین میں، اسے بدی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ دردناک عذاب اتر آئے گا

وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ

یاد کرو عاد کی قوم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں جانشین بنایا ہے، زمین میں تمہیں تمکنت اور شان دی ہے

فِى ٱلْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ

، کھلے میدانوں میں تم محل بناتے ہو، اور تراش کے

ٱلْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَٱذْكُرُوٓا۟ ءَالَآءَ ٱللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ

پہاڑوں کو تم گھر بناتے ہو، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں

مُفْسِدِينَ ﴿۷۴﴾ قَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ مِن

فساد مت مچاؤ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا جو متکبر سردار تھے

قَوْمِهِۦ لِلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوا۟ لِمَنْ ءَامَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ

ان لوگوں سے کہا جو ضعیف تھے جو ان میں ایمان لائے تھے کیا تمہیں پتہ ہے کہ

أَنَّ صَٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِۦ ۚ قَالُوٓا۟ إِنَّا بِمَآ أُرْسِلَ بِهِۦ

صالح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں انہوں نے کہا کہ جو وہ لے کر آیا ہے ہمارا اس پر ایمان ہے

مُؤْمِنُونَ ﴿٧٥﴾ قَالَ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوٓا۟ إِنَّا بِٱلَّذِىٓ

متکبر (سردار) لوگوں نے کہا بے شک ہم اس چیز کے جس پر تم ایمان رکھتے ہو

ءَامَنتُم بِهِۦ كَٰفِرُونَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا۟ ٱلنَّاقَةَ وَعَتَوْا۟ عَنْ

تمہارا ایمان ہے منکر ہیں انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور سرکش ہو گئے

أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا۟ يَٰصَٰلِحُ ٱئْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور کہنے لگے صالح جس عذاب کا وعدہ ہم سے کرتے ہو ہم پر لے آؤ

ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾ فَأَخَذَتْهُمُ ٱلرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا۟ فِى دَارِهِمْ

اگر سچے پیغمبر ہو تو انہیں پھر زلزلے کے جھٹکوں نے آلیا اپنے گھروں میں دوہرے ہو کر رہ گئے

جَٰثِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ

اوندھے منہ پڑے ہوئے اور جب صالح علیہ السلام وہاں سے چلے تو کہنے لگے کہ اے قوم بے شک میں نے پہنچا دیا تھا

رِسَالَةَ رَبِّى وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ ٱلنَّٰصِحِينَ ﴿٧٩﴾

تمہیں رب کریم کا پیغام اور میں نے تمہیں نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہو

Marfat.com

مختلف اندازوں سے دوسروں کے دماغوں میں ٹھونسا جارہا ہے،اور جب آپ قرآن پاک کو کھول کے بیٹھیں گے تو ابھی میں آپ کو مناظر فطرت سے خالق فطرت کی طرف جانے کا راستہ بتا رہا تھا،اب آپ بتائیں کہ کیا کوئی انسان اس سے بڑھ کر توحید کی دلیل دے سکتا ہے،قرآن پاک نے کتنی واضح بات کہہ دی کہ تمہارے دماغ محدود ہیں،اور غیر محدود کا یہ احاطہ نہیں کر سکتے،اور جب احاطہ نہیں کر سکتے تو اس کی وضاحت کیسے کریں گے،یہ بات ہو ہی نہیں سکتی،اب اس کا طریقہ ایک ہی ہے،کہ مناظر فطرت کی گتھیاں سلجھائیں،تاکہ ان کے خالق کو پا سکیں ایک بات،دوسری بات کہ جو کتاب اللہ لے کے آیا ہے اس کی محفل میں ذرا جائے بیٹھیں،وہاں منظر عجیب ہوگا کہ! "نہ بادہ ہے نہ صراحی نہ دور پیمانہ"

وہاں تو صرف نگاہ کی بات ہوتی ہے،اور یہی وہ کمال ہے جو صاحب کمال کے پاس ہوتا ہے،یا ان لوگوں کے پاس ہوتا ہے جو اس محفل سے مستفید ہوتے ہیں،اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ سیدھے راستے پر کون لوگ ہیں،اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ گمراہ کون لوگ ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

والیٰ ثمود اخاھم صٰلحاً ــــ انا بالذی اٰمنتم بہ کٰفرون

پھر ان کے پاس جناب صالح علیہ السلام آتے ہیں، آگے ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کو [illegible]
کے پاس بھیجا، انہوں نے بھی وہی بات کی، اللہ تعالیٰ کے بغیر معبود نہیں ہے۔ [illegible]
سے ایک نشانی ایک اونٹنی تھی جس کے بارے میں [illegible]
ہے یہ پھر جو ایک پتھر سے نکل کے سامنے آ گئی تھی، [illegible] "ھٰذہ ناقۃ اللہ" [illegible]
اونٹنی ہے تو جب نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو جائے تو پھر تقدس آ جاتا ہے۔ [illegible]
اور اپنا پانی [illegible] جب ایسا ہوگا تو پھر [illegible]
بنے ہو اس کا شکر کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں [illegible]
اور سابقہ قوموں میں یہ قوم فن تعمیرات کی [illegible]
ہو، اور پہاڑوں کو تراش کے ان کے اندر گھر بنائے ہوئے [illegible] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں [illegible] مختلف [illegible]
میں رہ رہے تھے، کچھ لوگ ایسے تھے جو [illegible]
مختلف جگہوں پر موجود تھے، [illegible]
موجود ہیں جو آثار قدیمہ میں محفوظ کر دی گئی ہیں، [illegible]
پیش گوئی کی تھی [illegible]
نے ان چیزوں کو [illegible] مختلف [illegible]
سوئی گیس نکل آئی ہے۔

قال الذین استکبروا ــــ ولکن لا تحبون النٰصحین

انہوں نے بھی وہی کیا جو باقی انبیاء کر رہے تھے، [illegible]
کرو، یہاں بھی وہی لوگ جو دنیا میں متکبر ہوتے ہیں ضعیفوں کو کہنے لگے کیا تمہیں یقین ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اللہ تعالیٰ
کے رسول ہیں، انہوں نے کہا کہ جو کچھ وہ لے کے آئے ہیں ہم اس پر ایمان لے آئے [illegible]
اس کے انکاری ہیں، انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کو پس پشت ڈال دیا، کہنے لگے [illegible]
ہے وہ لے آؤ، یہاں بھی شدت سے زلزلہ آیا، اب وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل مرے پڑے تھے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت
صالح علیہ السلام وہاں سے نکلے، اور نکل کے کہنے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تھا، میں نے خیر خواہی

بھی کی تھی، لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے ہو، یہاں سے آپ کے سامنے ضمناً ایک مسئلہ نکلا، اور قرآن پاک سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جناب آپ دیکھتے ہیں کہ وہ مر چکے ہیں منہ کے بل پڑے ہوئے ہیں، انہیں خطاب کر کے کہہ رہے ہیں، پتہ چلا کہ مرنے کے بعد روح سنتی رہتی ہے خواہ وہ مسلمان کی روح ہو یا کافر کی روح ہو، یہ قرآن پاک سے پتہ چل گیا، علماء حدیث پیش کریں تو لوگ کہتے ہیں کہ حدیث ضعیف ہے، قرآن پاک تو کبھی ضعیف نہیں ہوگا، قرآن پاک نے یہ بات کہی کہ جب وہ منہ کے بل اپنے اپنے گھروں میں گر گئے اور مر گئے، تو وہاں سے جناب صالح علیہ السلام نکلے اور فرمایا کہ میں نے تو تمہیں ربّ کریم کا پیغام دیا تھا میں نے بڑا اخلوص برتا تمہاری خیر خواہی کی لیکن تمہیں خیر خواہ پسند نہیں تھے۔

آیئے آپ اس کا ایک منظر میدان بدر میں بھی دیکھ لیں، کہ سارے کفار کو ایک جگہ دفن کر کے مٹی اوپر ڈال کے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں خطاب فرمایا سناؤ جو بات میں کہتا تھا وہ تم نے دیکھ لی ہے کہ نہیں، حضرت عمر فاروقؓ پاس کھڑے تھے وہ بول پڑے کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ تو مردے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ سے زیادہ بڑھ کے یہ سن رہے ہیں، صرف یہ بات ہے کہ یہ جواب نہیں دے سکتے، اب سرکار علیہ السلام نے بھی خطاب فرمایا اور حضرت صالح علیہ السلام نے بھی خطاب فرمایا، صالح علیہ السلام کے خطاب کو قرآن پاک نے نقل کر کے یہ بتا دیا کہ صالح علیہ السلام جو مرتبے میں سرکار علیہ السلام سے بالیقین پیچھے ہیں اگر وہ مرنے والوں کو خطاب کر سکتے ہیں اور مرنے والے سن سکتے ہیں تو مصطفیٰ علیہ السلام کی آواز خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦٓ أَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُم

لوط علیہ السلام کو بھی (یاد کیجیے) جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی اس انداز کی کرتے ہو کہ تم سے پہلے

بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ ٱلرِّجَالَ

سب دنیاؤں میں کسی نے ایسی حماقتیں نہیں کی ہیں، کہ مردوں کو استعمال کرتے ہو

شَهْوَةً مِّن دُونِ ٱلنِّسَآءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿٨١﴾

تم شہوت رانی کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر! اصل بات یہ ہے کہ تم تو اسراف والی قوم ہو

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَخْرِجُوهُم مِّن

اس قوم کا اس کے بغیر جواب کوئی نہیں تھا یار یہ پاک لوگ آگئے ہیں انہیں باہر نکال دو اپنے گاؤں سے

قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٨٢﴾ فَأَنجَيْنَٰهُ وَأَهْلَهُۥٓ

یہ طہارت پسند لوگ ہیں، ہم نے لوط علیہ السلام کو بھی نجات دے دی ان کے گھر والوں کو بھی نجات دی

إِلَّا ٱمْرَأَتَهُۥ كَانَتْ مِنَ ٱلْغَٰبِرِينَ ﴿٨٣﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم

ان کی ایک بیوی کو چھوڑ کے وہ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی، پھر ہم نے ان پر برسا دیے پتھر

مَّطَرًا ۖ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٨٤﴾

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ملاحظہ تو فرمائیں، کہ مجرموں کا انجام کیا تھا

ولوطا اذقال لقومہ ....فانظر کیف کان عاقبۃ المجرمین

یہاں ان آیات میں اس قوم کی بدکرداریوں کا بڑے عجیب انداز سے ذکر ہے،لیکن قرآن پاک نے انتہائی بلاغت سے حیاء کے ماتھے پر پسینہ نہیں آنے دیا،اور فصیح و بلیغ انداز میں بات کو بیان کر دیا،یہی بات جب تورات میں آئی ہے اس میں اس کا انداز بالکل بدل گیا ہے،اور تورات میں تو سیدنا حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں اتنی غلط بات لکھی ہوئی ہے جو میں زبان پر نہیں لا سکتا،ان کی اپنی بچیوں سے ان کی اولاد ثابت کی گئی ہے،(نعوذ باللہ) کیا ہم اللہ تعالیٰ کے نبی کے لیے یہ بات تصور بھی کر سکتے ہیں،اور جس کتاب میں یہ بات ہو پھر اسے ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کن لفظوں میں مان سکتے ہیں۔

،آگے اللہ تعالیٰ کے ایک اور عظیم نبی جناب شعیب علیہ السلام کا ذکر آ رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ

ہم نے مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب علیہ السلام کو بھیجا، تو انہوں نے بھی یہی بات کہی کہ اے قوم اللہ کی بندگی کرو

مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن

اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے، تمہارے پاس میں واضح نشانیاں لے کے آیا ہوں تمہارے

رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا۟ ٱلْكَيْلَ وَٱلْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا۟

رب کی طرف سے ایک بات کو یاد رکھو تم نے ماپ اور تول جو ہے اسے درست رکھنا ہے، اور کم کر کے نہ دو

ٱلنَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بَعْدَ

لوگوں کو ان کی چیزیں اور زمین میں فساد مت مچاؤ بعد

إِصْلَٰحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾

درستی کے اس کی، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم صاحب ایمان ہو

وَلَا تَقْعُدُوا۟ بِكُلِّ صِرَٰطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ

اور تم نہ بیٹھو ہر راستے پر کہ تم راہ گیروں کو ڈراؤ، اور تم ایمانداروں کو روکتے ہو

عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِهِۦ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ

اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور ان راستوں کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو

وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَٱنظُرُوا۟

اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کثرت دی اور تم دیکھو

Marfat.com

كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾ وَإِن كَانَ طَآئِفَةٌ

کہ فساد برپا کرنے والوں کا انجام کیا ہوا اور اگر ایک گروہ

مِّنكُمْ ءَامَنُوا۟ بِٱلَّذِىٓ أُرْسِلْتُ بِهِۦ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا۟

تم میں سے ایمان لائے اس پر جو میں دے کے بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہ لائے

فَٱصْبِرُوا۟ حَتَّىٰ يَحْكُمَ ٱللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ ٱلْحَٰكِمِينَ ﴿٨٧﴾

پس صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے اور وہ بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے

والی مدین اخاهم شعیبا..... وهو خیر الحاکمین

آگے والی آیت نے ہمیں جو بات بتائی وہ یہ تھی کہ یہ لوگ تجارت پیشہ تھے، مدین اس راستے پر تھا جو عراق کی طرف سے بھی جاتا تھا مصر کو، اور مصر سے یمن کو جانے والا بھی وہی راستہ تھا، یہ بہت بڑی منڈی تھی، جناب شعیب علیہ السلام وہاں مدین میں اس قوم کو راہ خدا دکھا رہے تھے، دعویٰ وہی تھا جو باقیوں کا ہے، لیکن یہ تجارت میں ناپ تول کے سلسلے میں بہت زیادہ ڈنڈی مارتے تھے، بوریوں میں وزن کم ہے، باقی چیزوں میں وزن کم ہے، تو قرآن حکیم نے ہمیں بتایا کہ مدین والوں کو جناب شعیب علیہ السلام نے آ کے کہا کہ اس بات کو چھوڑ دو، لوگوں کو چیزیں کم نہ دو، یہی چیز سرکار علیہ السلام نے فرمائی، کہ تجارت کی بنیاد دیانتداری پر رکھی جائے، ایک دفعہ آپ مدینہ طیبہ کے شہر سے گزرے تو وہاں ایک غلے کا ڈھیر پڑا تھا، آپ نے اس ڈھیر کے اندر ہاتھ مبارک ڈال دیا، جب اسے پلٹا تو اندر والے جو دانے تھے وہ گیلے تھے، آپ نے پھر وہ شہرہ آفاق حدیث ارشاد فرمائی۔ "**فمن غش فلیس منا**" ○ (بخاری) ''جو دھوکہ دیتا ہے کسی انداز سے وہ ہماری جماعت کا فرد نہیں ہے''۔ لہذا تجارتی انداز میں کسی انداز سے بھی جس سے گاہک کو دھوکہ دینے کا احتمال ہو، اسے شریعت محمدیہؐ نے شدت کے ساتھ روکا ہے، ان کے لیے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ راستوں پر بیٹھ کے لوگوں کو ڈراؤ بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستوں سے روکو بھی نہیں جو ایمان لائے ہیں، کیا اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے راستوں کو ٹیڑھا کر دینا چاہتے ہو، تم تھوڑے تھے تمہیں اللہ تعالیٰ نے کثرت میں تبدیل کر دیا، فسادیوں کا انجام دیکھو کیسے ہوا، اگر تم میں سے ایک گروہ ایمان لایا ہے، جو مجھے دے کے بھیجا گیا ہے تو ایک گروہ ایمان نہیں لایا اب تمہیں صبر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا، وہ بہترین حاکم ہے، ان کا طریقہ واردات یہ تھا، کہ باہر سے آنے والوں کے لیے راستے پر اپنے کچھ آدمی بٹھا دیتے تھے، ان کا صرف ایک مشن تھا کہ وہ کسی طریقے سے بھی جناب شعیب علیہ السلام تک لوگوں کو پہنچنے سے روکیں، وہ کہتے تھے کہ وہ تو غریب آدمی ہے وہ کہتا ہے کہ کم نہ تولو بلکہ پورا تولو، اس طریقے سے تو ہماری اقتصادیات تباہ ہو جائے گی، لوگوں کو یہ باتیں کہہ کر آپ تک پہنچنے سے روکتے تھے، مکہ کے مشرکین نے بھی سرکار علیہ السلام کے لیے یہ داؤ کیا تھا، کہ مکہ سے باہر نکل کے ان راستوں پر بیٹھ جاتے تھے جدھر سے شام کے لوگ، یمن کے لوگ، مصر کے لوگ، ایران کے لوگ مکہ کی طرف آتے تھے، راستے پر انہیں روک دیا جائے تا کہ یہ مصطفیٰ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پہنچ نہ سکیں، تو قرآن پاک نے شدت سے روکا کہ آپ لوگ اس انداز کو ہرگز نہ اپنائیں۔

☆☆☆☆

اختتام پارہ نمبر ۸ ولو اننا

والحمدللّٰہ رب العٰلمین

بدھ ۷/اپریل ۲۰۰۴

مفسر القرآن: سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

خادم القرآن: حافظ عرفان علی

Marfat.com

۞ قَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ مِن قَوْمِهِۦ لَنُخْرِجَنَّكَ يَٰشُعَيْبُ

اس کی قوم سے تکبر کرنے والے سرداروں نے کہا اے شعیبؑ ہم تمہیں لازماً نکال دیں گے

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَآ أَوْ لَتَعُودُنَّ فِى مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ

اوران لوگوں کو جو تم پر ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے یا تم ضرور ہمارے مذہب کی طرف پلٹ آؤ گے، شعیب علیہ السلام نے فرمایا خواہ

كُنَّا كَٰرِهِينَ ﴿٨٨﴾ قَدِ ٱفْتَرَيْنَا عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِى مِلَّتِكُم

ہم اسے ناپسند بھی کرتے ہوں؟ اگر ہم تمہارے مذہب کی طرف پلٹیں تو ہم جھوٹ گھڑنے والے ہوں گے،

بَعْدَ إِذْ نَجَّىٰنَا ٱللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّعُودَ فِيهَآ إِلَّآ أَن يَشَآءَ

جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی ہے، اور کوئی ایسا سبب نہیں ہے کہ ہم اس کی طرف پلٹیں، مگر یہ کہ چاہے

ٱللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا ٱفْتَحْ

ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ، ہمارے پروردگار نے ہر چیز کو علم میں گھیرا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ پر ہمارا توکل ہے، اے اللہ فیصلہ فرمادے

بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِٱلْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْفَٰتِحِينَ ﴿٨٩﴾

ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ، بے شک تو ہی بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے

قال الملاء الذین استکبروا..............

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

جناب شعیب علیہ السلام کی قوم کے سردار بھی بولے کہ ہم آپ کو اپنے علاقے سے نکال دیں گے تیرے ساتھیوں کو بھی یہاں سے نکال دیں گے، واپس آ جاؤ ہمارے مذہب میں تب بات ہے، انہوں نے کہا کہ ہمیں جب آپ کا مذہب پسند نہ ہو تب بھی واپس آ جائیں اس چھوٹے سے فقرے کا مطلب یہ ہے کہ مذہب کے سلسلے میں تشدد جائز نہیں ہے، اگر ہم تمہاری بات مان لیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر آج تک جو باتیں کرتے رہے ہیں وہ سب بہتان تھیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے مذہب سے بچالیا ہے اس لیے ہم واپس نہیں آئیں گے، اللہ تعالیٰ اگر ہمیں اٹھا کے واپس ڈال دے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے، اس کا مطلب ہے کہ پھر ہم مجبور ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر پھیلا ہوا ہے ہمارا توکل اللہ تعالیٰ پر ہے، اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے، اور تیرے فیصلے سب سے بہتر ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَقَالَ الْمَلَأُ رئیسوں نے کہا

الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿٩٠﴾

جو کافر تھے اس کی قوم سے اگر تم نے شعیب علیہ السلام کی پیروی کی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہوگے

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩١﴾

،پس انہیں زلزلہ نے آلیا تو وہ اپنے گھروں میں صبح کے وقت منہ کے بل پڑے تھے

الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

،جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا (وہ یوں تباہ ہوئے) گویا کہ وہ وہاں آباد ہی نہیں تھے، جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا

كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ

وہی نقصان اٹھانے والے تھے، شعیب علیہ السلام نے ان سے منہ موڑا اور فرمایا اے میری قوم یقیناً

أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ آسَىٰ

میں نے تمہیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچائے اور میں نے تمہیں نصیحت کی تو اب میں کیسے غم کھاؤں

عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٩٣﴾ کافر قوم پر

Marfat.com

فَكُلُواْ مِمَّا ذُكِرَ ٱسْمُ ٱللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِـَٔايَـٰتِهِۦ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾

پس تم کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہو

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُواْ مِمَّا ذُكِرَ ٱسْمُ ٱللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ

اور تمھیں کیا ہوا کہ نہ کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر کیا جائے اور اس نے تفصیل بیان کر دی ہے

لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا ٱضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ

تمھارے لیے ان (چیزوں) کی جو حرام ہیں تم پر، ہاں اگر تم مجبور ہو جاؤ (کھانے پر) اسکے، اور بیشک بہت سے گمراہ کرتے ہیں

بِأَهْوَآئِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾

اپنی خواہشات کی بدولت بغیر علم کے بیشک آپ ﷺ کا رب وہ بہتر جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو

فكلوا مما ذكر اسم الله عليه.....ان ربك هو اعلم بالمعتدين

گمراہ وہ ہے جو اس مرکزِ ہدایت سے ہٹ گیا ہے، جس کا تخیل حریم قدس کی طرف پرواز نہیں کرتا وہ گمراہ ہے، اور جو حریم قدس کی طرف رواں دواں ہے وہ ہدایت یافتہ ہے، ایک مسئلہ جو وہ لے کے بیٹھتے تھے، وہ یہ تھا کہ تین انداز تھے، پہلی بات یہ کہ اسلام کہتا ہے کہ ذبح کر دو تو حلال ہے، ہم ماریں تو حلال ہے رب کریم مار دے تو حرام ہے، لہذا جو رب کریم مارے اسے نہ کھائیں اور جسے ہم ماریں اسے کھالیں، یہ ان کا ایک سوال تھا، دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ جانور تو میرا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ کا نام کیوں لوں میں اسے ذبح کرتے وقت اپنا نام لوں گا، اپنے کسی بت کا نام لوں گا۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام آگیا ہے تو اسے کھاتے ہی نہیں ہیں، ان تینوں باتوں کی شدت سے یہاں قرآن پاک نے تردید کی ہے، اب مستقبل نے آ کے بتادیا کہ وہ خون جو جانور کے جسم میں ہوتا ہے، اگر وہ مرتے وقت جانور کے اندر ہی رہ جائے تو وہ بے حد بیماریوں کا موجب ہوتا ہے، لہذا اسے جسم سے نکلنا چاہیے، وہ کن حصوں سے زیادہ نکل سکتا [illegible] ن پاک نے بڑے حکیمانہ انداز سے، اور سنت نے بڑے نفیس انداز سے بتادیا کہ اس میں دو باتوں کا آپ نے لحاظ رکھنا ہے، کہ جس جانور کو آپ ذبح کر رہے ہیں اسے کم سے کم ایزاء ہو

Marfat.com

وقال الملاء الذین کفروا..... فکیف اسی علی قوم کافرین

ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ لوگو اگر تم شعیب علیہ السلام کے پیچھے چلو گے تو خسارہ پاؤ گے، وہاں بھی پھر زلزلہ آیا وہ بھی اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے، جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کبھی وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں تھے، جناب شعیب علیہ السلام وہاں سے مڑے تو کہہ رہے تھے کہ میں نے تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچائے تھے یہ بات شعیب علیہ السلام کب کہہ رہے تھے جب کافر مر چکے تھے، اور میں نے بھی تمہارے لیے خلوص برتا تھا، آج میں کافر قوم پر کیسے افسوس کروں، میں ان کا ماتم کیسے کروں، میں نے تو انہیں بڑے طویل عرصے تک سمجھایا لیکن یہ بات کو سمجھ نہیں سکے، آج یہ عذاب خداوندی سے تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔

اس مقام پر چار پانچ انبیاء کا ذکر اللہ کریم نے ان کی قوموں سمیت کیا، میں نے بالکل مختصر لفظوں میں اس کا خلاصہ کر دیا ہے، اس لیے کہ ان انبیاء کی دعوت کا انداز بھی ایک ہی تھا اور ان کی قوموں کا جوابی انداز بھی ایک ہی تھا۔

البتہ اس سلسلے میں ایک حدیث آپ کو سنا دیتا ہوں۔ ''حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے تھے اور یہی آیت موضوع بحث تھی، تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کائنات میں دو آدمی بے حد بد بخت تھے، ایک وہ بد بخت تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار دیا تھا، آگے وہ بد بخت آ رہا ہے جو آپؓ کو شہید کر دے گا''۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرکار علیہ السلام کو حضرت علیؓ کی شہادت کا پتہ تھا، اور اس بات کا آپؐ نے وضاحت سے فرمادیا تمام کائنات کے سامنے، حضرت علیؓ اس رات کو جس کی صبح آپ شہید ہو جاتے ہیں، یہ روایات میں آتا ہے کہ آپؓ کی ڈاڑھی مبارک پکڑ کے کوفیوں نے بے حد تنگ کیا، تو آپ فرما رہے تھے کہ خدا جانے وہ بد بخت کدھر گیا ہے جس نے میرے خون سے میری ڈاڑھی مبارک کو رنگ دینا ہے، ان چار پانچ انبیاء کا ذکر قرآن پاک میں اس لیے نہیں کیا جا رہا ہے کہ یہ کوئی تاریخی کتاب ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک ترتیب ملحوظ نہیں رکھتا، اس کی دو وجوہات ہیں اس پر غور فرما لیا جائے، اگر قرآن پاک مورخ کے انداز سے ترتیب رکھے تو اللہ تعالیٰ کسی اور کا پیروکار ہو جائے گا سٹائل میں، لہذا اللہ تعالیٰ کسی اور کی نقل نہیں فرماتے، تو قرآن پاک کا سٹائل وہ نہیں ہو سکتا جو عام مورخوں کا سٹائل ہے، لہذا قرآن پاک نے ہر جگہ واقعات کو بیان کرتے ہوئے اپنا انداز اپنایا ہے، جو ہر لحاظ سے منفرد انداز ہے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعات عبرت کے لیے اور اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے آتے ہیں، قصہ گوئی کے انداز سے یہ واقعات نہیں آتے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَمَآ أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّآ ہم نے نہیں بھیجا کسی بستی میں کوئی نبی مگر (یہ کہ جب نبی جھٹلایا گیا)

أَخَذْنَآ أَهْلَهَا بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ

ہم نے اس بستی کے بسنے والوں کو سختی اور تکلیف میں پکڑا تاکہ وہ گڑگڑائیں

بَدَّلْنَا مَكَانَ ٱلسَّيِّئَةِ ٱلْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوا۟ وَّقَالُوا۟ قَدْ مَسَّ

پھر ہم نے تکلیف کی جگہ راحت پہنچائی یہاں تک کہ وہ پھلے اور پھولے اور کہنے لگے کہ آگیا تو

ءَابَآءَنَا ٱلضَّرَّآءُ وَٱلسَّرَّآءُ فَأَخَذْنَٰهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۹۵﴾

ہمارے باپ دادا کو بھی سختی اور تکلیف نے (چھو چکی ہیں) ہم نے انہیں پھر اچانک پکڑ لیا اور انہیں اس بات کا شعور بھی نہیں تھا

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ ٱلْقُرَىٰٓ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّقَوْا۟ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَٰتٍ

اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم دروازے کھول دیتے ان پر برکتوں کے

مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا۟ فَأَخَذْنَٰهُم بِمَا كَانُوا۟

آسمان سے اور زمین سے، لیکن انہوں نے جھٹلایا، ہم نے انہیں پکڑ لیا

يَكْسِبُونَ ﴿۹۶﴾ ان کے برے اعمال کی وجہ سے

Marfat.com

وما ارسلنا فی قریة من نبی ......فاخذنهم بغتة وهم لا یشعرون

اللہ تعالیٰ کے نبی جب بھی کسی جگہ پر آتے ہیں تو اس قوم کی دو انداز سے آزمائش کی جاتی ہے، پہلے گرفت بھی ہوتی ہے اور گرفت کے بعد ان کے لیے دنیا کی طرح طرح کی آسائشیں بھی مہیا فرما دی جاتی ہیں، اس آیت کریمہ میں اللہ کریم کے اسی طریقے کا تفصیل سے ذکر ہے، کہ پہلے وہ بڑی گرفت میں تھے، اور گرفت کے بعد سہولتیں آئیں خوب پھلے پھولے ہر انداز سے، زمینوں میں طرح طرح کے میوے اُگے، فصلیں آئیں، اولاد کی کثرت ہوئی زمین بھی آباد ہوئی گھر بھی آباد ہوئے''عفوا'' کے دو معنے ہوتے ہیں، اور یہاں ایک معنی ان سے مراد ہے، اس کا معنی پھیلا دینا بھی ہوتا ہے، اور اس کا معنی مٹا دینا بھی ہوتا ہے، قرطبیؒ لکھتے ہیں''یہ ان الفاظ میں شامل ہے جن کے دو معنے ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں، اب مٹا دینا بڑھا دینے کی ضد ہے، تو یہاں اس کا معنی بڑھا دینا ہے، آپس میں بیٹھتے تھے تو کہتے تھے ہمارے آباؤ اجداد پر تو طرح طرح کی تکلیفیں آئیں اور سختیاں آئیں ،شاید وہ حالات سے مطابقت نہیں کر سکتے تھے، ہم نے حالات سے مطابقت کی تو آپ دیکھیں کہ ہمیں ساری سہولتیں اور آسائشیں جو انسانی زندگی میں ہوتی ہیں وہ ہمیں حاصل ہیں، انسان اکثر اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتا ہے، اور ہر دور میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ رحمتیں ہوئیں تو یہ سمجھا کہ میں عقل کل ہوں، پہلے لوگوں کو تو کچھ پتہ نہیں تھا، انہیں تجربہ نہیں تھا، میں جس تجربے کے گلشن سے گزر رہا ہوں انہیں اس کا علم نہیں تھا، لہٰذا مجھ پر تو انعام و اکرام کی بارش ہو رہی ہے، وہ بے شعور تھے اور یہ بات پا نہیں سکے، لیکن یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ نہیں سمجھ رہے تھے، وہ اپنی عقل و شعور پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ ساری بات کہہ رہے تھے، تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ اس بھول بھلیوں میں پڑ گئے تو اچانک ہم نے انہیں آ لیا، انہیں سمجھ بھی نہیں آئی کہ اس گرفت کا مقام کون سا ہے، اور ہم پر یہ افتاد کس طریقے سے آ پڑی ہے۔

ولو ان اهل القری...فاخذنا هم بما کانوا یکسبون

ارشاد ہوا کہ جن نبیوں کا اوپر ذکر کیا ہے، ان نبیوں کی جو بھی آبادیاں تھیں اگر ان آبادیوں والے لوگ ان انبیاء پر ایمان بھی لاتے، تقویٰ بھی اختیار کرتے، تو ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کا نزول ہوتا، لیکن انہوں نے کیا کیا، اللہ تعالیٰ کے انبیاء کو جھٹلایا، کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ صحیح نہیں ہے، اس جھٹلانے کے کئی انداز تھے، جو پیچھے تین چار انبیاء کے ساتھ ذکر ہو چکے ہیں، جب یہ بات ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی گرفت آ جاتی ہے، ارشاد ہوا کہ ہم نے ان کی بدعملیوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

أَفَأَمِنَ أَهْلُ ٱلْقُرَىٰٓ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَٰتًا

کیاان بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس ہماری گرفت رات کو آ جائے

وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿۹۷﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ ٱلْقُرَىٰٓ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا

جبکہ وہ سو رہے ہوں، کیا یہ دیہاتوں والے اس بات سے امن میں ہیں، کہ ہماری گرفت ان کے [پاس آئے

ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿۹۸﴾ أَفَأَمِنُوا۟ مَكْرَ ٱللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ

چاشت کے وقت جب وہ کھیل کود میں مصروف ہوں، کیا وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیروں سے اپنے آپ کو امن میں سمجھتے ہیں وہی اپنے آپ کو امن میں سمجھتے ہیں

مَكْرَ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿۹۹﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیروں سے وہ جو خسارے والے انسان ہوں، کیا انہیں یہ نہیں سوجھتا

يَرِثُونَ ٱلْأَرْضَ مِنۢ بَعْدِ أَهْلِهَآ أَن لَّوْ نَشَآءُ أَصَبْنَٰهُم

جو زمین کے مالکوں کے مرنے کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں، اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی پکڑ لیں

بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰۰﴾

ان کے گناہوں کی وجہ سے، اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں، اور وہ سن نہ سکیں

Marfat.com

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

محبوبؐ یہ وہ آبادیاں ہیں جن کی خبریں ہم آپ کے سامنے بیان فرما رہے ہیں، ان کے پاس رسول آئے تھے و

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ

واضح نشانیاں لے کے آئے تھے، وہ بھلا اس پر کیسے ایمان لاتے جس کی پہلے تکذیب کر چکے تھے

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا

، اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر مہریں لگا دیتا ہے، ان کی اکثریت بدعہد ہے، ہم نے پایا

لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ان میں سے اکثر کو وعدہ خلاف، اور ہم نے ضرور پایا ان کی اکثریت کو حکم عدولی کرنے والے

افامن اهل القری ..... الا القوم الخسرون

ارشاد ہوا کہ محبوبؐ یہ جو مکہ کے اردگرد لوگ رہ رہے ہیں کیا یہ بے خطر ہو گئے ہیں، ان کے پاس بھی ہماری گرفت رات کو آ سکتی ہے ، یہ میٹھی نیند سو رہے ہوں گے کہ گرفت آ جائے گی، اور انہیں اٹھنے کا موقع بھی نہیں مل سکے گا، یہ بیدا بھی نہیں ہو سکیں گے، کہ صفحہ ارضی سے یہ رخصت ہو جائیں گے، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ گرفت چاشت کے وقت آ جائے، یہ اپنی کھیل کود میں مصروف ہوں ، اپنی عادات کے مطابق اپنے کاموں میں مشغول ہوں، اور دفعتاً اللہ تعالیٰ کی گرفت آ جائے، اللہ تعالیٰ جو خفیہ تدابیر فرماتا ہے، کیا یہ لوگ ان سے بے خوف ہو گئے ہیں، اللہ کریم کی خفیہ تدبیروں سے وہی لوگ بے خوف ہو جاتے ہیں جنہوں نے خسارا اٹھانا ہوتا ہے، یہاں ایک لفظ پر میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں، ہمارے اکثر مترجمین نے **"افامنو مکر الله"** ٥ کا معنی یہ کیا کہ" کیا وہ اللہ کے مکر سے پر امن ہو گئے ہیں"۔ میرے سامنے جو ترجمہ پڑا ہوا ہے انہوں نے مکر کا لفظ تو چھوڑ دیا مگر انہوں نے کہا کہ اللہ

تعالیٰ کے داؤ سے، مکر کی جگہ داؤ کالفظ کہہ دیا، یہ دونوں لفظ ایسے ہیں جو اللہ کریم کے لیے استعمال کرنا ادب کے خلاف ہے، لہذا ایسے الفاظ سے بچتے ہوئے میں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی جو خفیہ تدابیر ہیں کیا ان خفیہ تدابیر سے وہ بے خوف ہو گئے ہیں، اس کا ترجمہ کرتے ہوئے قرطبیؒ نے یہ کہا! ''یہ جو مکر کر رہے ہیں ان کے مکر پر اللہ تعالیٰ نے جو عذاب اور گرفت کرنی ہے کیا وہ اس گرفت سے مامون ہو گئے''۔ یہ وہ معنی ہے جو مشہور مفسر علامہ قرطبیؒ نے کیا ہے، اور یہاں سے گزرتے ہوئے امام بیضاویؒ نے لکھا! ''اس مکر کا وہ معنی نہیں ہے جو عام کیا جا رہا ہے یہ استعاراتی لفظ ہے، یہ اس بات کے لیے استعمال ہوتا ہے کہ بندے کو ڈھیل دے دی جائے، اور اسے اس انداز سے پکڑا جائے جس کا اسے گمان تک بھی نہ ہو'۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر جو بندے کو سمجھ نہیں آ رہی ہے اور سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کر رہا ہے، اور جس انداز سے وہ بغاوت کے راستے پر چل رہا تھا، اور اسی پر دھڑا دھڑ چلتا جا رہا ہے، اور پھر دفعتاً اس خفیہ تدبیر کی وجہ سے وہ مار کھا جاتا ہے، لہذا اردو میں اس کا سب سے زیادہ صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ ''کیا وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیروں سے بے خوف ہو گئے ہیں''۔ اللہ کریم قوت غالبہ ہیں، لہذا جو بھی آدمی ادھر سے بے خبر ہوگا تو وہ خسارہ پانے والا ہی ہوگا، خواہ وہ ایک فرد ہو یا ایک جماعت ہو یا وہ ایک پوری قوم ہو، وہی لوگ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیروں سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہوئے غلط راستوں پر چل پڑتے ہیں، تو ان غلط راستوں پر چلنے کا انجام خسارہ ہوتا ہے

اولم یھد للذین یرثون الارض......... فھم لایسمعون

کیا انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا، یہاں ایک معنی ہے جو امام بیضاوی نے کیا ہے۔ ''یھد'' کا معنی وہ کہتے ہیں، اس کے بعد لام جار آ جائے متعدی بنانے کے لیے تو اس وقت اس کا معنی ہوتا ہے ''کھل کے اور واضح ہو کے سامنے آ جانا''۔ تو وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ یہاں پہلے آباد تھے اور ان کے جانے کے بعد جو ان کے وارث بنے ہیں، کیا ان کے سامنے یہ بات واضح نہیں ہے، کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی ان کے گناہوں کی سزا مل سکتی ہے، جس طرح ان کے اسلاف کو اس دنیا میں ان کے گناہوں کی سزا مل گئی تھی، اب ان کی کیفیت یہ ہے کہ جب بغاوت کے راستے پر چل پڑتے ہیں، تو ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے، یہ مہر اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ بے گناہ ہیں اور مہر لگا دی گئی ہے، اس مہر کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اپنے اختیارات کو غلط استعمال کرتے ہوئے وہ اتنے دور نکل جاتے ہیں جہاں سے واپسی کا امکان نہیں رہتا، تو اس واپسی کے امکان کے ختم ہونے کا نام قرآن پاک نے مہر لگا دینا کہا ہے، اب جو کچھ بھی کوئی بندہ کہتا رہے وہ اس بات کو نہیں سنتے، کیوں نہیں سنتے انہوں نے غلط نظریات پر دیر تک اپنی زندگی گزار کے اسے اپنی عادت ثانیہ بنا لیا ہے، اب اس عادت کو چھوڑ کے وہ واپس ہدایت کی طرف آئیں یہ ایسا ہوتا نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

تلک القری نقص علیک من انبائھا........

کذلک یطبع اللہ علی قلوب الکافرین

محبوبؐ یہ مختلف انبیاء جہاں آباد تھے ان کے اردگرد کے جو بھی گاؤں تھے ان کے حالات ہم نے آپ کے سامنے بیان کیے ہیں ،ان آبادیوں میں اللہ تعالیٰ کے رسول واضح نشانیاں لے کے آئے تھے ،جیسا کہ پیچھے تین چار انبیاء کا اس سلسلے میں تفصیل سے ذکر ہوگیا ہے، کہ جن لوگوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی تھی ،انہوں نے آنے والی نسل کو تکذیب کا ہی درس دیا ،جن لوگوں نے جناب صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی انہوں نے بھی آنے والی نسل کو اسی تکذیب اور جھٹلانے کا ہی درس دیا ،تو محبوبؐ جس بات کی یہ نسل در نسل تکذیب کر چکے ہیں آج یہ اس پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں ،کافروں کے دلوں پر یہی مہر ہے جو نسل در نسل لگ رہی ہے، اس سے ہمیں ایک بات سمجھ آتی ہے وہ بات یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت پر چل رہے ہوتے ہیں ،وہ آنے والی نسلوں کی طرف اس ہدایت کو شعوری اور لاشعوری طور پر منتقل کرتے رہتے ہیں ،لہذا آنے والی نسلیں اگر بالکل ہی بدقسمت اور تاریک مستقبل والی نہیں ہیں تو اپنے اسلاف کی بہت ساری باتوں کو بہت سارے نظریات اور عقائد کو وہ مان لیا کرتے ہیں ۔اور اگر یہ بات نہیں ہے نسل بگڑی ہوئی ہے تو اس کا طریقہ پھر یہ ہوتا ہے کہ وہی اوپر والا بگاڑ جو اوپر والی نسل میں تھا وہ اگلی والی نسل میں منتقل ہو جاتا ہے ،اور جو انسانی مشاہدہ ہے وہ یہ ہے کہ بسا اوقات آنے والی نسل پہلی نسل سے تقدس اور نیکی میں آگے بڑھ جاتی ہے جب ایسا کوئی انقلاب ایسے نیک لوگ قائم کر دیتے ہیں جو عقلی ،فکری اور عملی طور پر آنے والے لوگوں پر بے پناہ اثرات ڈال دیتے ہیں ،اور آنے والے لوگوں کو کچھ مزید ذرائع مہیا ہو گئے ہیں تو ان مزید ذرائع کو وہ ہدایت کے لیے استعمال کرتے ہیں ،اگر دوسرا گروپ ہے ،تو پہلے والے جہاں تک بدی کو چھوڑ جاتے ہیں آنے والے اپنی ذہانت وفطانت سے خدا جانے اس بدی کو کہاں تک پھیلا دیتے ہیں ،لہذا یہ ضروری ہے کہ اس چپقلش میں جو روز اول سے جاری ہے اور روز آخر تک جاری رہے گی ،وہ قوتیں جو نیکی کی قوتیں ہیں وہ اپنا پورا وزن نیکی کے پلڑے میں ڈال کے اسے آگے بڑھانے کی کوشش کریں ، ایک دور وہ تھا کہ یورپ میں بھی اس بات پر بڑا زور دیا جا رہا تھا ،کہ بقائے اصلح جو اصول ہے انسانی زندگی کا یعنی جس میں زیادہ صلاحیتیں ہیں وہ باقی رہ جائے گا ،اور جس میں صلاحیتیں کم ہیں وہ مٹ جائے گا ،اور اس سلسلے میں ان کا خیال یہ تھا کہ چند ہزار سال لگ جائیں گے یا اس سے زیادہ عرصہ لگ جائے ،انسانیت پر ایک ایسا دور آ جائے گا کہ سارے لوگ بہت زیادہ صلاحیتوں والے ہوں گے ،یہ تو ایک انسانی سوچ ہے۔

لیکن نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس بات کو ایک انداز سے ارشاد فرمایا ،ارشاد ہوا میری امت کا پچھلا حصہ بے حد نیک ہوگا ،اور کچھ صحابہ نے یہ عرض کی کہ حضورؐ بارش برس رہی ہوتی ہے تو وہ رحمت ہے لیکن پھر آپ کے پہلے ساتھیوں میں

Marfat.com

اور آخری ساتھیوں میں سے بہتر کون سا ہے، اب اس بات پر تو ساری امت کا اتفاق ہے کہ پہلے سارے ساتھیوں کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت نصیب رہی ہے، اور یہ وہ شرف ہے جس سے بڑا شرف کائنات میں اور کوئی نہیں ہے، لیکن سرکار علیہ السلام نے آنے والی امت کو اس نیکی کی طرف متوجہ کرنے کے لیے بڑی نفیس مثال ارشاد فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب بارش برس رہی ہوتی ہے تو کسان کو پتہ نہیں ہوتا کہ اس کے کھیت کے لیے بارش کا پہلا حصہ زیادہ مفید ہے یا بارش کا پچھلا حصہ زیادہ مفید ہے، اب آنے والی امت کو حوصلہ دلایا سرکار کریمؐ نے کہ تمہاری یہ نیکی اللہ کریم کی بارگاہ میں مقبول ہوگی، اور یہ جو ہمارا دور جا رہا ہے، اس دور کے لیے سرکار کریمؐ نے ایک بڑی پیاری بات صحابہ عالی مقام کے درمیان بیٹھ کے ارشاد فرمائی، ارشاد فرمایا کہ تم ایسے دور میں ہو کہ سو میں سے اگر تمہاری دس باتیں رہ جائیں تو گرفت سخت ہوگی، پیچھے وہ دور آجائے گا کہ اگر وہ سو میں سے دس باتیں کر دیں تو وہ بڑے متقی لوگوں میں شمار ہوں گے، آج آپ اپنے معاشرے کو دیکھیں اس معاشرے میں جتنا بگاڑ ہے اس بگاڑ کی اصلاح کے لیے اگر دس فیصد بھی اسلام کو اپنے اوپر نافذ کر دیا جائے تو شاید آنے والی نسل اس میں دس فیصد کا اضافہ کر دے، اور کچھ نسلوں کے بعد ہم دیکھیں کہ نیکی کا قافلہ دس فیصد سے چلا تھا وہ بڑی آسانی سے اسی یا نوے فیصد تک پہنچ گیا ہے، تو اصلاح ایک دن میں نہیں ہوتی، قوموں کی اصلاح کے لیے وقت درکار ہوتا ہے، ایک دن میں قوموں کی اصلاح کر دینا تو نبی کی نگاہ ناز کا صدقہ ہوتا ہے کہ جو سامنے آیا اس کی دنیا کو اس طرح تبدیل کر کے رکھ دیا کہ پھر اسے کوئی طوفان اپنے مقام سے ہٹا نہیں سکا، یہی وہ بات ہے جسے ایک عظیم عالم ایک اور پیرائے میں کہتا ہے، وہ کہتا ہے مصطفیٰ علیہ السلام کے بعد صحابہ کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ جس نکتے پر سرکار علیہ السلام صحابہ کرام کو کھڑا کر کے گئے تھے وہ اس نکتے سے بال برابر پیچھے نہیں ہٹے، اور یہی وہ بات ہے جسے ''صابروا'' اور ''رابطوا'' سے قرآن پاک نے کئی جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

وما وجدنا لاکثرھم من عھدوان وجدنا اکثرھم لفاسقین

ارشاد ہوا کہ ان لوگوں کا معاشرہ اس حد تک بگڑ چکا تھا کہ وہ اب حقیقت کی طرف واپس آنے کے لیے تیار نہیں تھے، ان کی اکثریت بدعہد تھی، اور ان کی اکثریت فاسقوں پر مشتمل تھی، جب بھی کوئی بندہ میدان عمل میں آتا ہے، تو وہ ہمیشہ فسق و فجور کے خلاف جہاد کرتا ہے، بدی کے خلاف جہاد کرتا ہے، اسے بد سے نفرت نہیں ہوتی اگر بد سے نفرت کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا روحانی مقام کوئی نہیں ہے، اس کی بدی سے نفرت ہوتی ہے اور بد کو اس بدی سے نکالنا چاہتا ہے، سنگدل کے خلاف اس کی نفرت نہیں ہے، بلکہ اس کے دل میں جو سنگدلی ہے اس کے خلاف اس کی نفرت ہوتی ہے، یعنی اس صفت کو وہ کاٹ دینا چاہتا ہے جو صفت کسی بدقسمت انسان میں پیدا ہو چکی ہے۔

☆☆☆☆☆

اور جلدی جان نکل جائے ،اور دوسری بات یہ ہے کہ ایسے مقام سے ذبح کریں کہ جسم میں کہیں بھی خون باقی نہ رہ جائے ،اب آپ اگر گلے کی یہ چار رگیں جو ہوتی ہیں، جن کے عربی میں الگ الگ نام ہیں، انہیں چھوڑ کر اگر آپ ذبح کرنے کی کوشش کریں گے تو جانور بڑی دیر تک مر نہیں سکے گا، اس کے ساتھ ہی ساتھ دوسری جو بات ہے وہ یہ ہے کہ ان رگوں کا اس انداز سے سارے جسم کے ساتھ کنکشن ہے کہ سارا خون چند لمحوں میں سارے جسم سے نچڑ کر باہر چلا جاتا ہے، لہذا شریعت نے کہہ دیا کہ جب اس طریقے سے خون نکل گیا ہے، اب آپ گوشت کاٹتے ہیں تو گوشت کے ساتھ جو رنگ قسم کا خون ہے وہ کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو اس سے کپڑا ناپاک نہ سمجھا جائے، اس لیے کہ اصل خون جانور کے جسم سے نکل چکا ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے اور ساتھ یہ بھی ملاحظہ فرمالیں کہ قرآن پاک نے یہاں کس طرح بیان کیا ہے، ارشاد ہوا کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اگر اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان ہے، تم اس کو کیوں نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا گیا ہو، اس نے تمہارے سامنے تفصیل سے بیان کر دیں کہ حرام چیزیں کون سی ہیں اور حلال کون سی ہیں، وہاں یہ بات بیان کی کہ اضطراری کیفیت ہے کہ کھانے کے لیے اور کوئی چیز نہیں ہے اور آپ کو یقین ہے کہ آپ مر جائیں گے اتنا اس چیز کو کھا لینا جائز ہے جس سے جان بچ سکتی ہو۔

لوگ علم کے بغیر اپنی خواہشات کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں، ان زیادتی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

اب حکم یہ ہوا کہ خود مرنے والا بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر کسی اور کے نام سے بھی ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے اسی لئے مسلمان ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۢ بَعۡدِهِم مُّوسَىٰ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَإِيْهِۦ

فاسق، پھر ہم نے ان پہلے لوگوں کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات دے کے فرعون کے پاس اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا

فَظَلَمُواْ بِهَاۖ فَٱنظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلۡمُفۡسِدِينَ ﴿١٠٣﴾

انہوں نے ان آیات کا کفر کیا۔ محبوبؑ ملاحظہ تو فرمائیں کہ فسادیوں کا انجام کیا ہوتا ہے

وَقَالَ مُوسَىٰ يَٰفِرۡعَوۡنُ إِنِّي رَسُولٞ مِّن رَّبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٠٤﴾

موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ فرعون میں عالمین کے پروردگار کی طرف سے رسول ہو کے آیا ہوں

حَقِيقٌ عَلَىٰٓ أَن لَّآ أَقُولَ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ قَدۡ جِئۡتُكُم

میں اس بات کا حقدار ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر سچ کے علاوہ اور کچھ نہ کہوں، میں تمہارے پاس

بِبَيِّنَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ فَأَرۡسِلۡ مَعِيَ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ إِن كُنتَ

رب کریم کی طرف سے واضح نشانیاں لے کے آیا ہوں، بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دیجئے وہ بولا اگر تو

جِئۡتَ بِـَٔايَةٖ فَأۡتِ بِهَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿١٠٦﴾ فَأَلۡقَىٰ

کوئی واضح نشانی لایا ہے تو ہمارے سامنے پیش کر اگر تو سچا ہے، انہوں نے ڈال دی

عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿۱۰۷﴾ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ
اپنی لاٹھی وہ بہت بڑا سانپ بن گئی، انہوں نے اپنا ہاتھ سامنے کیا تو وہ چمک رہا تھا
لِلنَّاظِرِينَ ﴿۱۰۸﴾ دیکھنے والوں (عوام الناس) کے لیے

ثم بعثنا من بعدهم موسیٰ.... ان كنت من الصادقين

ارشاد ہوا کہ اس سابقہ دور کے بعد سابقہ انبیاء کا اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد پھر موسیٰ علیہ السلام آئے ان کے پاس ہماری آیات تھیں، کس کے پاس آئے، فرعون کے پاس آئے، فرعون مصر کا حاکم تھا، اس کے سرداروں کے پاس آئے، ''ملاءٗ'' کا معنی سردار ہے، لفظی معنی ہوتا ہے مَـلـئُ کا بھر دینا یا پُر کر دینا، کہ وہ دنیوی وجاہت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، ان کے پاس اقتدار ہوتا ہے، لہذا عربی میں انہیں مَـلـئُ' کہہ دیا ہے، فرعون کی وجہ تسمیہ کیا تھی، تو قدیم قبطی زبان میں جس زبان کا یہ فرعون لفظ ہے یہ رع سے بنا ہے، تو اس دور میں رع کہتے تھے سورج کو، اور مصری قوم اس دور میں سورج کی پوجا کرتی تھی، وہ ان کا اتار اعظم یا سب سے بڑا خدا تھا، تو فرعون کا معنی ہوگا سورج کا نمائندہ، سورج کا جانشین یا سورج کے نظریات کا کائنات میں پھیلانے والا، اب فرعون نے اس انداز سے دو باتیں کہیں ایک بات یہ کہ میں سورج کا نمائندہ ہوں اور آپ نے وہ بات کرنی ہے جو میں نے سورج کی ہدایت میں آپ لوگوں کو کہنی ہے، اب اس نے بہت ساری مورتیاں بنوائیں، اور ان مورتیوں کا قائد یہ خود تھا، اس لیے قرآن پاک میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کہتا ہے کہ ''انا ربکم الاعلیٰ'' یہ مورتیاں آپ کی پروردگار ہیں اور چونکہ یہ میرے ماتحت ہیں لہذا میں ان سب سے بڑا تمہارا پروردگار ہوں، جناب موسیٰ علیہ السلام جب اس کے سامنے آئے تو ارشاد فرمایا کہ میں سب دنیاؤں کا جو پالنے والا ہے یہ مورتیاں وغیرہ نہیں اور نہ تو اور نہ ہی یہ تیرا سورج چونکہ یہ اس ربّ کریم کی وسیع کائنات میں یہ ایک چھوٹا سا حصہ ہے جس کا نام سورج ہے، میں ان میں سے کسی کو نہیں مانتا، میں عالمین کے پروردگار کی طرف سے رسول بن کے آیا ہوں اور جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوتا ہے وہ لازمی طور پر اس بات کا مستحق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سچی بات کہے، لہذا میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں ساری سچی بات کرنی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں واضح نشانیاں لے کے آیا ہوں، یہ بنی اسرائیل جو مصر میں رہ رہے ہیں انہیں میرے ساتھ بھیج دے جہاں میں انہیں لے جانا چاہتا ہوں ساتھ لے جاؤں۔ اور تیری طرف سے کوئی

رکاوٹ نہ ہو ہم جب تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو پتہ یہ چلتا ہے کہ جب مصر میں حکومت تھی سیدنا یوسف علیہ السلام کی تو کنعان، شام اور فلسطین سے یہودی نقل مکانی کر کے مصر میں چلے گئے تھے، مصر میں جو قوم رہ رہی تھی، وہ قبطی قوم تھی فرعون انہی کا ایک فرد تھا، ان لوگوں کو جناب یوسف علیہ السلام کے وصال کے کافی عرصہ بعد انہوں نے بالکل غلام بنا کے رکھ لیا، جناب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرانا چاہتے تھے، وہ کہتے تھے کہ یہ قوم واپس فلسطین اور شام جا کے آباد ہو جہاں سے یہ آئے ہیں، آج اگر ہم تورات کا مطالعہ کریں تو وہاں سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف سالوں میں کن کن طریقوں سے فرعون مصر نے جناب موسیٰ علیہ السلام کی اس خواہش کو بار بار ٹالا اور اس خواہش کو کچلنے کی بار بار کوشش کی، ان کا خیال یہ تھا کہ اتنی بڑی تعداد ہمارے کھیتوں میں فری کام کر رہی ہے، ہماری فیکٹریاں چلا رہے ہیں، ہمارے گھروں میں ان کی خواتین کام کر رہی ہیں، یہ مفت کے ملازم جو ہمیں ملے ہوئے ہیں ہم موسیٰ کے کہنے پر انہیں کیسے جانے دیں، بار بار نبی کے ساتھ گستاخی کرنے کی وجہ سے ان پر عذاب بھی نازل ہوتے رہے، لیکن وہ بار بار ایک ہی بات کہتے تھے کہ جب یہ عذاب ٹل گیا تو پھر بھیج دیں گے، اور جب عذاب ٹل جاتا تھا تو پھر اپنی بات سے پھر جاتے اور انہیں واپس نہیں بھیجتے تھے، ایک اور بات کو ذہن میں رکھنا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے اس طویل دور میں آپ کا واسطہ ایک فرعون سے نہیں تھا، دو فرعونوں سے تھا، جس کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے پہلا خطاب فرمایا تھا اس کا نام رعمسیس ہے، جو تورات میں موجود ہے، اور جو غرق ہوا تھا اسے منفتہ کہتے ہے اور منفتاح بھی کہتے تھے، یہ دریا میں غرق ہوا تھا، تو اس طویل عرصے میں اسرائیلی قوم پر بڑے نشیب و فراز آئے، قرآن پاک نے بھی کئی جگہ پر ادھر اشارہ کیا ہے، اور تورات میں تو ایک خاص تاریخی ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، قرآن پاک تاریخی ترتیب کو نہیں لیا کرتا، اس لیے کہ تورات کا سٹائل انسانوں کا سٹائل ہے، اور اگر قرآن پاک انسانوں کے سٹائل پر چل پڑے تو پھر وہ نقل ہوگی انسان کے انداز کی، اور انسان کے انداز کے پیچھے اللہ تعالیٰ نہیں چلا کرتے، اور انسان کے انداز کے پیچھے نبی بھی نہیں چلتے، چونکہ انسان کا انداز صرف اس کی اپنی ذہانت کی پیداوار ہوگا یا کسی اور انسان کی ذہانت کی پیداوار ہوگا، اور نبی غیر نبی کا مقلد نہیں ہوا کرتا، یہ صرف مرزا غلام احمد کو یہ اعزاز حاصل تھا، کہ ان کے ایک بڑے مبلغ سے میں نے پوچھا کہ مرزا صاحب کس فقہ پر عمل کرتے ہیں، تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ وہ امام ابوحنیفہ کی فقہ پر عمل کرتے ہیں میں نے کہا امام ابوحنیفہ میرے فقہی امام ہیں، لیکن وہ نبی نہیں ہیں، آپ کو یہ نبوت مبارک ہو، کہ یہ نبوت غیر نبی کی پیروکار ہے، وہی کچھ ہم کرتے ہیں جو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں، میں نے کہا کہ یہ آپ کے جھوٹا ہونے کی ایک اور دلیل ہے، تو نبی غیر نبی کا مقلد نہیں ہوتا، اگر نبی غیر نبی کے پیچھے چلنے والا ہو جائے تو جب وہ اسے کہے گا کہ مجھے نبی مان اور میری بات بھی مان تو وہ کہے گا کہ کل تک تو تو اس طرح کرتا تھا جس طرح میں تجھے کہتا تھا، اور آج تو مجھے اپنے پیچھے چلانا چاہتا ہے لہذا نبی غیر نبی کا پیروکار کبھی بھی نہیں ہوتا۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے یہاں ایک حقیقت کا اظہار کیا ہے، وہ حقیقت یہ ہے کہ نبی کی زبان پر ہمیشہ سچ آتا ہے، نبی کی زبان پر ہمیشہ حق آتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہے، اگر وہ بھی جھوٹ اور باطل کی بات کہہ جائے وہ بھی صحیح اور غلط کو ملا دے تو انسانیت کا قافلہ صحیح کو تلاش کرنے کے لیے کس کے دروازے پر جائے گا، لہذا نبی اس بات کا حقدار ہے اور مستحق ہے اور اس کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ حق اور سچ ہی کہے، تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ربّ کریم کی طرف سے واضح نشانیاں لے کے آیا ہوں، اسرائیلیوں کو اجازت دیجئے کہ میرے ساتھ چلیں، کافروں کا وہ فقرہ جو پہلے والے تمام نبیوں کے سامنے ہوتا تھا فرعون نے بھی وہی فقرہ دھرا دیا کہ اگر کوئی نشانی لے آئے ہو تو پیش کرو، اور پھر وہی طنز ہے کہ اگر تو سچا ہے نبی بھی کہہ رہا ہے کہ نبی بولتا ہی سچ ہے لیکن اقتدار کا نشہ بڑی ناپاک شے ہے، جب یہ کسی کو چمٹ جاتا ہے تو پھر اسے چھوڑتا نہیں ہے، اس نے وہی بات پھر کہی کہ اگر تو سچا ہے اور جو کچھ لے کے آیا ہے اسے پیش کر، جناب کلیم علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈال دی، لاٹھی ڈالنے کی دیر تھی کہ وہ بہت بڑے سانپ کی شکل اختیار کر گئی، فرعون نے اپنی نگاہوں سے اس کے سرداروں نے بھی یہ بات ساری دیکھی کہ انہوں نے تو لاٹھی ڈالی ہے اور لاٹھی ڈالنے کے بعد وہ سانپ کیسے بن گئی ہے، اس پر جدید دور کے لوگوں نے بھی بہت سارے اعتراضات کیے ہیں، کہ یہ قلبِ ماہیت کیسے ہوگئی، وہ لاٹھی سانپ کیسے بن گئی، اس کا چھوٹا سا جواب تو یہ ہے کہ سانپ انڈے سے پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آج اگر انڈے کے بجائے موسیٰ علیہ السلام کے ڈنڈے سے پیدا کر دیا ہے تو اس میں اعتراض کی گنجائش کہاں رہتی ہے، انڈہ نہ سہی ڈنڈا ہی سہی، اب سوال یہ ہے کہ یہ قلب ماہیت ہو جاتی ہے، جی جب یہ انبیاء کے سامنے ایسی کیفیت ہو تو قلبِ ماہیت ہو جاتی ہے اس قوت سے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہوتی ہے نبی کی ذاتی نہیں ہوتی، اور اس عطا کردہ قوت سے نبی سے یہ باتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں، کہ قلبِ ماہیت ہو جاتی ہے، رہی یہ بات کہ جادو سے بھی ماہیت تبدیل ہوتی ہے یہاں مفکرین دو حصوں میں بٹ گئے ہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جادو سے ماہیت تبدیل ہوتی ہے، لیکن قرآن پاک اس بات کا ساتھ نہیں دیتا، قرآن پاک نے دو انداز سے اس پر تبصرہ کیا ہے، قلبِ ماہیت کی کوئی اور مثال کہ اس کی تائید ہو سکے، تو اس سلسلے میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک صحابی جنگ احد میں کئی تلواریں لے کے لڑائی کر کے انہیں توڑ چکا ہے، اب اس کے پاس کوئی تلوار نہیں ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آ کے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولولے جوان ہیں میں کفر کو جس طرح چیلنج کر رہا ہوں اسی انداز سے میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں، لیکن میرے پاس تلوار نہیں ہے، سامنے ایک چھوٹی سی چھڑی پڑی تھی، جس سے کسی آدمی کو مارا بھی نہیں جا سکتا تھا لیکن سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چھڑی اٹھا لو یہ تمہاری تلوار ہے، اس نے اس چھڑی کو جوں ہی اٹھایا وہ چھڑی تلوار میں تبدیل ہوگئی اور خدا جانے اس عظیم المرتبت صحابی نے

Marfat.com

اس تلوار کو کس کس انداز سے کفر کے خلاف چلایا، اب اگر اس کی قلب ماہیت نہیں ہوئی تھی اس میں اگر نظر بندی کی بات تھی کہ جس طرح جادو میں ہوتا ہے تو چھڑی سے جسم دو ٹکڑوں میں تبدیل نہیں ہوتا، چھڑی سر کو چیرا نہیں کرتی، چھڑی کی مدد سے کسی مخالف آدمی پر کاری ضرب نہیں لگائی جاسکتی، لہٰذا نبی کو اللہ کریم نے یہ معجزہ عطا کر رکھا ہوتا ہے کہ وہ قلب ماہیت کر دیتا ہے، لیکن جادوگر کے بس کی یہ بات نہیں ہوتی۔

قرآن پاک کہتا ہے کہ ایک تو انہوں نے وہ اپنی لاٹھی پھینک دی تو وہ سانپ بن گئی دوسری بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ باہر سامنے نکالا اور لوگوں نے دیکھا کہ ہاتھ میں چمک دمک آگئی ہے بالکل سفید ہو گیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا سورج نکل رہا ہے، اور دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ ہاتھ وہ نہیں ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہلے تھا، اب سرداروں نے جب یہ منظر دیکھا تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہے اس کی بات مان لی جائے، نبی کے سامنے شیطانی قوتیں ہمیشہ یہی انداز اپناتی ہیں، کج بحثی کرتی ہیں، رخ کو موڑنے کی کوشش کرتی ہیں، لیکن انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ یہ حقائق کا طوفان تنکوں سے روکا نہیں جاسکتا، ان کی یہ مکروہ چالیں اس عظمت کے سامنے بند نہیں باندھ سکتیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ

دیکھنے والوں کے لیے۔ فرعونی سردار بولے یہ تو جادوگر ہے

عَلِيمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿۱۱۰﴾

بڑا ماہر، یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے، اب تمہارا آپس میں اس سلسلے میں کیا مشورہ ہے

قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۱۱۱﴾ يَأْتُوكَ

انہوں نے کہا کہ اسے مہلت دی جائے اور اس کے بھائی کو بھی، مختلف شہروں میں ایسے بندے بھیجے جائیں جو لائیں اکٹھا کر کے

بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ

لوگوں کو، اور وہ آپ کے پاس ماہر جادوگروں کی ایک کھیپ لے آئیں یہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں

لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ

اجر دینا ہوگا اگر ہم نے غلبہ پالیا تو، وہ بولا کہ ایسا ہی ہوگا اور تمہیں

لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن

مقرب بنالیا جائے گا، جادوگر کہنے لگے کہ اے موسیٰ یا تو آپ کوئی چیز میدان میں ڈالیں یا

Marfat.com

نَّكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ أَلْقُوا فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا

ہم پہلے ڈالتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پہلے ڈال لو، جب انہوں نے اپنا جادو پھینکا تو جادو کیا

أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُو بِسِحْرٍ عَظِيمٍ ﴿۱۱۶﴾

لوگوں کی آنکھوں پر اور ڈرا دیا، بہت بڑا جادو انہوں نے پیش کیا

قال الملاء من قوم فرعون......فما ذا تامرون

سارے سردار کہنے لگے کہ یہ کوئی ماہر جادوگر ہے یعنی یہ جادوگر ہے اور بڑے علم والا جادوگر ہے، اب اس کا مطلب کیا ہے؟ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دینا چاہتا ہے، ہمارے مفسرین یہاں ایک بات کہتے ہیں کہ تمہیں سے مراد بنی اسرائیل ہیں کہ یہ جو تمہارے خادم ہیں انہیں تم سے چھین کے لے جانا چاہتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اسے ذرا پھیلا دیا جائے، تا کہ بات زیادہ واضح ہو جائے، سردار کہنا یہ چاہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اس قسم کے شعبدے دکھا کے ہم سے یہ اقتدار لے کے اقتدار کی دنیا سے ہمیں باہر نکال دینا چاہتا ہے، پھر اسرائیلیوں کو یہ زمین مل جائے گی، اسرائیلیوں کو یہ ہمارے مکان مل جائیں گے، اور ہم اقتدار سے محروم ہو جائیں گے، یعنی ان کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں اقتدار سے نکال کے ہماری عظمتوں کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل کے یہاں کی ہماری زمینوں اور ہمارے ذرائع پر قبضہ کرلیا جائے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ معنی زیادہ صحیح ہے۔ "**فماذا تامرون**" ''اب آپس میں مشورہ کرلو''۔ پھر نتیجہ بیان کرو کہ اب حکم کیا ہے، کیا ہم نے اپنے اقتدار کا دفاع کرنا ہے۔

قالوا ارجه و اخاه......ان کنا نحن الغالبین

پھر وہ سردار بولے ہماری رائے یہ ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو تھوڑے دنوں کی مہلت دیدی جائے، اور ان کے بھائی کو بھی مہلت دی جائے، اس لفظ نے بتادیا کہ اس وقت دربار میں جناب ہارون علیہ السلام بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے، انہیں مہلت دے کے یہاں رکھ لیں اور شہروں میں لوگ بھیجیں وہ لوگوں کو اکٹھا کر کے لے آئیں اور وہ لوگ عام لوگ نہ ہوں بلکہ جو بڑے ماہر اور فنکار قسم کے جادوگر جو ہیں، ان سب کو اکٹھا کرلیا جائے، اب قرآن پاک واقعات کو جزوی انداز سے بیان نہیں کرتا چونکہ یہ کتاب ہدایت ہے کوئی تاریخی کتاب تو ہے نہیں، جناب موسیٰ علیہ السلام کو کہہ دیا گیا کہ آپ تشریف رکھیں ہم

Marfat.com

کچھ دنوں کی مہلت چاہتے ہیں، آپ ہمارے معزز مہمان ہیں تشریف رکھیں اس موضوع پر بعد میں بات ہوگی، کوشش اس نے یہ کی کہ آگے ہماری عید بڑی قریب آرہی ہے مقابلے کا دن عید کا دن ہونا چاہیے قرآن پاک نے بھی اس عید کا ذکر 16 پارے میں سورۃ طٰہٰ میں کیا ہے، بہت سارے جادوگر آگئے، جب جادوگر پہنچے تو انہوں نے فرعون سے ایک بات منوانا چاہی کہنے لگے کہ اس پر تو ہم غالب آجائیں گے لیکن جب ہم غالب آجائیں تو ہمارے لیے معاوضہ کیا ہوگا؟ جب شاطر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اقتدار ایک ایسی کشتی میں سوار ہے جو آج ڈوبے گی نہیں تو کل تو ضرور ڈوب ہی جائے گی، تو پھر ان کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں، تاریخ ان واقعات کو ہمیشہ دھراتی رہتی ہے، پھر شاطر لوگ جاتے جاتے ان کی لنگوٹی تک کھینچ لیا کرتے ہیں، کہ یہ تو ویسے ہی گر رہا ہے تو اس گرنے والے کو چھوڑا کیوں جائے، اسی لیے وہ جادوگر بولے کہ جب ہم اس پر غالب آجائیں گے تو پھر ہمیں معاوضہ تو ضرور ملے گا، اب معاوضہ فرعون نے دینا ہے، اجر کو یہاں نکرہ رکھا گیا ہے، اس پر لام تاکید کا لگا دیا گیا ہے، اس کا معنی کریں گے کہ ہمیں اس کام کا شاندار معاوضہ ملے گا، اگر ہم غالب آگئے تو؟

قال نعم و انکم لمن المقربین

فرعون نے کہا کہ معاوضہ بھی ملے گا اور اس معاوضے کو شاندار بنانے کا طریقہ یہ ہوگا کہ تمہیں مقرب بنا لیا جائے گا، تم ہمارے ہم نشین ہو جاؤ گے، ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہوں گے، یعنی فرعون کے بعد تمہارا ہی مقام ہوگا، فرعون وہاں کے ہر حاکم کو کہتے تھے جس طرح آپ برصغیر میں دکن کے حاکم کو نظام کہتے تھے اس کا نام جو بھی ہوتا تھا، چینی قدیم دور میں انہیں خاقان کہتے تھے ان کے حاکم جس نام سے بھی ہوتے تھے، ایرانی حاکم کو کسریٰ کہتے تھے، اسی طرح رومی قیصر کہتے تھے، یعنی فرعون کا یہ ذاتی نام نہیں ہے، یہ صفاتی نام ہے جو وہاں کے سب حاکموں کے لیے ہوتا تھا، چونکہ وہ سورج کے نمائندے تھے۔

قالوا یاموسیٰ اما.... وجاء و بسحر عظیم

اب انہوں نے ایک ادب ملحوظ رکھا اور علامہ قرطبیؒ یہاں ایک بڑا نفیس نکتہ بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اس ادب کو ملحوظ رکھنے کے لیے جو نبی کے لیے انہوں نے رکھا تھا اس کی وجہ سے انہیں ایمان کی دولت مل گئی وہ ادب کیا تھا کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم میدان میں آگئے ہیں ہم پیش کر رہے ہیں اس کا جواب دو، ان جادوگروں نے کہا کہ کیا موسیٰ علیہ السلام آپ آغاز کریں گے یا ہم آغاز کریں، تو گویا دوسرے لفظوں میں یہ کلیم علیہ السلام کا احترام تھا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے آپ آغاز کریں، جادوگروں کے پاس جو لاٹھیاں تھیں وہ ڈال دیں، قرآن پاک نے یہاں کہا! "**سحروا اعین الناس** ٥" "لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا"۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے نظر بندی کی ماہیت تبدیل نہیں کی، دوسرے مقام پر قرآن پاک نے اسی انداز سے بات کی کہ "جناب موسیٰ علیہ السلام ان کے جادو کی وجہ سے خیال فرما رہے تھے کہ یہ ان کی ڈالی ہوئی لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں"۔ تو یہاں

Marfat.com

بھی تخیلی کیفیت کو قرآن پاک نے جادو کہا ہے، نظر بندی کو قرآن پاک نے جادو کہا ہے، یعنی یہ قلب ماہیت نہیں ہے، اس میں اصلیت اپنے مقام پر رہتی ہے، وہ بدلتی نہیں ہے، وہ تبھی بدلے گی جب اس پر کسی نبی کی نگاہِ ناز پڑے گی۔

اکثر مفسرین نے ایک نکتہ بیان کیا ہے، کہ وہ لاٹھیاں اندر سے خالی تھیں باہر سے باریک ربڑ سے بنی ہوئی تھیں ان کے اندر پارہ ڈال دیا گیا تھا، چونکہ دھوپ تھی تو دھوپ کی گرمی کی وجہ سے پارے میں حرکت پیدا ہو گئی، تو یہ محسوس ہوا کہ یہ لاٹھیاں سچ مچ حرکت کر رہی ہیں، اس کے پیچھے ان جادوگروں کی ذہانت تھی اور کچھ بھی نہیں تھا، لیکن لوگ ڈر گئے اور انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ایک لاٹھی ہے اور یہاں بے شمار لاٹھیاں ہیں لہذا اغلبہ ان کے پاس ہے تو جمہوریت یہ کہہ رہی ہے کہ ان کے ووٹ زیادہ ہو گئے ہیں اس لیے یہ جادوگر غالب آ گئے ہیں، اب جب جادوگروں نے یہ تماشا کیا تو لوگ بڑے ڈرے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

۞ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَإِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ بھی اپنی لاٹھی ڈال دیں، موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈال دی، وہ نگلنے لگ گئی جو

يَأْفِكُونَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ ٱلْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوا۟

انہوں نے مکر کیا تھا، حق سامنے آ گیا اور ان کے اعمال باطل ہو گئے۔ وہاں شکست کھا گئے

هُنَالِكَ وَٱنقَلَبُوا۟ صَٰغِرِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَأُلْقِىَ ٱلسَّحَرَةُ سَٰجِدِينَ ﴿۱۲۰﴾

،ذلت کے ساتھ واپس پلٹے، سارے جادوگر سجدے میں گر گئے،

قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ

کہنے لگے کہ ہم عالمین کے پروردگار پر ایمان لائے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا پروردگار ہے

فِرْعَوْنُ ءَامَنتُم بِهِۦ قَبْلَ أَنْ ءَاذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوهُ

فرعون کہنے لگا کہ تم اس کی بات پر ایمان لے آئے ہو اس سے پہلے کہ میں تمہیں اس بات کی اجازت دیتا بے شک یہ ایک مکر ہے جو تم سب نے مل کے کیا ہے

فِى ٱلْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا۟ مِنْهَآ أَهْلَهَا ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱۲۳﴾ لَأُقَطِّعَنَّ

شہر میں، تاکہ یہاں کے رہنے والوں کو کسی اور جگہ لے جاؤ، تمہیں جلد پتہ چل جائے گا، میں ضرور کاٹ دوں گا

Marfat.com

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ

گناہ کو ہر حیثیت (ظاہر و باطن) سے چھوڑ دو، بے شک جو لوگ گناہ کماتے ہیں

سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ

ان کی گھڑی ہوئی باتوں کا بدلہ دیا جائے گا، اور مت کھاؤ، جس پر نہ لیا جائے

اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ

اللہ کا نام وہ تو گناہ کی بات ہے، اور بے شک یہ شیطان دلوں میں باتیں ڈالتے ہیں

أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾

اپنے ساتھیوں کے تا کہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑیں اور اگر تم انکی اطاعت کرو گے تو تم بھی مشرکوں کے ساتھ مشرک ہو جاؤ گے

وذروا ظھر الاثم و باطنة....وان اطعتم هم انکم لمشرکون

ایک بات یاد رکھو کہ تم گناہ سے پاک ہو گئے ہو، ایک ظاہری گناہ ہے جسے لوگ دیکھ رہے ہیں اس سے بچ جائیں، ایک باطنی گناہ ہے جو کبھی شرک کی شکل میں ہوتا ہے، کبھی کفر کی شکل میں ہوتا ہے، کبھی غلط سوچوں کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی غلط پروگراموں کی وجہ سے ہوتا ہے، جو باطن کا گناہ ہے اسے بھی چھوڑ دو۔ جو ظاہر کا گناہ ہے اسے بھی چھوڑ دو، تمہاری زندگی کسی پگڈنڈی پر نہ چلے کہ کبھی ادھر لڑھک جائے کبھی اُدھر لڑھک جائے بلکہ شاہراہ اعظم پر چلو، اور غلط راستے کو ہر انداز سے چھوڑ دو، جو لوگ گناہ کرتے ہیں، ان گھڑے ہوئے گناہوں کی وجہ سے انہیں بدلہ ملے گا، مسلمانو! تم یاد رکھو جس شے پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ، یہ گناہ کی بات ہے، اوپر والی ساری باتوں کو جواب شیطان اپنے ساتھیوں کو سرگوشیوں میں بتاتے ہیں، کہ جسے اللہ تعالیٰ مارے اسے نہ کھاؤ اور جسے تم خود ذبح کرواسے کھالو، یہ شیطانی باتیں ہیں جو وہ ایک دوسرے کو سکھاتے ہیں، اگر تم ان کی بات مانو گے تو یہ شرک کی بات ہوگی، وہ مشرک ہیں، تمہیں بھی وہ شرک کی طرف لے جائیں گے لہذا ان باتوں کو چھوڑ دیا جائے۔

Marfat.com

أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۲۴﴾

تمہارے ہاتھ اور پاؤں ایک دوسرے کے الٹے، پھر سب کو سولی چڑھادوں گا

قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا

وہ بولے ہم اپنے رب کریم کی طرف واپس چلے جائیں گے، تو ہم سے صرف اس بات سے ناراض ہے کہ ہم ایمان لائے ہیں

بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿۱۲۶﴾

اپنے پروردگار کی آیات پر جب وہ ہمارے سامنے آگئی ہیں، اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر بہادے، اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت عطا فرما

واحینا الیٰ موسیٰ ان...... رب موسیٰ و ھرون

اللہ کریم نے جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی چونکہ موسیٰ علیہ السلام یہ سوچ رہے تھے کہ میں نے بھی سانپ ہی بنایا ہے انہوں نے بھی سانپ ہی بنائے ہیں اب عوامی ذہن مجھ میں اور ان جادوگروں میں فرق کیسے کر سکے گا، بات الجھ گئی، اللہ تعالیٰ نے وحی فرمادی آپ ایک دفعہ اپنی لاٹھی ڈال دیں موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈال دی اور موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے جادوگروں کی چلی ہوئی چال یعنی ان کی ڈالی ہوئی لاٹھیوں کو نگلنا شروع کر دیا، چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا سانپ بہت بڑا تھا اس لیے اس نے جادوگروں کے چھوٹے سانپوں کو نگل لیا، تورات میں اتنا تو موجود ہے کہ اس منظر کو فرعون نے بڑی حیرانی سے دیکھا جب اسے کھیل اجڑتا نظر آیا تو پھر ایک اور عجیب نوعیت یہ بنی کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا سانپ فرعون کے تخت کی طرف منہ کھولے ہوئے لپکا، اب اس سے آگے مورخ کہتے ہیں کہ فرعون بھاگتا جارہا تھا کہ میں دوسری طرف سے بھاگ کر نیچے اتر جاؤں اور فرعون پر دہشت طاری تھی، قرآن پاک نے تفصیل بیان نہیں کی، قرآن پاک نے صرف نتیجہ بیان کیا، حق سامنے آگیا، موسیٰ علیہ السلام غالب ہوگئے، فرعون کے سارے کے سارے عمل باطل ہوگئے، رائیگاں چلے گئے، وہاں وہ جادوگر شکست کھاگئے، ذلت کے ساتھ پیچھے ہٹے لیکن انہوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو دعوت دی تھی کہ آپ پہل کریں، تو یہ

Marfat.com

احترام تھا جناب موسیٰ علیہ السلام کا، اللہ تعالیٰ نے اب ان جادوگروں کو ہدایت دی، وہ سب سجدے میں گر گئے، کہ ہم عالمین کے پروردگار پر ایمان لے آئے، اب عالمین کا پروردگار کون ہے یہاں پھر شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ فرعون کہتا تھا کہ میں سب سے بڑا رب ہوں، میں ہی تو رب العالمین ہوں، انہوں نے اس کو دور کرنے کے لیے ایک فقرے کا اضافہ کر دیا، فرمایا! ''رب موسیٰ وہارون ''۔ فرعون کو ہم پروردگار نہیں مانتے، وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے جسے ہم مانتے ہیں اور وہی ہے رب العالمین۔ رب العالمین کا جامع لفظ اللہ تعالیٰ کے نبیوں نے بھی استعمال کیا اور ان کے غلاموں نے بھی استعمال کیا اور قرآن پاک نے اسے آغاز میں بھی استعمال کیا۔

قال امنتم له قبل ان .....فسوف تعلمون

فرعون نے ان جادوگروں کو کہا اچھا تم اس پر ایمان لے آئے ہو۔ **"قبل ان اذن لکم" ٥** ''اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں''۔ یہ وہ معنی ہے جو عام طور پر مفسرین کہتے جا رہے ہیں، لیکن یہاں بھی میں اس کا معنی تھوڑا سا ہٹ کے کروں گا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم اس پر ایمان لے آئے ہو یہ تمہارے مقابلے سے پہلے مشورے کا نتیجہ ہے، میں نے تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے دربار میں آنے سے پہلے اور مجھ سے معاوضے مانگنے سے پہلے تم موسیٰ علیہ السلام کو کسی اور مقام پر مل چکے ہو، اسے پیش رو بنا کے بھیجا اور خود بعد میں آئے، اور مجھے شکست دلا کے موسیٰ کے حق میں نتیجہ نکالنا چاہتے ہو، تا کہ ہمارے پاس سے اقتدار چلا جائے، اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم نے آپس میں مشورہ کر لیا ہے، اس بات کو ذہن میں رکھ کے آگے چلنے کی کوشش کی جائے، یہ ایک چال ہے، جو تم نے شہر میں کی ہے، اور کیوں کی ہے تا کہ یہاں سے اصل وارثوں کو نکال دیا جائے، اور ہمارا اقتدار ختم کر دیا جائے، ابھی تمہیں پتہ چل جائے گا، کہ ان سازشوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے، حاکم جب اپنے اقتدار کو خطرے میں دیکھتا ہے تو اسے اپنی چاروں طرف سازشوں کا جال نظر آتا ہے۔

لاقطعن ایدیکم و ارجلکم .... ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین

فرعون چونکہ میدان میں مار کھا چکا ہے، اب اسے ہر طرف سازشیں نظر آتی ہیں، اور کہنے لگا کہ اس سازش کا نتیجہ کیا نکلے گا میں کوئی عام سا حاکم تو ہوں نہیں میں مختار مطلق ہوں۔ لہذا میں آپ کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دوں گا، دایاں ہاتھ کاٹ دوں گا، اور بایاں پاؤں کاٹ دوں گا، اور یہ کاٹنے کے بعد تم سب کو اجتماعی پھانسی دوں گا، جب یہ بات ان جادوگروں نے سنی تو انہیں ڈر جانا چاہیے تھا، لیکن یہاں سے ہمیں ایک نکتہ ملتا ہے، کہ جب ایمان کی حلاوت دل میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر جسم کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، روح کی بالیدگی کہتی ہے کہ یہ لباس نہیں تو ایک اور لباس سہی، وہ نہیں تو ایک اور سہی، یہ رب کا عطیہ ہے جو اس نے دیا ہے، اگر یہ عطیہ واپس کرنے کا وقت آ گیا ہے تو میں اس عطیہ کو ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں چھوڑوں گا، انہوں نے بھی یہی کہا! '' قالوا انا

Marfat.com

الی ربنا منقلبون''○ ابھی ایمان لائے ہیں اور چونکہ نبی کی محفل میں ہیں دل کس طرح کھل گیا ہے اور کھل گیا ہے، کہ جو آپ نے کرنا ہے وہ کر دیں، ہم اپنے پروردگار کے پاس واپس چلے جائیں گے، انہیں یہ پتہ چل گیا کہ روح فانی نہیں ہوتی، یہاں جسم فنا ہو جائے گا، لیکن روح باقی رہے گی اور وہ دربار خداوندی میں حاضر ہو جائے گی، تو ہمیں صرف یہ بتا کہ تو ہم سے کس بات سے ناراض ہے، صرف ایک بات سے ناراض ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے ہیں، یہ ان ڈائیریکٹ بات کر رہے ہیں، دائیریکٹ بات نہیں کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم رب پر ایمان لائے، تم نے جس رب کو دیکھا نہیں ہے اس کو کیسے مان رہے ہو مجھے دیکھنے کے باوجود نہیں مانتے، انہوں نے پہلے ہی بات پھیر کے کر دی تا کہ وہ اس الجھن میں پڑے ہی نہیں، کہنے لگے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لے آئے ہیں، اور وہ آیات کیا تھیں، کہ مصنوعی سانپوں کو حقیقی سانپ کھا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نبی کا ہاتھ یوں چمک کے سامنے آیا ہے جوں سورج ہوتا ہے، وہ آیات ہم نے دیکھ لی ہیں، یہ تو انہوں نے فرعون سے بات کہی کہ فرعون یہ نہ کہے کہ دلائل کی دنیا میں میں نے انہیں ہرا دیا ہے اس لیے یہ چپ کر گئے ہیں، تو مسلمان جب دلائل کی دنیا میں آتا ہے، تو وہ نئے سے نئے دلائل دے کے ان مصنوعی جالوں کو توڑتا چلا جاتا ہے جو تار عنکبوت ثابت ہوتے ہیں نبی اور کامل مسلمانوں کے سامنے، اب جب اس کے پاس جواب کوئی نہیں تھا تو کہنے لگے کہ اچھا آپ انتقام تو آپ لے رہے ہیں اس لیے رب کی طرف متوجہ ہوئے۔ ''اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر بہا دے''۔ دیکھیں کہ کتنا لطیف فقرہ ہے یہ نہیں کہا کہ تھوڑا سا صبر دیدے، اتنا صبر دے کہ ہمارے چاروں طرف بہنے لگ جائے، اور ہم صبر میں تیرنے لگ جائیں، ہمیں موت آئے تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرمانبردار بندے ہوں اور مسلم ہوں۔ کفر کی دنیا کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا

فرعونی قوم کے سردار کہنے لگے کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو کھلم کھلا چھوڑ دیں گے، تاکہ وہ فساد مچا ئیں زمین میں

فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي

،اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو بھی چھوڑ دیں، وہ بولا کہ ہم ان کے بیٹوں کو مار دیا کریں گے، اور زندہ چھوڑیں گے

نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿١٢٧﴾ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ

ان کی خواتین کو، ہم پر قاہر و غالب ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم

اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ

سے کہا اللہ تعالیٰ سے مدد لو اور صبر کرو، یقیناً یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وارث بنا دیتا ہے

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٨﴾ قَالُوا أُوذِينَا

اس کا جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے، اس بات کو یاد رکھو کہ انجام کار پرہیزگاروں کے لیے ہوتا ہے۔ قوم موسیٰ نے کہا اذیتیں دی گئیں

مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ

آپ کی تشریف آوری سے پہلے بھی ہمیں طرح طرح کی، اور آپ کے آنے کے بعد بھی وہ فرمانے لگے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب تمہارا پروردگار

Marfat.com

أَن يُهۡلِكَ عَدُوَّكُمۡ وَيَسۡتَخۡلِفَكُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ

رتمہارے دشمن کو ہلاک کردے، اور تمہیں زمین میں جانشین کرے

فَيَنظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُونَ ﴿١٢٩﴾

پھر وہ دیکھے کہ تمہارے اعمال کیسے ہیں

وقال الملاء من قوم فرعون اتذر...وانا فوقهم قاهرون

اب بھی صرف یہ فرعون کا دعویٰ تھا کہ میں تمہیں یہ سزا دوں گا، وہ ساتھ والے بولے جو فرعونی قوم کے سردار تھے، فرعون ان جادوگروں کو مار دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا کیا موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی قوم کو آپ چھوڑ دیں گے، کہ یہ زمین میں فساد کرتے پھریں، ان کا خیال یہ تھا کہ جادوگر چند مر جائیں گے اسرائیلی تو پھر بھی محفوظ ہیں، اصل ہماری دشمنی تو موسیٰ علیہ السلام سے ہو رہی ہے، اور وہ اپنی قوم کو ہمارے مقابلے میں لے آئے ہیں، تو یہ فساد کرتے پھریں، آپ کو بھی ربّ اعلیٰ نہ مانیں اور آپ کے جو بنائے ہوئے معبود ہیں انہیں بھی یہ چھوڑ دیں، تو اتنے بڑے جرم کے بعد پھر بھی آپ انہیں معاف کر دیں گے یعنی انہیں کچھ بھی نہیں کہیں گے۔

بیضاوی نے یہاں ایک اور نکتہ پیدا کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ الہ کا معنی معبود نہیں ہوتا، بلکہ ایک بڑے خدا کو وہ الہ کہہ دیتے ہیں، اور یہاں اس سے مراد ہے سورج، یعنی تیری بھی عبادت چھوڑ دیں، سورج کی عبادت بھی چھوڑ دیں اور اتنے بڑے جرم کے بعد پھر تو جناب موسیٰ علیہ السلام کو کچھ بھی نہ کہے، یا اسرائیلیوں کو، فرعون نے ان کے لیے بھی جو سزا تجویز کر رکھی تھی اس کا بھی اس نے اعلان کر دیا، کہنے لگا کہ ان کے بیٹوں کو مار دیں گے، کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑیں گے، یہ وہ معنی ہے جو سب مفسرین نے کیا ہے، اس جگہ سے گزرتے ہوئے میرے ذہن میں ایک نکتہ آیا ہے وہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، یہ جو ہے ''نستحی'' یہ لفظ استحیا سے بنا ہے، یہ باب استفعال کا مصدر ہے، کبھی یہ سلب ماخذ کے لیے آتا ہے، اب اس کا ماخذ ہے حیا ''استحیا'' حیا سے بنا ہے، تو اب یہ ''سلب کے لیے ہو تو معنی یہ ہوگا کہ ہم ان کی حیا کو ختم کر دیں گے، ان خواتین کو حیا سے بے بہرہ کر دیں گے، ان کی عصمت دری کریں گے، یہ اس کا ضمنی معنی نکلتا ہے، اور اس کی لطافت کو آپ سمجھ سکتے ہیں، کہ بے حیائی کو

Marfat.com

عام کرنے کے لیے جب اقتدار باغی ہو جائے تو وہ کون کونسے راستے اپنایا کرتا ہے، اللہ کریم دو چار سال ہمیں سنبھلنے کے موقعے دیتا تو پھر ہمارے ہاں بھی بے حیائی کے سیلاب کو لانے کے لیے خدا جانے کن کن راستوں کو کھولنے کی کوشش کی جاتی ہے، تو یہ قدرِ مشترک ہے مقتدر لوگوں میں بھلا ہم یہ کیوں نہیں کریں گے ان کے بچوں کو ماردیں گے اور ان کی بچیوں کو زندہ چھوڑیں گے، ہم ان پر غالب ہیں، یعنی دوسرے لفظوں میں یہ سمجھیں کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اقتدار جو چاہے کرے اقتدار کو اس بات کا حق ہے۔

قال موسیٰ لقومه استعینوا.... والعاقبة للمتقین

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، اب دیکھیں نبی کی تعلیم کا انداز، یہ سزائیں سامنے سنائی جارہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مدد لو اور صبر کرو، میں تمہیں ایک بات بتارہا ہوں کہ زمین فرعون کی نہیں ہے، زمین ہے اللہ تعالیٰ کی، جسے چاہتا ہے اسے اس کی وراثت دے دیتا ہے، اور جو بندہ وہ منتخب کردیتا ہے، وہ اس کا وارث بن جاتا ہے، لیکن یہ انقلابات دہر ہے، ان سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کہ انجام متقی لوگوں کے پاس ہوتا ہے، وہی آخر کار غالب آتے ہیں۔

مسیلمہ کذاب نے لکھا "یہ اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے ہے اللہ کے رسول محمدؐ کے نام"۔ آگے عبارت یہ تھی کہ آئیے زمین میں اور آپ نصف نصف کرلیں، آدھی آپ کی اور آدھی ہماری، تو دونوں ساتھ ساتھ چلیں گے، سرکار کریمؐ نے یہی آیات وہاں ارشاد فرمائی تھی، کہ "ان الارض لله یورثها من یشآء من عباده والعاقبة للمتقین"O

قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا.....فینظر کیف تعملون

اب جب اسرائیلیوں نے یہ بات سنی تو بڑے دکھ کے مارے لوگوں کی زبان پر بات آگئی، موسیٰ علیہ السلام عجیب بات ہے کہ جب آپ نہیں آئے تھے تو آپ کے آنے سے پہلے بھی ہم عذاب میں مبتلا تھے آپ تشریف لائے تو پھر بھی وہ ظلمت کی رات سویرے میں نہ بدل سکی، وہ استیصالی اور استحصالی قوتوں کے آگے بند نہ باندھا جاسکا، ہم تو پھر بھی ظلم کی چکی کے نیچے پس رہے ہیں، جناب موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ وقت دور نہیں، "عسیٰ" قریب کے لیے استعمال ہوتا ہے، کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کردے، اور زمین میں تمہیں ان کا جانشین بنادے، آگے والا قرآن پاک کا فقرہ اتنا جامع ہے کہ اس پر خدا جانے کتنے گھنٹے بولا جاسکتا ہے لیکن اس کا اختصار یہ ہے کہ وہ چلا جائے گا، تم نے اس کی جگہ پر آجانا ہے، اور آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دیکھنا ہے کہ تمہارے اعمال کیسے ہیں، کیا ماضی کو بھول جاتے ہو، کیا پھر تم بھی ظلم کی چکی چلانا چاہتے ہو؟ کیا تم بھی انسانیت کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل دینا چاہتے ہو؟ قیام پاکستان کے وقت میرے استاد گرامی جب پاکستان قائم ہوا تو اس رات وہ میرے پاس مسجد میں تشریف فرما تھے، تو انہوں نے یہی آیت پڑھی اس وقت میں ابتدائی طالبعلم تھا یہ باریکیاں مجھے پتہ نہیں تھیں ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور انہوں نے مجھے یہ بات کہی کہ ہم بڑے عجیب امتحان میں پڑ گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اقتدار دے کے ہمارے اعمال کو دیکھنا ہے کہ ہم بدعملیاں کرکے خدا جانے کس کھڈے میں جاگریں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆

Marfat.com

وَلَقَدْ اَخَذْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

ہم نے فرعونیوں کو قحط اور پھلوں کی کمی سے پکڑا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

جب ان کے پاس کوئی اچھائی آتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم اسی کے تو مستحق تھے، اور جب ان پر کوئی سختی آتی تو

يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ

کہتے کہ یہ ساری کی ساری موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے، سنو سنو یہ بدقسمتی اور بدفعالی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی اپنی ہے

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ

لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں، کہنے لگے جو بھی نشانیاں آپ ہمارے سامنے لائیں

لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ

تا کہ ہم پر جادو کر دیں، ہم تجھ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں، ہم نے بھیجا ان پر

الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ

طوفان، ٹڈیاں آئیں، چیچڑیاں آئیں، جوئیں آئیں، مینڈک آئے اور خون آیا یہ مفصل آیات ہیں

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ

انہوں نے پھر بھی غرور کیا، کیوں کہ یہ عادی مجرموں کی قوم تھی

الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ

جب عذاب آیا تو کہنے لگے کہ موسیٰ ذرا رب کریم سے دعا کرو کہ اس نے آپ کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے اگر

كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْۤ

یہ عذاب ٹل جائے گا تو لازماً ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، اور بنی اسرائیل کو بھی بھیج دیں گے

إِسْرَآءِيلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ

جب وہ عذاب ایک عرصے تک ٹل گیا جس تک انہوں نے پہنچنا تھا

هُم بَٰلِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ﴿۱۳۵﴾ تو انہوں نے عہد توڑ دیا

فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِـَٔايَٰتِنَا

ہم نے ان سے انتقام لیا، ہم نے انہیں سمندر میں غرق کردیا، چونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے

وَكَانُوا عَنْهَا غَٰفِلِينَ ﴿۱۳۶﴾ اور ان سے بے خبر تھے

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَٰرِقَ

اور وہ قوم جو زمین کے مشرق اور مغرب میں مغلوب تھی

الْأَرْضِ وَمَغَٰرِبَهَا الَّتِي بَٰرَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

اسے وارث بنایا اس زمین کا جس میں برکتیں تھیں، اور مکمل ہو گئے حسین کلمات آپ کے رب کے،

الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ

بنی اسرائیل پر مکمل ہو گئے صبر کی وجہ سے، اور ہم نے تباہ کردیا سب بات کو جو

يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُۥ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿۱۳۷﴾

فرعون اور اس کی قوم کر رہی تھی، اور جو وہ اونچے اونچے محلات بنا رہے تھے

Marfat.com

ولقد اخذنا اٰل فرعون بالسنین.....وكانوا قوما مجرمين

تورات نے ایسے نو واقعات نقل کیے ہیں، پہلے تو ان پر قحط طاری ہوا پھر درختوں پر پھل آنے بند ہو گئے تا کہ یہ اس طریقے سے نصیحت پکڑیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، جب قحط ختم ہو جاتے اور پھل زیادہ ہو جاتا تو کہتے کہ ہم اسی بات کے حقدار تھے، اور اگر کوئی ایسی بات ہوتی جو ان کے لیے خوشگوار نہ ہوتی تو کہتے کہ بھلا ہم کیسے اچھے رہیں جبکہ موسیٰ بھی ہمارے اندر موجود ہے اور یہ اسرائیلی بھی ہیں، ان سے بدفالی لیتے کہ ان کی وجہ سے یہ ساری مصیبت آئی ہوئی ہے، ربّ کریم نے کہا کہ یہ بدفالی ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے یہ بے خبر لوگ ہیں، چیلنج کرتے ہوئے کہتے کہ آپ جو چاہیں معجزے پیش کرتے رہیں یہ سب جادو ہے معجزے نہیں ہیں، ہم ایمان نہیں لائیں گے، طوفان آیا، طوفان تیز جھکڑ کو بھی کہتے ہیں، لوفان بارش کو بھی کہتے ہیں، علامہ قرطبی نے کہا کہ طوفان سے مراد موت بھی ہے، یعنی موت عام ہو جائے تو یہ بھی طوفان ہے، ٹڈیاں آتیں اور ان کی فصل چاٹ جاتی تھیں، ''قمل'' کے مفسرین نے کئی معنے کیے ہیں کچھ لوگوں نے اس کا معنی چیچڑ ے کیا ہے، کچھ لوگوں نے اس کا معنی جوئیں کیا ہے، کچھ لوگوں نے اس سے مراد گھن لیا ہے جو غلے میں پڑ جاتا ہے اور اسے خراب کر دیتا ہے، تو یہ تینوں سزائیں بھی کچھ لوگوں نے مراد لی ہیں، کہ یہ سزائیں باری باری سب ان پر آئیں، اتنے زیادہ مینڈک پیدا ہو گئے کہ کوئی خالی جگہ نہ رہی کہ جہاں وہ قدم رکھ سکیں، برتن میں پانی ہے لیکن جب وہ پینا چاہتے ہیں تو گلاس میں خون آتا ہے، یہ سب [illegible] تھیں جو صرف قرآن میں ترتیب وار مذکور نہیں ہیں بلکہ تورات میں بڑی تفصیل سے ان کا ذکر آیا ہے، اور پانی کے لیے ان کا گلیوں میں آگے پیچھے بھاگنا کہ خاتون اپنا گھر چھوڑ کے بھاگ گئی ہے، آٹا گوندھنے لگی تھی کہ سب گھڑوں میں خون ہے، ساتھ ہمسائے میں جاتی ہے کہ بہن مجھے ایک لوٹا پانی کا دیدے، بہن اٹھی اور وہ گھڑے میں سے پانی لینے لگی تو اس سے بھی خون نکلا، تھوڑی دیر کے بعد سارے شہر میں ایک ہی آواز تھی کہ ہم پانی کے لیے کدھر جائیں، جس گھڑے کو دیکھتے ہیں وہ خون سے بھرا ہوا ہے، یہ تفصیلی نشانیاں تھیں لیکن انہوں نے اس کے بعد بھی تکبر کیا قرآن پاک نے بڑا نفیس فقرہ کہا! "**وكانوا قوما مجرمين**"٥ یہ جرم پسند لوگ تھے، جرم کے بغیر ان کا گزارا نہیں ہوتا تھا، لہٰذا ایک جرم چھوڑتے ایک اور جرم پکڑ لیتے وہ چھوڑتے ایک اور پکڑ لیتے۔

ولما وقع عليهم الرجز.....اذا هم ينكثون

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف آئے، کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کریں آپ سے اس نے عہد کر رکھا ہے اس لیے وہ آپ کی بات مانے گا، اگر یہ عذاب دور ہو گیا تو ہم ضرور آپ پر ایمان بھی لے آئیں گے اور اسرائیلیوں کو آپ کے ساتھ بھیج بھی دیں گے، عذاب دور ہو گیا چونکہ یہ تقدیر مبرم نہیں تھی بلکہ تقدیر معلق تھی، کچھ دنوں کے لیے انہیں آزاد کر دیا گیا، چلو انہیں فلاں وقت تک رعائت دیدی جائے، لیکن پھر بھی وہ نہ مانے۔

Marfat.com

فانتقمنا منهم فاغرقنهم فی الیم....وما کانوا یعرشون

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے ان کی بدعملیوں کا بدلہ لیا، انہیں سمندر میں غرق کر دیا، یہ واقعہ قرآن پاک نے بھی بیان کیا اور تورات میں بھی آتا ہے، کہ جناب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو عید کے دن لے کے چلے گئے جب فرعونی عید منا رہے تھے، جب انہیں پتہ چلا کہ سب اسرائیلی اپنے گھروں سے نکل گئے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ 24 گھنٹے پہلے نکلے ہوں، ہوسکتا ہے 48 گھنٹے پہلے نکلے ہوں، ہوسکتا ہے 72 گھنٹے پہلے نکلے ہوں، یہ ان کے اپنے اپنے اندازے تھے، لیکن وہ زیادہ تر پیدل ہیں، ہم گھوڑوں پر تیزی سے جا کے گھیر لیں گے، ماریں پیٹیں گے اور واپس لے آئیں گے اور پھر وہ آئندہ ایسی جسارت نہیں کریں گے، جب وہ ان تک پہنچے تو وہ ساحل سمندر تک پہنچ چکے تھے، یہ وہ حصہ تھا جہاں سے انہوں نے سمندر کو عبور کرنا تھا اور فلسطین کے علاقے میں داخل ہو جانا تھا، اب وہ قوم کہنے لگی موسیٰ اب کیا ہوگا ہماری مشکلات تو ختم نہ ہوئیں سامنے پانی ہے اور پیچھے دشمن کی فوج آ گئی ہے، موسیٰ آپ نے ہمیں مروا دیا، عجیب و غریب فقرے ہیں جو تورات میں موجود ہیں قرآن پاک نے صرف اشارہ کیا ہے، آپ نے تو ہمیں تباہ کروا دیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ ہمیں کوئی راستہ بتا دے گا'' ۔ یہ ہوتا ہے نبی کا ایمان، یہ ہوتا ہے نبی کا اندازِ گفتگو، پھر کیا ہوا، لاٹھی ڈالنے سے سمندر کا کچھ حصہ خشک ہو گیا اور راستہ بن گیا، اس مقام پر جس انداز سے موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈالی اور جس انداز سے سمندر درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہوا، اس بات کو تورات نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، تورات میں یہ فقرہ بھی آتا ہے، کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، لاٹھی تو دور کی بات ہے کہ یہ ہاتھ آگے بڑھ کے اور پھیل کر سمندر کے دوسرے کنارے تک پھیل گیا، پانی اپنے مقام سے ہٹ گیا خشکی نکل آئی، یہ لوگ وہاں سے نکل کر سمندر کے پار چڑھ گئے، جب فرعونی اسی راستے کے درمیان میں پہنچے تو پانی دوبارہ آپس میں مل گیا یہ ان کے غرق ہونے کی داستان قرآن پاک نے مختصراً بیان کی ہے، چھوٹی چھوٹی آیات میں مختلف جگہوں پر بیان کی ہے لیکن تورات نے ایک ہی جگہ اس واقع کو تاریخی انداز میں بیان کیا ہے۔

و اورثنا القوم الذین کانو ا یستضعفون.....ومانوا یعرشون۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں غرق کر دیا، وہ آیات سے غافل تھے، اب وہی قوم جو مشرق اور مغرب میں بڑی کمزور شمار ہوئی تھی، اسے ہم نے اس سرزمین کا وارث بنا دیا جو برکتوں والی سرزمین ہے، یعنی فلسطین اور شام کو تورات میں بھی برکتوں والی زمین کہا گیا ہے، قرآن پاک نے بھی وہی بات کہی محبوب آپ کے حسین کلمات بنی اسرائیل کے لیے پورے ہو گئے یعنی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے وعدہ کیا تھا وہ ساری بات پوری ہو گئی، اور انہوں نے خوب صبر کیا، فرعون جو کچھ کر رہا تھا وہ سب تباہ ہو گیا، اس کی قوم بھی ساتھ تباہ ہو گئی، ان کی بڑی اونچی اونچی عمارات ساری ختم ہو گئیں، **"وما کانوا یعرشون"٥** یہاں مفسرین نے کئی معنے کیے ہیں، کہ چھتوں کے اوپر جو بیلیں چڑھا رکھی تھیں مختلف پھلوں کی وہ بھی ختم ہو گئیں، لیکن میرے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ کئی منزلہ عمارات زمین بوس ہو گئیں۔ ☆☆☆

Marfat.com

فقہی مسئلہ

اب یہاں جوایک بات میں نے آپ کومسئلے کے طور پر بتانی ہے وہ یہ ہے کہ وہ شے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے، اور کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اسے حرام قرار دے سکے، اور جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے کوئی حلال قرار نہیں دے سکتا، جانور کوذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام جان بوجھ کرچھوڑ دینا شرعاً جائز نہیں ہے، اور اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا گیا، تو وہ جانور حرام ہو جائے گا، اسے کھانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر مسلمان ذبح کرتا ہے، اور وہ اللہ اکبر کہنا بھول جاتا ہے، تو چونکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیے بغیر میں اس کی جان لے ہی نہیں سکتا، لہٰذا اگر بھول کے چھوڑ دیا ہے تو سارے فقہاء اور آپ کے قانوندان اس بات پر متفق ہیں کہ وہ جانور حلال ہے، اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے تو پھر وہ جانور حرام ہے۔ ایک بات اور سوچ لیں کہ اسلام نے کتنی وسعتوں سے ان باتوں کا مطالعہ کیا ہے، مایک جانور حرام ہے آپ نے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کے ذبح کر دیا ہے، اس کا کھانا آپ کے لیے حلال نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نام لینے کی وجہ سے وہ بھی حلال قرار پائے گا، چونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کے اس کی گردن کاٹی تھی، لیکن آپ اسے کھا نہیں سکتے، اب جب جسم سے سارا خون نکل جاتا ہے تو گوشت آپ کھا سکتے ہیں وہ اجزاء جن میں خون بذات خود نہیں ہوتا، وہ اجزاء پاک ہوتے ہیں، حلال جانور کے بال پاک ہیں، اگر وہ حلال نہیں ہو سکا اور وہ مرگیا ہے تو آپ اس کے بال اور کھال استعمال کر سکتے ہیں، اس کی ہڈی کے ساتھ کوئی بھی نمی نہ رہے اور اسے آپ کسی دوائی میں ڈالنا چاہیں تو اسے دوائی میں آپ استعمال کر سکتے ہیں، انسان کی مستقبل کی ضرورتوں کو اسلام نے چودہ سو سال پہلے اپنے ذہن میں رکھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی

وہ سب ختم ہو گئے، ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار دیا، وہ کچھ ایسے لوگوں کے پاس آئے، جو بیٹھے تھے

اَصْنَامٍ لَّھُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰـھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ؕ

اپنے بتوں کے پاس کہنے لگے موسیٰ ہمیں بھی کوئی خدا بنا دے جیسے ان کے خدا ہیں

قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ

فرمایا بے شک تم جاہلوں کی قوم ہو، یہ لوگ جس کے پیچھے پڑے ہیں یہ تو تباہ ہونے والا ہے اور باطل ہیں

مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰـھًا

ان کے اعمال، کیا میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بناؤں

وَّھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

اس نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے

و جاوزنا ببنی اسرائیل البحر...... وھو فضلکم علی العلمین

بنی اسرائیل سمندر سے پار چڑھ گئے، اب ان کی فطرت کیا تھی صدیوں نے یہ بتوں کے پجاری تھے آگے گئے تو دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ موجود ہیں اور وہاں انہوں نے مورتیاں رکھی ہوئی ہیں ان مورتیوں کی پوجا کر رہے ہیں، ان کی وہ شرک والی رگ تڑپی اور پھڑکی کہنے لگے موسیٰ جس طرح انہوں نے یہ خدا بنا رکھے ہیں ہمیں بھی ایسا ہی خدا بنا دیں، مولانا مودودی یہاں ارشاد فرماتے ہیں کہ مفقہ کے مقام پر انہوں نے یہ بات کہی تھی، قتادہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ لخم کے یہ لوگ تھے جو رقہ کے مقام پر بیٹھے تھے اور جب موسیٰ علیہ السلام رقہ کے پاس سے گزرے تو یہ بات ہوئی، اور جو وہاں انہوں نے بت رکھے ہوئے تھے، وہ کچھ بیلوں کی شکل کے تھے اور کچھ گایوں کی شکل کے تھے، آپ قدیم تاریخ دیکھیں تو دو قوموں کے درمیان بڑی مماثلت آپ کو ملے گی، ہندو گائے کی پوجا کرتے تھے اور مصری بیل کی پوجا کرتے تھے، اب نوعیت یہ تھی کہ وہاں انہوں نے بیلوں کی شکلیں بنا کے رکھی تھیں انہوں نے کہا کہ یہ ان کے معبود ہیں اس لیے ہمیں بھی ایسے معبود بنا دیں، دیکھیں کہ سامری نے بھی بچھڑے کی شکل بنائی تھی، اس کا مطلب یہ

Marfat.com

تھا کہ وہاں بیلوں کی پوجا عام تھی، اب اس میں سے کون سی بات زیادہ صحیح ہے، قرطبیؒ حضرت قتادہؒ کی بات کو زیادہ صحیح مانتے ہیں، مولانا مودودی نے چونکہ حوالہ نہیں دیا کہ یہ کس بندے کی روایت ہے جو وہ بیان فرما رہے ہیں، لہذا اس سلسلے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا ماخذ کیا ہے، بیضاوی کہتے ہیں کہ وہاں مالقہ جو تباہ ہو چکے تھے اور ان کے کچھ بچے کھچے لوگ وہاں موجود تھے، اب جب وہاں قوم نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات کہی کہ ہمیں بھی ایسے خدا چاہئیں جیسے ان کے خدا ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بڑے جاہل لوگ ہو جس مصیبت میں یہ پڑے ہیں یہ قوم اس وجہ سے تباہ ہونے والی ہے، اب بت کہاں رہیں گے، ان کے اعمال باطل ہیں، تو کیا تم باطل کی پیروی کرنا چاہتے ہو، رب کریم کو چھوڑ کے میں تمہارے لیے کسی اور کو معبود مانوں یہ بات نہیں ہو سکتی، اللہ کریم نے تمہیں باقی قوموں پر فضیلت دی ہے، میں کئی جگہ یہ بات عرض کر چکا ہوں، کہ اسلام سے پہلے جو علمی اور فکری قوم تھی وہ یہ یہودی ہی تھے، یہی وجہ ہے کہ سورۃ بقرہ میں ان کے بے شمار اعتراضات کو بڑی تفصیل سے قرآن پاک نے بیان کیا ہے، اب انہی کے علم کو چیلنج کرنا چاہیے تھا اسلام کو، اگر ان کے علم کو حق سمجھا جاتا تو اسلام کو آگے چلنے کا راستہ نہیں مل سکتا تھا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا والوں پر فضیلت دی ہے تو پھر غلط راستے کی طرف تم کیوں چلتے ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِذْ أَنجَيْنَٰكُم
یاد کرو جب ہم نے نجات دی تمہیں

مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ ۖ يُقَتِّلُونَ
فرعونیوں سے بھی جو تمہیں بہت برا عذاب پہنچاتے تھے مار دیتے

أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِى ذَٰلِكُم بَلَآءٌ مِّن
تمہارے بیٹوں کو اور خواتین کو زندہ چھوڑ دیتے، اور اس میں آزمائش تھی

رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿١٤١﴾ ۞ وَوَٰعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَٰثِينَ لَيْلَةً
تمہارے رب کریم کی طرف سے بہت بڑی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تیس راتوں کا وعدہ کیا

وَأَتْمَمْنَٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَٰتُ رَبِّهِۦٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ
ہم نے ان کی تکمیل دس اور راتوں سے کی تو آپ کے رب کی طرف سے چالیس راتوں کا وقت پورا ہوا، اور کہا

مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَٰرُونَ ٱخْلُفْنِى فِى قَوْمِى وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ
موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میری قوم میں آپ میرے جانشین ہیں، ان کی اصلاح کرتے رہیں، اور پیروی نہ کریں

سَبِيلَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿١٤٢﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوسَىٰ لِمِيقَٰتِنَا وَكَلَّمَهُۥ
مفسدوں کے راستے کی جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے اور رب کریم سے بات کی تو

رَبُّهُۥ قَالَ رَبِّ أَرِنِىٓ أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَىٰنِى وَلَٰكِنِ ٱنظُرْ
انہوں نے عرض کی اے میرے پروردگار مجھ میں یہ قوت پیدا کر کہ میں تجھے دیکھ سکوں، فرمایا آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، لیکن آپ دیکھیں

إِلَى ٱلْجَبَلِ فَإِنِ ٱسْتَقَرَّ مَكَانَهُۥ فَسَوْفَ تَرَىٰنِى ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ
پہاڑ کی طرف اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے، جب اللہ کریم نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو

Marfat.com

رَبُّهُۥ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُۥ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ أَفَاقَ

وہ ریزہ ریزہ ہوگیا، اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر گئے، جب انہیں ہوش آیا تو

قَالَ سُبْحَٰنَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٤٣﴾

عرض کرنے لگے کہ تو ہی پاک ہے، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں، میں سب سے پہلا مومن ہوں

قَالَ يَٰمُوسَىٰٓ إِنِّى ٱصْطَفَيْتُكَ عَلَى ٱلنَّاسِ بِرِسَٰلَٰتِى وَبِكَلَٰمِى

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ میں نے آپ کو باقی لوگوں سے چن لیا ہے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے

فَخُذْ مَآ ءَاتَيْتُكَ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿١٤٤﴾ وَكَتَبْنَا

، جو ہم آپ کو دے رہے ہیں اسے لیجئے اور شکر گزاروں میں شریک ہوجایئے، ہم نے سب باتیں لکھ دی ہیں

لَهُۥ فِى ٱلْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ

ان کے لیے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت کی، مختلف چیزوں کی تفصیل آگئی ہے،

شَىْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا۟ بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُو۟رِيكُمْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے اچھے انداز سے پکڑیے اور اپنی قوم کو یہ حکم دیجئے کہ ان اچھی باتوں کو وہ لے لیں، دکھادیں گے ہم تمہیں

دَارَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿١٤٥﴾ سَأَصْرِفُ عَنْ ءَايَٰتِىَ ٱلَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ

فاسقوں کا گھر، میں اپنی آیات سے ان لوگوں کے رخ موڑ دوں گا جو زمین میں بلاوجہ غرور کرتے ہیں

فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَإِن يَرَوْا۟ كُلَّ ءَايَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا۟

، اگرچہ وہ ہر قسم کی نشانیاں دیکھ بھی لیں تو پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے

Marfat.com

بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا

اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھ لیں تو اسے راستہ بنا کے چلنے پر آمادہ نہیں ہیں، ان کے سامنے

سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

کجروی کا راستہ آ جائے تو اس راستے پر چل پڑتے ہیں، یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا ہے

وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٦﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ

اور ان سے وہ بے خبر ہیں، جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو بھی جھٹلایا

الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا

ان کے اعمال ضائع ہو گئے، انہیں جزا اسی بات کی دی جائے گی جو کچھ وہ

يَعْمَلُونَ ﴿١٤٧﴾ کرتے ہیں (اعمال بد)

واذ انجینکم من آل فرعون.....من ربکم عظیم

ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی تھی، وہ تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو مار دیتے تھے اور تمہاری خواتین کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بوڑھے رہ جائیں گے وہ بھی کام کریں گے اور بچیاں جوان ہو جائیں گی وہ ہمارے گھروں میں کام کریں گی لہذا بچی کو نہ مارا جائے، بچے کو مار دیا جائے، جناب موسیٰ علیہ السلام کو مارنے کے لیے بھی انہوں نے بڑا زور لگایا، لیکن اللہ کریم جسے بچاتا ہے اسے کون مار سکتا ہے۔ اسرائیلیو! اس میں تمہارے لیے بہت بڑی آزمائش تھی، تم اس آزمائش سے کامیاب ہو کے نکلے ہو۔

و وعدنا موسیٰ ثلثین لیلة..... ولاتتبع سبیل المفسدین

جناب موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات کہی گئی تھی کہ آپ قوم کو یہاں چھوڑ کے تیس دنوں کے لیے سینا پر آ جائیں، ان سے کٹ جائیں وہاں آپ کو تورات دیدی جائے گی، وہ وہاں تشریف لے گئے، تیس دن گزرے تو اللہ کریم نے دس دنوں کا اور اضافہ فرما دیا، اب یہ چالیس دن ہو گئے، چالیس دن آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ریاضت میں مصروف رہے، اس عبادت اور ریاضت کے بعد آپ

Marfat.com

کو تختیوں کی شکل میں لکھی ہوئی تورات اللہ کریم نے آپ کو عطا فرمادی، ہمارے اولیائے امت نے اور بہت سارے مفسرین نے اس سے اولیائے امت کے جو مختلف دن ہوتے ہیں چلہ کشی کے وہ ثابت کیا ہے، اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا، کہ اس طرح رہبانیت پیدا ہوتی ہے، رہبانیت کا مطلب ساری زندگی دنیا سے کٹ جانا ہوتا ہے، چند دن خاص کر لینا تا کہ آپ اپنے اندر روحانی قوت پیدا کرلیں، اور پھر میدان عمل میں آجائیں، یہ تازہ دم ہونے کے لیے بے حد ضروری بات ہوتی ہے، اس کے لیے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا! جو روح البیان میں انہوں نے اپنی سند سے بیان کی ہے!

''جو چالیس صبحیں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے، تو حکمت کے چشمے پھر اس کے دل سے زبان پر آنے لگ جاتے ہیں''۔

اب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس بھی غارِ حرا کو اپنے جلوؤں سے منور فرمایا کرتے تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے روایت ہے اور بخاری کی بالکل ابتداء میں یہ حدیث موجود ہے کہ مائی صاحبہ فرماتی ہیں!'' سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت سارے دنوں کا خرچ ساتھ لے کے غارِ حرا میں چلے جاتے''۔

اب یہ خرچ کیا ہوتا تھا، مائی صاحبہ فرماتی ہیں! دو تین چیزیں ملا کے میں اس کی چھوٹی چھوٹی روڑیاں بنا دیتی تھی، جتنا اخروٹ ہوتا ہے، جتنی تعداد میں سرکار علیہ السلام فرماتے تھے اتنی تعداد میں وہ روڑیاں رکھ دیتی تھیں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ ایک روڑی چوبیس گھنٹوں میں ایک تناول کرتے تھے، اولیائے امت نے اس انداز کو اپنانے کی کوشش کی ہے، حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ جو ہمارے چار سلسلوں میں سے سہروردی سلسلے کے بانی ہیں انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب میں امت کے بے شمار لوگوں کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ چوبیس گھنٹوں کے بعد وہ صرف ایک تولہ غذا کھائیں گے، اور کچھ نے یہ کہا تھا کہ ہم نے 48 گھنٹوں کے بعد یہ غذا لینی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک بندہ جس کا انہوں نے اپنی کتاب عوارف المعارف میں ذکر بھی کیا ہے، اس نے کہا کہ میں نے یہ غذا سات دنوں کے بعد کھانی ہے، اور انہوں نے اس پر عمل بھی کیا یعنی ان کی غذا کا وزن صرف ایک تولہ تھا جو وہ سات دنوں کے بعد استعمال کرتے تھے، صحابہ عالی مقام چوبیس گھنٹوں کے بعد ایک کھجور کھا کے جنگ بھی کرتے رہے ہیں، حدیث کی سب کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے، حضرت امر بن العاصؓ جو فلسطین اور مصر کے فاتح ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو سرکار علیہ السلام کے رشتے میں ماموں ہیں ان دونوں نے اس جنگ کا ذکر کیا ہے جو یمن کی طرف لڑی گئی تھی، ان سے وہاں موجود ایک بندے نے پوچھا تھا کہ حضور آپ یہ بتائیں کہ ایک کھجور چوبیس گھنٹوں کے بعد جب ملے تو اس سے وقت کیسے گزرتا ہے، آپ نے فرمایا پھر وہ بھی ختم ہوگئی تھی، ہم نے اس ایک کھجور کے نہ ہونے کا شدت سے احساس کیا، تو یہ وہ عظیم لوگ تھے جو اس راستے پر سے گزرے اور ان باتوں کی پروا کیے بغیر مسلسل آگے بڑھتے چلے گئے، تو اب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی انداز سے جاتے تھے پھر واپس آجاتے تھے، یہاں برصغیر میں دیو بند کے بانی مولانا قاسم

Marfat.com

نانوتوی کے ایک عزیز نے لکھا ہے، ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے ''ایک قرآن''۔ اس کے آخری صفحے پر کہتے ہیں کہ مولانا نانوتوی نے فرمایا! میں محض نبی علیہ السلام کی سنت کے لیے کھاتا ہوں، اگر یہ خیال نہ ہوتو مجھے اب کھانے کی ضرورت نہیں رہی، میں ہمیشہ کے لیے نہ کھاؤں تو میں زندہ رہ سکتا ہوں، ان احباب سے میں اکثر کہتا ہوں کہ اگر یہی بات میں حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے لیے کہہ دوں تو آپ کہتے ہیں کہ آپ بڑے بدعتی لوگ ہیں، اور اگر بانیء دیو بند کے بارے میں کہہ دیں تو پھر کوئی حرج نہیں، یہ وہ باتیں ہیں جوانہوں نے جذبات میں آ کے امت میں خواہ مخواہ پھیلا کے رکھ دی ہیں کہ، امت نے ایسے عظماء پیدا کیے ہیں۔

اب ایک اور حدیث ہے کہ آخری دور میں جناب مہدی علیہ السلام اور جناب مسیح علیہ السلام کی فوجیں مل جائیں گی، یہ بخاری میں حدیث موجود ہے، تو انہیں مہینوں کے حساب سے راشن نہیں ملے گا، جب صحابہ سے پوچھا گیا کہ جب مہینوں کے حساب سے راشن نہیں ہوگا تو وہ زندہ کیسے رہیں گے، ان کا جواب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کی غذا ہو جائے گی، اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر غذا ہو جاتی ہے تو پھر ظاہری غذا کی ضرورت نہیں رہتی، اصل بات یہ ہے کہ ہم چونکہ اپنے مرکز سے کٹ گئے ہیں تو یہ باتیں ہمیں عجیب لگتی ہیں، میں نے خود ایسے بے شمار لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے اپنے مکان کو باہر سے مقفل کرا دیا، اور اکتالیس دنوں کے بعد اس کمرے سے باہر نکلے، اور جب وہ اس کمرے کے اندر گئے تھے تو وہی ایک تولہ وزن کی روٹی روزانہ کے حساب سے ان کے پاس تھی، اور میں اس بات کا گواہ ہوں، کہ اس محفل میں مجھے خطاب کے لیے بلایا گیا اور اس بندے کو اٹھا کے باہر لایا گیا تو چھ یا سات روٹیاں ان سے بھی باقی تھیں، یعنی اس نے ایک دن میں ایک روٹی نہیں کھائی ہے، جو بمشکل ایک تولہ کی تھی، تو یہ وہ انداز ہے جو مسلسل محنت سے حاصل ہوتا ہے، روحانیت بھی کسی شے کا نام ہے، اور اس میں بھی وہ توانائیاں ہیں جو یقیناً اس ظاہری غذا میں نہیں ہیں، البتہ ہم اپنی روح کو کس حد تک قوی کر سکتے ہیں یہ الگ بات ہے اور یہ اتنی تفصیلی بات ہے جس پر سینکڑوں صفحات لکھے جا سکتے ہیں، لیکن تفسیر کے لیے جتنا میں نے عرض کرنا تھا وہ کافی ہے۔

...وقال موسیٰ لاخیہ ھرون...

آگے قرآن پاک میں ارشاد ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں جانے لگے، اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ارشاد فرمایا ہارون علیہ السلام عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے بڑے ہیں، ان کی عمروں میں تین سال کا فرق ہے، یہ بات تورات میں موجود ہے، تو اپنے بھائی سے کہنے لگے کہ آپ یہاں میرے جانشین بنیں گے، لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ یہ بڑی بگڑی ہوئی قوم ہے، اس کی اصلاح کا خیال رکھنا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری عدم موجودگی میں یہ قوم کسی نئے راستے پر نہ چل نکلے، اگر ان میں سے کچھ فسادی ہو بھی جائیں تو ان فسادیوں کے ساتھ نہیں چلنا ہے، جو اصلاح پا چکے ہیں ان لوگوں کا ساتھ دینا ہے، یہاں سے یہ بات بھی پتہ چلی کہ کوئی بندہ جو تحریک لے کے چلتا ہے اس کے ساتھ دو قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں ایک تو وہ لوگ جو فکری طور پر بہت پیچھے

Marfat.com

ہوتے ہیں، کہ قیادت کا یہ فرض ہے کہ فکری طور پر جو لوگ آگے ہیں، انہیں ساتھ لے کے آگے چلا جائے، جو فکری طور پر پیچھے لوگ ہوتے ہیں اگر ان کے ساتھ چلا جائے تو وہ قوم کے لیے مفید ثابت نہیں ہوا کرتے۔

ولما جآء موسیٰ لمیقتنا...... وانا اول المومنین

جب موسیٰ علیہ السلام وقتِ مقررہ پر وہاں پہنچے اللہ کریم نے ان سے بات کی، اب اشتیاق ہوتا ہے کہ آواز آ رہی ہے، اس آواز کی لطافت رگ و پے میں سما رہی ہے، اس لیے کہ یہ آواز کسی انسان کی نہیں ہے، یہ اللہ کریم کی آواز ہے، جو جناب کلیم علیہ السلام کے دل پر پڑ رہی ہے، اس آواز کی لطافتوں نے کہا جس کی آواز یہ ہے اس کی اپنی ذات کیا ہوگی، طبیعت مچلی اور کلیم علیہ السلام کہہ بیٹھے! **"قال رب ارنی انظر الیک"** ۔ ''عرض کیا اے میرے پروردگار اپنا آپ مجھے دکھا''۔ یہ لفظی ترجمہ ہے۔ لیکن یہ ادب کے خلاف ہے اس لیے یہاں بیضاوی نے بڑے عجیب انداز سے اس کا ترجمہ کیا ہے، ان کی قرآن فہمی کو سلام، وہ فرماتے ہیں! **"ارنی نفسک بانتمکنونی من رویاتک، اوتعجلالی فاانظر الیک"** ۔ ''اللہ کریم مجھ میں یہ قوت پیدا کر دے کہ میں تجھے دیکھ سکوں، یا میرے سامنے جلوہ ہو، تاکہ میں تجھ پر اپنی نگاہ ڈال سکوں''۔ یہ وہ معنی ہے جو عربی زبان میں امام بیضاوی نے یہاں سے گزرتے ہوئے کہا ہے، اب امت میں یہ ایک بحث چلتی رہی ہے کہ کیا اللہ کریم کا دیدار ممکن ہے، مسلمانوں کے پہلے دور میں ایک جماعت گزری ہے جنہیں معتزلہ کہتے تھے، وہ ہر چیز کو عقل کے ترازو پر تولنے کے عادی تھے، میرے ایک عزیز بھائی کہا کرتے ہیں کہ آج ایک جدید علم کلام کی ضرورت ہے، تو جدید علم کلام ان ہی معتزلہ کے خلاف لکھا گیا تھا، تو اب وہ ہر چیز کو عقل سے پرکھتے تھے، وہ کہتے تھے کہ اللہ کریم سے ملاقات ناممکن ہے اور اُسے دیکھنا بھی ناممکن ہے، اس کے لیے انہوں نے طویل دلائل دیئے ہیں، ہمارے عقائد کی ایک کتاب ہے اس کا نام شرح عقائد نسفی ہے، اس کتاب میں ان نظریات کا تفصیل سے ذکر ہے، جو دلائل کے طور پر معتزلہ بیان کرتے تھے، میں ان کی تفصیلات میں اس لیے نہیں جاتا کہ اس کے پیچھے ایک قدیم فلسفہ اور منطق کے اصول ہیں، چونکہ آپ حضرات ان سے واقف نہیں ہیں اس لیے بات نہیں بن سکے گی، سادہ انداز سے جو میں آپ کی خدمت میں عرض کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ معتزلہ کا خیال یہ تھا اور اس خیال میں ہم بھی ان کے ساتھ متفق ہیں کہ اللہ کریم کی ذات کا جسم نہیں ہے، وجود ہے لیکن جسم نہیں ہے، اگر وہ کسی جگہ موجود ہوں تو پھر جہت نہیں ہوگی، جہت کیوں نہیں ہوگی؟ کہ جہت احاطہ کرتی ہے اور ذات ربانی کو کوئی شے احاطہ نہیں کر سکتی، وہ ہر شے کو گھیرتا ہے لیکن اس کو کوئی نہیں گھیر سکتا، تو جب یہ دونوں مسلمہ اصول ہیں تو ربّ کریم کسی کے سامنے آئیں گے تو اس کے لیے جہتیں متعین ہو جائیں گی، اور جہت نہیں ہوتی، پھر ہماری ظاہری بینائی جو ہے یہ اس وجود کو دیکھتی ہے جو جسم رکھتا ہو، جسم نہ رکھتا ہو تو اسے دیکھ نہیں سکتی، یہ وہ باتیں ہیں جس پر اس ساری رفع بات کی بنیاد ہے، جو معتزلہ نے بیان کی ہے۔

ہمارے سامنے قرآن پاک کی آیات ہیں اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں، اور صدیق اکبرؓ سے لے کر آج تک یہ سکھایا گیا ہے کہ جب قرآن پاک کی آیت سامنے آجائے یا حدیث آجائے تو اپنی عقل کے ترازو کو اٹھا کے جہنم میں پھینک دو، اب قرآن پاک نے کیا کہا! ''کہ قیامت کے دن چہرے شاداب ہوں گے اور پھول کی طرح کھلے ہوں گے''۔ کیوں کھلے ہوں گے؟ کہ وہ اپنے رب کریم کو دیکھ رہے ہوں گے، تو رب کریم کو دیکھنے کے علاوہ کوئی اور بڑی بات بھی تصور میں آسکتی ہے، لہذا وہ چہرے کھلے ہوں گے یہ کس نے کہا ہے قرآن پاک نے۔

سرکار کریم اپنے غلاموں کی محفل میں بیٹھے ہیں ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ ہم قیامت کے دن کیا اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا یقیناً دیکھو گے، پھر تو بے حد بھیڑ ہوگی دھکے پڑیں گے دل جمعی سے وہاں بھی نہیں دیکھ سکیں گے، جہاں مر کے پہنچیں گے وہاں بھی دل جمعی سے دیکھ نہیں سکیں گے بے حد اولین اور آخرین ہوں گے، اس رش میں بھلا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو دیکھنا کوئی آسان سی بات ہوگی، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی قریب کی مشاہداتی مثال ذکر فرمائی، ارشاد ہوا کہ چودویں کا چاند نکلتا ہے اسے دیکھنے میں کیا کسی کو دھکے لگتے ہیں، بس اتنی سی بات سے مسئلہ صاف ہوگیا، جب چاند کو دیکھتے وقت دھکے نہیں لگتے تو قیامت کے دن رب کریم کے دیدار کے لیے بھی دھکے نہیں کھانے پڑیں گے، اب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، قرآن پاک نے بھی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، اس آیت نے بھی ضمنی طور پر بھی بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا جبکہ اگر یہ ناممکن تھا تو اللہ تعالیٰ سے کلیم علیہ السلام نے یہ سوال کیوں کیا ہے، نبی ناممکن کا سوال نہیں کیا کرتے، اس سلسلے میں قرآن پاک، تورات، انجیل، زبور اور حدیث یعنی جو چاہیں دیکھ لیں کہ کسی نبی نے کسی بھی ناممکن بات کا سوال کیا ہو اس کی آپ کو کہیں مثال نہیں ملے گی، تو یہاں چونکہ جناب کلیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے اللہ اپنا دیدار کرادے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات ممکن تھی، اب اللہ کریم کی طرف سے جواب یہ تھا کہ آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، اس دنیا میں آپ کھڑے ہیں اس کے ساتھ ایک واقعہ ملادیتا ہوں تاکہ آپ کو بات آسانی سے سمجھ آجائے۔

...ولکن انظر الی الجبل...

ارشاد ہوا پہاڑ پر نگاہ ڈالیئے، اگر وہ اپنی جگہ پر ٹکا رہا تو آپ مجھے دیکھ لیں گے، پہاڑ پر صرف اللہ کریم کے نور کی تجلی پڑی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا، اور موسیٰ علیہ السلام اس جمال کو یا اس جمال کی کثرت کو برداشت نہیں کر سکے، میں جلال نہیں کہہ رہا ہوں میں عمداً جمال کا لفظ استعمال کر رہا ہوں، نبی بذات خود جمیل ہوتا ہے، اور اللہ کریم جب جمال با کمال اس کے سامنے دکھاتے ہیں، تو کلیم ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بے ہوش ہوجاتا ہے، روایات میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جب ہوش آیا تو سامنے ایک تختی پر لکھا ہوا تھا! ''موسیٰ آپ یتیم کا مال نہ کھائیں''۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں کلیم ہوں اللہ کا نبی ہوں، اور اللہ کے

نبی یتیم کا مال نہیں کھاتے، تو میں کیسے یتیم کا مال کھا رہا ہوں، اللہ کریم نے فرمایا یتیم سے مراد مصطفیٰ علیہ السلام ہیں، جب تک یتیم مکہ مجھے نہ دیکھ لے کوئی اور مجھے دیکھ نہیں سکتا، لہذا آپ یہ سوال نہ کریں وہ پہلے دیکھیں گے پھر دیکھنے والا دروازہ کھلے گا، تو جناب موسیٰ علیہ السلام بے ہوشی کے بعد اٹھے افاقہ ہوا اور ہوش آئی تو عرض کرنے لگے، ''اللہ تو پاک ہے، اور میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں''۔ یہاں روح کے ماہر مفسرین نے ایک بات کہی ہے انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی، لیکن اللہ تعالیٰ سے پہلے رؤیت کی اجازت نہیں لی، یہ کہہ دیا کہ مجھے دیدار کرا دیجئے تو یہ ایک طرح کی بے ادبی تھی، لہذا موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''تبت الیک''۔ ''میں اپنے سوال سے توبہ کرتا ہوں''۔ میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اس بات پر ایمان لایا اے اللہ جو آپ ارشاد فرما رہے ہیں۔

قال یاموسیٰ انی اصطفیتک... ساوریکم دار الفاسقین

جناب موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا! موسیٰ اس دور کے لوگوں میں سے آپ کو میں نے چن لیا ہے، کس بات کے لیے چنا ہے، ایک تو میرے پیغام آگے میری مخلوق تک پہنچانے ہیں، پھر آپ نے میرے ساتھ باتیں بھی کرنی ہیں، میں آپ کو کچھ کتابی شکل میں دے رہا ہوں، آپ اسے لے لیں، اور شکر گزار بندے بن جائیں، اقبال یہاں سے گزرے تو قلندرانہ انداز سے بڑے لطیف پیرائے میں ایک بات کہہ دی، وہ فرماتے ہیں!

طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی　　　اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم

اقبال کا خیال یہ ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی نگاہ پہلے پیدا کی جائے تب یہ رؤیت اور زیارت ہوتی ہے، جب تک مصطفیٰ علیہ السلام والی نگاہ پیدا نہ ہو تو پھر بات نہیں بنتی۔

... وکتبنا لہ فی الالواح...

ہم نے ان تختیوں پر ہر قسم کی نصیحتیں لکھ دی تھیں، ہر شے کی تفصیل دیدی تھی، جن چیزوں کی ضرورت اسرائیلیوں کو تھی، پھر حکم ہوا کہ اسے پوری قوت سے لیا جائے، پوری قوت سے لینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس پر ٹھیک انداز سے عمل کیا جائے، اپنی قوم کو بھی یہ بات آپ فرما دیں کہ یہ بڑی حسین باتیں ہیں ان پر عمل کریں، یہاں کچھ مترجمین نے جس انداز سے ترجمہ کیا ہے مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا سارا کلام حسین ہوتا ہے، اور یہاں وہی بات کہی گئی ہے، مترجمین کے ترجمے سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ان میں جو اچھی باتیں ہیں وہ لے لیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تورات میں کچھ اچھی باتیں نہیں بھی تھیں، اللہ تعالیٰ کا کلام ہو اور اس میں اچھی بات نہ ہو یہ تصور میں بھی نہیں آسکتا، ہمارے مترجمین نے کئی لغزشیں کی ہیں، وہ جہاں اب فاسق بیٹھے ہیں وہ گھر ہم تمہیں دکھائیں گے، اس سے کیا مراد ہے؟ مراد یہ ہے کہ فاسقوں نے فاجروں نے انبیاء کی سرزمین شام اور فلسطین پر قبضہ کر رکھا ہے، اب ان کا قبضہ ٹوٹ جائے گا، یہ پیشگوئی ہے، جو جناب موسیٰ علیہ السلام کو فرمائی گئی تھی۔

Marfat.com

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اور نہ کھاؤ اس میں سے، نہ لیا جائے
اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ
اللہ کا نام جس پر اور بے شک اس کا کھانا نافرمانی ہے، اور بے شک شیطان ڈالتے ہیں اپنے
أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾
دوستوں کے دلوں میں (اعتراضات) تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم مشرک ہو

ولا تاکلوا مما لم ...... انکم لمشرکون

جو بھی قربانی یا نیاز دی جاتی ہے اگر اس کے دیتے وقت نیت یہ ہو کہ میں یہ قربانی اللہ کے نام دے رہا ہوں اور اس کے ثواب کو فلاں بزرگ یا بندے کو بخشتا ہوں تو یہ جائز ہے اور ایسا کرنا خلاف شرع نہیں ہے۔ اسی طرح جانور ذبح کرتے وقت بھی اللہ کا نام پڑھ کر (خواہ وہ کسی دربار یا آستانے پر ہی کیوں نہ ہو) قربان کرنا بھی جائز ہے۔ آپ اسکا ثواب بخش سکتے ہیں۔

یہاں فرمایا کہ جو قربانی یا نیاز خالصتاً کسی بت یا کسی اور مخلوق کی عظمت کے پیش نظر کی جائے وہ حرام ہے۔ اگر کہا جائے کہ میں یہ جانور یا نذر و نیاز فلاں بت یا بزرگ کے نام سے کرتا ہوں مثلاً کہا جائے کہ بسم فلاں وغیرہ تو یہ قربانی حرام اور فسق ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔

......و ان الشیطین لیوحون......

اس آیت شریفہ میں یہ بات بتائی گئی کہ تم اللہ اور رسول اور کتاب اللہ کو چھوڑ کر کسی اور طرف مت جاؤ کیونکہ تمھیں نہیں پتا کہ ان کو چھوڑ کر تم جن کی پیروی کر رہے ہو تمھیں اللہ کی راہ سے نہ روک دیں کیونکہ اس بات کا تمھیں علم نہیں کہ وہ شخص واقعی حق پر ہے یا نہیں۔ شیطان کا دوست تو نہیں، جو شیطان کا دوست ہوتا ہے، شیطان اس کے دل میں اپنی گندی باتیں ڈالتا رہتا ہے، اور اسکی پیروی کرنے والا بھی ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

ساصرف عن ایتی....هل یجزون الا ماکانوا یعملون

اور کون لوگ ہیں جو ان آیات پر عمل نہیں کریں گے یہ بھی پیشگوئی ہے، جو زمین میں بلاوجہ غرور کرتے ہیں، وہ لوگ ان آیات سے منہ موڑ لیتے ہیں یہ فرعون کی طرف اشارہ ہے، کہ وہ زمین میں غرور کررہا ہے، قرآن پاک نے دوسرے مقام پر خود کہا ہے !''فرعون نے زمین میں غرور کیا اور وہاں کے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ دیا''۔

اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے کی وجہ سے انہیں یہ سزا دی جارہی ہے، اور آیات سے غفلت برتی ہے، حق تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے پیچھے چلتے لیکن انہوں نے آیات ربانی کو چھوڑ کے اپنے آپ کو غفلت کے سمندر میں غرق کردیا، دو باتیں ہیں ہماری آیات کی جو لوگ تکذیب کردیتے ہیں اور جھٹلا دیتے ہیں اور آخرت کی ملاقات کا انکار کردیتے ہیں، آخرت پر یقین کتنا ضروری ہے کہ ارشاد فرمایا کہ جو آخرت کی ملاقات ربانی کے منکر ہوتے ہیں ان کے اعمال یہاں ہی ضائع ہوجاتے ہیں، اس کا ایک نتیجہ اور ہے، جس پر آپ غور فرمائیں کہ عمل وہی باقی رہتا ہے جو عمل اللہ تعالیٰ اور رسول خدا کی طرف سے اپنے اوپر نافذ کیا جائے، جو اللہ تعالیٰ اور رسول خدا کی طرف سے آپ پر نافذ نہیں ہے آپ کا اپنا پیدا کردہ عمل ہے تو وہ آپ کے وصال سے پہلے وصال پاچکا ہوگا، آپ اس دنیا میں بے شمار کتابیں دیکھتے ہیں جس کے مصنف صاحب بعد میں مرتے ہیں کتاب پہلے مرجاتی ہے، اسی طرح اعمال جن کا تعلق اللہ اور رسول سے نہیں تھا وہ آپ کے ذاتی اعمال تھے، چونکہ آپ فانی ہیں، آپ کا عمل بھی فانی ہے، آپ کا عمل آپ سے ظہور پذیر ہو کے ختم ہوگیا ہے، اگر اس کی جڑ نہیں ہے، اور جڑ کب ہوتی ہے جب اس عمل کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے احکام پر یا رسول خدا علیہ السلام کے احکام پر ہو۔

پھر انہیں بدلہ کس بات کا ملے گا اسی بات کا جو وہ خود عمل کرتے رہے ہیں، اگر وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے کہنے پر عمل کرتے تو بدلے کی نوعیت اور ہوتی۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے جانے کے بعد اپنے زیورات سے

عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ

ایک بچھڑا بنالیا جو صرف ایک مجسمہ تھا، اوراس کی ڈکارتھی، کیا وہ نہیں دیکھتے نہ تو وہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ انہیں ہدایت کرتا ہے

سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ

سیدھے راستے کی، انہوں نے اسے معبود بنالیا اور وہ ظالم تھے، اور جب وہ پچھتائے

فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا

اور یہ بات دیکھی کہ وہ تو گمراہ ہو چکے ہیں کہنے لگے اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے گا

رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾

اور ہمیں بخشے گا نہیں تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والے لوگ ہوں گے

واتخذ قوم موسیٰ من بعده....لنكونن من الخاسرين

یہودیوں نے اب کیا کیا؟ کہ جناب موسیٰ علیہ السلام تو اب طور پر تشریف لے گئے انہوں نے پیچھے مختلف گھروں سے سونا اکٹھا کیا اور سامری نے اس سونے سے ایک چھوٹا سا بچھڑا بنادیا، وہ بچھڑا ایک قسم کا مجسمہ تھا چونکہ اس میں جان تو تھی نہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف جسد یا جسم کوئی شے نہیں، عربی میں اسے جَسد بھی کہتے ہیں اور جِسد بھی کہتے ہیں یہ دونوں لفظ جسم کے معنے میں ہی استعمال ہوتے ہیں، پتہ چلا کہ ایک اور قوت جو آپ کے وجود میں داخل کردی جاتی ہے، جسے آپ روح کہتے ہیں، وہ نہ ہوتو یہ جسم کچھ بھی نہیں ہے، اب وہ جسم کیا کرتا تھا ڈکارتا تھا جس طرح بیل اور گائے ڈکارتے ہیں، ایسی آواز پیدا ہوتی تھی، ایسی آواز پیدا کرکے اس نے کہا کہ یہ ہے خدا، اس کی عبادت کی جائے، قرآن پاک نے کہا انہیں اتنی بھی سمجھ نہ آئی کہ نہ وہ ان سے بات کرتا ہے نہ وہ انہیں سیدھا راستہ بتاتا ہے، انہوں نے اسے معبود بنالیا یہ ظلم کی بات ٹی۔

Marfat.com

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰٓ إِلَىٰ قَوْمِهِۦ غَضْبَٰنَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِى

جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس آئے شدید غصہ اور افسوس میں انہوں نے کہا کہ میرے بعد تم میرے بدترین خلیفہ ثابت ہوئے

مِنۢ بَعْدِىٓ ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى ٱلْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں پہلے سے ہی جلدی کر دی، انہوں نے تختیاں ایک طرف ڈال دیں اپنا سر پکڑ کے ایک طرف کھینچا

أَخِيهِ يَجُرُّهُۥٓ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ٱبْنَ أُمَّ إِنَّ ٱلْقَوْمَ ٱسْتَضْعَفُونِى وَكَادُوا۟

انہوں نے بھائی کو کہا میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھے کمزور سمجھا تھا میں سمجھ رہا تھا کہ یہ ابھی

يَقْتُلُونَنِى فَلَا تُشْمِتْ بِىَ ٱلْأَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِى مَعَ ٱلْقَوْمِ

مجھے ماردیں گے، دشمنوں کو مجھ پر ہنسائیے نہیں، اور مجھے شریک نہ سمجھیں ظالم قوم کے ساتھ

ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ ٱغْفِرْ لِى وَلِأَخِى وَأَدْخِلْنَا فِى

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کی اے میرے پروردگار مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں داخل فرما

رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿۱۵۱﴾

اپنی رحمت میں، اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے

ولما رجع موسیٰ الیٰ قومه....وانت ارحم الراحمين

جناب موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لے آئے، جب انہیں سمجھایا اور بات سمجھ آئی!''گرادیا گیا ان کے ہاتھ میں'' یہ لفظی معنی ہے۔لیکن مراد یہ ہے کہ جب آدمی نادم ہوتا ہے تو پہلے اپنے ہاتھ کاٹتا ہے، اس ہاتھ کاٹنے کو ہاتھ گرانے سے قرآن حکیم نے استعارۃً ذکر کر دیا، تو اس سے مراد ہے کہ بے حد پشیمان ہونا، انہیں پتہ چلا کہ ہم نے تو بڑی گمراہی کر دی ہے، بچھڑے کی عبادت کرتے رہے ہیں، کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اگر ہم پر رحم نہیں کرے گا، اور بخشے گا نہیں تو ہم خسارہ پا جائیں گے، موسیٰ علیہ السلام بے حد غصے میں تھے جب واپس تشریف لائے، اسفا قدیم عربی نے اس کا معنی کیا ہے جب غصے کی انتہا ہو جائے تو اسے اسفا کہا جاتا

Marfat.com

ہے، لیکن ہمارے اکثر مفسرین اسے افسوس کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور عام عربی بول چال میں بھی عربی افسوس ہی استعمال کرتے ہیں، میں نے جب اس آیت کا ترجمہ کیا تھا تو دونوں معنوں کے ساتھ کیا تھا، کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف غصے میں پلٹے، شدید غصے اور افسوس سے کہنے لگے تم میرے بعد اچھے جانشین ثابت نہیں ہوئے، جب میں گیا تو تم توحید پرست تھے، میں جب واپس آیا تو تم بچھڑے کی عبادت کر رہے ہو، اب انہوں نے بچھڑا ہی کیوں بنایا، اس کے لیے مفسرین ایک بات کہتے ہیں، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مصری قوم اپنے جو معبود بناتی تھی وہ اکثر بیل ہوتے تھے، یہ دونوں قومیں قدیم انداز سے ایک دوسرے سے ذہنی طور پر اشتراک رکھتی تھیں، اس دور کے مصری بیل کے پجاری تھے، اور اس دور کا ہندوستانی گائے کا پجاری تھا، ان دونوں قوموں کا یہ انداز تھا، تو چونکہ اسرائیلی قبطیوں کے ساتھ رہے تھے فرعونی قوم کے ساتھ رہے تھے، وہ بھی جب بنانے بیٹھے تو کوئی اور شے نہیں بنائی جو مصر میں دیکھی تھی وہی چیز بنائی، اب جب اس سے ہوا کراس کرتی تھی تو اس سے آواز پیدا ہوتی تھی، میں سوچتا ہوں کہ آج کے دور کی کوئی کار ان کے علاقے سے گزر جاتی جو صرف آواز نہیں دے رہی تھی بلکہ چل بھی رہی تھی اگر وہ بچھڑا جو صرف آواز دیتا تھا وہ ان کا خدا بن بیٹھا تھا اور آج کار وہاں سے گزرتی تو پھر کیا حال ہوتا، تو یہ وہ شرک کی باتیں تھیں جو اس قوم میں موجود تھیں، تم نے اپنے ربّ کریم کے حکم سے بھی جلدی کر دی، یعنی اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ میں ربّ کریم سے کتاب لینے گیا ہوا ہوں، جو موسیٰ علیہ السلام تختیاں لے آئے تھے وہ ایک طرف انہوں نے ڈال دیں، اور تو کسی کو کچھ نہ کہا سب سے پہلے اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ لیے انہیں اپنی طرف کھینچا انہوں نے کہا میری ماں جائے، ماں کی مامتا باپ کی محبت پر ہمیشہ غالب ہوتی ہے، لہٰذا یہاں نبی بھی یہ کہہ رہا ہے کہ میری ماں جائے، ان لوگوں نے مجھے تو بڑا ضعیف سمجھا تھا آپ تو چلے گئے تھے، یہ مجھے بالکل مارنے کے قریب جا پہنچے تھے اب مجھے قتل کرنا باقی تھا باقی کوئی بات نہیں تھی، آپ ایسا کریں گے تو یہ لوگ اور مزید خوش ہوں گے، جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کرائی ہے، یہ جو لفظ ہے **"فلا تشمت بی الاعداء"**. سرکار کریم علیہ السلام نے اس کی بڑی ہی نفیس تشریح فرمائی ہے، اس کا لفظی معنی یہ ہوتا ہے کہ کسی کو تکلیف ہو تو دوسرا بندہ اس کی تکلیف کو دیکھ کے خوش ہونے لگ جائے، اچھا مصیبت میں پھنسا ہے اس کا یہی علاج ہے، کسی کی مصیبت پر جو ایسی بات کہتا ہے اسے عربی زبان میں ''اشمت'' کہتے ہیں۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بڑی شدت کے ساتھ روکا، فرمایا! ''کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہو ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے اور وہی مصیبت تیرے گلے میں ڈال دے، لہٰذا کسی کی مصیبت پر خوش ہونا جائز نہیں ہے اسلام میں''۔ یہ حدیث پاک ہے۔ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسری حدیث پاک میں فرمایا! ''اللہ تعالیٰ برے فیصلوں سے بری قسمت سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں، بدبختی سے بھی پناہ چاہتا ہوں، دشمن ہماری مصیبت پر خوش ہونے لگ جائیں میں اس

Marfat.com

سے بھی پناہ چاہتا ہوں"۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو بخاری میں موجود ہیں۔

تو جناب ہارون علیہ السلام نے بھی یہی بات کہی کہ بھائی آپ ایسی بات نہ کریں جس سے دشمن خوش ہو، مجھے ظالم قوم کے ساتھ شریک نہ سمجھا جائے، قرآن پاک نے یہ شہادت دیدی، کہ جناب ہارون علیہ السلام ہی اس معاملے میں راضی نہیں تھے، لیکن جو موجودہ تورات ہمارے سامنے ہے اس میں تو یہ بات موجود ہے کہ یہ سارا دھندا کیا ہی جناب ہارون علیہ السلام نے تھا، لیکن نبی معصوم ہوتا ہے وہ شرک کی تعلیم نہیں دیا کرتا، یہ بات سن کے جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے، اپنی رحمت ہم پر عام کر، چونکہ تو سب سے بڑا رحیم اور سب سے بڑا کریم ہے، ربّ کریم نے فرمایا! جنہوں نے بچھڑے کو رب بنایا ان پر ربّ کریم کی طرف سے غضب بھی ہے اور اس دنیوی زندگی میں ذلت بھی ہے، افتراء کرنے والے جعلی سازوں کو ہم ایسی ہی جزاء دیتے ہیں، لیکن کسی سے بدی سرزد ہو جائے، اس کے بعد توبہ کرے اللہ تعالیٰ پر ایمان کو تازہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس پر بخشش بھی کرتا ہے اور رحم بھی کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کو پوجا تھا اگر صدق دل سے توبہ کرلی ہے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمالیں گے، یہاں سے یہ قاعدہ نکلا کہ انسان لغزش کے بعد جتنا جلدی ہوسکے اللہ کریم کی طرف متوجہ ہو، حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب ایک دفعہ بندہ غلطی کے بعد گڑگڑاتا ہے دوبارہ سہ بارہ تو پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کہتا ہے جاؤ گواہ رہو میں نے اسے معاف کردیا ہے، اگر اسے پتہ ہوتا کہ بخشش کسی اور جگہ بھی تقسیم ہوتی ہے تو یہ وہاں چلا جاتا یہ جو بار بار ہمارے ہی دروازے پر آتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے یقین ہے کہ بخشش یہاں سے ہی ملتی ہے۔

☆☆☆☆☆

إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ

یقیناً جن لوگوں نے بنالیا تھا

ٱلۡعِجۡلَ سَيَنَالُهُمۡ غَضَبٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَذِلَّةٞ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۚ

بچھڑے کومعبودان پر رب کی طرف سے غضب بھی آیا اور دنیوی زندگی میں ذلت بھی

وَكَذَٰلِكَ نَجۡزِي ٱلۡمُفۡتَرِينَ ﴿۱۵۲﴾ وَٱلَّذِينَ عَمِلُواْ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ثُمَّ

بہتان باندھنے والوں کوایسی ہی جزاملتی ہے، جن لوگوں نے برے کام کیے لیکن بعد میں توبہ کرلی

تَابُواْ مِنۢ بَعۡدِهَا وَءَامَنُوٓاْ إِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعۡدِهَا لَغَفُورٞ رَّحِيمٞ ﴿۱۵۳﴾

اورایمان کودرست کرلیا، تو محبوب آپ کا پروردگاران باتوں کے بعد بخشنے والا اور مہربان ہے

وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى ٱلۡغَضَبُ أَخَذَ ٱلۡأَلۡوَاحَۖ وَفِي

،جب موسیٰ علیہ السلام کاغصہ اترا تو انہوں نے تختیاں اٹھائیں ان کی تحریروں میں

نُسۡخَتِهَا هُدٗى وَرَحۡمَةٞ لِّلَّذِينَ هُمۡ لِرَبِّهِمۡ يَرۡهَبُونَ ﴿۱۵۴﴾

ہدایت اوررحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں

ان الذین اتخذوا العجل .....لربھم یرھبون

ان پر اللہ کا غضب اس لیے ہوا کہ لاتعداد نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی انہوں نے اللہ کو نہ پہچانا، اس کی نافرمانی کی، آنکھوں دیکھے کا انکار کردیا، فرعون سے نجات ملی جو کہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرعون سے بچانے کے لیے جو معجزات دکھائے وہ بہت کافی تھے کہ ان میں ایمان پیدا ہوتا۔ لیکن انہوں نے ناشکری کی اور بچھڑے کو معبود بنالیا، انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ کوئی تو تھا جس کی طاقت کاملہ سے وہ آزاد ہوئے اور اب آرام وسکون میں ہیں۔ یہی وجہ تھی ان پر اللہ کے غصے اور غضب کی۔

Marfat.com

ولما سکت عن موسیٰ الغضب...

جناب موسیٰ علیہ السلام کا غضب بجا آپ نے وہ تختیاں اٹھائیں، تفاسیر میں آتا ہے کہ یہ سات تختیاں تھیں، جب انہوں نے اس انداز سے عمل کیا تو چھ اللہ کریم نے واپس لے لیں، صرف ساتویں تختی وہاں باقی رہ گئی، اس ساتویں تختی میں بات کیا کیا تھی کچھ احکام تھے اور کچھ وعظ تھے، اگر آج بھی آپ تورات کے کچھ حصے دیکھیں جو اصل ہیں اور باقی ہیں اس میں احکام تو کچھ وعظ زیادہ ملیں گے، اب جو اصل کتاب تھی اس میں ساری تفصیلات تھیں لیکن جب وہ اصل نہ رہی اور یہ محدودسی ہوگئی تو اس میں وہ باتیں نہ رہیں جو ساری کتاب کے اندر موجود تھیں، اس کی تحریر میں اللہ کریم نے فرمایا! ہماری نازل کردہ تحریر میں ہدایت تھی اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے وعدے کے لیے چن لیے، جب انہیں زلزلہ نے آلیا

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۖ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

تو عرض کرنے لگے اے پروردگار اگر آپ چاہتے تو اس سے پہلے انہیں بھی اور مجھے بھی ہلاک کر دیتے، کیا آپ ہمیں ہلاک کرتے ہیں

السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۖ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ

بے وقوفوں کے کام پر، یہ صرف آپ کی آزمائش ہے، جسے آپ چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں گمراہ کر دیتے ہیں

مَنْ تَشَآءُ ۖ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

آپ ہی ہمارے ولی ہیں آپ ہمیں بخش دیجیے ہم پر رحم فرمایئے آپ بہترین بخشنے والے ہیں

۞ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا

اس دنیا میں بھی ہمارے لیے اچھائی ہو اور آخرت میں بھی، ہم

هُدْنَآ اِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ

آپ کی طرف مڑ آئے ہیں، اللہ کریم نے فرمایا میرا عذاب جسے میں چاہوں گا پہنچادوں گا، اور میری رحمت ہر

وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ

شے پر وسیع ہے، میں اسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ شعار ہیں، ادا کرتے ہیں

الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ زکوٰۃ اور ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں

Marfat.com

واختار موسیٰ قومہ سبعین ...وانت خیر الغافرین

وہ کہنے لگے جناب موسیٰ علیہ السلام آپ مہربانی فرمائیں آپ کہتے ہیں کہ اللہ کریم آپ سے بات کرتے ہیں ہمیں بھی کسی وقت ساتھ لے جائیں تاکہ آپ کے اللہ تعالیٰ کی باتیں ہم بھی سنیں، موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمیوں کو منتخب فرمالیا اور وعدہ دیا کہ ہم فلاں وقت طور پر جائیں گے، جب وہاں پہنچے تو ان کا عجیب مطالبہ تھا کہنے لگے کہ آواز تو آرہی ہے دیکھا یہ خیر سے مومن ہیں، آواز تو آرہی ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ کسی بندے کو آپ چھپا کے یہاں بٹھا گئے ہوں اور وہ بندہ جو چھپ کے بیٹھا ہے وہ باتیں کررہا ہو، لہٰذا ہمیں منوانے کے لیے ضروری ہے کہ اب وہ پردہ نشین سامنے آجائے، ہم اس وقت تسلیم کریں گے، دفعتاً زمین پر زلزلہ آگیا اور زلزلے کے ساتھ یہ سارے لوگ مرگئے، جناب موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو عرض کرنے لگے کہ اے اللہ جب یہ گھر تھے تو انہیں بھی آپ ماردیتے اور مجھے بھی ماردیتے، اب اگر کچھ بے وقوفوں نے ایسا سوال کردیا تھا انہیں ماردیا ہے آزمائش کے طور پر تو میں واپس جاکے ان کے پچھلوں کو کیا جواب دوں گا، اللہ کریم نے انہیں پھر زندگی عطا فرمادی، لیکن موسیٰ علیہ السلام نے عرض یہ کی کہ آزمائش کی وجہ سے کچھ لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں اور کچھ کو ہدایت ملتی ہے، تو ہی ہمارا کارساز ہے تو بخش دے تو رحم فرمادے تو ہی بہترین بخشنے والا ہے۔

زندگی ملی وہ واپس آگئے، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ موت کے بعد زندگی اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی مسئلہ نہیں ہے، قرآن پاک نے بار بار یہی دلیل دی ہے، کہ جب تم نہیں تھے اور میٹریل نہیں تھا پھر بھی تمہیں بنادیا گیا، تو کیا یہ بنی ہوئی چیز واپس لوٹ نہیں سکتی، اس سلسلے میں جدید سائنس نے بے شمار نظریات پیش کیے، ان سائنسدانوں کا اللہ تعالیٰ پر خدا جانے ایمان ہے یا نہیں ہے اور اس بات پر ایمان ہے یا نہیں کہ قیامت آئے گی۔ لیکن جب ہم ان تحقیقات کو پڑھتے ہیں تو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ وحدتیں یعنی وہ سب سے چھوٹا ایٹم یا سب سے چھوٹا ذرہ اس میں تین خصوصیات ہوتی ہیں اور یہ ذرے ایک دوسرے کو یاد رکھتے ہیں، اس کے لیے سائنسدانوں نے بے شمار دلائل دیئے ہیں، کہ وہ ایٹم جو مجتمع رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو بھولتے نہیں ہیں، جب وہ ایک دوسرے کو بھولتے نہیں ہیں تو یہ صفت ان میں کیوں پیدا کی گئی ہے، تو اس کا نتیجہ یہی ہے کہ یہ صفت ان میں اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ ان ایٹم کو پھر دوبارہ کسی نے اکٹھا کرنا ہے، اور اکٹھا کرکے انہیں کہہ دینا ہے کہ اٹھ کے چلو، بات اتنی ساری ہے جس کے بارے میں قرآن پاک بار بار کہتا ہے کہ جس طرح تمہارا آغاز ہوا ہے اسی طرح تمہارا اعادہ (دوبارہ زندگی) بھی ہوجائے گا، اور یہ ایمان کی بنیادی باتوں میں ہے اگر قیامت کا انکار کردیا جائے تو بندہ مومن نہیں رہتا۔

Marfat.com

واکتب لنا فی ھذہ الدنیا حسنۃ....والذین ھم بایتنا یومنون

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی ہمیں نیکی دے، **"انا ھدنا الیک"**۔''بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا''۔گناہ گاروں کو میں عذاب ضرور دوں گا لیکن میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، یہ رحمت ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگار ہیں، صرف میری طرف رجوع کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔جن لوگوں کے لیے یہ رحمت مقرر ہے ان کی قرآن پاک نے تین صفتیں بیان کی ہیں، آگے انتہائی اہم موضوع آرہا ہے، اس آیت نے سابقہ مضمون کو چھوڑ کے ہمارے ذہن کو دوسری طرف موڑ دیا ہے۔

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا! کہ میری رحمت تو ہر چیز پر غالب ہے اور وسیع ہے، لیکن اس رحمت کو صرف ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جن میں تین باتیں ہوں، وہ پرہیزگار ہوں، زکوٰۃ ادا کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتے ہوں،

☆☆☆☆☆

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى

کیا جو مردہ تھا ہم نے پھر اسے زندہ کر دیا، اسے نور دیا، جسے لے کے وہ

ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ

لوگوں میں چلتا ہے، کیا یہ اس جیسا ہے جو اندھیروں میں بھٹک رہا ہے اور ان اندھیروں سے نکل نہیں سکتا، اسی طرح

زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا

اعمال کافروں کے سامنے مزین ہوتے ہیں جو وہ کرتے ہیں، اسی طرح ہم نے پیدا کیے ہیں

فِى كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا۟ فِيهَا ۖ وَمَا

ہر گاؤں میں وہاں کے بڑے بڑے مجرم ، تا کہ وہ وہاں حیلے اور بہانے کریں

يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲۳﴾

ان کے مکر انہی کی جانوں پر پڑتے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے

او من کان میتا فاحیناہ......ما کانوا یعملون

اپنی جانوں کو بھی وہ دھوکہ دیتے ہیں، انہیں اس بات کا شعور نہیں ہے یہ مردے سے حقیقی مردہ مراد نہیں ہے، وہ آدمی جو حقائق کو نہیں مانتا وہ یہاں مراد لیا گیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ہر کافر مردہ ہے اسلامی نکتہ نگاہ سے، پھر ہم نے اسے زندگی عطا کر دی، کیسی زندگی کہ قرآن پاک کا نور دے دیا اور مصطفیٰ علیہ السلام کا نور دیدیا، اس نور کے سہارے وہ کائنات میں چل رہا ہے، ایک طرف یہ زندگی ہے اور دوسری طرف وہ زندگی ہے جو اندھیروں میں بھٹک رہی ہے، اندھیروں سے نکلتی نہیں، تو کافر اپنے اعمال کو دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم بہت کچھ کر رہے ہیں ہم نے اتنا بڑا محل بنا کے کوئی تیر مار دیا ہے، تو یہ کچھ بات نہیں ہے، ارشاد ہوا کہ یہ صرف ظاہری زندگی کو مزین کرنے والی باتیں ہیں، آخرت میں ان کی حیثیت ایک تنکے کی بھی نہیں۔

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

وہ وہ لوگ ہیں جو پیروکار ہیں

اَلرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ

اس عظیم المرتبت امی نبی ورسول کے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں

فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ

وہ امی نبی انہیں معروف کا حکم دیتا ہے اور روکتا ہے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

برائی سے، پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال کرتا ہے، حرام قرار دیتا ہے ان کے لیے

الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ

خبیث چیزیں ،ان کے بوجھ اور ان کی بیڑیاں جو

عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا

ان پر پڑی ہیں انہیں دور ہٹاتا ہے، جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی عزت کریں، اس کی مدد کریں پیچھے چلیں

النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ

اس نور کے جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے، تو یہ لوگ فلاح پانے والے ہیں، آپ ﷺ فرمائیں

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ

اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف

لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِۦ وَيُمِيتُ

وہ اللہ جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی نہیں کوئی معبود سوائے اس کے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے

فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر

وَكَلِمَٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۸﴾

اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ

الذین یتبعون الرسول النبی الامی..... اولئک ھم المفلحون

یہ تمہید تھی، آگے اس بات کو وضاحت سے ذکر کر دیا، کس لطافت سے ذکر کیا فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو ان تین صفتوں کے موصوف ہیں، جو رسول کی پیروی کرتے ہیں، الرسول پر الف اور لام عربی اصول کے نکتہ نگاہ سے عہد خارجی ہے، ہر رسول نہیں بلکہ ایک مخصوص رسول۔ اس مخصوص رسول کی پیروی کرتے ہیں، وہ رسول اللہ تعالیٰ کا نبی بھی ہے، وہ رسول امی بھی ہے، اس رسول میں تین باتیں ہیں، رسول اور نبی میں فرق ہوتا ہے، نبی مطلقاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں دینے والے کو کہتے ہیں، اور رسول وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب لے کے آتا ہے، تو جس میں یہ اوپر والی تین باتیں ہیں، وہ رسول بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ نبی بھی ہے، اور امی بھی ہے، اگر امی کی نسبت ان کی طرف ہے تو اس کا مطلب ہے ماں والا، آپ یہاں دو باتیں ذہن میں رکھیں گے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد گرامی آپ کے اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اس دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے، لہذا سرکار علیہ السلام کی بچپن کی تربیت والدہ نے کی ہے، لہذا ماں والے کا ایک معنی تو یہ ہوا۔ لیکن یہ ایک عام بات ہے، یہ تو ہر یتیم بچہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ماں والا ہے، جو معنی میں نے آپ کے ذہن میں ڈالنا ہے وہ یہ ہے کہ بچہ جب ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں آتا ہے، تو معصوم ہوتا ہے، اب جس کی نسبت ماں کی طرف کر کے امی کہیں تو وہ وہ ہے جو زندگی بھر گناہوں سے پاک رہا ہو، تو یہ اس انداز سے سرکار علیہ السلام کی صفت بنے گی کہ وہ معصوم ہیں۔ دوسری صفت میں نے آپ کو کئی دفعہ کہا ہے کہ ام القراء مکہ کا نام ہے، اور جب اس کی طرف نسبت ہو تو وہ امی ہے یعنی مکہ کے رہنے والے ہیں، تیسرا لفظ ہے کہ امت کی طرف جس کی نسبت ہو وہ امت والے ہیں، مکہ کے آخر میں 'ت' آتی ہے، لیکن جب آپ نسبت کرتے ہیں تو مکی کہتے ہیں مکہ

Marfat.com

تی نہیں کہتے، اس طرح امت والا، سبحان اللہ کیا بات ہے، کہ جب سرکار کریم کی نسبت دی تو فرمایا کہ یہ وہ ہے جوامت والا ہے، امت کی عظمتوں کو بھی سلام، جس کے نبی کو کہا جائے کہ یہ امت والا ہے یہ لفظ کسی اور کو نہیں کہا گیا، امی لفظ کے ان تین معنوں پر غور بے حد ضروری ہے۔

ارشاد فرمایا کہ وہ رسول بھی ہے، نبی بھی ہے اور امی بھی ہے، چوتھی صفت اس کی یہ ہے کہ وہ اس نبی کا ذکر اپنی تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، تورات اور انجیل میں لکھا بے شمار کوششیں کی گئیں کہ سرکار کریم کا ذکر تورات اور انجیل سے ختم ہو جائے، لیکن آیئے میں نے دو تین حوالے تبرکاً آپ کے لیے لکھے ہیں وہ پڑھ کے آپ کو سناتا ہوں۔

انجیل یوحنا۔ یہ فارن سوسائٹی برٹش اینڈ لاہور نے 1931ء میں چھاپی تھی، یہاں تبلیغ عیسائیت کے لیے رسالہ نمبر ایک ۔''اور میں باپ سے درخواست کروں گا (جناب عیسیٰ علیہ السلام ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی جگہ باپ کا لفظ ہی استعمال فرماتے ہیں) کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا، جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا''۔ (پیدائش باب نمبر 14 آیت نمبر 16)

دوسرا آئے گا جو قیامت تک تمہارے ساتھ رہے گا، قیامت تک ساتھ رہنے والے وہی ہیں جو نبی رحمت اللعالمین ہو سکتے ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا، دوسری عبارت کچھ یوں ہے۔

''اب میں نے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے کہ جب وہ ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا''۔ (پیدائش باب نمبر 29 آیت نمبر 30)

کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ بھی نہیں ہے، یعنی وہ اتنا عظیم انسان ہے کہ میں روح اللہ ہوتے ہوئے اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہوں۔ تیسری عبارت یوں ہے۔

''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہیں جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو پھر اسے تمہارے پاس ضرور بھیج دوں گا''۔ (پیدائش باب نمبر 16 آیت نمبر 7)

اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے سرکار علیہ السلام کا نام بار بار مددگار کہا ہے، اور ہمارے مسلمانوں کی ٹیڑھی سوچ یہ ہے کہ آج کوئی مسلمان سرکار علیہ السلام کی مدد طلب کرے تو یہ کہتے ہیں کہ شرک ہو گیا ہے، جو سابقہ کتابوں میں بھی موجود ہے، اب چوتھی عبارت یوں ہے۔

''جب وہ سچائی کی روح آئے گا تو تم کو سچائی کی تمام راہ دکھائے گا، اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہے گا جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنے گا وہی کچھ کہے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا''۔ (پیدائش باب نمبر 16 آیت نمبر 13)

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اتنی تبدیلیوں کے باوجود چھن چھن کر حقائق سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لیے اشارے

کررہے ہیں، ارشاد ہوا اس پیغمبر کی اور بات کیا ہے، جس طرح نعت مصطفیٰ قرآن پاک نے ذکر کی ہے میں بار بار کیوں دہرا رہا ہوں کہ نعت نظم میں بھی ہوتی ہے اور نثر میں بھی ہوتی ہے، یہ نثر کی نعت ہے، جو قرآن پاک بیان کر رہا ہے، پہلی بات یہ ہے کہ وہ رسول ہیں، نبی ہیں، امی ہیں، تورات اور انجیل ان کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔

یامرھم بالمعروف و ینھم عن المنکر....

"**یامرھم بالمعروف**" پانچویں بات، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، "**وینھھم عن المنکر**" اور بدی سے روکتے ہیں، یہ چھٹی بات ہوگی، اے اللہ اپنے محبوب کی اور صفت بتا، اللہ کریم نے فرمایا! ''یحل لھم الطیب'' وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف نہیں کی، کہ میں حلال قرار دیتا ہوں، فرمایا میرا محبوب پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے، یہ وہی نبی ہے جس کے پاس کوئی اختیار نہیں، (نعوذ باللہ) یہ قرآن پاک کی عظمتوں کے خلاف باتیں ہیں، "**ویحرم علیھم الخبئث**" اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے، اے اللہ اپنے محبوب کی اور صفت فرمایئے، "**ویضع عنھم اصرھم والاغلل**" اصر کا معنی ہوتا ہے بوجھ۔ والاغلل کا معنی ہوتا ہے ان کی بیڑیاں، "**التی کانت علیھم**" جو ان پر پڑی ہوئی ہیں، انہیں اٹھا کے پھینک دیتا ہے۔

آیئے میں پوچھتا ہوں وہ کون سی بیڑیاں تھیں وہ کون سے بوجھ تھے جو یہودیوں اور عیسائیوں پر پڑے ہوئے تھے اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں آکے الگ کر دیا، وہ کہتے تھے کہ پیشاب کا کوئی قطرہ کپڑے پر لگ جائے تو اتنا کپڑا وہاں سے کاٹ دیا جائے، وہ کہتے تھے کہ خاتون اپنے ماہانہ دنوں میں ہو تو اسے اتنا نجس سمجھا جائے کہ گھر کے باقی لوگوں کے پاس آ بھی نہ سکے کسی کوٹھڑی میں اسے بند کر دیا جائے، اور کیا بات تھی مال غنیمت مل جائے تو اسے اکٹھا رکھ کے جلا دیا جائے، اور کیا بات تھی کہ ہفتے کے دن کوئی بھی کام آپ نے نہیں کرنا ہے، اور یہ کہ قتل کے بعد دیت نہیں دی جاسکتی تھی، اب یہ ساری باتیں تھیں جو بوجھ بن کے ان پر پڑی ہوئی تھیں، پھر رحمت عالم کی ایک نگاہ ناز نے ان ساری زنجیروں کو توڑ کے پھینک دیا، فرمایا کہ اس قسم کی کوئی بھی پابندی نہیں ہے، ''اغلل'' تو غل کی جمع ہے، لیکن یہ یہاں واحد کے طور پر استعمال ہوا ہے، اس کی وجہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مصدر ہے، اور مصدر جنس کے لیے ہوتا ہے اس کا واحد اور جمع سب پر اطلاق ہوتا ہے، اب اگلی بات کیا ہوئی، یہاں تک تو نبی کی نعت تھی، اب آپ کو متوجہ کیا۔

....فالذین امنو بہ...

فرمایا! ''فالذین امنو بہ'' جو میرے اس محبوبؐ پر ایمان لائیں گے، ''وعزروہ'' اور اس کی تعظیم کریں گے، ''ونصروہ'' اور اس کی دین پھیلانے میں مدد کریں گے، اور اس نور کی پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ اترا ہے یعنی قرآن پاک پر عمل کریں گے،

Marfat.com

اب یہاں چار باتیں ہیں۔ان پر ایمان لانا ایک، تعظیم کرنا دو، دین پھیلانے میں ان کی مدد کرنا تین، اپنے وجود کو قرآن پاک کے تابع کردینا چار، میرے سامنے پڑے ہوئے ترجمے میں یہ لکھا کہ ان کی رفاقت کریں، اب آپ ذرا آنکھیں بند کریں رفاقت کریں یعنی ساتھ چلیں، اگر یہ بات ہے تو سوائے صحابہؓ کے اس میں کوئی اور بندہ شامل ہی نہیں ہوسکتا۔کیونکہ رفاقت تو صرف صحابہؓ نے کی، اب روڑ کیا تھا پیٹ میں، مروڑ یہ تھا کہ تعظیم رسول کہیں شرک نہ بن جائے، تو اس سے بچنے کے لیے انہوں نے یہ ترجمہ کیا اور تھوڑی سی ڈنڈی مار گئے، تعظیم رسول دین کی جان ہے، اگر آپ تعظیم نہیں کریں گے تو محبت پیدا نہیں ہوگی، محبت پیدا نہیں ہوگی تو آپ اطاعت نہیں کریں گے، آپ ایک عام آدمی کی ہر بات آنکھیں بند کر کے کیوں نہیں مانتے، کہ اس کی تعظیم ہوتی ہے نہ اس کے ساتھ محبت ہوتی ہے، جہاں تعظیم اور محبت ہوگی وہاں اتباع ہوگی، لہذا اس ترجمے سے مجھے بالکل اتفاق نہیں ہے، یہ معنوی طور پر بھی غلط ہے اور ظاہر طور پر رفاقت صرف صحابہ کرامؓ کو تھی اور باقی امتی کدھر گئے، ہمارے ایمان کا معیار پھر کیا رہا، اس لیے اس لفظ کو بدلنے میں خرابی آگئی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ تعظیم چھوڑ کے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چلا نہیں جاسکتا، لہذا تعظیم ضروری ہے، قرآن پاک کی پیروی ضروری ہے، فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں، آئیے ایمان کو تازہ کرنے کے لیے سرکار صلی اللہ تعالیٰ کی صفات ایک دفع پھر گنتے ہیں، وہ رسول بھی ہیں، وہ نبی بھی ہیں، وہ امی بھی ہیں، وہ سابقہ کتابوں میں مذکور بھی ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، وہ بدی سے روکتے ہیں، وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں، خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، وہ بوجھ اور وہ بیڑیاں جو انسانیت پر پڑی ہوئی تھیں انہیں توڑ کے پھینک دینے والے ہیں، یہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات ہیں، جو ان پر ایمان لاتا ہے ان کی تعظیم کرتا ہے اور دین پھیلانے میں ان کی مدد کرتا ہے، اور اس نور کے پیچھے چلتا ہے جو وہ ساتھ لے کے آئے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔اس ایک آیت میں خدا جانے کتنا سارا سمندر ہے جسے خدا نے اس آیت کے اندر بند کردیا ہے۔

قل یاایھاالناس انی لکم رسول ....واتبعوہ لعلکم تھتدون

اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کے بعد محبوبؐ کو یہ حکم دیا، کہ آپ یہ بات ان لوگوں کو کہہ دیں، کہ میں تم سب پر اللہ تعالیٰ کا رسول بن کے آیا ہوں، اللہ کریم ساری کائنات کے رب ہیں، تو میں ساری کائنات کا رسول ہوں۔اس اللہ کریم کا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے ایک بات، اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، تیسری صفت یہ ہے کہ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، یہ وہ صفات ہیں جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیان فرمائیں، ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان لے آؤ اور اس کے رسول پر بھی ایمان لے آؤ، دوبارہ پھر انہیں صفات کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کردیا، جو نبی بھی ہے اور امی بھی ہے، اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اس کا خود اللہ تعالیٰ پر اور اس کے کلام پر ایمان ہے، یعنی وہ صرف فلسفہ بیان نہیں کرتا، ان حقائق پر خود گہرے انداز سے ایمان رکھتا ہے، اس کی پیروی کرو ہدایت اسی میں ہے، اب پھر اصل واقعہ کی طرف رخ بدلا۔

وَمِن قَوْمِ مُوسَىٰٓ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِٱلْحَقِّ وَبِهِۦ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۹﴾

اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے

وَقَطَّعْنَٰهُمُ ٱثْنَتَىْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ

اور ہم نے بانٹ دیا انھیں بارہ قبیلوں میں جو الگ الگ قومیں ہیں ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی طرف

إِذِ ٱسْتَسْقَىٰهُ قَوْمُهُۥٓ أَنِ ٱضْرِب بِّعَصَاكَ ٱلْحَجَرَ ۖ

جب پانی طلب کیا آپ سے آپ کی قوم نے، کہ مارا پنے عصا سے اس پتھر کو

فَٱنۢبَجَسَتْ مِنْهُ ٱثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ

تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے جان لیا ہر ایک گروہ نے

مَّشْرَبَهُمْ ۚ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ ٱلْغَمَٰمَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ ٱلْمَنَّ

اپنا اپنا گھاٹ اور ہم نے سایہ کردیا ان پر بادل کا

وَٱلسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ ۚ وَمَا

اور ہم نے اتارا ان پر من وسلوی، کھاؤ پاک چیزوں کو جو ہم نے دی ہیں تمھیں، اور نہ

ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۶۰﴾ وَإِذْ

کیا انہوں نے ہم پر کوئی ظلم بلکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتے رہتے تھے۔ اور جب

قِيلَ لَهُمُ ٱسْكُنُوا۟ هَٰذِهِ ٱلْقَرْيَةَ وَكُلُوا۟ مِنْهَا حَيْثُ

کہا گیا انھیں کہ آباد ہو جاؤ اس شہر میں اور کھاؤ اس سے جہاں سے

Marfat.com

شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ

چاہواور کہو(اے کریم) بخش دے ہمیں اور داخل ہو دروازے سے جھکتے ہوئے ہم بخش دیں گے

لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ ۚ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۶۱﴾

تمہاری خطائیں، زیادہ دیں گے احسان کرنے والوں کو

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ

تو بدل ڈالی جنھوں نے ظلم کیا تھا ان سے بات خلاف اس کے جو کہی گئی تھی انھیں

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا

تب ہم نے بھیج دیا ان پر عذاب آسمان سے اس وجہ سے کہ

يَظْلِمُونَ ﴿۱۶۲﴾

کہ وہ ظلم کرتے تھے

ومن قوم موسیٰ امة يهدون ..... بما كانوا يظلمون

موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ضرور کچھ لوگ ایسے تھے، جو ہدایت یافتہ بھی تھے، اور اس کتاب پر لوگوں کو عمل بھی کراتے تھے، یہ بارہ گروہوں میں بٹے ہوئے تھے، تورات ہمیں بتاتی ہے، کہ ان میں سے دس گروہ تو وہ تھے جو اولاد یعقوب میں سے تھے، دو گروہ وہ تھے جو جناب یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ کریم نے یہ وحی فرمادی، قوم نے کہا کہ صحراء میں ہیں پانی نہیں ہے، ہم تو پیاس سے مررہے ہیں، یہ پہلے پارے میں ساری تفسیر گزر چکی ہے، لہذا میں یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ چلوں گا، آپ نے پتھر پر اپنی لاٹھی ماری، تو وہاں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، سب لوگوں کو پتہ چل گیا کہ ہم نے یہاں یہاں سے پانی پینا ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے وہاں ایک انگریز مفکر کی رائے بتائی تھی، کہ وہ چٹان جسے موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ماری تھی، وہ آج بھی موجود ہے، اس جنگل میں بادل ان پر سایہ کرتا تھا، کھانے کے لیے من وسلویٰ اترتا تھا، پاکیزہ چیزیں جو ہم نے دی ہیں وہ تم کھاؤ، ہم نے تو زیادتی نہیں کی وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے، آگے بستی آئی فرمایا

Marfat.com

یہاں آباد ہو جاؤ، جو کھانا چاہتے ہو وہ کھاؤ، چونکہ پہلے پارے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ من وسلوٰی روزانہ نہیں کھایا جاتا، کیا کیا جائے، کوئی پیاز ہونا چاہیے کوئی مسور کی دال ہونی چاہیے، گندم کی روٹی ہونی چاہیے، یہ چیزیں ہمیں ملنی چاہیں، اس سلسلے میں ان بیچاروں کا قصور کم تھا، چونکہ فرعون ان سے زمین میں یہی فصلیں اگانے کے لیے کہا کرتا تھا، لہذا انہیں ان ہی چیزوں کو کھانے کی عادت تھی، تو یہی چیزیں انہوں نے وہاں بھی مانگیں، اللہ کریم نے فرمایا کہ جب اس گاؤں میں داخل ہو تو اس وقت کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دے، ہمارے گناہوں کو مٹا دے، دروازے سے داخل ہوتے وقت جھکتے ہوئے ادب سے داخل ہو، اللہ کریم نے تمہیں بڑی طویل مسافت سے نجات دلائی ہے، ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے، تم میں سے جو محسن ہیں وہ اور زیادہ آگے بڑھیں گے، ظالموں نے بات کو بدل دیا، بات بدلنے کا انداز یہ تھا کہ حطۃ کی جگہ حنطۃ کہنے لگے، حنطۃ کا معنی ہوتا ہے کہ گندم کے دانے چاہیے، ہمیں تو گندم چاہیے، وہ جدھر بھی جاتے تھے کہتے تھے کہ ہمیں تو گندم ہی چاہیے، تو جواب یہ ہوا کہ انہوں نے بات بدل دی ہے، ان کے اپنے ظلم کی وجہ سے آسمان سے عذاب آیا۔

☆☆☆☆☆☆

وَسۡـَٔلۡهُمۡ عَنِ ٱلۡقَرۡيَةِ ٱلَّتِي كَانَتۡ

اور پوچھو ان سے حال اس بستی کا جو تھی

حَاضِرَةَ ٱلۡبَحۡرِ إِذۡ يَعۡدُونَ فِي ٱلسَّبۡتِ إِذۡ تَأۡتِيهِمۡ

آباد سمندر کے کنارے، جب وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتہ (کے حکم کے بارے) میں، جب آیا کرتیں ان کے پاس

حِيتَانُهُمۡ يَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعٗا وَيَوۡمَ لَا يَسۡبِتُونَ

ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن پانی پر تیرتی ہوئی، اور جو دن ہفتہ کا نہ ہوتا تو وہ نہ آتیں،

لَا تَأۡتِيهِمۡۚ كَذَٰلِكَ نَبۡلُوهُم بِمَا كَانُواْ يَفۡسُقُونَ ﴿١٦٣﴾

ان کے پاس (اس طرح بے دھڑک) ہم نے آزمائش میں ڈالا انھیں بہ سبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے اور

وَإِذۡ قَالَتۡ أُمَّةٞ مِّنۡهُمۡ لِمَ تَعِظُونَ قَوۡمًا ٱللَّهُ مُهۡلِكُهُمۡ أَوۡ مُعَذِّبُهُمۡ

جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے کہ تم کیوں نصیحت کرتے ہو اس قوم کو اللہ جنھیں ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب

وَإِذۡ قَالَتۡ أُمَّةٞ مِّنۡهُمۡ لِمَ تَعِظُونَ قَوۡمًا ٱللَّهُ مُهۡلِكُهُمۡ أَوۡ مُعَذِّبُهُمۡ

دینے والا ہے سخت عذاب، انھوں نے کہا تاکہ معذرت پیش کرسکیں تمہارے رب کے دربار میں، اور شاید وہ ڈرنے لگیں

فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِۦٓ أَنجَيۡنَا ٱلَّذِينَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلسُّوٓءِ

پھر جب انھوں نے فراموش کردی جو انھیں نصیحت کی گئی تھی، ہم نے نجات دے دی انھیں جو روکتے تھے برائی سے

وَأَخَذۡنَا ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ بِعَذَابِۭ بَـِٔيسِۭ بِمَا كَانُواْ يَفۡسُقُونَ ﴿١٦٥﴾

اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنھوں نے ظلم کیا برے عذاب سے بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے،

فَلَمَّا عَتَوۡاْ عَن مَّا نُهُواْ عَنۡهُ قُلۡنَا لَهُمۡ كُونُواْ قِرَدَةً خَٰسِـِٔينَ ﴿١٦٦﴾

پھر جب انھوں نے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے ہم نے حکم دیا انھیں کہ بن جاؤ بندر راندے ہوئے

Marfat.com

وسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر......كونوا قردة خاسئين

پھر ساحل سمندر پر ایک چھوٹا سا قصبہ تھا، حضرت ابن عباسؓ، جناب عکرمہؒ اور جناب سدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایلہ شہر تھا جسے آج عقبہ کہا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے اب اسے خلیج عقبہ کہتے ہے، انہیں حکم یہ تھا کہ ہفتے کے دن شکار نہیں کرنا ہے، ساحل سمندر پر گڑھے کھود کے تالاب بنادیئے ادھر سے ہفتے کے دن مچھلیاں ادھران گڑھوں میں آجاتی تھیں، اور وہ پانی پر گردنیں اٹھا اٹھا کے تیر رہی ہوتی تھیں، تو ان کا رخ ادھر گڑھوں کی طرف موڑ کے پیچھے سے آنے والا راستہ بند کردیتے تھے، انہیں پتہ ہے کہ اب یہ واپس تو جانہیں سکتیں، اتوار کی صبح جال لیے انہیں آکے پکڑا اور ماردیا، تو قرآن پاک نے کہا کہ محبوبؐ ان سے پوچھیں اس گاؤں کے متعلق جو ساحل سمندر پر تھا، وہاں مچھلیاں ہفتے کے دن آتی تھیں، جب ہفتہ نہیں ہوتا تھا تو نہیں آتی تھیں، اللہ تعالیٰ انہیں آزما رہا تھا اور انہیں اس فسق میں مہلت مل رہی تھی، اب وہ تین حصوں میں بٹ گئے، کچھ تو کہتے تھے کہ یہ کام ٹھیک ہے، کچھ کہتے تھے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے لیکن کسی اور کو ہم یہ کام کرنے سے منع نہیں کر سکتے، تیسرا گروہ کہتا کہ یہ بدی ہے اس سے سب کو روکنا چاہیے، اب جو کہتے تھے کہ ہم کسی کو روک نہیں سکتے وہ ان روکنے والوں کو آکے کہتے تھے کہ جب ربّ نے انہیں ہلاک کرنا ہے تو تم انہیں کیوں روکتے ہو، ان پر عذاب آنے والا ہے عذاب آنے دو، وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہم نے بھی تو جواب دینا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہنی ہے، کہ تم نے انہیں بدی سے روکا کیوں نہیں تھا، تو ہم کہہ دیں گے کہ ہم نے تو انہیں روکا تھا، تبلیغ کرنے کا ثواب تو ہے شاید ہم سے کوئی بچ جائے، جو اس راستے پر چل رہا ہے، اب جو ربّ کریم نے انہیں نصیحتیں کی تھیں وہ سب بھول گئے، تو جو لوگ اس بدی سے لوگوں کو روکتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے نجات دیدی، اور جو ہفتے کے دن یہ شکار کرتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے بدترین عذاب میں ان کے اپنے فسق کی وجہ سے مبتلا کردیا، روکی ہوئی بات سے وہ باز نہ آئے، تو اللہ کریم نے انہیں بندر بنادیا، بڑے ذلیل بندر، اس کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے، قرآن پاک کے پہلے پارے میں میں نے اس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، اب اللہ کریم نے اس سلسلے میں ایک بات ارشاد فرمائی، وہ بات یہ تھی کہ اعلان کردیا جائے ایک بات کا، اور اعلان کیا تھا ان دو آیتوں کا ترجمہ آپ سن لیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وكذلك جعلنا فى كل قرية.....وما يشعرون

ہر قصبے میں مجرم وہاں کے بڑے لوگ ہوتے ہیں،آپ اس پر جتنا غور کریں گے،یہ جو بڑے بڑے لبادے پہن کے ہمارے سامنے آتے ہیں اندر سے یہ کیسے ہوتے ہیں قرآن پاک نے یہاں ان کی نقشہ کشی کردی ہے،دیکھیں جب ایک بڑا آدمی نہیں ہے وہ چھوٹا آدمی ہے،اس کی بدی اس کی اپنی حدتک محدود ہوتی ہے،اور پولیس کی نظریں بڑی تیزی سے اسی کو تاڑتی ہیں چونکہ اس کے پیچھے کوئی نہیں ہوتا،لہذا وہ اس موڑ پر نہیں تو اگلے موڑ پر مارا جائے گا،وہ جتنا قد آور ہوتا جاتا ہے پولیس اتنی چھوٹی ہوتی چلی جاتی ہے،اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے جرم سارے معاشرے کو لے ڈوبتے ہیں،قرآن پاک نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا،کہ ہر آبادی میں جو بڑے بڑے مجرم ہوتے ہیں وہ وہی عظیم لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے اوپر عظمت کا مصنوعی خول چڑھایا ہوا ہوتا ہے،اور وہی وہاں مختلف چالیں چلتے ہیں مکر کرتے ہیں اور مختلف داؤ پیچ لڑاتے ہیں،اور میرا خیال ہے کہ گزشتہ کوئی دس بارہ سالوں سے ہماری قوم کی اکثریت صرف ان داؤ پیچوں پر ہی چل رہی ہے،ایک دفعہ تو یہ سارے عنکبوت کے جالے ٹوٹ گئے تھے،اللہ کرے کہ اب دوبارہ کوئی نئے جالے بننے کے لیے نہ آجائے،وہ جتنی بھی چالیں چلتے ہیں وہ ان کی اپنی جانوں کے خلاف جاتی ہیں،انہیں شعور بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن

اور یاد کرو جب اعلان کر دیا آپ کے رب نے کے ضرور بھیجتا رہے گا ان پر روز قیامت تک ایسے (جابر) جو

يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ

چکھائیں گے انھیں برا عذاب شک آپ کا رب جلدی عذاب دینے والا ہے، اور بے شک وہ غفور رحیم (بھی) ہے

لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٧﴾ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ مِّنْهُمُ

اور ہم نے بانٹ دیا انھیں زمین میں کئی گروہوں میں ان میں

الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ

کچھ نیک ہیں اور کچھ اور طرح ہیں اور ہم نے آزمایا انھیں نعمتوں اور تکلیفوں کے ساتھ تاکہ

وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

(اللہ تعالیٰ) کی طرف رجوع کریں، پھر جانشین بنے ان کے بعد وہ ناخلف

وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا

جو وارث ہوئے کتاب کے وہ لیتے ہیں مال اس دنیا کا اور کہتے ہیں کہ ضرور بخش دیا جائے گا ہمیں

وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِم مِّيثَاقُ الْكِتَابِ

اور اگر آجائے ان کے پاس اور مال اس جیسا تو لے لیں ن اس سے بھی کیا نہیں لیا گیا تھا ان سے پختہ وعدہ

أَن لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ

کہ نہ منسوب کریں اللہ کی طرف کوئی بات سوائے حق کے اور پڑھ لیا انھوں نے جو کتاب میں تھا، اور دار آخرت

خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾

بہتر ہے ان کے لیے جو متقی ہیں تو کیا تم نہیں سمجھتے

خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۶۹﴾

بہتر ہے ان کے لیے جو متقی ہیں تو کیا تم نہیں سمجھتے

وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ

اور جنہوں نے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے

بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۷۰﴾

کتاب کو اور قائم کیا نماز کو بے شک ہم ضائع نہیں کریں گے اجر اصلاح کرنے والوں کا

۞ وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ

اور جب ہم نے اٹھایا پہاڑ ان کے اوپر اس طرح گویا وہ سائبان ہے اور خیال کرنے لگے کہ وہ ضرور گر پڑے گا ان پر

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۷۱﴾

پکڑلو جو ہم نے دیا ہے تمہیں قوت سے اور یاد رکھو جو اس میں ہے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ

واذتاذن ربک لیبعثن علیھم الیٰ یوم القیامۃ۔۔۔خیر للذین یتقون افلا تعقلون

یہ آیت پیشگوئی ہے کہ وقتاً فوقتاً یہودیوں کی شرارتوں کو ختم کرنے کے لیے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ پہلے دور میں بخت نصر پیدا ہوا تھا، اس کے بعد قسطنطین آیا، اس کے بعد ہٹلر آیا، یہ تین باتیں وہ ہیں جو تاریخ میں بھری پڑی ہیں اور ان لوگوں نے انہیں طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کیا، اب پھر یہ ساری دنیا سے ایک مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں، اور اپنے رونے سے یہ قوم باز نہیں آئی، وہ لعنت جوان کے گلے میں جناب موسیٰ علیہ السلام کے دور میں پڑی تھی اس لعنت نے ان کی جان نہیں چھوڑی، نتیجہ یہ نکلے گا کہ آج پھر وہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوگی، کہ پتھر بھی پکار اٹھیں گے کہ اے مسلمان میرے پیچھے یہ یہودی چھپا بیٹھا ہے اس کا کام تمام کر دے، تو اللہ کریم نے یہاں کہا کہ بدترین عذاب انہیں دینے والے آتے رہیں گے، اس دور میں اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف حصوں میں بکھیر دیا، قرآن پاک نے کہا کہ ان میں نیک لوگ بھی ہیں، اچھائیاں برائیاں آئیں تاکہ یہ واپس پلٹیں، لیکن ایسی بات نہیں ہوئی، وہ مر گئے اور پیچھے ایسے لوگ آئے جو کتاب کے وارث تو تھے لیکن دنیا کے مقاصد کے لیے کتاب کو چھوڑ دیا کرتے تھے، بعد میں کہتے کہ ہم نے غلطی کی ہے، لیکن جوں ہی پھر کوئی ایسا واقعہ سامنے آتا تھا جیسا پہلے پیسے لے کے دھندا کیا تھا وہی دھندا دوبارہ شروع کر دیتے تھے، اور کہہ دیتے تھے کہ کوئی بات نہیں ہے، ہم یہودہ کی نسل سے ہیں، اللہ کریم ہمیں معاف کر دے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کتاب میں تو یہ بات نہیں

جیسا پہلے پیسے لے کے دھندا کیا تھا وہی دھندا دوبارہ شروع کر دیتے تھے، اور کہہ دیتے تھے کہ کوئی بات نہیں ہے، ہم یہودہ کی نسل سے ہیں ، اللہ کریم ہمیں معاف کر دے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کتاب میں تو یہ بات نہیں تھی، کتاب میں تو صرف دو باتیں تھیں، تم ہمیشہ سچی بات کہو گے، اور کتاب کے اندر جو ہے اسے پڑھو گے اور پڑھاؤ گے، اور یہ یاد رکھو گے کہ پرہیزگاروں کے لیے یہ دنیا اچھا گھر نہیں ہے آخرت اچھا گھر ہے، تم میں یہ شعور نہیں ہے، یہاں ایک لفظ کی درستگی کرنا چاہتا ہوں، '' خلف '' کا معنی ہوتا ہے پیچھے آنا، اب جو بعد والی نسلیں ہیں انہیں خلف کہا جاتا ہے، لیکن اس میں ایک باریک سا فرق ہے، لام پر جزم ہو خلف، تو یہ عربی کے معنی میں ناخلف کے معنے میں استعمال ہوتا ہے، یعنی بری اولاد، اور اگر لام پر زبر ہو خَلَف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے اچھی اولاد، یہاں خلف کا لفظ جزم کے ساتھ آیا، یعنی موسیٰ علیہ السلام کی امت کے بعد میں آنے والے لوگ ناخلف ثابت ہوئے، کہ جو احکام تورات کے تھے انہیں اٹھا کے ایک طرف پھینک دیا۔

والذین یمسکون بالکتاب واقاموا الصلوٰۃ......واذکرو مافیہ لعلکم تتقون

ارشاد ہوا کہ جو کتاب پر مضبوطی سے عمل کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، تو یہ مصلح ہیں اصلاح کرنے والے۔ ان کا اجر ضائع نہیں ہوتا، محبوبؐ وہ وقت بھی یاد فرمایئے کہ جب ہم نے پہاڑ کو ان پر اٹھالیا وہ سمجھتے تھے کہ یہ سائبان ہے، اور پر خیمہ لگ گیا ہے۔ اور یہ ابھی ہم پر گرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو اس کتاب پر عمل کرو، کہنے لگے کہ جی بالکل عمل کریں گے، اور اسے ایسے اچھے طریقے سے یاد کرو تا کہ پرہیزگار ہو جاؤ، یہاں تورات دو انداز سے ہماری رہنمائی کرتی ہے، میں وہ دونوں چیزیں اس لیے بیان کر رہا ہوں تا کہ اس کی تفصیل پتہ چل سکے، تورات کے ایک حصے میں جو بات ہے وہ کچھ اور انداز سے ہے، کتاب خروج باب نمبر 19 آیت نمبر 17 تا 19۔

اس جگہ یہ ہے کہ ''یہ لوگ پہاڑ کے دامن میں تھے، اچانک دھواں پھیل گیا، زلزلہ آگیا، انہیں یہ محسوس ہوا کہ پہاڑ آ کے گر رہا ہے، چیخے چلائے تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب پہاڑ تم پر آیا کہ آیا، لہذا توبہ کرو اور اس کتاب پر مضبوطی سے عمل کرو''۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ زلزلہ تو آیا تھا، وہاں دھواں بھی پھیلا تھا اور پہاڑ نے جب حرکت کی تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ پہاڑ ہم پر گرنے لگا ہے اس زلزلے کی وجہ سے، لیکن پہاڑ حقیقت میں اپنی جگہ سے اٹھا نہیں تھا، یہ پہلی روایت ہے جو تورات میں موجود ہے کتاب خروج کے حوالے سے میں عرض کر رہا ہوں۔ '' جو تلمود ہے اس کا باب تالمود'' تورات میں۔

وہاں یہ ہے کہ '' پہاڑ جڑ سے اکھڑ کے اوپر آگیا تھا، اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ نیچے ان پر گرنے والا ہے''۔

قرآن پاک کے الفاظ تالمود کی حمایت کرتے ہیں، یعنی جو تالمود کی روایت ہے قرآن پاک کے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے، چونکہ یہ " **نتقنا** " کا لفظ " **نتق** " کے لفظ سے بنا ہے، اس کے مفسرین نے ترتیب وار چار معنے بیان کیے ہیں، پہلا لفظ ہے " **زھزا** " اس کا معنی ہوتا ہے کسی شے کو جھٹکا دینا، اور اس کے بعد " **والحجز** " اس کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو ادھر اُدھر ہلانا جسے آپ پنجابی میں جھومنا کہتے ہیں، پہلے تو زور سے جھٹکا دیا پھر انہیں دائیں بائیں ہلایا، " **والجزم** " پھر اسے اپنی جگہ کھینچ لینا، " **والنفس** " پھر اسے اوپر اٹھا کے جھاڑنا، تا کہ وہ صاف ہو جائے، یہ چار چیزیں ملیں تو " **نتق** " بنتا ہے۔ اب قرآن پاک نے تو یہ لفظ استعمال کیا ہے، اور ساتھ یہ ارشاد فرمایا کہ ہم پہاڑ کو ان کے اوپر لے آئے، اگر پہاڑ اپنی جگہ پر ہو تو اوپر لے آنے کا معنی پورا نہیں ہوتا، لہذا یہ تالمود والی روایت جو ہے وہ میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔

Marfat.com

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِىٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ

اور (اے محبوب ﷺ) یاد کرو جب آپ کے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکال لائے، اور انہیں گواہ بنایا

عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ ۛ أَن تَقُولُوا۟ يَوْمَ

اپنی جانوں پر، فرمایا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں، انہوں نے کہا جی ہاں، ہم گواہ ہیں کہ تم یہ نہ کہہ سکو روزِ

ٱلْقِيَٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَٰفِلِينَ ﴿١٧٢﴾ أَوْ تَقُولُوٓا۟ إِنَّمَآ أَشْرَكَ

قیامت کہ ہم اس سے غافل تھے، یا تم کہو کہ بات اتنی تھی شرک کیا تھا

ءَابَآؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۢ بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

ہمارے باپوں نے ہم تو ان کی اولاد ہیں، اللہ کیا آپ ہمیں اس بات پر ہلاک کرنا چاہتے ہیں، جو بات ان باطل پرستوں نے کی تھی

ٱلْمُبْطِلُونَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٤﴾

، اسی طرح ہم آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ شاید وہ واپس پلٹ آئیں

واذ اخذ ربک من بنی آدم.........وکذالک نفصل الایات و لعلھم یرجعون

امام قرطبیؒ کے نزدیک آیت نمبر 172 قرآن پاک کی مشکل ترین آیات میں شمار ہوتی ہے، یہاں دو تین نظریات ہیں، وہ میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، ایک گروہ جو ابتدائی دور میں تھا، جنہیں عموماً معتزلہ کہا جاتا ہے، ان کا اس آیت کے متعلق نظریہ یہ ہے کہ ایسا واقعہ ہوا کبھی نہیں ہے، یہ مثال کے لیے پیش کیا گیا ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے سرکار علیہ السلام کی خدمت میں یہ آیت پیش کر کے اس کا مطلب پوچھا تھا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مطلب ارشاد فرمایا ہے، وہ بالکل وہی ہے جو عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے، کیفیت سرکار کریمؐ نے یہ ارشاد فرمائی حضرت عمرؓ کی پشت پر ہاتھ پھیر کے کہا اللہ کریم نے اسی

Marfat.com

طریقے سے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا تھا، اس ہاتھ پھیرنے کی وجہ سے قیامت تک جتنی بھی روحیں ہیں وہ ساری کی ساری سامنے موجود ہوگئیں ان کی پشت سے نکل کے، تو انہیں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا! **"الست بربکم"** ۵ ''کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں''۔ انہوں نے کہا جی آپ ہمارے پروردگار ہیں، ہم اس بات کے اقراری ہیں، تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ بات کہہ دو کہ ہمیں تو اس بات کی خبر تک نہیں تھی، یا قیامت کو کہہ دو کہ آج ہم توحید کو مانے بیٹھے ہیں، تو دنیا میں جا کے اس لیے شرک کیا تھا، کہ ہم سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد شرک کر رہے تھے، ان کے ان اعمال کی وجہ سے ہم پر ہلاکت مسلط نہیں ہونی چاہیے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل سے یہ ثابت ہوا کہ ارواح کو وہاں نکالا گیا تھا، معتزلہ کے سامنے تو سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ اگر یہ واقعہ ہے تو ہمیں یاد کیوں نہیں ہے، پھر ہمیں یاد رہنا چاہیے، یہ کوئی بات نہیں ہے نہ یہ دلیل بن سکتی ہے اس بات کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت میں تین چار واقعات آتے ہیں جب مختلف روحیں اکٹھی ہو جاتی ہیں، صرف یہ ایک واقعہ نہیں ہے۔

''معراج کی رات سرکار علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام سے جب آگے بڑھے وہاں دیکھا کہ آپ کے دائیں طرف اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے، اور بائیں طرف بھی، دائیں طرف جناب آدم علیہ السلام دیکھتے ہیں تو مسکرا دیتے ہیں بائیں طرف دیکھتے ہیں تو بے حد مغموم ہو جاتے ہیں، سرکار علیہ السلام نے دیکھا کہ دائیں طرف والے تو سارے لوگ جنتی ہیں اور بائیں طرف والے لوگ سارے جہنمی ہیں، اور انہی کو دیکھ کے جناب آدم علیہ السلام خوش ہوتے ہیں اور دوسری طرف دیکھ کے افسوس ہوتا ہے''۔ یہ تو حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔

میں جب اس پر سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ آدم علیہ السلام آج کیوں خصوصیت سے روئے ہیں، میری بصیرت مجھے اس بات کا جواب دیتی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ آج وہ گزر رہے ہیں میرے پاس سے جو محشر کے شافی ہیں، آج اگر میں نے ان کے سامنے دو آنسو بہا دیئے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ کل قیامت کے دن جب شفاعت کا بیڑا یہ اٹھائیں گے، تو ان گناہ گاروں کی بات بھی بن جائے گی، اب اس موقع پر میں جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ روحیں یہاں بھی اکٹھی ہوگئی ہیں، اس کے ساتھ قیامت کے دن اولین وآخرین اکٹھا ہو جائیں گے، اگر اسی طریقے سے تخلیق سے پہلے اس دنیا میں روحیں اکٹھی ہو جائیں تو یہ کوئی محال بات نہیں ہے جس پر معتزلہ نے اتنی مغز ماری کی ہے، پھر چونکہ واضح طور پر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی موجود ہے اس ارشاد کے ہوتے ہوئے کسی کو کوئی بات سوچ کے سرکار علیہ السلام کے مقابلے میں ایک بات گھڑنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اب رہی یہ بات کہ ہمیں یاد کیوں نہیں ہے، تو ہم نے دنیا میں آ کے اس میں محو ہو کے پرانی باتوں کو بھلا دیا ہے، اس وقت آپ خالص روح تھے، آپ مجھے یہ بتائیں جب آپ کی زندگی تین یا چار سال سے نیچے نیچے تھی، یعنی سال کے

تھے یا دو سال کے تھے، آپ کی روح بھی تھی اور جسم بھی تھا تو اس وقت کی کون سی بات آپ کو یاد ہے، اب یہ کہنا کہ مجھے یاد نہیں ہے لہٰذا اس کا وجود نہیں ہے تو یہ دلیل نہیں ہے۔

اب ان کے پاس چلتے ہیں جو اس سلسلے کے عارف ہیں تو حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں! کہ میرے کان میں اب بھی وہ آواز آ رہی ہے۔ "**الست بربکم**" ○ مجھے وہ پوری طرح یاد ہے، اسی طرح بے شمار اولیائے امت نے یہ بات کہی ہے، کہ جب اللہ کریم نے "**الست بربکم**" ○ کہا تھا، تو مجھے وہ یاد ہے، خاص طور پر سلسلہ عالیہ چشتیہ کے جو لوگ ہیں چونکہ وہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں، ان میں سے تو ایک صاحب نے کہہ دیا کہ جب اللہ کریم نے "**الست بربکم**" ○ فرمایا تھا اس وقت ہم بھی تو وہاں موجود تھے، پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی یہاں سے گزرے تو انہوں نے ایک اور بڑی لطیف بات کہی، وہ کہتے ہیں!

کن فا یکون تے کل دی گل اے   اسی مُڈ قدیمی ایسں مُڈھ قدیمی آ سے

یہ وحدۃ الوجود کا فلسفہ ہے جو ابن عربی اور ان کے ساتھیوں نے ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کیا، اور میں سمجھتا ہوں کہ دورِ حاضر میں فسلفہ، وحدۃ الوجود کے بہت بڑے محقق حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گولڑوی تھے، ان کے بعد Recently ان پچھلے پچاس سالوں میں واحدۃ الوجود پر جس بندے نے علماً اور عملاً بے پناہ کام کیا وہ حضرت شیخ الاسلام سیالوی تھے، تو اولیائے امت کا یہ انداز رہا ہے کہ وہ حقائق جو روح سے وابستہ ہیں، جس طریقے سے یہ حضرات بیان کرتے ہیں اس طریقے سے علمی انداز نہیں چل سکتا، لیکن یہاں علم کو ان کے انداز کے پیچھے چلنا ہوگا، اس کی ایک مثال آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں!

بو علی سینا اسلامی دنیا کے بہت بڑے فلاسفر ہیں یہ دنیا کے چند چوٹی کے فلسفیوں میں شمار ہوتے ہیں، یہ ایک اللہ کریم کے کامل انسان کو ملنے گئے وہاں کئی گھنٹے گزر گئے، اور جب باہر نکلے تو کسی نے پوچھا کہ حضرت ان کی محفل کو آپ نے کیسا پایا، تو ان کا جواب یہ تھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ سب کچھ جانتے ہیں میں حیران ہوں کہ دنیا مجھے دور حاضر کا سب سے بڑا محقق کہتی ہے لیکن کوئی بات ایسی نہیں تھی جو مجھے پتہ ہو اور انہیں پتہ نہ ہو، حضرت سے جب یہ بات پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ وہ جانتا ہے وہ سب کچھ میں دیکھتا ہوں، اس کے علم میں اور میرے علم میں فرق یہ ہے کہ اس کا علم سماعی ہے اور میرا علم مشاہداتی ہے، تو جب ان لوگوں نے یہ بات کہی اور اس میں کوئی ایک دو آدمی نہیں ہیں امت کے بے شمار آدمی ہیں، جنہوں نے یہ بات بار بار کہی، کہ جب اللہ کریم نے فرمایا تھا! "**الست بربکم**" ○ تو ہمیں یاد ہے، تو اب اس آیت پر معتزلہ کا جو سوال تھا وہ غلط ہے، اس پر صرف ایک لفظ ہے جسے پر میں نے الگ طور سے بحث کرنی ہے، مفسرین کے کلام میں مجھے یہ بات نہیں ملی۔

یہاں لفظ آیا! "**من بنی آدم**" ○ ''آدم کی اولاد میں سے سب کو انکی پشت سے آئندہ آنے والی نسلوں کو نکالا''۔ تو کیا

یہ صرف آدم علیہ السلام تھے یا اگلی نسلیں بھی تھیں، اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ صرف آدم علیہ السلام تھے، اور قیامت تک آنے والی ان کی نسلیں ان کی پشت سے نکالی گئی تھیں، لیکن اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ قیامت تک آنے والے جتنے بھی اسلاف ہیں وہ سب موجود ہیں اور ہر ایک آدمی کی پشت سے اس کی آنے والی نسل نکال لی جائے تو نہ یہ ایسی بات ہے جو عقل کے خلاف ہو اور نہ ایسی بات ہے جو قرآن پاک کے الفاظ کے خلاف ہو، یہ جامع انداز کی بات ہے جو دونوں چیزوں کو اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے۔

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ ہم آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں، اس لیے کہ حجت پوری ہو جائے، اور کسی سطح پر پہنچ کے یہ چاہیں تو اپنے اختیار سے واپس آجائیں، اللہ کریم مجبور نہیں فرماتے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا

محبوب آپ ان کے سامنے اس آدمی کا واقعہ پڑھیں جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائی تھیں، وہ ان سے کھسک گیا،

فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا

اس کے پیچھے شیطان پڑ گیا تو وہ گمراہوں میں شامل ہوا، اگر ہم چاہتے

لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ

تو ان آیات کے ذریعے اسے اوپر اٹھا لیتے، لیکن وہ تو زمین کی طرف جھکا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی، اس کی مثال تو

كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ

کتے کی مثال ہے، اگر تو اس پر حملہ بھی کردے تو وہ ہانپتا رہے گا اور اگر چھوڑ دے تب بھی

يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ

وہ ہانپتا رہے گا، یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے، آپ بیان فرمادیں

الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۷۶﴾ سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ

واقعات تاکہ وہ سوچیں، بدترین لوگوں کی مثال جنھوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿۱۷۷﴾ مَن يَهْدِ اللَّهُ

ہماری آیات کو جھٹلایا وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے

فَهُوَ الْمُهْتَدِي ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۱۷۸﴾

وہی ہدایت یافتہ ہے جس کو گمراہ کردے وہ خسارے والا ہے

Marfat.com

واتل علیھم نبا الذی اتینٰہ ...... ومن یضلل فاولئک ھم الخاسرون

یہاں پھر اللہ کریم نے اپنے محبوب رحیمؐ سے ارشاد فرمایا! محبوبؐ ان کے سامنے اس آدمی کا ذکر بھی پڑھیں جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں، لیکن وہ ان آیات سے بالکل بچ کے نکل گیا، اس کے پیچھے شیطان پڑ گیا، وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہوا، اب یہاں اس بندے کا نام نہیں ہے کہ یہ کون تھا، مفسرین نے ہمارے سامنے تین چار نام لیے ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ یہ واقع جناب موسیٰ علیہ السلام کے دور کا ہے کچھ مفسرین کے خیال میں، اور اس بندے کا نام بلعام بن باعوراء تھا، وہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے خلاف حسد کے مرض میں مبتلا تھا، کہ میں ان لوگوں میں بڑا لکھا پڑھا آدمی ہوں، یہ بندہ آ گیا، اب واضح بات ہے کہ غیر نبی کا علم نبی کے علم کے سامنے تو ٹک ہی نہیں سکتا، میرا سارا وقار موسیٰ علیہ السلام نے مٹی میں ملا دیا ہے۔ کچھ حضرات کا یہ خیال ہے، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ امیہ ابن ابی الصلت الثقفی تھا، جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں ہے، یہ پہاڑوں میں ریاضتیں کرتا تھا، کہتا تھا کہ تورات کہہ رہی ہے کہ ایک نبی آنے والا ہے اس کی یہ یہ صفات ہیں، تو بڑی کوشش سے وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش بھی کی اور جنگلوں میں گھوما پھرا کہ کسی انداز سے مجھے وہ نبوت مل جائے، لیکن نبوت ایسی شے تو ہے نہیں جسے نوافل سے حاصل کیا جا سکے، یا کوئی اور عبادت کرنے سے نبوت مل جائے یہ بات تو ہے نہیں، لہذا جب سرکار علیہ السلام تشریف لے آئے، تو اس نے بڑی مخالفت کی، اسی طرح ایک اور بندہ ہے ابو عامر اس کا بھی یہی خیال تھا کہ نبوت مجھے مل جائے گی، وہ بھی سرکار کریم علیہ السلام کا مخالف تھا، میں سمجھتا ہوں کہ یہاں واقعہ سرکار کریم علیہ السلام کی مخالفت کی وجہ سے ان لوگوں کا ہے۔ اب یہاں صرف ایک لفظ ہے! "فانسلخ" ۵ اس کا معنی ہوتا ہے اپنا چمڑا اتار کے باہر نکل جانا، یہ سانپ کے لیے استعمال کرتے ہیں، وہ سال کے بعد اپنے چمڑے سے اپنے وجود کو کھینچ کے باہر نکال لیتا ہے اسے غالباً کینچلی کہتے ہیں اردو زبان میں، تو جب انسان اسلاف کے نظریات کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس نے کینچلی اتار کے پھینک دی ہے، جب اس نے یہ کیا تو شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا، اب یہ گمراہوں میں شامل ہو گیا، اللہ کریم نے یہاں ایک قاعدہ کلیہ ذکر کیا ہے جس پر ہم سب کو توجہ دینی چاہیے، ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اپنی آیات کے ذریعے اسے اوپر اٹھا لیتے، لیکن وہ بار بار زمین میں چمٹتا تھا، یعنی نیچے جانے کی کوشش کرتا تھا، اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا تھا، اب پتہ چلا کہ جو خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ زمین کی طرف گرتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول کریمؐ کے احکامات کو مانتا ہے اسے اوپر اٹھایا جاتا ہے۔ اب اس اٹھانے کے سلسلے میں یہ بات بھی اولیائے امت نے بڑی تفصیل سے بیان کی، کہ روح کا جسم میں ہوتے ہوئے اپنے مقام کو چھوڑ کے عالم بالا کی طرف کیسے اڑ پڑتی ہے، اور پھر وہ ان وسعتوں کو طے کرتے ہوئے خدا جانے کہاں کہاں کی سیر کر کے واپس آ جاتی ہے۔

دور حاضر میں علامہ اقبالؒ مرحوم کی جاوید نامہ اور زبور عجم قابل مطالعہ کتابیں ہیں، ان کے مقابلے کی چند ہی اور کتابیں ہیں

، علامہ اقبالؒ راوی کے کنارے بیٹھے ہیں مراقبے میں ہیں روح سیر کے لیے نکل گئی ہے، وہ کہاں کہاں گئی اور کن کن لوگوں سے ملی اقبال نے یہی کچھ اس نظم میں لکھا ہے، اس میں وہ منصور الحاج سے بھی ملے ہیں مختلف اور لوگوں سے بھی ملے ہیں، جب غالب کی روح سے ملے تو ان سے ایک ہی بات پوچھی کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کی ذرا شرح کر دیں، غالب نے ایک شعر پڑھا علامہ اقبال نے کہا آگے بڑھیں غالب نے ایک اور شعر پڑھا پھر کہا آگے بڑھیں ایک اور شعر پڑھا اور فوراً کہہ دیا کہ میں اس سے آگے نہیں جا سکتا، تو پھر علامہ اقبال واپس پلٹتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ وہ یہ سارا سفر کس کے ساتھ طے کرتے ہیں اپنے روحانی مرشد حضرت رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ، مجھے اپنی زندگی میں بے شمار ایسے لوگ ملے، میں اس لیے نام نہیں لینا چاہتا کہ بات لمبی ہو جائے گی، جن پر یہ کیفیات طاری تھیں، اور روحانی سیر ان کا بھی حصہ تھا، ان میں وہ لوگ بھی تھے کہ معراج کے واقعہ کو تنہائی میں بیٹھ کے بیان کرتے تھے، تو ایک عام آدمی کی روح بھی ان کی روح کے ساتھ سیر کے لیے چل پڑتی تھی، اور بسا اوقات یہ بھی ہوا کہ فناہ اور بقا کے مناظر جیسی کیفیات میں اولیاء اللہ لوگوں کو طے کرادیا کرتے تھے، تو یہ وہ بات ہے جو قرآن پاک نے بیان کی، کہ جو خواہشات کا تابع ہے وہ زمین کی طرف گرتا ہے، اور جو خواہشات کا تابع نہیں ہے وہ عالم بالا کی طرف اوپر کو اٹھتا ہے، اب اوپر اٹھتے وقت جو کیفیت ہوتی ہے وہ عارف اپنی نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے، اسے بذات خود ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کی اپنی پشت اس کی آنکھوں کے سامنے ہے، کہ وہ اوپر اٹھ کے جا رہا ہے۔

قدیم دور کے ایک عظیم صوفی جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے ہیں، اور انہیں عام طور پر احمد رفاعی کہا جاتا ہے، وہ جب روضہ رسول علیہ السلام پر حاضر ہوئے تھے تو انہوں نے یہ کہا تھا! **"یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میں دور ہوتا تھا تو میں یہاں روح کو بھیجا کرتا تھا، وہ میری جانشین بن کے آپ کے مدینے کی زمین کو چومتی رہتی تھی، سرکار کریم اب مرحلہ آگیا ہے جسم کی حاضری کا اور وہ آپ کے دربار سدا بہار میں موجود ہے، آپ ذرا اپنی قبر مبارک سے اپنا ہاتھ باہر نکالیں تا کہ میرے ہونٹ انہیں چوم کے لطف اندوز ہوسکیں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قبر سے اپنے ہاتھ باہر نکالے، اور حضرت احمد رفاعی نے آگے بڑھ کے نبی پاک صاحب لولاک حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک چوم لیئے"**۔

اس وقت حضرت غوث پاک بھی مسجد نبوی میں موجود تھے، بہت سارے اور لوگ بھی موجود تھے، جو سارے بڑے کامل اور اکمل انسان تھے، بعد میں حاضرین میں سے کوئی بندہ آیا اس نے کسی اور کو بات سنائی تو وہ بندہ اٹھ کے حضرت غوث پاک کی محفل میں بغداد چلا آیا اور حضرت غوث پاک سے پوچھنے لگا کہ کیا آپ مسجد نبوی میں موجود تھے جب یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا تھا، آپ نے جواب دیا کہ جی میں وہاں ہی تھا، اس نے بڑا اچھا ہوا ایک سوال کر دیا، اس نے کہا کہ اس موقع پر بڑے بڑے لوگوں کو بڑا ہی رشک آیا ہوگا، یعنی بڑے بڑے اولیاء وہاں موجود تھے آپ بھی وہاں موجود تھے، یعنی سوال تو یہ تھا کہ آپ کے ساتھ تو یہ واقعہ پیش نہ آیا اور حضرت احمد رفاعی کے ساتھ یہ واقعہ ظہور پذیر ہوگیا، اسے دست رسول چومنا نصیب ہوگئے، حضرت غوث پاک مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ تو زمین کے رشک کی بات کر رہا

وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اور جب ان کے پاس آتی ہے

اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ‌ۘ اَللّٰهُ

کوئی نشانی تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ دیا جائے جیسے دیا گیا اللہ کے رسولوں کو، اللہ

اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَـتَهٗ‌ ؕ سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا

تعالٰی جانتا ہے (اس دل کو) جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو عنقریب پہنچے گی جنھوں نے جرم کیے

صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيۡدٌ ۢ بِمَا كَانُوۡا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾

اللہ کے ہاں ذلت اور عذاب سخت بوجہ ان مکروں کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

و اذا جاء تھم آیۃ قالوا.... بما کانوا یمکرون

کافروں کی ایک بات اور تھی، پیچھے تین باتیں تو آگئی تھیں چوتھی یہ ساتھ ملالیں کہ جب بھی کوئی قرآنی آیت نازل ہوتی ہے یا نبی پرکوئی معجزہ آتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے، اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جیسا ملا ہے ایسا ہمیں بھی ملے، ایک صاحب سرکار علیہ السلام کے پاس آ کے کہنے لگے کہ میں آپ سے عمر میں بھی بڑا ہوں اور مال بھی میرے پاس زیادہ ہے میرا خیال ہے کہ فرشتہ بھول کے آپ کے پاس چلا گیا ہے اسے آنا میرے پاس چاہیے تھا۔ اسی طرح ابو جہل نے کہا کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے اگر میں چاہوں تو میں وہی کچھ کرسکتا ہوں، اگر میں نہ کرسکوں تو پھر جو کچھ آپ کے پاس آتا ہے وہ میرے پاس بھی ایسا آجانا چاہیے، تاکہ میں آپ کو بھی مان لوں اور آپ کے اللہ تعالیٰ کو بھی مان لوں، چھوٹا جواب تھا کہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ اس کی رسالت کے لیے جگہ کون سی چاہیے، اس کے لیے دل کیسا ہوتا ہے۔ اور آخر میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ جو مجرم لوگ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ ذلیل ہوں گے، اور ان پر ان کی مکاریوں کی وجہ سے سخت عذاب ہوگا۔

☆☆☆☆☆

ہے اس وقت جبرائیل کو آسمان پر رشک آرہا تھا، یہ تو بات ہی بڑی عجیب تھی۔

تو اب یہاں قرآن پاک نے یہ بات کہی کہ ہمیں اس پر بڑے گہرے انداز سے غور کرنا چاہیے، کہ ہم نے روح کو نہیں پالا بلکہ جسم کو پالا ہے، اسے اجالا ہے، اس کے لیے زندگیاں وقف کر دی ہیں، اور اس کی حیثیت کیا ہے ایک لباس ہے جسے قبر میں اتار کے پھینک دینا ہے، اس کی پرورش تو کی ہے اور جسے پالنا تھا اسے ہم زمین کی طرف کھینچتے رہتے ہیں، اسی غم میں اقبال نے کہا تھا کہ!

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اب اس راکھ کے ڈھیر سے چنگاریاں تلاش کرنی ہیں، اور یہی وہ کام ہے جو قرآن پاک کا مطالعہ پیدا کرتا ہے۔ فرمایا وہ زمین کی طرف بڑھا، خواہشات کا پیرو ہو گیا، اس کی مثال تو کتے کی مثال ہے، اسے آپ یہاں سے بھگائیں، زبان اس کی لٹک رہی ہے آپ اسے بھگا دیں، وہ کم بخت جہاں بھی جائے گا زمین پر اپنی تھوتھنی لگا کے زمین کو سونگھے گا وہاں سے کوئی شے تلاش کرے گا، وہ زمین سے اوپر اٹھتا نہیں ہے اس نہ اٹھنے کی وجہ سے انسان کو اس کتے سے تشبیہ دی گئی ہے، ایک جگہ سے آپ اسے نکالیں گے جب آگے جائے گا تو وہاں بھی وہ اسی دھندے میں مصروف ہو گا، یعنی کھانے کے لیے ہڈیاں وغیرہ تلاش کر رہا ہو گا تو اب کتا زمین سے اوپر نہیں اٹھ سکتا، اگر انسان پر بھی یوں ہی طلب دنیا چھا جائے تو پھر وہ اوپر نہیں اٹھ سکتا۔ یہاں مترجم نے بے حد غلط ترجمہ کیا ہے قلم کی لغزش ہے انہوں نے یہاں غور سے اس پر توجہ نہیں فرمائی اللہ کریم ان پر رحم فرمائیں، فرماتے ہیں ''اس پر تو بوجھ لادے تو وہ ہانپے، اور چھوڑ بھی دے تو پھر بھی ہانپے''۔ کبھی کتے پر بھی آپ نے کسی کو بوجھ لادتے دیکھا ہے، یہ تو سادی بات ہے لیکن ان کی قلم کے نکل گئی، اور جنہوں نے اوپر اس تفسیر کی شرح لکھ دی ہے وہ ان کے شاگرد ہیں، انہوں نے بھی اوپر یہ بات نہیں کہی کہ یہاں حضرت صاحب سے لغزش ہوگئی ہے اسے درست کر لیا جائے، یا ان کے شاگرد ہی درست کر دیتے، اس کا صحیح معنی ہے کہ ''تو اس پر حملہ کر دے تو اسے بھگا دے، تب بھی وہ ہانپتا رہے گا، اور اگر چھوڑ دے تو تب بھی وہ ہانپتا رہے گا''۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے، آیات کو جھٹلا دینے سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔

"فاقصص القصص" ۝ محبوب آپ یہ واقعات ان کے سامنے بیان کریں ہو سکتا ہے کہ یہ سوچنے لگ جائیں اور سوچ کے واپس پلٹ آئیں، ان لوگوں کی مثال بدترین مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے، ہمارا انہوں نے کچھ نہیں بگاڑا، وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، وہ جان جو ان کے جسم میں موجود تھی، جسے عام طور پر ''نفس'' کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، انسان عام طور پر تین چیزوں کا مرکب ہے، ایک اس کا جسم ہے ایک اس کی جان ہے اور ایک اس کی روح ہے۔ تو جان کو یہ جسم غلط استعمال کرتا ہے، روح اسے بار بار سمجھاتی ہے لیکن وہ جسمانی خواہشات کے پیچھے اسے بھی میلا کر کے چھوڑتا ہے۔ اس میل کو قرآن پاک نے کئی اندازوں سے بیان کیا ہے، اللہ کریم جسے ہدایت دیتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے، جنہیں وہ گمراہ کر دیتا ہے ان کی ساری زندگی خسارے میں چلی جاتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ

ہم نے جہنم کے لیے بہت سے جن اور انسان پیدا کیے ان کے دل (تو) ہیں،

لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ

لیکن وہ سمجھتے نہیں ہیں، ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں ہیں، ان کے کان تو ہیں لیکن سنتے نہیں ہیں

بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۷۹﴾

ان سے، وہ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ہیں، یہی لوگ تو غافل ہیں

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي

اللہ تعالیٰ کے لیے بہت ہی پیارے نام ہیں ان سے انہیں پکارو اور چھوڑ دو انہیں جو ٹیڑھے چلتے ہیں

أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۸۰﴾

ذات اقدس کے ناموں میں، انہیں بدلہ ملے گا ان کے اعمال کا

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۱۸۱﴾

اور ان میں ہم نے ایک جماعت پیدا کی جو راہ دکھاتی ہے حق کے ساتھ اور حق کے ساتھ ہی عدل وانصاف کرتی ہے

ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس......اولئك هم الغفلون

ارشاد فرمایا! "ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس" ○ بے شمار جنوں اور انسانوں کو ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے، یہاں ذہن میں ایک خیال آتا ہے، کہ یہ جو بے شمار مخلوق جہنم کے لیے پیدا ہوئی ہے، تو دوسری آیت کہتی ہے کہ **"ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون"** ○ "کہ جن وانس عبادت کے لیے پیدا ہوئے ہیں"۔ اوپر والی آیت نے کہا کہ جہنم کے لیے پیدا ہوئے ہیں، تو کیا دونوں آیتوں میں تعارض نہیں آ گیا، کیا یہ آیات ایک دوسرے کے خلاف نہیں چلی گئی ہیں، تو اس سلسلے میں میں توجہ کا طالب ہوں، ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ جو لام آیا ہے **"لجهنم"** یہ لام عاقبت ہے عربی گرامر میں، اس کا مطلب یہ

ہے کہ بہت سارے لوگوں کا انجام یہ ہے کہ اپنی بدعملیوں کی وجہ سے وہ جہنم میں چلے جائیں گے آخر کار، یہ مفہوم ہے اس آیت کا، اب سوال یہ ہے کہ کیا قرآن پاک کی کوئی اور آیت بھی ہے جس میں اس طرح کا لام آیا ہو اور وہ عاقبت کے لیے ہو، جی قرآن پاک میں آتا ہے، جناب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی بیوی نے اپنے گھر رکھ لیا تو قرآن حکیم کہتا ہے کہ!" **فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدوا" ٥** "انہیں اپنے گھر تو رکھ لیا لیکن انجام اس کا کیا تھا کہ وہ ان کے لیے دشمن ثابت ہوا وہ ان کے لیے غم ثابت ہوا"۔ تو یہاں بھی اسی طرح لام عاقبت اور انجام کے لیے ہے، لہذا اب اس میں کوئی اختلاف باقی نہ رہا، کہ جن وانس نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیارات کو غلط استعمال کیا اور اپنے آپ آخر کار جہنم میں لے گئے، یہ مطلب ہوا اس آیت کا۔ ان کے دل تو تھے لیکن ان میں سوچیں نہیں تھیں، آنکھیں تو تھیں لیکن آنکھوں سے دیکھتے نہیں تھے، کان تو تھے لیکن سنتے نہیں تھے، اب آپ دیکھیں کہ تین چیزوں کی قرآن پاک نے نفی کر دی، نہ انہوں نے دلوں کو استعمال کیا، نہ انہوں نے آنکھوں کو استعمال کیا، نہ انہوں نے کانوں کو استعمال کیا۔ اب ان چیزوں کو اللہ کریم جس غرض کے لیے استعمال کرانا چاہتے تھے اس غرض کے لیے انہوں نے ان چیزوں کو استعمال نہیں کیا، تو اس صفت کی نفی ہو گئی، حالانکہ وہ دیکھ رہے تھے، سن بھی رہے تھے اور سمجھ بھی رہے تھے، تو ارشاد فرمایا کہ جب انہیں استعمال نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ جانور ہیں، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں، بدتر کیوں ہیں؟ اس لیے کہ جانوروں کو سمجھ نہیں ہے، عقل نہیں ہے، اب اگر عقل نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس قسم کی غلطی کرتا ہے، تو اسے غلطی شمار نہیں کرنا چاہیے، لیکن عقل وشعور کے ہوتے ہوئے اگر اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق غلط راستہ پکڑ لیتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ گمراہی میں اس نے جانوروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے، یہ لوگ غافل ہیں، اور یہ غفلت ہی انہیں اس نتیجے پر لے گئی ہے کہ نہ وہ دلوں کو استعمال کر رہے ہیں نہ نگاہوں کو استعمال کر رہے ہیں اور نہ ہی کانوں کو استعمال کر رہے ہیں۔

ولله الاسماء الحسنىٰ فادعوه بها......سيجزون ما كانوا يعملون

قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر نبی رحمت علیہ السلام نے اپنے بے شمار ارشادات میں قوم کو غفلت سے بچنے کی تلقین کی ہے، اور یہ بار بار ارشاد فرمایا کہ یاد ربانی کی طرف بڑھا جائے، کیونکہ وہی روح کی زندگی ہے، اور وہی آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے، یہاں آگے مسلمانوں کو ایک ادب سکھایا جا رہا ہے، مختلف قوموں کے ساتھ میل جول اس وقت بھی تھا اور وہ مشرک قومیں تھیں آئندہ بھی قیامت تک مختلف قوموں سے میل جول ہونا ہے، اپنی انفرادیت باقی رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ کریم کے بہت سارے پیارے پیارے نام ہیں انہی ناموں کو لے کے آپ اللہ کریم کو یاد کیا کریں اور اللہ کریم کو انہی ناموں سے پکاریں، یہ ضروری ہے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ان کے انداز کو چھوڑ دیا جائے، اب یہ ٹیڑھا چلنے کی بہت ساری صورتیں ہیں، جن میں سے تین چار صورتیں میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

نام لے کے وہ کسی اور کا نام رکھ دیا جائے، یہ بات اچھی نہیں ہے، یا اللہ کریم کے نام سے کوئی نام اخذ کر کے بت کا نام رکھ دیا جائے، مثلاً "الـہ" لفظ ہے اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن پاک میں، تو انہوں نے اسی سے لفظ لات بنایا، آخری 'ہ' کو 'ت' سے بدل دیا، یا اسی طرح "عزیز" لفظ تھا تو اسے تبدیل کر کے عزیٰ بنا دیا، "منان" لفظ تھا تو آخری 'ن' کو 'ت' سے بدل کے منات کہہ دیا، تو یہ وہ باتیں ہیں جن سے اسلام یہاں روک رہا ہے، یا اللہ کریم کا نام رکھنا ہے، تو اپنی طرف سے ایسا نام رکھ دیں جو اس کے شایان شان نہیں ہے، یہ بھی جائز نہیں ہے، اس مقام سے گزرتے ہوئے علمائے اسلام نے یہ بات کہی کہ اللہ کریم کے نام توقیفی ہیں، توقیفی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک نے یا سنت نے جو نام بتائے ہیں وہ نام استعمال کیے جائیں ان کے علاوہ اپنی طرف سے کوئی نام نہ رکھا جائے، بحث کرتے ہوئے اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان فرمائی ہے کہ آپ کا ذہن بے حد محدود ہے نہ اللہ کریم کی صفات کو پا سکتا ہے نہ ذات کو مکمل طور پر سمجھ سکتا ہے، لہذا اللہ کریم نے جو نام اپنا نام بتایا ہے وہ استعمال کیا جائے، یا جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلا ہے وہ استعمال کیا جائے، اس کے علاوہ اور نام نہ رکھا جائے، اللہ کریم کے اسمائے عالیہ ہوں انہیں جادو کے مقاصد کے لیے استعمال کرنا بھی ممنوع ہے، اسی آیت کی رو سے، جس طرح کہ باقی انداز سے ممنوع ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایک بات ہے اس پر ہمیں غور کرنا ہوگا لڑکے کا نام والدین نے عبدالرحمٰن رکھا ہے، یا عبداللہ رکھا ہے، آپ عبد کے لفظ کو چھوڑ کے اسے کہہ دیں کہ رحمٰن صاحب آئے ہیں یہ شرعاً بالکل جائز نہیں ہے، اس لیے کہ وہ جو عبدیت کی نسبت تھی اسے آپ نے چھوڑ دیا ہے، اس بات کو ہمیں نے اپنے معاشرے میں پھیلانا چاہیے کہ جہاں بھی ذات ربانی کے ساتھ عبدیت کی نسبت آ جائے اس عبدیت کے لفظ کو چھوڑ کے صرف اللہ کریم کا صفاتی نام کسی بندے کے لیے نہ بولا جائے یہ ادب کے خلاف ہے۔

وممن خلقنا امة یھدون بالحق و به یعدلون

ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ ایسا نہیں کرتے تو ان کے اعمال کی جزا ہوگی، اللہ تعالیٰ کی اس تخلیق میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی جو ہدایت کا راستہ سچ کے انداز سے بتاتے رہے ہیں، اپنی جانوں پر بھی اس آئین کو لاگو کرتے رہے ہیں اور جب انہیں اقتدار ملا ہے تو دوسروں پر بھی اسے لاگو کیا ہے، لیکن جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا انہیں ہم آہستہ آہستہ پکڑتے ہیں، انہیں اس بات کا علم ہی نہیں ہوتا کہ حالات ہمارے خلاف کیا رخ اختیار کر رہے ہیں، کہ جب شان وشوکت تھی تو اس وقت کیا کیفیت تھی اور پھر اس انداز سے وہ ساری کیفیت گئی کہ پتہ بھی نہیں چل سکا کہ وہ کل کیا تھے اور آج کیا ہیں۔

☆☆☆☆☆

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٢﴾

جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا، ہم آہستہ آہستہ انہیں اپنی گرفت میں لیں گے، اس طرح کہ انہیں علم ہی نہیں ہوگا

وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿١٨٣﴾ اور میں مہلت دیتا ہوں انہیں یقیناً میری خفیہ تدبیریں بڑی پکی ہوتی ہیں

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا ۗ مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١٨٤﴾

کیا انہوں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا، کہ ان کے اس رفیق کو کسی قسم کا جنون نہیں ہے، وہ تو صرف نذیر ہیں کھلم کھلا

أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ کیا انہوں نے زمین اور آسمانوں کی وسیع سلطنت

وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ

کو نہیں دیکھا، کیا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اس پر نظر نہیں ڈالی، ہوسکتا ہے کہ ان کی قریب آگئی ہو

أَجَلُهُمْ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٥﴾ مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا

موت اور قرآن پاک کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ جسے گمراہ کردے اللہ تعالیٰ تو نہیں کوئی

هَادِيَ لَهُ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٨٦﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ

ہدایت دینے والا اسے، اور وہ اپنی گمراہی کے ساتھ سرگرداں بھٹکتے رہتے ہیں۔ محبوب آپ سے پوچھتے ہیں قیامت کے بارے میں

أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي ۖ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَتْ

(کہ وہ کب وقوع پذیر ہوگی) فرمادیجئے اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے، کوئی اسے واضح نہیں کرسکتا اپنے وقت پر مگر وہ ذات (یعنی اللہ) گراں ہے

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ

آسمانوں اور زمین کے لیے یہ واقعہ، تمہارے پاس قیامت اچانک آئے گی۔ آپ ﷺ سے وہ پوچھتے ہیں، گویا اس کی بحث میں پڑے ہیں

Marfat.com

عَنۡهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾

٭فرمادیجئے اس کا علم صرف میرے اللہ کریم کے پاس ہے، اکثر لوگوں کو اس کا پتہ نہیں ہے

والذین کذبوا بایتنا سنستدرجھم.........فی طغینھم یعمھون

ارشاد ہوا کہ ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں، کہ اگلے قدم پر سنبھل جائیں گے لیکن ایسی بات ہوتی نہیں ہے، پھر ہماری خفیہ تدبیر سامنے آتی ہے، جو بڑی پختہ ہوتی ہے، اور انسان کی ساری تدابیر اس کے مقابلے میں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں، یہاں بھی انہوں نے ''کیدی'' کا معنی داؤ کردیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ استعمال کرنا بے ادبی ہے، کاش یہ ہمارے مفسرین یا مترجمین جو بیس بچیس بچیس علوم اس لیے پڑھتے ہیں کہ قرآن پاک صحیح سمجھا جاسکے وہ ایسے الفاظ کیوں استعمال کرجاتے ہیں جو اللہ کریم کی عظمت اور شان کے خلاف ہیں، کیا ان لوگوں نے سوچا نہیں کہ ان کے ساتھی یعنی مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں کسی قسم کا جنون نہیں ہے، یہ کفار کے ایک اعتراض کا جواب ہے، جب ان کے پاس کوئی جواب نہیں بن پڑتا تھا تو کہتے تھے کہ انہیں جنون ہوگیا ہے، اب بھی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کسی کا مذہب کے ساتھ بہت ہی گہرا رابطہ ہو اور وہ آج کے معاشرے کے انداز کو اپنا نہ سکے تو کہا جاتا ہے کہ بس جی انہیں تو نظریات کا جنون لگا ہوا ہے، یہ بڑی پرانی بات ہے جو مختلف دوروں میں مختلف اندازوں سے کہی جاتی رہی ہے، تو اللہ کریم نے فرمایا کہ انہیں جنون نہیں ہے، یہ تو اللہ پاک کی طرف سے بالکل وضاحت والے آدمی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آپ کو ڈرا رہے ہیں، ان لوگوں کو دیکھنا چاہیے، اس آسمان اور زمین کی وسیع سلطنت کو، ایک ہوتا ہے ملک۔ ایک ہے ملکوت، دیکھیں یہ جو آج سائنسی نظریات ہیں اس وقت نہیں تھے، آج کے مشاہدات اس وقت نہیں تھے، قرآن پاک نے ملک کا لفظ چھوڑ کے ملکوت کا لفظ بول دیا، کہ جب آنے والے آئیں گے تو کائنات کی وسعتیں ان کے سامنے آجائیں گی تو قرآن پاک ان کی دستگیری کرے گا کہ اس کا ذکر تو قرآن پاک نے پہلے کردیا تھا، آج جب یہ کہا جاتا ہے کہ ملکوت اتنی پھیلی ہوئی ہے کہ اب ہم اگر نور کی چال چلیں یعنی روشنی کی چال سے چلیں تو اس کائنات کو عبور کرنے کے لیے دس ارب سال درکار ہیں، اب فرمائیے اس کی وسعتیں کیا ہوں گی، جبکہ روشنی کی چال آپ سب لوگ جانتے ہیں، ایک سیکنڈ میں کتنی ہے، اب آپ اندازہ فرمائیے کہ اتنی وسیع کائنات جس کے ایک چھوٹے سے حصے پر ہمارا نظام شمسی حاوی ہے اس ساری ملکوت پر ذرا نگاہ ڈالیں اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں انہیں بھی دیکھیں، پھر اس کے بعد سوچیں کہ ان کا باپ دادا یہاں نہیں رہا، شاید چند لمحوں میں وہ بھی یہاں نہ رہیں، ان کا آخر وقت بھی آگیا ہو ادھر دیکھیں کہ آخری رسول بھی آگیا ہے، آخری کتاب بھی آگئی ہے، اگر اس پر غور نہیں

Marfat.com

کریں گے تو پھر کہاں سے وہ بات آئے گی جس پر وہ ایمان لائیں گے۔

مسلمانو! یاد رکھو جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا وہ ہادی کہاں سے پائے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیا، کہ یہ سرگرداں پھرتے رہیں، اور کوئی بات نہیں آتی تو ایک سوال وہ بار بار کرتے تھے۔

یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسھا...... ولکن اکثر الناس لایعلمون

محبوب آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب ظہور پذیر ہوگی، یہاں ایک لفظ ہے جس کی تشریح کرنا ضروری سمجھتا ہوں، **"مرسھا"** جہاں جہاز لنگر ڈالتا ہے، اس مقام کو مرسھا کہا جاتا ہے، کشتی جہاں لنگر ڈالتی ہے، اس جگہ کو مرسھا کہا جاتا ہے، قیامت کب لنگر انداز ہوگی، وہ بڑے ادیب قسم کے لوگ تھے زبان پر بڑی عجیب دسترس رکھتے تھے، استعارات تشبیہات مجازات اور تلمیحات کے وہ شہنشاہ تھے، تو یہاں بھی انہوں نے وہی انداز اپنایا، گویا انہوں نے اس ساری کائنات کو انہوں نے کشتی سے تشبیہ دی، کہا کہ جس طرح کشتی یا جہاز لنگر انداز ہوتا ہے، تو اس کائنات کی لنگر اندازی کا مرحلہ کب ظہور پذیر ہوگا، اور قیامت کب ہوگی، فرما دیجئے کہ قیامت کا علم میرے ربّ کریم کے پاس ہے، اسے قرآن پاک نے کئی لفظوں میں بیان کیا ہے، یہاں فرمایا کہ **"انما علمھا عند ربی"** ٥ ''اس کا علم میرے رب کے پاس ہے''۔ **''اعلمھا عند اللہ''** ٥ ''اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے''۔ اب اس کے وقت کو اللہ تعالیٰ ہی ظاہر فرمائے گا، لیکن قیامت آسمانوں اور زمین کے لیے ایک بے حد ثقیل چیز ہے، تمہارے پاس اچانک آئے گی، یہ مضمون کئی دفعہ پہلے گزر چکا ہے، میں نے تفصیلات عرض کی ہیں، اختصار سے پھر عرض کر دیتا ہوں، سرکار کریم نے فرمایا کہ قیامت بہت ہی جلدی آجائے گی، قرآن پاک نے ارشاد فرمایا کہ قیامت تمہارے پاس اچانک آئے گی، دوسرے مقام پر فرمایا کہ آنکھ جھپکنے کی دیر ہوگی کہ قیامت آجائے گی، نوالہ اٹھا کے منہ میں ڈالنے والا اٹھا چکا ہے منہ میں نہیں ڈال پایا کہ قیامت آجائے گی، تو قیامت اچانک آئے گی، اس کا علم ربّ کریم کے پاس ہے، اکثر لوگ اسے جانتے نہیں ہیں، یہاں ہمارے مفسرین نے تین چار باتیں ارشاد فرمائی ہیں، وہ میں آپ کی خدمت میں تبرکاً عرض کرتا ہوں، علامہ آلوسیؒ جو اس صدی کے سب سے بڑے مفسر ہیں، ان کا ارشاد یہ ہے کہ یہاں ربّ کریم نے اپنی طرف علم کی نسبت کرائی ہے نبی کریم کی ذات پاک سے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذاتی طور پر علم صرف اللہ پاک کا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے بتانے سے علم ہو جاتا ہے کہ قیامت کب آئے گی، اور وہ علم اگر بتانا ہے تو سب سے پہلے اپنے محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی بتانا ہے، اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ سرکار کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس بندے کو جانتا ہوں جو جہنم میں سے سب سے بعد نکلے گا اور جنت کی طرف جائے گا، اس بندے کے نکلنے کی جزیات تک نبی پاک نے ارشاد فرمائی ہیں، اب بات یہ ہے کہ یہ واقعہ قیامت قائم ہونے کے اربوں سال بعد ظہور پذیر ہوگا، اگر سرکار کریم کی نگاہ سے وہ مخفی نہیں ہے تو قیامت کا دن سرکار کریم کی نگاہ اقدس سے کیوں مخفی رکھا جائے، اور وہ بھی اس نظریے سے کہ سرکار علیہ السلام ذاتی طور سے نہیں جانتے، یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا کی نفی یہاں کہیں بھی نہیں ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ

فرمادیجئے میں (بذات خود) اپنی جان کے لیے نفع اور ضرر کا مالک نہیں سوائے اس کے کہ جو اللہ کریم چاہے، اگر میں

اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ

(ذاتی طور پر) غیب جانتا ہوتا تو کثرت سے میں خیر اکٹھی کر لیتا اور مجھے کسی قسم کی برائی نہ چھوتی، میں تو

اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

نذیر ہوں اور بشیر ہوں ایمان والی قوم کے لیے

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا......ان انا نذیر و بشیر لقوم یومنون

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے رب کریم نے اس آیت میں ایک اور نفیس بات بتا دی، کہ میں ذاتی طور پر اپنی جان سے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں، وہ بھی جو عظمتیں مجھے عطا کی ہیں وہ اللہ کریم کی ذات پاک نے عطا کی ہیں، اور انسان اپنے ... میدان جنگ میں اگر میرا ماتھا زخمی کرایا یا میرے دانت شہید کرائے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے تو اب یہاں ذرا الفاظ پر غور کیجئے۔ ''میں اپنی جان کے نفع اور ضرر کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہیے''۔سوال یہ ہے کہ آپ کے اور میرے لیے اللہ تعالیٰ نے نفع بے شمار چاہے ہیں، اور ضرر بہت کم ہیں، آپ اپنی زندگی کو دیکھ لیں، اس میں کتنا وقت ہے جس میں آپ غذا کے بغیر رہ گئے ہوں، آٹے کا بحران آیا پھر بھی آپ کچھ نہ کچھ کھاتے پیتے ہی رہے ہیں، تو اللہ کریم کی طرف سے مشیت ربانی میں انسانیت کے لیے نفع بے حد ہے اور اس کے مقابلے میں نقصان بہت کم ہے۔ تو جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشیت کیا ہو گی؟ لہذا اس مقام پر اس آیت کو سامنے رکھ کے جس بندگی کے انداز کو سرکار کریم ﷺ نے اپنایا ہے۔ اس بندگی کے انداز کو لیتے ہوئے سرکار کریم ﷺ کی عظمتوں کا انکار کرنا یہ بے حد بے مائیگی اور ذہن کی بے حد پستی ہے۔''**ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر ومامسنی السوء**''٥ ''اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت ساری بھلائی اکٹھی کر لیتا، مجھے کبھی بدی چھوتی بھی نہ''۔ یہاں دو تین باتیں میں نے آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرنی ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ یہاں لفظ ''لو'' آیا ہے اور اس سلسلے میں میں بے حد خوش ہوں کہ عربی زبان سے بڑا گہرا لگاؤ رکھنے والے خان عبدالرؤف خان صاحب بھی محفل میں موجود ہیں اور آپ حضرات بھی بڑے لکھے پڑھے لوگ ہیں، ''لو'' کو تین طریقوں سے

Marfat.com

اور تین شرطوں سے عربی زبان میں استعمال کیا جاتا ہے، ایک چیز اس کے بعد سبب آتی ہے جس کا آگے سبب ہوتا ہے اور یہ سبب اور مسبب دونوں ماضی میں ہوتے ہیں، اور تیسری بات یہ ہے کہ اس سبب کو ''لو'' کا لفظ آ کے روک دیتا ہے، یہ مغنی جلد اول صفحہ نمبر 206 پر ''لو'' کے بارے میں اس عربی ادب کے عظیم ماہر انسان لبیب نے یہ بات لکھی ہے، اب دیکھیں کہ یہاں یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر مجھے غیب کا پتہ ہوتا تو میں بے شمار خیر اکٹھی کر لیتا، کیا یہ علم ذاتی کی نفی ہے، یا علم عطائی کی نفی ہے، یہ علم ذاتی کی نفی ہے، یعنی میرے پاس ذاتی علم نہیں ہے جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے، اب اگر یہ علم آپ عطائی مانتے ہیں اور ذاتی نہیں مانتے تو ایک سادہ سی بات ہے کہ جب کسی چیز کا علم ہو تو اس کی بدی سے آپ بچ سکتے ہیں، جو عام طور پر یہاں مفسرین نے بات کی ہے یہ یہاں جچتی نہیں ہے، کہ بدی کا علم ہو تو پھر انسان بدی سے بچ جائے۔ اب میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں کہ ایک آدمی کو جج سزائے موت دے دیتا ہے، اس آدمی کو علم ہو گیا ہے کہ اب مجھے یہ پھانسی دینا چاہتے ہیں کیا اس علم کے بعد وہ سزائے موت سے بچ سکتا ہے، تو یہ علم عطائی تھا، اس نے اسے کوئی فائدہ نہیں دیا، یہاں آیت نے علم عطائی کی بات نہیں کی ہے، ورنہ یہ اعتراض نہ پڑتا کہ یہ کسی صورت میں بھی، یہ ذاتی علم کی نفی ہے، اور الحمدللہ مسلمان سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ذاتی علم بالکل نہیں مانتے، ان کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ کریم کی طرف سے سرکار کریم کو علم عطا ہوا ہے، لیکن وہ کتنا عطا ہوا ہے؟ اس میں بنیادی عقیدہ ہمارا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کا علم کسی صورت میں بھی مساوی نہیں ہو سکتا، اب رہی بات عطا کی تو اس عطا کی حدیں کیا ہیں؟ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں جتنا علم انہیں عطا ہوا ہے اتنا نہ کسی فرشتے کو عطا ہوا ہے نہ کسی نبی اور رسول کو عطا ہوا ہے نہ ہی کسی اور کو عطا ہوا ہے، ہمارے نزدیک یہ ذہن کی پستی ہے کہ ایک بندے کو کہا جائے کہ سرکار کائناتی علم سارے کا سارا جانتے ہیں، تو وہ کہہ دے کہ یہ شرک ہے اور جب اسے کہا جائے کہ یہ سارا کچھ شیطان جانتا ہے تو ہم یہ مانتے ہیں، تو جوابی طور پر وہ کہہ دے کہ قرآن پاک کی آیت سے شیطان کا علم ثابت ہے۔ اور سرکار کریم کا علم تو قرآن پاک سے ثابت نہیں ہے، اس علم پر بھی کروڑوں لعنتیں، جو سرکار کریم کے علم کا موازنہ شیطان کے علم سے کرتے ہوئے یہ کہہ دیتا ہے کہ شیطان کا علم تو قرآن سے ثابت ہے اور جب شیطان کا علم قرآن سے ثابت ہو جائے تو یہ شرک نہیں ہے، لیکن سرکار کریم کا علم قرآن پاک سے ثابت ہو جائے تو یہ شرک ہے اور پھر اس کے بعد بندہ کہہ دے کہ میں پڑھا کرتا ہوں ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو یہ بڑی غلط سوچ ہے، سادہ سی بات ہے کہ ایک بندہ جو کلمہ پڑھتا ہے اس کے ذہن میں یہ وسعت آئی کہاں سے ہے کہ وہ نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی وسیع حدیں جان سکے۔

سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کریم کی طرف سے یہ بات کہی کہ میں تو نذیر بھی ہوں اور بشیر بھی ہوں، لیکن یہ ساری بات ایمان والی قوم کے لیے ہے۔ ☆☆

Marfat.com

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم

وہ، وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے

مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا

ایک جان سے، اور اسی جان سے اس کے جوڑ کو پیدا کیا تا کہ انہیں سکون ہو، جب

تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا

وہ ان کے ساتھ رہے تو انہوں نے ہلکا سا بوجھ محسوس کیا اور چلتی رہیں اس بوجھ کو لے کے، جب وہ بوجھ بڑھ گیا تو انہوں نے دعا کی

اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۸۹﴾

اللہ تعالیٰ کے سامنے اگر تو ہمیں اچھی اولاد عطا کرے گا تو ہم شکر گزار بندے بن جائیں گے،

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى

جب صحیح اور تندرست بچہ مل گیا تو پھر انہوں نے اور شریک بنا دیے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا تھا، برتر و اعلیٰ ہے

اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۹۰﴾

اللہ تعالیٰ ایسے شرکوں سے

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿۱۹۱﴾

کیا وہ شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے جو خود مخلوق ہیں

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿۱۹۲﴾

وہ ان کے لیے نہ مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی جانوں کی مدد کرتے ہیں

وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ

محبوب اگر آپ انہیں ہدایت کی دعوت دیں تو وہ تمہاری پیروی نہیں کریں گے، تم لوگوں کے لیے برابر ہے انہیں دعوت دو

Marfat.com

فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يَهْدِيَهُۥ يَشْرَحْ صَدْرَهُۥ لِلْإِسْلَٰمِ ۖ وَمَن يُرِدْ

جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے

أَن يُضِلَّهُۥ يَجْعَلْ صَدْرَهُۥ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ

گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ اور بے بس سا بنا دیتا ہے، گویا وہ چڑھ رہا ہے

فِى ٱلسَّمَآءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ ٱللَّهُ ٱلرِّجْسَ عَلَى ٱلَّذِينَ

آسمان کی طرف اللہ تعالیٰ اسی طرح عذاب مقرر کر دیتا ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾ وَهَٰذَا صِرَٰطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا

یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، ہم نے واقعات کھول کے بیان کر دیے ہیں

ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ ۞ لَهُمْ دَارُ ٱلسَّلَٰمِ عِندَ رَبِّهِمْ ۖ

نصیحت حاصل کرنے والی قوم کے لیے ان کے لیے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے،

وَهُوَ وَلِيُّهُم بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢٧﴾

وہی ان کا ولی ہے ان کے اعمال پر

ومن یرد اللہ یھدیہ یجعل.... بما کانوا یعملون

اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، نبی مکرم رؤف محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا! کہ حضورؐ سینے کے کھلنے کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے۔ حضورؐ نے جواب دیا کہ سینہ کھلنے کا مطلب یہ ہے، کہ آپ کا رجوع آخرت کے گھر کی طرف ہو، اس دھوکہ دہی والی دنیا سے آپ پہلوتہی کرلیں، موت کی تیاری کریں، اس سے پہلے کہ موت آئے۔ روح المعانی میں یہ حدیث ان لفظوں میں منقول ہے، اب سینہ کھل گیا تو جہ دنیا سے ہٹی آخرت کی طرف توجہ ہوئی، اور موت کی تیاری شروع ہوئی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا سینہ اسلام کے لیے کھلا ہوا ہے، اور اگر یہ بات نہیں ہے، تو سینے میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے، ایک قسم کی حرج آجاتی ہے، اس کے لیے ایسا ہی ہے، جب کوئی انسان سیڑھیوں کے بغیر یا ذرائع کے بغیر اوپر کو اٹھنا

Marfat.com

أَمْ أَنتُمْ صَـٰمِتُونَ ﴿۱۹۳﴾

یا خاموشی اختیار کرو

وھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ..............

سواء علیھم ادعوتموھم ام انتم صامتون

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اصلیت کو پہچانو اس نے تمہیں صرف ایک جان سے پیدا کیا ہے، اس جان کی ایک بیوی بھی بنائی اور تخلیق کا یہ سلسلہ کیوں تھا تا کہ انہیں اس دنیا میں سکون میسر آ سکے، یہ وہ فلسفہ ازدواج ہے جو قرآن پاک نے پیش لیا، کہ اس دنیا کو پرسکون بنایا جا سکے، لیکن آگے اولاد نے کیا کیا، کہ جب بیگم صاحبہ کی اللہ کریم نے گود ہری کر دی یعنی ان کے پیٹ میں بچہ آ گیا وہ چلتی پھرتی رہیں جب کافی عرصہ گزر گیا تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ اب بچے کی ولادت قریب آ گئی ہے، اے اللہ تو ہمیں اگر صحیح سالم بچہ دے گا اور وہ اپاہج نہیں ہوگا تو ہم شکر ادا کریں گے، لیکن جب بچہ آیا اور وہ ٹھیک ٹھاک تھا تو انہوں نے کہا کہ یہ لات کے نام کا ہے یہ منات کے نام کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک بنالیا، اللہ تعالیٰ ان شرکوں سے برتر اعلیٰ اور پاک ہے، بھلا انہوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ لات ومنات کسی چیز کی تخلیق نہیں کر سکتے، یہ بچہ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور لات ومنات تو خود مخلوق میں شامل ہیں، تو جو مخلوق ہے وہ خالق نہیں ہوا کرتا، انہیں یہ سمجھنا چاہیے تھا، اور نہ تو یہ لات ومنات ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ ان کی کسی انداز سے دستگیری کر سکتے ہیں محبوب اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف دعوت بھی دیں تو مسلمانو یہ لوگ تمہارے ساتھ نہیں چلیں گے، پہلے خطاب سرکار کو کر کے پھر امت کو بھی ساتھ شامل کرلیا، یہ اب اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ انہیں دعوت دینا یا خاموش رہنا برابر ہے، یہ کچھ ایسے کافروں کے متعلق بات ہے جو کفر میں اس حد تک راسخ تھے کہ جہاں سے وہ پیچھے نہیں آ سکتے تھے، یہاں آپ کے علم میں ایک بات لانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے عربی کے بہت بڑے مفسرین یہاں اوپر جو آیا ہے کہ بچہ صحیح سلامت ہوگا تو ہم شکر گزاری کریں گے، لیکن بعد میں اس عہد کو وہ نبھا نہیں سکے انہوں نے اس سے مراد حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو لیا ہے، یہ بات ان کے ذہن میں بالکل نہیں آئی کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا نبی معصوم ہوتا ہے، وہ ایسی بات بھلا کہہ سکتا ہے کہ کوئی اور بھی اس تخلیق میں شریک ہے کہ جو بچہ ماں کے پیٹ میں ہے لہٰذا امام رازی جو ہمارے بہت متکلم قسم کے مفسر ہیں، انہوں نے یہاں اس بات کی بے پناہ قسم کی تردید کی ہے، اور یہ قلمی لغزش ہے اور بالکل ... علامہ سیوطیؒ جیسا فاضل آدمی بھی یہ بات کہہ گیا، یہ بات غلط ہے، اب جو باتیں غلط ہیں وہ چونکہ اردو تفسیروں میں بھی آ جاتی ہیں میرا یہ فرض ہے کہ میں ان غلط باتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے آگے بڑھوں۔

☆☆☆☆☆☆☆

إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ

یا خاموش رہو۔ یقیناوہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے بغیر اوروں کی عبادت کرتے ہیں

عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَٱدْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لَكُمْ إِن

،وہ تو تمہاری طرح بندے ہی ہیں انہیں بلاؤ ان کی عبادت کرو وہ تمہیں جواب دیں اگر

كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ

تم سچے ہو، کیاان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چل رہے ہیں، کیاان کے ہاتھ ہیں

يَبْطِشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ ءَاذَانٌ

جن سے وہ پکڑ رہے ہیں، کیاان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ رہے ہیں، کیاان کے کان ہیں

يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ٱدْعُوا۟ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾

جن سے وہ سن رہے ہیں، فرمادیجئے ان سب شریکوں کو پکارلو پھر جو چال چل سکتے ہو میرے خلاف چلو، مجھے بالکل مہلت نہ دو،

إِنَّ وَلِـِّۧىَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْكِتَٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٩٦﴾

بے شک میرا کارساز وہ اللہ ہے جس نے یہ کتاب اتاری ہے، اور وہی صالحین کا والی ہوتا ہے

وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَآ

وہ لوگ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے، وہ تمہاری امداد نہیں کر سکتے نہ

أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى ٱلْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا۟ ۖ

اپنی جانوں کی مدد کرتے ہیں، اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ بات سننے کو آمادہ نہیں ہیں

Marfat.com

وَتَرَىٰهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾ خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ

محبوب آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ دیکھ نہیں رہے ہیں، وہ دیکھ ہی نہیں پاتے۔ آپ درگزر سے کام لیں حکم دیں

بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ

نیکی کا جاہلوں سے منہ پھیرلیں۔ اگر کسی وقت کوئی آپ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ ہو شیطان کی طرف سے

ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ إِنَّهُۥ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٠٠﴾ إِنَّ

تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آیئے بے شک وہ سننے والا اور علم والا ہے۔ بے شک

ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ ٱلشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا

وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں جب کوئی شیطان کی طرف سے انہیں خیال آتا ہے تو وہ فوراً محتاط ہو جاتے ہیں

فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾ وَإِخْوَٰنُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِى ٱلْغَىِّ ثُمَّ

،اور انہیں بات سوجھنے لگتی ہے، شیطانوں کے بھائی انہیں کجروی میں آگے کھینچے چلے جاتے ہیں اور

لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾ وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِـَٔايَةٍ قَالُوا لَوْلَا ٱجْتَبَيْتَهَا

کھینچنے میں کوتاہی نہیں کرتے، جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے کے نہیں آتے وہ کہتے ہیں کہ آپ نے ایسی نشانی کیوں نہیں گھڑ لی ہے

قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ مِن رَّبِّى هَٰذَا بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ

فرمادیجئے میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے، یہ تمہارے رب کریم کی طرف سے بصیرتیں ہیں

وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾

ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان والی قوم کے لیے

ان الذین تدعون.....ان کنتم صادقین

اللہ کریم نے فرمایا کہ اللہ کو چھوڑ کے جن کی تم عبادت کر رہے ہو ایک بات یہ یاد رکھیں کہ ''دعا'' کا لفظ ہونے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ عبادت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، یہاں اس بات کا خیال رہے کہ ''داعا یدعُو'' کا لفظ آجائے اور اس کا کرنے والا کافر ہو اور اس کے بعد مفعول کے طور پر ان کے معبودوں کا ذکر آئے، اس وقت اس کا معنی عبادت ہوتا ہے، ہمارے جتنے بھی قدیم مفسرین ہیں وہ سارے کے سارے اس بات پر متفق ہیں، اب اگر ''دعا'' کا لفظی معنی ہوتا ہے اور وہ شرک ہے تو پھر وہ قریب ہے تو بھی شرک ہوگا اور وہ بعید ہو تب بھی وہ شرک ہی ہوگا، اس بات کو آپ یاد رکھیں کہ شرک دور یا قریب کی وجہ سے اپنی ماہیت نہیں بدلا کرتا، میں چیلنج کرتا ہوں کہ قدیم تفسیروں میں جو بارویں صدی سے پہلے لکھی گئی ہیں اور یہ وہی دور ہے جسے ہم علمی دور کہہ سکتے ہیں، بعد میں آنے والے تو سارے عام سے مفکر ہیں پہلی بارہ صدیوں میں سے ایک بندہ بھی آپ مجھے دکھا دیں جس نے اس لفظ کا مفہوم اس طرح نہ کیا ہو یعنی کرنے والے کافر ہوں اور مفعول کے لیے یہ معبود ہوں اور انہوں نے اس کا معنی عبادت نہ کیا ہو بلکہ پکارنا کیا ہو تو ایک بندہ تم پیش کر دو، اگر ایک بندہ بھی پیش نہیں کر سکتے تو قرآن پاک کی تحریف سے باز آجاؤ۔

اب انہیں یہاں ''عباد'' کیوں کہا گیا ہے، اس کے لیے امام فخر الدین رازی نے دو باتیں بیان کی ہیں پہلی بات یہ کہ وہ لوگ ان بتوں کو بے جان نہیں سمجھتے تھے، بے جان ہوتے ہوئے وہ کہتے تھے کہ لات جان والا ہے: لات وہ ساری کیفیات رکھتا ہے جو زندگی کے لیے ضروری ہوتی ہیں، لہذا اللہ نے بھی عباد کا لفظ مذاق اڑاتے ہوئے کہہ دیا، کہ اگر یہ تصرفات رکھتے ہیں تو قرآن پاک نے دوسرے مقام پر کہا کہ ان کے سامنے رکھی ہوئی غذا پر مکھی بیٹھی ہوا ہے تو یہ اڑا نہیں سکتے، تو ان میں جان کہاں سے آئی، تو یہ استہزاء ہے جو ان کے خلاف قرآن پاک نے یہاں استعمال کیا ہے، تو دوسری بات یہ ہے حضرت امام صاحب نے یہ بات کہہ دی کہ عبادت کے لیے لفظ آرہا تھا تو عبدیت کی بنیاد پر انہیں عباد کہہ دیا لیکن ساتھ یہ بات کہی **"فادعوهم"**۔ ''انہیں بلاؤ'' اب یہاں یہ بلانے کے معنی میں استعمال ہے، یہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

الهم ارجل یمشون بها.....ثم کیدون فلا تنظرون

جب ان میں جواب دینے کی سکت نہیں ہے تو ان میں جان کہاں سے آگئی، یہ بتاؤ کہ ان کے پاؤں ہیں جن سے یہ چلتے ہیں؛ اس آیت نے بتا دیا کہ اس سے مراد بت ہیں انبیاء مراد نہیں ہیں، صالحین مراد نہیں ہیں، کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں، تو یہ جو تم نے اپنے ہاتھوں سے گھڑ کے ربّ کریم کے شریک بنا رکھے ہیں انہیں پکار و کتنی اونچی للکار ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔ پھر جو تم میرے خلاف چال

Marfat.com

چلنا چاہتے ہو چل لو، جو داؤ لگانا چاہتے ہو لگالو، اور مجھے بالکل مہلت نہ دو، لیکن تمہارے ان مصنوعی خداؤں کو جنہیں تم نے اپنے ہاتھ سے بنا رکھا ہے، ان میں اس قسم کی کوئی بات بھی نہیں ہے، میری توجہ اس طرف نہیں آسکتی، میرا کارساز تو وہ ہے جس نے کتاب اتاری ہے قرآن پاک جس نے مجھے دیا ہے، اور جو بھی قیامت تک صالحین ہیں وہ ان کو والی ہے، اب صالحین پر وہ آیات اٹھا کے لگادی جائیں جو بتوں کے لیے ہیں تو کتنی زیادتی ہوگی، قرآن پاک کہہ رہا ہے کہ قیامت تک آنے والوں کا وہ والی ہے، آیئے یہاں تاریخ کا ایک واقعہ عرض کردوں۔

ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب......انہ سمیع علیم

جناب عمر بن عبد العزیزؒ عمر ثانی وفات پا رہے تھے آخری لحات تھے بچوں کو بلایا وہ چار پائی کے گرد جمع ہو گئے آپ نے سب پر نگاہ ڈالی ارشاد فرمایا میرے بیٹو میرے سامنے دو راستے تھے، تمہیں دنیا میں ہر سہولت مہیا کردوں اور شاندار محلات بنادوں جو چیز بھی مجھ سے مہیا ہوسکتی ہے تمہارے لیے وہ اکٹھی کردوں اور دوسری دنیا میں خود جہنم میں چلا جاؤں اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ تمہیں عام انسانوں سے بھی نیچے رکھوں، غذا کے حساب سے، لباس کے حساب سے، اور باقی سارے معاملے میں، لیکن جب آخرت میں جاؤں اور مجھ سے باز پرس نہ ہو میں سیدھا جنت میں چلا جاؤں، اب تم سوچو گے کہ میں تمہارے لیے کیا چھوڑ کے جا رہا ہوں، تو روح نکلنے سے پہلے انہوں نے یہی آیت پڑھی۔ **"ان ولی اللہ الذی نزل الکتب وھو یتولی الصلحین ٥"** میرا ولی وہ ہے جس نے کتاب اتاری ہے اور وہی ہے جو صالحین کو بے کس اور بے بس نہیں چھوڑا کرتا"۔ لہذا تم اپنے اندر اسلام کی تڑپ پیدا کرو، سارا کچھ تمہارے قدموں کے نیچے ہوگا، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے جن لوگوں کی عبادت میں یہ لگے ہوئے ہیں وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے، تمہاری مدد انہوں نے کیا کرنی ہے جو اپنی مدد نہیں کر سکتے، محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ انہیں ہدایت کی دعوت دیں تو گویا ان کے کان بہرے ہیں، وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں لیکن دیکھ نہیں پاتے پتہ یہ چلا کہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے بھی محبت کی نگاہ درکار ہے، اگر محبت کی نگاہ نہ ہو تو دیکھتے ہوئے بھی وہ نظر نہیں آتے، آپ پھر بھی ان کی ان زیادتیوں کے بعد (کیا مقام رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا) درگزر کو اختیار فرمائیں، نیکی کا حکم دیں اگر یہ جاہل ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ لیں لیکن جاہل کو جہالت کے ساتھ جواب دینا جہالت کی ترویج کا ذریعہ ہوتا ہے، لہذا امت کو تعلیم دی جا رہی ہے، کہ جاہلوں کے ساتھ الجھنے کا فائدہ نہیں ہے، تو اے مخاطب اگر کسی وقت شیطان کی طرف سے نجز تجھ پر طاری ہو (نزغ کا معنی ہوتا ہے کسی کو گدگدانا) مطلب یہ ہے کہ وہ کسی قسم کا بھی وسوسہ ڈالے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ لیں وہ سننے والا اور علم والا ہے۔

ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان.....

واخوانھم یمدونھم فی الغی ثمہ لا یقصرون

اب آگے قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کو چاہنے والوں کی ایک ادا کا ذکر کیا ہے، اور یہ بڑی پیاری ادا ہے اس پر ہمیں غور بھی کرنا چاہیے اسے اپنے عمل میں سمو بھی لینا چاہیے، کہ جو نیک لوگ ہیں پرہیز گار لوگ ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں کوئی خیال آ کے چھوتا ہے، اوپر گدگدانا کا لفظ کہا تھا یہاں چھونے کا لفظ فرمایا ہے، تو فوراً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ''تذکروا'' وہ ادھر متوجہ ہوئے۔ بس ساری بات ان کی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے انہیں سوجھ جاتا ہے (انہیں سمجھ آجاتی ہے) کہ یہ شیطان کا وسوسہ تھا میں نے ادھر سے ہٹ جانا ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ محفل بڑی کٹی پھٹی ہوتی ہے جس محفل میں اللہ کریم کا ذکر نہ ہو، لہذا جب بھی ایسی کیفیت طاری ہو کہ خیالوں کی دنیا کو وہ اجاڑ کر رکھ دے گی تو آپ فوراً اللہ اللہ کا لفظ اپنی زبان پر لے آئیں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بات کا رخ بدل جائے گا، اور سامعین کے لیے بھی یہ بات بڑی کارگر ثابت ہوگی، رہے کافر تو ان کے دوست تو شیطان ہیں، کجروی کی طرف انہیں کھینچ کھینچ کے لے جا رہے ہیں، اور اس کھینچنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے، ہمیں اپنے معاشرے کو دیکھنا ہے اپنے ساتھ بیٹھنے والے لوگوں کو دیکھنا ہے، کیا کہیں وہ ایسے ہی تو نہیں ہیں، جو ہمیں زمین کی طرف کھینچ رہے ہیں، جو قرآن پاک کی پچھلی آیت نے کہا ہے، وہ اگر زمین کی طرف کھینچ رہے ہیں تو ان سے اجتناب بہت بہتر ہے، ان کی طرف بڑھا جائے جو روح کو بالیدگی دے کے اوپر اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

واذلم تاتھم بایۃ قالوا لو لا اجتبیتھا.....وھدی و رحمۃٌ لقوم یومنون

اب ان کی عادت کیا ہے، کہ جی ایک اور معجزہ دکھا دیں بہت دن ہو گئے ہیں آپ نے معجزہ نہیں دکھایا کوئی اپنے پاس سے گھڑ لینا چاہیے، جس طرح آپ نے نبوت کو گھڑ لیا ہے (نعوذ باللہ) سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا مقام کتنے پیارے انداز سے واضح کیا، فرمایا کہ میری طرف جو رب کریم وحی کرتا ہے میں تو اس کے تابع ہوں، مطلب یہ ہوا کہ میری ساری زندگی وحی کے تابع ہے، لہذا میرے پاس سے کوئی بات گھڑنے والی ہو ہی نہیں سکتی، کوئی ایسی بات آتی ہی نہیں ہے، یہ تو رب کریم کی طرف سے بصیرت والی باتیں ہیں جو قرآن پاک بیان کر رہا ہے، یہ ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان والی قوم کے لیے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ

جب قرآن حکیم پڑھا جا رہا ہو

فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰۴﴾

تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ

اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور زبان سے چلائے بغیر

الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ﴿۲۰۵﴾

صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی اور نہ ہو جاؤ (یادِ الٰہی سے) غافل رہنے والے

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ

بے شک جو مقرب ہیں تیرے رب کے وہ تکبر نہیں کیا کرتے اس کی عبادت سے اور پاکی بیان کرتے ہیں رہتے ہیں اس کی

وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۩ ﴿۲۰۶﴾

اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں

واذا قری القرآن......ولہ یسجدون

قرآن پاک پڑھنے کا آخر میں ادب بیان فرمایا، کہ جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش ہو جاؤ، اب کیا یہ فرض ہے یا واجب ہے؟ ساری امت کا اس سلسلے میں عقیدہ یہ ہے کہ جب نماز میں قرآن پاک پڑھا جا رہا ہو تو مقتدیوں کو خاموش رہنا بھی اور اسے سننا بھی واجب ہے، اب پتہ چلا کہ جب امام سورۃ فاتحہ اونچی آواز میں پڑھ رہا ہو تو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ بھی نہیں پڑھنی ہے، قرأت کے سلسلے میں آپ یاد رکھیں کہ امام اونچی آواز سے پڑھ رہا ہے یا دل میں پڑھ رہا ہے آپ نے ''اعوذ'' پوری پڑھ کے رک جانا ہے، نہ سورۃ فاتحہ پڑھنی ہے نہ اس کے بعد والی قرأت پڑھنی ہے، وہ اس قرآن پاک کی آیت کے خلاف ہے، اب ساری امت نے کہا ہے کہ اس وقت دو چیزیں واجب ہیں ایک سننا اور ایک خاموش رہنا، اب خدا جانے وہ

Marfat.com

مسلک کس حوالے سے پیدا ہوا کہ جہاں جہاں وقفہ ہو پیچھے پڑھتے چلے جاؤ، یہ بات نہیں ہے، جب تم ایسا کرو گے تم پر رحم کیا جائے گا یہ نماز کی بات تھی، کیا نماز سے باہر بھی قرآن پاک کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے یا نہیں، یہاں امت کے محققین دو حصوں میں ہیں لیکن اکثریت یہی کہتی ہے کہ قرآن پاک خاموش بیٹھ کے سنا جائے، لہذا جہاں مختلف لوگ مل کے پڑھ رہے ہوں تلاوت کا پھر ادب یہ ہے کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت دل میں کریں، جب صحابہ عالی مقام مسجد نبوی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے تو اسے گنگنا کے پڑھتے تھے، تاکہ لفظ سامنے نہ آئے کہ لوگوں کو یہ دونوں شرطیں پوری نہ کرنی پڑیں، جب قرآن پاک کی قرأت ہو رہی ہوتی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو رہی ہوتی ہے، ارشاد فرمایا کہ پھر تم پر رحم ہوگا۔

اللہ کریم کو یاد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے جی میں بڑی عاجزی سے بڑے خوف سے یاد کیا جائے، چلا کے اللہ کریم کو یاد نہ کیا جائے، اللہ کریم کو صبح شام دھیمی آواز سے یاد کیا جائے، اس میں غفلت نہ رہے، اس سلسلے میں بھی محققین دو حصوں میں بٹ گئے، کہ کیا ذکر جہری منع تو نہیں ہے، ذکر جہر منع نہیں ہے، اس میں کچھ فائدے ہیں، اس سے غفلت طاری نہیں ہوتی، ارد گرد کے لوگ سنتے ہیں اور انہیں بھی ذکر کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، کائنات کی چیزیں سنتی ہیں تو وہ گواہی دیتی ہیں، البتہ اس میں صحیح اندازہ ہے جو سرکار کریمؐ نے حضرت عمرؓ اور صدیق اکبرؓ کو فرمایا تھا، آپؐ گزرے تو صدیق اکبرؓ بہت ہی آہستہ ذکر فرما رہے تھے، ارشاد فرمایا کہ تھوڑا اونچا، جب حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے تو وہ بڑی بلند آواز سے ذکر فرما رہے تھے فرمایا تھوڑا نیچا، آداب یہ ہیں کہ پاس کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو آپ ذکر جہری نہ کریں، کوئی سو رہا ہے تو ذکر جہری نہ کریں کہ اس کے آرام میں خلل نہ آئے، کوئی مریض ہے یا کوئی طالب علم اپنی پڑھائی میں مصروف ہے ان کے قریب بھی آپ ذکر جہری نہ کریں، یہ وہ آداب ہیں جو ذکر جہر کے متعلق ہیں، اور اس سلسلے میں سباحۃ الفکر بڑی نفیس کتاب ہے جو علامہ عبدالحی لکھنوی نے عربی میں لکھی تھی اس کا میں نے اردو میں ترجمہ کر دیا ہے وہ مارکیٹ میں دستیاب ہے، اگر آپ نے ساری تفصیلات دیکھنی ہوں تو یہ تفصیلات میرے ترجمے میں موجود ہیں آپ پڑھ سکتے ہیں۔

''غدو'' یہ صبح کا وقت ہے۔ ''اصال'' نماز عصر کے بعد کا وقت ہے۔ اور خاص طور پر میں آپ کو جمعہ کے لیے ایک بات عرض کر رہا ہوں کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد ایک ایسا لمحہ آتا ہے جو قبولیت دعا ہے، اسے تلاش کرو اکثر اولیائے امت نے یہ طریقہ رکھا کہ وہ جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کے وہاں ہی مصلے پر بیٹھ جاتے ہیں جب تک مغرب کی اذان نہیں ہوتی وہ اس لمحے کی تلاش میں اللہ کریم کا ذکر کرتے رہتے ہیں، اگر ہمیشہ نہ ہو سکے تو زندگی میں ایک جمعہ تو ایسا آہی جانا چاہیے جس میں سرکار کریم علیہ السلام کی اس حدیث پاک پر عمل کر لیا جائے، اب آخر میں جس آیت کو میں نے ترجمے میں نہیں لیا چونکہ وہ آیت سجدہ ہے تو آخر میں میں اس آیت کو لے رہا ہوں، قرآن پاک میں چودہ آیاتِ سجدہ ہیں، جب یہ

Marfat.com

پڑھی جائیں تو پڑھنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی سجدہ کرنا فرض ہو جاتا ہے، اور اس سجدے کے لیے وہی شرائط ہیں، جو نماز کی شرطیں ہیں، یعنی باوضو ہونا، قبلہ کی طرف منہ ہونا، جگہ کا پاک ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، صرف یہ نیت کر کے کہ میں سجدہ نکال رہا ہوں جو بھی میں نے سنا ہے یا پڑھا ہے، صرف آپ نے کہنا ہے اللہ اکبر اور سجدے میں جانا ہے نماز کے سجدے کی طرح سجدے میں تین مرتبہ "**سبحان ربی الاعلی**" کہنا ہے، اللہ اکبر کہہ کے سر سجدے سے اٹھا لینا ہے، بس وہ سجدہ جس کا آیت میں حکم آیا تھا وہ آپ نے ادا کر دیا ہے، سرکار کریمؐ ستائیسویں پارے کی سورۃ النجم کی سجدے والی آیت پڑھ رہے تھے کہ ماحول پر اس طرح لطافتیں چھا گئیں، سرکار کریمؐ نے سجدہ کیا تو سارے کفار بھی سجدے میں پڑ گئے، تو یہ ہے ان آیاتِ سجدہ کا حکم، البتہ نور الا الضیاح کی عظیم فقہی کتاب میں اس عظیم محقق نے ایک بات کہی ہے، کہ جب آپ کا کوئی مسئلہ الجھ جائے اور وہ سلجھ نہ رہا ہو تو قرآن پاک کھول کے بیٹھ جائیں جہاں یہ چودہ آیتیں ہیں ہر آیت کو بسم اللہ پڑھنے کے بعد تلاوت کریں اور ہر آیت کا سجدہ ساتھ نکالتے جائیں۔ یہ چودہ آیات پڑھنے اور چودہ سجدے ادا کرنے کے بعد اس مسئلے کے لیے دعا مانگیں جو آپ کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا تو وہ انشاءاللہ ضرور حل ہو جائے گا۔ اب آخر میں سورۃ الاعراف کی آخری آیت یعنی آیت سجدہ کا ترجمہ آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں

۔

''محبوبؐ جو لوگ آپ کے رب کے پاس ہیں (یعنی فرشتے) وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غرور نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی تسبیحیں کہتے ہیں، اور اسی کے لیے سجدے کرتے ہیں، لہذا تمہیں بھی اسی کے لیے سجدے کرنے چاہیں''۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

سورۃ الانفال کا تعارف

یہ مدنی سورۃ ہے، اس کی ساری آیات پچھتر (75) ہیں اور کلمات ایک ہزار پچھتر (1075) ہیں، اس کا زمانۂ نزول جنگ بدر کے فوری بعد ہے، جنگ بدر کا جو پس منظر ہے وہ مختصر الفاظ میں آپ کے سامنے میں عرض کر دیتا ہوں، تاکہ آگے چل کے سورۃ کے مختلف مقامات کو سمجھنے میں سہولت رہے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پچھتر (75) خزرجی قبیلے کے لوگ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ میں آئے، ایک تنہا جگہ پر بیٹھ کے انہوں نے سرکار کریمؐ سے ایک عہد لینا چاہا کہ آپ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئیں، حضورؐ کے ساتھیوں نے انہیں کہا کہ تمہیں پتہ ہے کہ یہ دعوت دے کے تم کس مصیبت کو اپنے گلے میں ڈال رہے ہو، سارا عرب جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمن ہے تمہارا بھی دشمن بن جائے گا، پھر صرف مدینوں سے جنگ نہیں ہوگی، تمہیں سارے عرب سے جنگ لڑنی ہوگی، ان ساری باتوں پر غور کر لیا جائے، ان میں سے تین چار آدمی جو زیادہ لکھے پڑھے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم یہ ساری باتیں سوچ کے یہ دعوت دے رہے ہیں، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں مدینہ آ جاؤں گا، سرکار کریمؐ مدینہ تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو اب دو صورتیں تھیں، پہلی بات یہ تھی کہ مدینہ میں اسلام کو پھیلنے کا موقع ملا، اسلام بڑا جلدی مدینہ طیبہ میں پھیلنے لگ گیا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کے دو تین باتیں کیں، مسلمانوں میں مواخات قائم کرائی، ایک بندہ لے لیتے تھے مہاجرین میں سے جو ہجرت کر کے مکہ سے گئے تھے اور ایک بندہ لے لیتے تھے انصار میں سے جو مدینہ طیبہ میں تھے، انہیں آپس میں سرکار کریمؐ بھائی قرار دے دیتے تھے، اور انصار نے بھائی ہونے کا اس طرح حق ادا کیا کہ کبھی کائنات نے اس کی مثال نہیں دیکھی تھی، انہوں نے کہا ہماری زمین بھی نصف نصف کر لی جائے، مکان بھی نصف نصف کر لیے جائیں، لیکن مہاجرین نے مکان لینے کے لیے ہجرت تو نہیں کی تھی، اسی طرح زمینیں لینے کے لیے ہجرت نہیں کی تھی، وہاں تو صرف محبتِ وحدہ لاشریک اور محبت رسول کریمؐ تھی، مہاجرین نے جواباً یہ بات کہی کہ ہمیں باہر جنگل کا اور بازار کا راستہ بتا دیا جائے ہم کچھ اور لینے کے لیے تیار نہیں ہیں، دوسرا کام اس مواخات کے ساتھ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ یہودی قبائل سے فوراً معاہدے فرما لیے، یہ اس بات کے لیے کہ اگر مکہ مکرمہ سے یہاں حملہ ہو تو یہ ہمارے حلیف ہوں، ہمارے خلاف نہ چل سکیں، تیسری بات یہ فرمائی کہ مدینہ طیبہ پر حملہ ہو تو یہاں کے سب لوگ مل کے مدینے کا دفاع کریں گے جس میں مسلمان بھی ساتھ ہوں گے وہاں کی مقامی آبادیاں بھی ساتھ ہوں گی، اب یہ باتیں تو ہو گئیں، ابتداء میں یہودی یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ گنوار لوگ ہیں اور مکہ کے لوگوں نے انہیں تنگ کیا ہے، اور یہ بھاگ کے یہاں آ گئے

Marfat.com

شروع کرے تو وہ کتنا سا اوپر اٹھے گا، چھلانگ لگائے گا تو مشکل سے تین فٹ تک ہوگی، بڑی ہمت والا ہے تو پانچ یا چھ فٹ تک چھلانگ لگالے گا، اس سے اوپر تو وہ نہیں جاسکتا، آسمان کی طرف ذرائع کے بغیر جس طرح چڑھنا مشکل ہے اسی انداز سے اس کے سینے میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔

......ومن یرد ان یضلہ یجعل......

اب یہاں دو لفظ ہیں، ایک ضیق ہے جس کا معنی ہوتا ہے تنگ ہونا، دوسرا حرج ہے، اسے ہم اردو میں بھی استعمال کر سکتے ہیں کہ اس معاملے میں حرج نہیں ہے، لیکن یہاں یہ لفظ ایک خاص معنے میں بولا گیا ہے، علامہ زجاج نے جو بہت بڑے نکتہ دان ہیں، انہوں نے اس کا معنی کرتے ہوئے کہا ہے کہ ضیق کا معنی ہوتا ہے تنگی۔ اضیق بہت ہی تنگی، تنگی کی تنگی ہم اس کا سادہ سا معنی اردو میں کریں گے، بنی کنانہ کا آدمی امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی عادت مبارک تھی کہ مختلف لوگوں سے لغت پوچھتے رہتے تھے کہ تمہاری بولی میں فلاں لفظ کا معنی کیا ہے، آپ نے اس سے بھی پوچھا یار یہ بتا کہ یہاں جو حرج کا لفظ آیا ہے، اس کا مطلب کیا ہے، اس نے جو جواباً بات کہی اسے ان لفظوں میں ہمارے مفکرین نے نقل کیا ہے۔

''کہ وہ درخت جو بالکل درختوں کے اندر ہو کہ کوئی چرنے والا جانور بھی وہاں نہ پہنچ سکے جنگل کا کوئی وحشی جانور بھی وہاں نہ پہنچ سکے اور نہ ہی کسی اور کی وہاں تک رسائی ہو، تو ایسے درخت کو ہم حرجہ کہتے ہیں''۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ بات سن کے ارشاد فرمایا!''منافق کا دل بھی ایسا ہی ہوتا ہے، کہ کوئی ہدایت کی شے وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی''۔ لہذا منافق کے دل کو بھی حرج کہا جاسکتا ہے۔ بڑا تنگ دل ہے کہ وہاں کسی بھلائی کی رسائی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح عذاب ان لوگوں پر مسلط کر دیتا ہے جو ایماندار نہیں ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی میں ایک قسم کی تنگی پیدا ہو جاتی ہے، تو اس تنگی والی زندگی کو عذاب کے طور پر جب اللہ تعالیٰ منافق پر مسلط کر دیتا ہے، ایک لمحہ کے لیے وہ ادھر ہوتا ہے اور ایک لمحہ کے لیے وہ اُدھر ہوتا ہے، تو ایسے آدمی کے لیے فاروق اعظمؓ نے فرمایا!''کہ اس تک بھلائی نہیں جاسکتی''۔

......وھذا صراط ربک مستقیما......

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آپ کے رب کریم کا سیدھا راستہ ہے جو آپ کے سامنے ہم نے بیان کر دیا ہے، اور اسی راستے پر مسلمان چلتے ہیں، ان آدمیوں کے لیے کیفیت تو یہ ہے جو آپ کو مان کے بیٹھے ہیں کہ سلامتی کا گھر ربّ کریم کے نزدیک انہی کے لیے خاص ہے، اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے، اور ان کے اعمال پھر بالکل سیدھے راستے پر چلتے ہیں

☆☆☆☆☆

ہیں ہم لکھے پڑھے اور تاجر لوگ ہیں اور ماحول پر چھائے ہوئے ہیں، یہ مفت کے ہمیں نوکر مل جائیں گے، یعنی ہمارا کام ان کے ذریعے بہتر انداز سے چلنے لگ جائے گا، یہ محنت مزدوری کریں گے تو ہمیں سہولت ہو جائے گی، لیکن جب دیکھا کہ فکری اور عملی طور پر یہ لوہے کے چنے ہیں نہ انہیں چبایا جا سکتا ہے اور نہ انہیں نگلا جا سکتا ہے، پھر انہیں محسوس ہوا کہ ہم غلطی کر رہے ہیں، ادھر عبداللہ بن ابی شاہ بنایا جار ہا تھا عین سرکار کریم کی آمد کے بعد سارے لوگوں کا رخ آپ کی طرف مڑ گیا، اس نے سوچا کہ اب یہ بات تو بڑی خراب ہو گئی ہے، اب اس نے جتنے بھی منافق تھے ان کی قیادت شروع کر دی، مکہ والوں نے ایک بات سوچی اس سے پہلے کہ مسلمان وہاں جڑ پکڑیں یہ ضروری ہے کہ مدینہ والوں کو خوف زدہ کیا جائے، ان کے شہسواروں کا ایک جتھہ مدینے آتا تھا اور جہاں کہیں بھی مسلمان قوم کے آدمی کام کر رہے ہوتے تھے اس جگہ شب خون مارا اور لوٹ کر بھاگ گئے، اونٹ، بھیڑ اور بکریاں ہانک کر لے گئے، اب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا تدارک اس طرح فرمایا، کہ ان کے قافلے جو تجارت کے لیے شام کی طرف جاتے ہیں انہیں بھی ڈرایا جائے جس طریقے سے وہ آ کے ہمارے علاقوں پر چھاپے مارتے ہیں، ہم بھی ان پر چھاپے ماریں، جب اس بات کا آغاز ہوا تو مکہ والوں کو پتہ چلا کہ پہلی دفعہ مسلمان اس پوزیشن میں آ گئے ہیں، کہ وہ ہمیں جواب دے سکتے ہیں، اس خوف کے پیش نظر جب ان کا قافلہ جاتا تھا تو ان کے ساتھ اچھے خاصے لوگ شامل کر دیئے جاتے تھے، اسی دوران ابوسفیان ایک قافلہ لے کے نکلا تاریخ کی مختلف کتابیں اس کے ساتھیوں کی تعداد الگ الگ بتاتی ہیں، پچاس سے ساٹھ آدمی بطور محافظ اس کے ساتھ تھے، اونٹوں کا بہت بڑا قافلہ تھا اس دور کے مطابق پچاس ہزار پونڈ قریباً، یہ انگریز مورخ نے اپنے اندازے سے بات کہی ہے، اس وقت وہاں اشرفی چلتی تھی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس دور میں اشرفی اور پونڈ قریباً ایک جتنے تھے، چونکہ عرب مورخ نے پچاس ہزار اشرفی لکھی ہے، یہ پچاس ہزار کا سامان اس دور میں آپ سوچیں تو آج کے وہ پچاس کروڑ سے بھی زیادہ ہے، اتنا سامان لے کے وہ واپس شام سے مکہ کی طرف آ رہا تھا، اب اس کے ذہن میں یہ کھٹکا آیا کہ اب اگر مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ ان کے پاس اتنا زیادہ سامان ہے تو وہ اچانک حملہ کر کے یہ سارا سامان لے لیں گے، پھر ذہن میں ایک بات اور بھی آئی، کہ اب مکے کا کوئی بھی ایسا گھر شاید ہی ہو جس نے اس تجارت کی رقم میں حصہ نہ ڈالا ہو، اب اگر انہیں مدینہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا جائے تو بڑی آسانی سے مدینہ کے مسلمانوں کو کچلا جا سکتا ہے، یہ سیاسی آدمی تھا اس نے سوچا کہ اگر مسلمانوں کو دو سال اور مہلت مل گئی تو پھر انہیں دبانا مشکل ہو جائے گا، اس نے ایک بندے کو بھیجا، کہ وہاں مکہ میں جا کے ان لوگوں کو آمادہ کیا جائے، وہ بندہ ابوسفیان سے بھی زیادہ فنکار تھا، وہ آدمی جب مکہ کے قریب پہنچا تو اس نے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے، اور اونٹ پر پیچھے کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا اونٹ کی ناک بھی کاٹ ڈالی، فریادیں کر رہا تھا کہ تمہارے پیسے تمہارا قافلہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے لوٹنے کا پروگرام بنا لیا ہے، خدا جانے ابوسفیان ابھی تک زندہ بھی ہے یا نہیں ہے، یہ

سمجھیں کہ مکہ میں آگ لگ گئی، فوری طور پر انہوں نے فوج تیار کی اور مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی، ابوسفیان نے اپنا راستہ تھوڑا بدل دیا، اسے پتہ چل گیا کہ مسلمان جہاں تک چھاپہ مار سکتے ہیں میں اس علاقے سے نکل گیا ہوں، اس نے دوسرا قاصد بھیجا، کہ اب میں خیریت سے نکل گیا ہوں اور تم مدینہ کی طرف نہ بڑھو بلکہ پیچھے مڑ جاؤ جہاں تک بھی تم پہنچے ہو، انہیں اطلاع مل گئی ابوجہل جوان سب سے زیادہ شاطر تھا، اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس کی تقدیر اسے بدر کی طرف کھینچ کے لے جا رہی تھی، اس نے کہا کہ اب ہم واپس نہیں جائیں گے، یہ روز روز کا خدشہ ختم ہونا چاہیے، یہ لوگ مکہ میں تھے تو یہ ہمارے رشتہ دار تھے ہماری برادریاں تھیں اب وہ سب کو چھوڑ کے مدینہ چلے گئے ہیں انہیں اب نوالے کی طرح نگل لینا کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے، چلیں آگے بڑھتے ہیں، اگر بالفرض وہ میدان میں نہ آئے تو ہم بدر کے میدان میں جا کے بیٹھیں گے، شراب پئیں گے، گوشت کھائیں گے، آٹھ دس دن وہاں بیٹھیں گے تو سارے عرب پر ہماری دھاک بیٹھ جائے گی، اور پھر واپس پلٹ آئیں گے، ادھر سرکار علیہ السلام کو یہ اطلاعات ملیں تو اللہ کریم نے فرمایا کہ دو جتھوں میں سے ایک جتھہ تمہاری قسمت میں آ گیا ہے، مدینہ کے عام لوگ یہ چاہتے تھے کہ تجارتی قافلے کے ساتھ اگر دو دو ہاتھ ہو جائیں تو زیادہ بہتر ہے، چونکہ ہم مالی طور پر کمزور بھی ہیں، تعداد بھی ہماری تھوڑی ہے، اسلحہ بھی پورا نہیں ہے، تو ان کے ساتھ ہمارا مقابلہ برابر برابر کا رہ جائے گا، لیکن اگر مکہ سے فوج آ جاتی ہے تو اس کے مقابلے میں ہم نہیں چل سکیں گے، اللہ کریم نے فرمایا کہ ہمارا منشا حق کو اونچا کرنا تھا، مدینہ طیبہ سے باہر مسلمان نکلے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مقام کے قریب آئے جسے بدر کہا جاتا ہے، کافروں کا لشکر پہلے ہی وہاں ڈیرا ڈالے بیٹھا تھا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام کے وقت سارے لشکر کو چیک کیا، میدان جنگ میں پھرے کیا کیفیت ہے پیغمبر اسلام کی، کہ آپ نے مختلف جگہوں سے گزرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ کل یہاں ابوجہل نے قتل ہونا ہے، جگہ کی نشاندہی فرما دی، یہاں عتبہ مارا جائے گا، یہاں ولید مارا جائے گا، یہاں فلاں آدمی قتل ہوگا یہاں فلاں آدمی کو مارا جائے گا، اس حدیث کو بخاری میں بڑی تفصیل سے روایت کیا گیا ہے، اب جو حصہ مسلمانوں کے پاس تھا وہ زیادہ تر ناہموار جگہ تھی اور زیادہ ریت والی تھی، اللہ کریم نے وہاں شام کو بارش دے دی تھی، مسلمانوں نے پانی روک لیا، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے سارے برتن پانی سے بھر لیے، ریتا بیٹھ گیا، کفار کی جگہ زیادہ کیچڑ بن گیا، مسلمانوں پر ساری رات اس طرح سکون طاری رہا کہ وہ ساری رات آرام سے سوتے رہے، کافروں کی طرف ساری رات شراب و کباب کا دور چلتا رہا، ادھر جو آنکھ بیدار تھی وہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک تھی، آپ چھوٹی سی ایک چھتری جسے عربی میں عریش کہتے ہیں اس میں تشریف فرما تھے، یہ وہ پس منظر ہے جو میں بیان کرنا چاہتا تھا اب یہ پہلی اسلامی جنگ ہے تو اسلامی جنگ کو غزوہ کہا جاتا ہے جنگ نہیں کہتے، چونکہ یہ ایک مقصد کے لیے لڑی جاتی ہے، اب اس دور کے رواج کی بات تو یہ تھی کہ جو غالب آ گیا ہے، اس نے سب کچھ لوٹ مار کر لینی ہے، آگے کوئی مسئلہ بھی نہیں ہے، جس نے جتنا زیادہ

Marfat.com

چاہا وہ لے لیا، پہلی دفعہ اسلامی فوج غالب آئی، تو وہی جو اس قسم کا مال آتا تھا اسے کیا کیا جائے وہی پرانا رواج بدستور باقی رہے یا اسے توڑ دیا جائے، تو جنگی حکمت عملی کو اسلام نے آ کے بدل دیا، کہ وہ جو مال آتا ہے وہ اس طرح آپ استعمال نہیں کر سکتے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہے، وہ اس کے جس طرح جسے متعین فرمائیں گے، اس طرح اسے متعین کرنا ہے، اس سورۃ میں اس کی تفصیل آ رہی ہے، اب اس میں دو باتیں ہیں، جو میدان جنگ میں اس طریقے سے مال آتا ہے اسے غنیمت یا انفال کہتے ہیں، اور اگر اسلامی فوج کے رعب کی وجہ سے بغیر جنگ لڑے کافر میدان چھوڑ جائیں تو اس سلسلے یں جو مال ملتا ہے اسے مال فے کہا جاتا ہے، یہ دو اصلاحات ہیں جو قرآن پاک نے استعمال کی ہیں، تو انفال نفل کی جمع ہے، یعنی اضافی بات یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل سے آنے والی بات، قرآن پاک نے بالکل شروع میں لفظ انفال ذکر فرمایا ہے، آگے چل کے قرآن پاک نے اسے غنیمت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، تو اس پس منظر کے بعد اب میں آپ کے سامنے چند آیات کا ترجمہ کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

سُوْرَةُ الْأَنْفَالِ

آیاتہا ۷۵ — رکوعاتہا ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

محبوب آپ سے یہ لوگ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں، فرما دیجئے کہ غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور

وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ

آپس میں اصلاح رکھو، اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

صاحب ایمان ہو، مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو خوف آجاتا ہے

قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ

ان کے دلوں پر، اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر

یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

توکل کرتے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں

یُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ

خرچ کرتے ہیں یہ ہیں حق اور سچ کے مومن، ان کے رب کریم کے ہاں درجے بھی ہیں

Marfat.com

رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت بھی ہے اور کریمانہ رزق بھی ہے

یسئلونک عن الانفال...لهم مغفرة ورزق كريم

پہلی آیت میں سابقہ رواج کو ختم کر دینے کا اعلان ہوا، کہ اس سے پہلے جو غنیمتیں اور جس کے قبضے میں جو شے آ گئی اب وہ بات نہیں ہوگی، تم ایک منظم جماعت ہو، لہٰذا جتنا بھی مال غنیمت ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کا ہے، یہ قاعدہ ٹوٹ گیا کہ جس کا مال پر قبضہ ہے اسی کی وہ ملکیت ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، آپس میں مال غنیمت کی وجہ سے جھگڑا فساد بالکل نہیں ہونا چاہیے، اگر ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی اطاعت کرنی ہے، جو ادھر سے فیصلہ ہوگا اس فیصلے پر آپ نے عمل کرنا ہے، یاد رکھو تم روحانی کیفیت والے لوگ ہو، یہ مال کے پیچھے دوڑنا تمہارا شعار نہیں ہے، یہ دنیاداروں کا انداز ہوتا ہے، کہ وہ مال کو سب کچھ سمجھتے ہیں، تمہاری کیفیت تو یہ ہے کہ تم ایماندار ہو اور ایمانداروں کی نشانی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی آیات آتی ہیں تو ان کی قوت ایمانی میں اور اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اب ایسی ہی آیات آ گئی ہیں تمہاری ایمان والی قوت بھی بڑھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں بھی اضافہ ہونا چاہیے، یہاں ایمان کی تین چار نشانیاں بیان کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، ان کے دل خوف سے تڑپنے لگتے ہیں، آیات آئیں تو ایمان میں زیادہ قوت پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل ہوتا ہے، چوتھی بات یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، پڑھتے نہیں بلکہ قائم کرتے ہیں، میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ نماز کو قائم کرنا اور ہے پڑھنا اور ہے، اتنی یکسوئی کہ اللہ کریم کی طرف ہی توجہ ہو، بس انسان یہ سمجھے کہ جب نیت کی ہے تو گویا ملاقات کی درخواست دیدی ہے، اور جب اللہ اکبر کہہ دیا ہے تو درخواست کا جواب مل گیا ہے کہ ملاقات ہونے والی ہے، رکوع پر جانے سے پہلے یہی انداز ہے کہ ہم اپنی درخواست پیش کر رہے ہوں، درخواست کی قبولیت کے لیے ہم تعظیم میں جھک گئے ہیں، پھر سر سجدے میں رکھ کے کہہ دیا ہے کہ تیرے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہے ہم ہمہ تن تیری طرف متوجہ ہیں جب یہ انداز بنتا ہے، اور دل کے خانے خالی ہو کے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے رہ جاتے ہیں تو یہ وہ مقام ہے جسے اقامت الصلوۃ کہا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا ایک تو یہ بات ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اگلی بات یہ ہے کہ جو ہم نے رزق دیا ہے وہ خرچ کرتے ہیں،

Marfat.com

مطلب یہ ہوا کہ کافر اور مومن میں فرق یہ ہے کہ یہ دینے والا ہوتا ہے لینے والا نہیں ہوتا، یہ وہ بنیادی فرق ہے جو قرآن پاک نے انفال یا غنیمت کا ذکر کرتے ہوئے کھل کے بات کہہ دی، کہ تم میں تو صدیقؓ ہوں، تم میں عثمانؓ ہوں تم میں عبدالرحمان بن عوف ہوں اور فاروق اعظمؓ ہوں، یہ وہ لوگ ہیں اور تم ان لوگوں کے ساتھی ہو جنہوں نے زندگی میں لٹانا سیکھا ہے لوٹنا نہیں سیکھا، لہذا مال غنیمت جو ہے اس کا انداز یہ ہونا کہ مال کے پیچھے پڑ کے اسے اکٹھا کرنا شروع کردو، اور جو زیادہ طاقت والا ہے وہ بہت زیادہ لے کے گھر چلا جائے آج سے یہ کہانی ختم ہے، او دینے والو مال کے پیچھے بھاگنے کی کوشش مت کرو، آپ اس بات پر غور کریں کہ کس پیارے انداز سے لوگوں کا اس طرف سے رخ موڑا ہے، کہ تم تو دینے والے ہو تمہارا ہاتھ اوپر کیوں نہیں ہے نیچے کیوں چلا گیا ہے، کیا ان آبائی روایات کو مسلنے کا وقت نہیں آگیا، انہیں مسل دیا جائے، اور ساتھ تمغہ کیا دیا، کہ جن میں یہ صفات ہوتی ہیں، وہی حق اور سچ کے ایماندار لوگ ہیں، یہ چند ٹکے تو ختم ہو جائیں گے، ان کے لیے تو رب کریم کے ہاں جنت ہے، جس کا ایک ذرہ ساری کائنات سے زیادہ عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر معافی کا اعلان ہے، کریمانہ رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ

محبوب جس طرح نکالا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ

مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ﴿٥﴾

کو حق اور سچ کے ساتھ اپنے گھر مدینہ طیبہ سے یقیناً مومنوں کا ایک گروہ اسے ناپسند کر رہا تھا

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ

،وہ بحث کر رہے تھے حق کے بارے میں جبکہ حق واضح ہو گیا، گویا انہیں موت کی طرف چلایا جا رہا ہے

وَهُمْ يَنظُرُونَ ﴿٦﴾ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا

اور وہ اسے دیکھ رہے ہیں، جب اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وعدہ فرما رہا تھا کہ دو گروہوں سے ایک گر،وہ تمہارے لیے ہے

لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ

،اور تمہاری خواہش یہ تھی کہ جو شان وشوکت والے ہیں وہ تمہارے لیے ہوں

وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿٧﴾

،اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ حق مکمل جائے اس کے کلمات کی وجہ سے اور کافروں کی جڑ کٹ جائے

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨﴾

اللہ حق کو حق ثابت کر دے اور باطل کو باطل کر دے، خواہ مجرم اس بات کو ناپسند کریں،

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ

جب تم اپنے رب کریم سے فریاد کر رہے تھے، اس نے تمہاری فریاد پوری کی، فرمایا میں تمہیں امداد دوں گا، ایک ہزار فرشتوں سے

مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى

جو لگاتار اتریں گے، اللہ تعالیٰ نے یہ تو صرف بشارت بنائی

وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

،تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تو مدد ہوتی ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

غالب اور حکمت والا ہے

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق..... ویقطع دابر الکافرین

محبوبؐ یہ بھی اسی طرح سے نرالی بات ہو رہی ہے، جس طرح ابھی دو چار دن پہلے ایک نرالی بات ہو چکی ہے، وہ نرالی بات کیا تھی، کہ اللہ کریم نے مدینہ شہر کے اندر نہیں رہنے دیا کہ جنگ مدینہ شہر کے اندر نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے بڑے حق کے ساتھ آپ کو مدینہ سے باہر نکال لیا، حالانکہ ایک گروہ اسے ناپسند کر رہا تھا، اس گروہ کی قیادت عبداللہ بن ابی کر رہا تھا، اور پھر بعد میں تین سو آدمی لے کے ایک طرف ہٹ گیا تھا، یہ جنگ کی بات تو ہے نہیں یہ تو ساری ہلاکت کی بات ہے، ہم آگے کیسے بڑھیں گے، اب نوعیت یہ تھی کہ اس کی وجہ سے کچھ کمزور لوگ بھی یہ کہنے لگ گئے تھے کہ مکہ والے بڑے جہاندیدہ لوگ ہیں، اصل بات یہ ہے کہ مکہ کو سیاسی برتری حاصل تھی، بڑے طویل عرصہ سے جناب ابراہیم علیہ السلام کے دور سے لے کے اس وقت تک مکہ روحانی مرکز تھا سارے عرب کا، اور پھر وہ سردار تھے، ان کے خلاف بغاوت کرنا یا جنگ میں ان کے سامنے آجانا بڑی مشکل بات تھی، لہٰذا وہ بار بار یہی بات کہہ رہے تھے کاش ان کا مقابلہ نہ ہو، محبوبؐ وہ بحثیں کر رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں موت کی طرف دھکیل کر لے جایا جا رہا ہے، اور وہ موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں، تو یہ بات نہیں تھی، مسلمانوں کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر دیا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارے حصے میں آ چکا ہے، اب دو گروہ کون سے تھے ایک وہی قافلہ جو شام سے واپس آ رہا تھا اور جن کے رکھوالے صرف پچاس یا ساٹھ لوگ تھے، اور دوسرا وہ لشکرِ جرار جو مکہ سے مدینہ کو ختم کرنے کے لیے بڑھ رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما دیا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارا ہے، اب جو عام مسلمان تھے وہ کیا چاہتے تھے "شوکۃ" کا لفظی معنی ہوتا ہے کانٹا ،اب جو اسلحہ بند ہوں انہیں کہا جاتا ہے کہ فلاں تو ذات شوکت ہیں، اب ہماری زبان میں آ کے یہ لفظ کچھ اور معنے لے گیا، یعنی ان

کی تو بڑی اونچی شان ہے، یہاں قرآن پاک میں یہ لفظ اس معنے میں استعمال نہیں ہوا، جس طرح ایک بہت بڑا جلوس نکلا تھا شوکت اسلام کے نام سے لاہور میں، بھٹو صاحب کے دور میں، مولانا مودودی صاحب اس وقت زندہ تھے، تو ایک تو یہ شوکت کا معنی ہے جو ہم اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں، لیکن یہاں یہ اس معنی میں استعمال نہیں ہوا، یہاں شوکت کا لفظی معنی ہوتا ہے کانٹا، تو پھر اس کو عربی زبان میں شوکۃ کہتے ہیں، تو جو لوگ اسلحے سے لیس ہوتے ہیں انہیں "ذات الشوکۃ" کہا جاتا ہے، کانٹے دار مقابلے والے لوگ، تو اب قرآن پاک نے کہا یہاں تم چاہتے تھے جو اسلحے سے لیس ہیں ان کے ساتھ مقابلہ نہ ہو، بلکہ ان سے مقابلہ ہو جن کے پاس ہماری نسبت اسلحہ کم ہے اور بندے بھی کم ہیں، اور یہ وہ جتھہ تھا جو تجارتی قافلہ تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ حق اپنے کلمات کے ساتھ غالب آجائے، اور کافروں کی جڑ کاٹ دی جائے، آج تک جو تیرہ چودہ سال مکہ میں اور ایک دو سال مدینہ میں کافران پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل کرتے رہے ہیں، آج ان مصائب کی تاریخ ختم ہو جائے گی۔

لیحق الحق و یبطل الباطل ولو کرہ المجرمون

آج حق غالب ہوگا اور باطل باطل ثابت ہو جائے گا، یہ مجرم لوگ اسے پسند تو نہیں کریں گے، لیکن آج ہونا یہی کچھ ہے، اب یہ قرآن پاک کی پیشگوئی تھی، اور یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، اب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عریشہ میں تشریف فرما ہیں، وہاں دعا ہو رہی ہے، اے اللہ کریم یہ چند آدمی ہیں انہیں میں آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں، بخاری کے الفاظ یہ ہیں: "کہ اگر آج تو یہ چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ ہو، تو بے شک تو انہیں مروا دے، پھر قیامت تک تیرا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا"۔ یہ دعا تھی اس دعا کو قرآن پاک نے کتنے عجیب انداز سے ذکر کیا، اور رب کریم کیا انداز یہاں اختیار فرما رہے ہیں، یہاں انسانی روح وجد کرنے لگ جاتی ہے، کہ دعا تو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، اور اللہ کریم نے اپنے محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کملی میں ہمیں بھی چھپا لیا ہے۔

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم..... ان اللہ عزیز حکیم

ارشاد فرمایا یاد کرو جب تم سب فریادیں کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کے سامنے، فریاد کرنے والا تو ایک تھا لیکن ان کی فریاد کو اللہ کریم نے ساری قوم کی فریاد کہہ کے ہم بے کسوں اور بے بسوں کی لاج رکھ لی، کہ وہ اکیلے نہیں تھے تم سارے بھی ان کے ساتھ تھے، اللہ کریم نے پھر تمہاری یہ فریاد سن لی، اور یہ اعلان کر دیا کہ میں تمہاری مدد کے لیے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں، جو یکے بعد

Marfat.com

دیگرے لگا تار آرہے ہیں، مردف کا لفظی معنی ہوتا ہے ردف جہاں عربی زبان میں آجاتا ہے، ایک بندہ گھوڑے پر آگے بیٹھا ہے اور جو اس کے پیچھے بیٹھا ہے وہ ردیف ہے، اسی سے یہ لفظ مردف بنا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قطار میں فرشتے آرہے ہیں، ایک پہنچا دوسرا آیا، دوسرا پہنچا تیسرا آیا، تو فرشتے کتنے ہیں ایک ہزار، کافر کتنے تھے ایک ہزار تو اسی نسبت سے یہ کہہ دیا کہ ایک کے مقابلے میں ایک آگیا لہذا تم جو تین سو تیرہ یا چودہ یا سترہ ہو تم سب بے فکر رہو، ایک کافر کے مقابلے میں ایک فرشتہ آرہا تھا ، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا یہ صرف تمہارے لیے بشارت ہے، تمہارے دلوں کے اطمینان کا ذریعہ ہے، ورنہ مدد تو اللہ کریم نے خود دینی ہے، پتہ چلا کہ فرشتہ بھی درمیان میں ایک ذریعہ بن کے آیا ہے، حقیقی مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، یہ درمیان میں فقرہ اس لیے فرمایا کہ تمہاری توجہ فرشتوں کی طرف نہ پلٹے، ایسے گھمسان کے معرکے میں بھی تمہاری امیدوں کا مرکز، تمہاری دعاؤں کا ملجا و ماوا اور تمہاری خواہشات کا منبع ذات خدا ہونی چاہیے، فرشتوں کی طرف نگاہ ثانوی حیثیت سے اٹھے، یہ صرف اطمینان کی بات ہے، آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ اللہ کریم اصحاب بدر کو کس پیارے انداز سے اپنی طرف دعوت دے رہا ہے، اور یہ کتنی عظیم بات ہے کہ یہ جو ذرائع ہیں یہ صرف ذرائع سمجھے جائیں انہیں اصل نہ سمجھا جائے، اللہ کریم غالب ہے ان کافروں کی حیثیت کیا ہے یہ تو اس کی مخلوق ہیں، وہ دانا ہے یہ ساری دانائی کی باتیں ہیں جو آپ کے سامنے پھیلا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا جب وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا تو ارشاد فرمائے گا

يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم

اے جنوں کے گروہ تم نے بہت سارے انسان اپنے پیچھے لگا لیے تھے اور ان کے ساتھی

مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ

جو انسان ہیں کہیں گے، اللہ ہم نے ایک دوسرے سے نفع حاصل کیا تھا اور ہم اس عرصے تک پہنچ گئے جو

أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثْوَىٰكُمْ خَٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ

تو نے ہمارے لیے مقرر فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آگ تم سب کا ٹھکانہ ہے ہاں جسے اللہ تعالیٰ چاہے بے شک

رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّى بَعْضَ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعْضًۢا

اور اس میں تم ہمیشہ رہو گے، آپ کا پروردگار حکمت والا اور علم والا ہے، اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ساتھی بنا دیتے ہیں

بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ﴿۱۲۹﴾ ان کے اعمال کی وجہ سے

و یوم نحشرھم جمیعا......بماکانوا یکسبون

ایک دن آئے گا کہ یہ ماننے والے اور نہ ماننے والے سارے کے سارے میدان محشر میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ وہاں کی ایک بات کا یہاں قرآن پاک بڑی تفصیل سے ذکر کر رہا ہے، وہاں اللہ کریم پوچھے گا کہ گروہ جن تم انسانوں کے اوپر مسلط تھے، انسان تمہارے تابع تھے، ان کو تم نے گمراہ کرنے کی کوشش کی، انہی کے ساتھی اور پیروکار انسان کہیں گے اللہ ہم نے ایک دوسرے سے خوب خوب فائدہ اٹھایا تھا، جنوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ بلاوجہ کچھ انسان ان کے پیچھے چل پڑے جو شیطان قسم کے جن تھے، اور انسانوں سے جنوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ جس طریقے سے وہ باتیں کہتے تھے اسی طریقے سے انسان کرتے چلے گئے، اور وہ بدی جو شیطان ان جنوں کے ذریعے پھیلانا چاہتا تھا وہ پھیلتی چلی گئی، یہ تو عام مفہوم ہے آیت مقدسہ کا۔ لیکن اس کا ایک خاص مفہوم بھی ہے، وہ خاص مفہوم یہ ہے جو بہت ہی کم مفسرین نے اشارۃً بیان کیا ہے، اور قرآن پاک نے دوسرے مقام پر بذات خود بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

Marfat.com

إِذْ يُغَشِّيكُمُ ٱلنُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ

،جب تمہیں اونگھ نے ڈھانپ لیا یہ تسکین کے لیے تھی، اور اللہ تعالیٰ نے اتار دیا

عَلَيْكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِۦ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ

آسمان سے تم پر پانی، تا کہ تم اس کے ساتھ پاک ہو جاؤ، اور تم سے نجاست دور ہو جائے

ٱلشَّيْطَٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ ٱلْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

شیطان کی، اور تا کہ تمہارے دل مضبوط ہو جائیں اور ثابت قدم رہ جاؤ

إِذْ يُوحِى رَبُّكَ إِلَى ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ أَنِّى مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا۟ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟

محبوبؐ یاد فرمایئے جب آپ کا پروردگار فرشتوں کو یہ حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، ان لوگوں کو ثابت قدم رکھو جو صاحب ایمان ہیں

سَأُلْقِى فِى قُلُوبِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلرُّعْبَ فَٱضْرِبُوا۟ فَوْقَ

میں کافروں کے دل میں رعب ڈال دوں گا، مارو اوپر ان کی

ٱلْأَعْنَاقِ وَٱضْرِبُوا۟ مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

گردنوں پر اور ان کے ہر جوڑ کو الگ کر دو، کاٹ دو، یہ اس لیے ہے کہ

شَآقُّوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ ٱللَّهَ

وہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے نافرمان ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور رسول کا نافرمان ہوتا ہے، تو بے شک اللہ تعالیٰ

شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَٰفِرِينَ

سخت گرفت والا ہے، یہ تو وہ بات ہے کہ جو عذاب ہے اسے چکھو، لیکن کافروں کے لیے

عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

آگ کے عذاب ہے

اذ یغشیکم النعاس امنة منه وینزل علیکم...... وان للکافرین عذاب النار

سرکار کریمؐ کے خاندان پاک کو قرآن پاک نے ان الفاظ سے مخاطب کیا اور براہ راست خطاب ازواج مطہرات سے ہے، اگلی نسل ساری بالواسطہ شامل ہے بلاواسطہ صرف ازواج مطہرات شامل ہیں۔ "**لیذھب عنکم الرجس یا اھل البیت**" o "مصطفیٰ علیہ السلام کے گھر والو اللہ تعالیٰ تم سے ناپاکی کو دور کرنا چاہتا ہے"۔ وہاں رجس ہے یہاں رجز ہے، اور ان دونوں کا معنی بالکل ایک ہے۔" **ولیطھر کم تطھیرا** "o "تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے"۔ ہم مسلمانوں نے یہ بات کہی الحمدللہ آج اہل بیت پاک ہیں، کیونکہ قرآن پاک نے اعلان کر دیا ہے، کہ رجس بھی نکال دیا ہے اور تمہیں پاک بھی کر دیا ہے۔ لیکن وہی قرآن پاک ہے وہی خدا ہے، اور وہی خدا صحابہ کے متعلق یہ بات کہتا ہے، کہ تمہاری تطہیر بھی کر دی ہے، رجز شیطان بھی چلا گیا ہے، دو باتیں فالتو کہہ دیں، وہاں دو باتیں تھیں، یہاں چار باتیں ہیں، تمہارے دلوں کو پختہ بھی کر دیا ہے، تمہارے پاؤں کو ثابت بھی رکھ دیا ہے، ابھی ان پر اعتراض کی گنجائش باقی رہ گئی ہے، یہ وہ غلط فکر ہے جسے قرآن پاک کے واضح الفاظ خدا جانے انہیں اٹھا کے کہاں پھینکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ کل صحابہ کے خلاف اس قسم کا طوفان بدتمیزی اٹھے گا، لہذا اہل بیت کے لیے دو لفظ کہے دو شقیں بنائیں اور صحابہ کرامؓ کے لیے چار شقیں بنا دیں، کہ جب صاحب ایمان اس مقام سے گزرے گا تو سمجھ لے گا کہ جیسی تطہیر وہاں تھی ایسی تطہیر یہاں بھی ہے، جیسا رجس وہاں سے ہٹا تھا ایسا رجس یہاں سے بھی ہٹا ہے، لیکن دو باتیں یہ بھی ہیں کہ ان کے دلوں کو اللہ کریم نے مضبوط کر دیا ہے اور پاؤں کو بھی مضبوط کر دیا ہے۔ لہذا یہ میدان چھوڑ کے واپس نہیں جائیں گے، اللہ کریم نے فرشتوں کی طرف وحی کی، یہاں وحی سے مراد ہے حکم دیا، کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں، اور ایمانداروں کو تم نے ثابت قدم رکھنا ہے، یہ تین سو تیرہ ہیں لیکن کافروں کے دلوں میں ان کا رعب بیٹھ گیا ہے، یہ اگلی بات ہے جو قرآن پاک نے کہہ دی، کہ وہ تھے تو بالکل تھوڑی تعداد میں وہ تیسرے حصے سے بھی کم تھے، لیکن کافروں پر ان کا رعب بیٹھ گیا، تو تم ان کی گردنوں پر بھی مارو اور ان کے جسم کے جہاں جہاں بھی جوڑ ہیں ان پر مارو، یہاں قرآن کریم نے جب یہ لفظ استعمال کیا "**بنان**" تو اس کا مطلب ہے بڑے بڑے جوڑ۔ گھٹنوں کا جوڑ، کندھوں کا جوڑ، یہ بنان میں شامل ہیں، یہ سزا اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کے نافرمان ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کے نافرمان ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بڑی سخت گرفت فرماتے ہیں۔ کافروں کو خطاب فرمایا کہ یہ تو دنیا کا عذاب ہے اسے تو چکھ لو، جہنم کا عذاب آگے پڑا ہوا ہے، مسلمانوں کو تعلیم دی جا رہی ہے، کہ تم اللہ کریم کے آخری پیغام کو لے کر کائنات میں جا رہے ہو۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا لَقِيتُمُ ٱلَّذِينَ

اے ایماندارو جب تم میدان جنگ میں ملو

كَفَرُوا۟ زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ ٱلْأَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

جرار انداز سے کافروں کو تو ان کی طرف پشت مت پھیرو، جو ان کی طرف پیٹھ موڑ دیتا ہے

دُبُرَهُۥٓ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ

سوائے اس کے کہ وہ جنگ کا پینترا بدل رہا ہو، یا اپنی فوج کے ساتھ ملنا چاہتا ہو، تو غضب میں آ گیا

بِغَضَبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَمَأْوَىٰهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٦﴾

اللہ تعالیٰ کے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، جو بدترین ٹھکانہ ہے

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ

محبوب ﷺ تم نے انہیں نہیں مارا، اللہ تعالیٰ نے انہیں مارا ہے، آپ نہیں پھینک رہے تھے اپنی مٹی میں کچھ ڈال کے جب آپ پھینک رہے تھے

وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِىَ ٱلْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا

وہ تو اللہ تعالیٰ پھینک رہا تھا تاکہ اللہ کریم مومنوں پر بہت زیادہ انعامات فرمائے

إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ ٱللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ

بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا علم والا ہے۔ یہ تو بات ہو چکی یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ رسوا کر دے گا

ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿١٨﴾ إِن تَسْتَفْتِحُوا۟ فَقَدْ جَآءَكُمُ ٱلْفَتْحُ ۖ

کافروں کی چالوں کو، اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فیصلہ تو آج آ گیا ہے

وَإِن تَنتَهُوا۟ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَعُودُوا۟ نَعُدْ وَلَن تُغْنِىَ عَنكُمْ

اگر تم رک جاؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے، اے مکہ کے کافرو اگر تم پھر پلٹ کے آؤ گے تو ہم ایسی ہی جزا دیں گے، تمہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچائیں گے

فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۹﴾

تمہارے جتھے، خواہ وہ کتنی کثرت سے کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے

یاایھا الذین امنوااذا لقیتم ...... وبئس المصیر

یادرکھو جب کافروں سے میدان جنگ میں ملواور وہ کافرلشکر جرار ہوں ''زحف'' کالفظی معنی ہوتا ہے چھوٹے بچے کا جب چلنے کا آغاز ہوتا ہے یعنی جب زمین پر گھسٹ گھسٹ کر چلتا ہے، تو اسے زحف کہا جاتا ہے، جب بہت بڑی فوج ہواور وہ جب زمین پر چلتی ہے تو زمین کی اوپر والی مٹی اکھڑ کراڑنے لگ جاتی ہے، اسے بھی زحف کہا جاتا ہے۔ تو مسلمانو تمہارے لیے حکم یہ ہے کہ تم نے پشت دے کے واپس نہیں مڑنا ہے، یہ آداب جنگ میں ایک نیا ادب ہے، کہ آج سے پہلے تم اپنے مقصد کے لیے لڑتے تھے آج وہ دور ختم اب تم نے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی عظمتوں کے لیے جنگ لڑنی ہے، آپ نے پشت نہیں موڑنی، جو پشت موڑ جائے گا اس کے لیے دو ہی صورتیں جائز ہیں، وہ پشت پھیر کے کوئی جنگی پینترا بدل رہا ہے اور اس کے لیے وہ اپنی جگہ چھوڑ کے پیچھے کی طرف ہٹ رہا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ میں اپنی فوج سے کٹ گیا ہوں اور اپنی فوج تک پہنچنے کے لیے وہ کوئی چال چل رہا ہے اور کافر کی طرف اس کی پشت آجاتی ہے یعنی جنگی چالوں کی وجہ سے اگر آپ نے پیچھے ہٹنا ہے تو وہ اور بات ہے اس کے علاوہ اگر کوئی ہٹے گا تو اللہ کریم کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ پھر جہنم ہے، اور یادرکھو کہ وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ اب اس آیت کو سامنے رکھ کے آپ اسلامی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو سرکار کریم کی تاریخ، خلفائے راشدین کی تاریخ، مسلمانوں کی عظمت کی تاریخ جو ابتدائی چار پانچ صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے پھر درمیان گیپس آتے رہے اور پھر مختلف مراحل پر وہی پہلی والی کیفیت بنتی رہی، مسلمان نے پشت پھیرنا ہر دور میں بہت ہی بڑا گناہ سمجھا ہے۔

فلم تقتلو ھم ولکن اللہ قتلھم.....ان اللہ سمیع علیم

اب یہاں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کام کیا تھا، قرآن پاک اسے نقل کر رہا ہے، اس سے سرکار کریم کی

Marfat.com

عظمت کے کئی پہلو کھل کے ہمارے سامنے آجاتے ہیں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مٹھی مٹی سے بھری اور کافروں کی طرف پھینک دی، اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا! یہ بخاری کے الفاظ ہیں!"**شاھت الوجو**"ہ ''چہرے بگڑ گئے''۔ اب آپ اندازہ لگائیں جب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مٹی کافروں کی طرف پھینکی تو اس وقت کافروں کی ساری فوج کا رخ سرکار کریم کی طرف نہیں تھا وہ اپنی اپنی پوزیشنوں پر تھے، کسی کا رخ کدھر تھا کسی کا کدھر تھا اور کچھ وہ کافر تھے جو اپنے خیموں میں بیٹھے ہوئے تھے، اور کھانا وغیرہ پکا رہے تھے، لیکن ان میں سے کوئی بندہ ایسا باقی نہیں بچا جس کی آنکھوں میں وہ مٹی نہ پڑی ہو، جب نبی کریمؐ کا ایک انداز بنتا ہے تو اللہ کریم اسے ساری کائنات سے ممتاز کھڑا کر دیتا ہے، اب وہ ایک ہزار آدمی تھے، اب ایک ہزار آدمیوں میں سے ہر ایک آدمی کی دونوں آنکھوں میں وہ مٹی پڑی ہے تو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کریم نے فرمایا !''مسلمانو اتم انہیں نہیں مار رہے تھے کیا فرشتے مار رہے تھے؟ جی نہیں۔ بلکہ انہیں اللہ کریم نے مارا ہے۔ نہ تم نے مارا ہے نہ فرشتوں نے مارا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مارا ہے۔ محبوب کریمؐ جب آپ مٹی پھینک رہے تھے تو آپ وہ مٹی نہیں پھینک رہے تھے، کتنا عجیب انداز بیان ہے'' کہ آپ پھینک رہے تھے اور آپ نہیں پھینک رہے تھے''۔ کون پھینک رہا تھا؟ اللہ تعالیٰ پھینک رہا تھا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرکار کریمؐ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ کہا، یہاں بھی فرمایا ہے، قرآن پاک نے دوسری جگہ بھی فرمایا ہے۔"**یداللّٰہ فوق ایدھم**" ہ ''محبوب ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے''۔ وہ میں پھینک رہا تھا، اللہ کریم نے ایمان والوں کو بہت ہی اچھی آزمائش میں ڈالا لفظی معنی یہ ہے۔ لیکن "**بلاءً**" کا معنی آپ کے جتنے چوٹی کے مفسرین ہیں، وہ نعمت اور انعام فرمار ہے ہیں۔ تو میں بھی وہی معنی کر رہا ہوں، کہ اللہ کریم نے اس مقام پر مومنوں پر بڑا ہی انعام و اکرام فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی باتیں سن بھی رہا تھا اس ساری بات کو اللہ تعالیٰ جانتا بھی ہے۔

ذلکم وان اللہ موھن کید الکافرین...... وان اللہ مع المتقین

اللہ کریم نے کافروں کی چالوں کو رسوا کر دیا، اب عجیب منظر ہے، مکہ مکرمہ سے جب یہ کافر نکلنے لگے ہیں تو ان کے سارے کے سارے سردار پہلے کعبے میں گئے تو کعبے میں جا کے کہنے لگے کہ غریبوں، مسکینوں، بے بسوں اور بے کسوں کی دستگیری زیادہ ہم کرتے ہیں لہذا ہمیں ان پر برتری حاصل ہے، یہ کعبے میں اللہ تعالیٰ کو کہہ رہے ہیں، اے اللہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے ہیں تو انہیں کامیابی ملے اور اگر ہم سچے ہیں تو ہمیں کامیابی ملے۔ یعنی ان کا خیال یہ تھا کہ ہم کعبے کے متولی ہیں سچے تو یقیناً ہم ہی ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اتنے پختہ کافر ہو کے بھی انہیں دعا کا یہ بڑا عجیب انداز سوجھا کہ اگر وہ سچے ہیں تب تو انہیں یہ سارا انعام

واکرام ملےلیکن اگر ہم سچے ہیں تو پھر ہمیں کامیاب ہونا چاہیے۔اب قرآن پاک نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا!تم وہاں فیصلہ مانگ رہے تھے!"**فقد جآ کم الفتح**" ٥اب تمہارے پاس وہ فیصلہ تو آ گیافتح کالفظی معنی ہوتا ہے کھولنا اور مراد ہوتا ہے کامیاب ہونا،تو یہاں مراد ہے فیصلہ طلب کرنا،وہ فیصلہ مانگ رہے تھے،اب وہ فیصلہ تمہارے سامنے آ گیا ہے،لیکن رب کریم کی طرف سے یہ حکم ہے کہ تم باز آ گئے تو بہتر ہے،اگر تم پھر پلٹ کے آئے تو ہم اس کی سزا تمہیں دیں گے،اگر وہی لفظ دوبارہ آ جائے تو اس کا مطلب جزاوسزا ہوتا ہے جیسا کہ آگے قرآن پاک کے الفاظ ہیں اوراس میں بدی کا ترجمہ مترجمین نے رنگ لگادیا،کہ بدی کا بدلہ ایسی ہی بدی ہے،اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدی تو کبھی ختم نہیں ہوگی،بدی کے بدلے میں بھی بدی ہی ہے تو پھر نیکی کہاں ہوگی،یہ ترجمہ غلط ہے ترجمے کا مطلب یہ ہے کہ اس بدی کی جزا، تو یہاں بھی وہی معنی ہے۔"**وان تعودوا نعد**" ٥اگر تم پلٹ کے آؤ گے تو پہلے آنے کی جس طرح سزا تھی آئندہ بھی ایسی ہی سزا ہوگی۔پھر تمہارے یہ جتھے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہیں دیں گے،وہ کتنے ہی کثیر کیوں نہ ہوں۔یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔اب مومنوں کو اخلاقی تعلیم دی جارہی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوْا۟ عَنْهُ وَأَنتُمْ

ایماندارو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، کافروں کی طرف مت پشت پھیرو جبکہ تم

تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ قَالُوا۟ سَمِعْنَا وَهُمْ

بات سن رہے ہو، ان لوگوں کی طرح تم نہ بنا جنہوں نے کہا کہ ہم سن رہے ہیں حالانکہ وہ

لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ ۞ إِنَّ شَرَّ ٱلدَّوَآبِّ عِندَ ٱللَّهِ ٱلصُّمُّ ٱلْبُكْمُ

سن نہیں رہے تھے، یقیناً بدترین جاندار اللہ تعالیٰ کے ہاں بہرے اور گونگے ہیں

ٱلَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ ٱللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ

جو عقل نہیں رکھتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں بھلائی جانتا تو انہیں ضرور بات سنا دیتا

وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا۟ وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ

، اگر اللہ تعالیٰ انہیں بات سنا دیتا تب بھی وہ پشت پھیر کے چلے جاتے، ایماندارو

ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ

اللہ اور رسول کی بات مانو، جب رسول علیہ السلام تمہیں اس شے کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے

وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَقَلْبِهِۦ وَأَنَّهُۥٓ إِلَيْهِ

، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسی ذات کی طرف

تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَٱتَّقُوا۟ فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟

تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ بچو فتنہ اور فساد سے وہ صرف ظالموں کو

مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

خاص طور پر نہیں پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت گرفت والا ہے

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ

تم یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور ضعیف تھے ملک (مکہ مکرمہ) میں، تمہیں خوف تھا کہ

أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم

لوگ تمہیں اچک کے لے جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں پھر (مدینہ میں) پناہ دی، اپنی فتح سے تمہاری تائید فرمائی، اور تمہیں رزق عطا فرمایا

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

پاکیزہ، تاکہ تم شکریہ ادا کرو ۔ اے ایماندارو

لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾

اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کے ساتھ خیانت نہ کرو، اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو، جبکہ تم جانتے ہو

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ

یاد رکھو تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں یہ آزمائشیں ہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ

عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾

کے پاس ہی اجر عظیم ہے

Marfat.com

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ ــــ وھم معرضون

اے ایماندارو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی اطاعت کرو، میدان جنگ میں پشت دے کے مت مڑو جب تم اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی بات سن رہے ہو، سابقہ امتوں کے یہودیوں کی طرح تم نے نہیں بننا ہے، جو کہتے تھے کہ ہم سن رہے ہیں حالانکہ وہ سن نہیں رہے ہوتے تھے، قرآن پاک نے یہ پہلے بیان کر دیا ہے، یہ کہتے تھے کہ ہم سن رہے ہیں پھر آہستہ سے کہتے تھے کہ ہم نے ماننا نہیں ہے، تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ جن کی فطرت ایسی ہوتی ہے کہ ظاہری طور پر کہہ دیں کہ ہم مانیں گے لیکن عملاً انہوں نے ماننا نہیں ہوتا، یا آہستہ سے کہہ دیا کہ نہیں مانیں گے، یا ہمارا ماننے کا پروگرام نہیں ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین قسم کے جانور ہیں، گویا یہ بہرے بھی ہیں اور گونگے بھی ہیں، ان میں گویا شعور ہی نہیں ہے اور عقل بھی نہیں ہے۔ اللہ کریم کو ان کے اندرون کا پتہ ہے، اگر اللہ کریم کے اس پتے کو سامنے رکھو تو تمہیں اے مسلمانو یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں سنا بھی دے تو انہوں نے بات سننی نہیں ہے اور ماننا بھی نہیں ہے۔ منہ موڑ کے چلے جانا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول....لما یحیکم

اے ایماندارو تمہارے لیے حکم یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی بات مانو، یہاں پہلے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کا ذکر ہے پیچھے واحد کا لفظ آ گیا کہ جب وہ تمہیں بلائے، اور یہاں اس کی ضمیر کا مرجع ذات رسول علیہ السلام ہے، اللہ تعالیٰ نے تثنیہ کا لفظ چھوڑ کے پھر لفظ واحد کر دیا اس نکتے پر توجہ دی جائے، کیوں واحد کر دیا ہے، کہ دعوت رسول اللہ تعالیٰ کی ہی دعوت ہے، یہ الگ دعوت نہیں ہے دعوت ایک ہے، البتہ بلانے والے دو ہیں، دوسری بات یہ ہے، یہاں ایک اور علمی نکتہ عرض کر رہا ہوں کہ اللہ کریم ان سے مخاطب ہونا ہی نہیں چاہتے، لہذا ان سے خطاب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نمائندہ کے طور پر سرکار کریمؐ نے۔ لہذا فرمایا کہ جب میرا محبوب تمہیں بلائے تو تم ان کی بات لازماً مانو۔ محبوبؐ کس بات کی طرف بلاتے ہیں، اس بات کی طرف جو تمہیں زندگی عطا کرتی ہے، یہاں پر تھوڑا سا گہرا اتر جانا ہوگا محبوبؐ اس بات کی طرف بلاتے ہیں جو بات زندگی عطا کرتی ہے، وہ کون سی شے ہے وہ ایمان ہے، وہ اسلام ہے، تو پتہ چلا کہ اسلام اور ایمان کے بعد جو زندگی آتی ہے وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتی اگر ایسی زندگی نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نقص اس زندگی میں رہ گیا ہے دعوت رسولؐ میں نقص نہیں ہے، جب [illegible] بلائیں تو فوراً ان کی دعوت پر لبیک کہو، یہاں ایک حدیث پاک ساتھ آپ ملا لیں، جو مفسرین نے نقل کی ہے۔

ایک صحابی ابوسعید بن معلیؓ نماز پڑھ رہے تھے اور نماز کے دوران رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں آواز دی، وہ چونکہ فرض پڑھ رہے تھے، انہوں نے نماز مکمل کی اور فوراً لبیک کہتے ہوئے سرکار کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے سرکار کریمؐ نے پوچھا کہ میری آواز کے بعد دو تین منٹ کی تاخیر کیوں ہوئی ہے، انہوں نے جواباً عرض کیا کہ حضورؐ میں نماز میں تھا سرکار کریم

Marfat.com

علیہ السلام نے فرمایا یا قرآن پاک کی یہ آیت آپ نے نہیں پڑھی؟ آپ جس کیفیت میں بھی ہوں جب میں بلاؤں تو آپ نے فوراً میرے بلانے پر آ جانا ہوتا ہے، کیونکہ اللہ کریم نے فرمایا ہے کہ جب محبوب علیہ السلام بلائیں تو تم فوراً آ جاؤ، ہمارے فقہاء نے یہاں ایک نکتہ پیدا کیا ہے اور تفسیر مظہری کے مصنف نے اس پر بڑی مفصل بحث کی ہے، کہ اگر سرکار کریم بلائیں اور آپ نماز کے دوران نبی کریم کی بات سننے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور جتنا بھی سرکار کریم آپ کو کام فرمائیں وہ کر کے جہاں آپ نماز چھوڑ کے گئے تھے واپس آ کے وہاں سے آگے آپ نے نماز شروع کر دینی ہے۔ نماز ٹوٹتی نہیں ہے۔ سرکار کریم بلائیں تو نماز نہیں ٹوٹتی، (یعنی آپ نے چار فرض کی نیت کی ہوئی ہے آپ دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد سرکار کریم کی بات سننے کے لیے چلے گئے ہیں اور پھر جب آپ بات سننے کے بعد فارغ ہوتے ہیں تو آ کے آپ نے باقی دو رکعت نماز ادا کر کے اپنے چار فرض پورے کر لینے ہیں) اب دل مچل کے کہتا ہے کہ کاش ہم بھی اس دور میں ہوتے، سرکار کریم کی ادھر سے جان بخش آواز آتی ادھر ہم جس کیفیت میں ہوتے اسے چھوڑ کے لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوتے، تو یہ ہے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام رفیع جس کا قرآن پاک ذکر کرتا ہے۔ کہ جب وہ بلائیں تو حاضری دو اور سرکار کریم تعین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ دیا ہے کہ جب وہ بلائیں تو تم فوراً وہاں حاضری دو، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو اس وقت نہیں جانا، اللہ کریم نے مطلق چھوڑا ہے، لہٰذا آپ اس پر پابندی نہیں لگا سکتے کہ جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو اس وقت نہیں جائیں گے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد جائیں گے نہیں جب وہ آواز دیں اور آپ جہاں بھی ہوں اور جس حالت میں بھی ہوں آپ نے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ہے اور آپ نے ان کے پاس جا کے بات کرنی ہے، اور ان کی بات کا جواب بھی دینا ہے، کلام نماز کو کاٹ دیتی ہے آپ اگر آپس میں دو آدمی باتیں کریں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، کعبے سے رخ ہٹ جائے تب بھی نماز ختم ہو جاتی ہے لیکن جب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلائیں تو نماز ٹوٹا نہیں کرتی، یہ وہ مقام ہے جو دنیائے انسانیت میں سوائے سرکار کریم کے کسی اور آدمی کو حاصل نہیں ہے۔

......واعلموا ان اللہ یحول ......شدید العقاب

جان لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، تم نے پلٹ کے ادھر ہی جانا ہے، اس حائل ہونے کی کئی صورتیں ہیں لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے حائل ہونا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ دل چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس راستے سے ہدایت سے یا خدا کسی اور طرف پھیر دیتی ہے، لیکن یاد رکھو فتنوں سے بچا جائے، فساد سے بچا جائے، اس لیے کہ جب فساد کی آگ جل پڑتی ہے تو اس میں صرف مجرم نہیں جلا کرتے، اس کے اثرات سارے معاشرے پر پھیل جاتے ہیں، اگر کوئی فتنہ کھڑا کرے گا تو اللہ کریم اس کی شدت سے گرفت فرمائیں گے۔

Marfat.com

...وقال اولیاء هم من الانس...

یہ مشرک لوگ جب باہر کھلے میدانوں میں نکلتے تھے، تو بلند آواز سے کہہ دیتے تھے کہ اس علاقے کے رہنے والے جنو! اب ہم تمہاری دسترس میں ہیں، جس طریقے سے تم چاہو گے ہم اس طریقے سے اس علاقے سے گزرنے کی کوشش کریں گے، تو ان جنوں کو ان لوگوں نے اپنے اوپر مسلط کر رکھا تھا، اور ان لوگوں کا ایک نظریہ اور بھی تھا جو مذہبی کتابوں میں ہے لیکن تفسیروں میں مذکور نہیں ہے، وہ یہ کہتے تھے کہ شاعر ہماری برادری کا ایک فرد ہے، لیکن یہ عجیب غریب قسم کے شعر کہہ دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان پر شاعروں جن مسلط ہوتا ہے، اور وہ جن ان کی زبان سے یہ باتیں کہلواتا ہے، احمد حسن ضیاد نے ایک بڑا نفیس واقعہ اسی قسم کا تحریر کیا ہے، یہ جدید دور کا عربی کا بہت بڑا ادیب ہے یہ کہتا ہے! کہ ایک صاحب میلے میں آئے، بڑے ہی نفیس کپڑے پہنے ہوئے تھے، خوشبو وغیرہ لگائی ہوئی تھی، اور اپنے اونٹ پر سوار تھے، دوسرے صاحب جن کی اونٹنی کو پاں پڑی ہوئی تھی انہوں نے اسے تیل ملا ہوا تھا، اور تیل سیاہ رنگ کا تھا، اب یہ اونٹ اس اونٹنی کی طرف بھاگا وہ اپنے آپ کو بچاتے ہوئے کہ یہ معاملہ بگڑے نہیں اور میرے کپڑے خراب نہ ہوں اونٹنی کو انہوں نے بھگالیا، یہ اونٹ اس اونٹنی کے پیچھے پیچھے بھاگا، اب یہ شعر کہہ رہے تھے اپنے عقیدہ پر طنز کرتے ہوئے کہ وہ شاعر مجھ سے اس لیے شکست کھا گیا ہے کہ **"شیطانہٗ انس و شیطانی ذکر"**۔ اب اس انداز سے وہ بھاگا جا رہا تھا، تو ان کا خیال یہ تھا کہ ایک شیطان جن کی شکل میں شاعر پر مسلط ہو جاتا ہے، تو پھر شاعر شعر کہتا رہتا ہے، اسی احمد حسن ضیاد نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ ایک شاعر کئی دن تک سوچتا رہا لیکن شعر کی کوئی آمد نہ ہوئی، اس نے کہا کہ میرے ساتھ جو شیطان جن تھا وہ کہیں بھاگ گیا ہے، چلیں کہیں باہر جا کے اسے پکڑتے ہیں، اونٹ کو باہر لے گیا اور اس کی ٹانگ باندھ دی، اور اسے زمین پر بٹھا دیا، خود جنگل میں آگے پیچھے گھومتا رہا لیکن بات نہ بن سکی، جب بات نہ بن سکی تو اس نے پھر ایک اور طریقہ جن کو خوش کرنے کا یہ کیا کہ لنگوٹا کسا اور باقی سارے کپڑے اتار کے زمین پر گدھے کی طرح لیٹتا اور زمین پر لوٹ پوٹ ہوتا رہا، اور لیٹنے کے بعد پھر اٹھا پھر اپنے اونٹ کی ٹانگ پر جسے باندھا ہوا تھا اسے تکیہ بنا کے سر رکھ کے لیٹ گیا کہ شاید آج اس وقت وہ میرا شیطان جن جو میرے ساتھ ہوتا تھا وہ آجائے تو میں پھر اچھا شعر کہہ سکوں، بڑی دیر کے بعد بھی بات نہ بن سکی، جب وہاں سے واپسی کے لیے اٹھا تو پھر طبیعت میں شعر کہنے کا جنون پیدا ہوا، اور چند شعر اس نے کہہ دیئے، اور پھر اپنے آخری دو شعروں میں اپنے جن کو کافی ملامت کی، کہ تو نے مجھے کتنا خراب کیا ہے کہ میں اس مٹی میں لوٹ پوٹ ہوتا رہا ہوں، اور تو بڑی دیر کے بعد آیا ہے، تو قیامت کے دن اسی بات کی نقاشی کی قرآن پاک نے، کہ انہوں نے جنوں کو اپنے اوپر یوں مسلط کر لیا تھا کہ جھوٹی باتیں ان کی طرف نسبت کر کے ان کی عقیدت مندی میں یہ باتیں کہتے رہتے تھے، اب دونوں باتیں آگئیں، کہ یہ جو کچھ سکھاتے ہیں جن وہ آسانی سے مان رہے ہیں، اور وہ جو کچھ مان رہے ہیں، وہ ان کی دوسرے لفظوں میں بے

Marfat.com

واذکروا اذانتم قلیل مستضعفون...وان اللہ عندہ اجر عظیم

ذرا یہ تو یاد کرو آج اللہ کریم نے تمہیں فتح دیدی ہے، وہ بھی تو دور تھا جب تم بالکل تھوڑی تعداد میں تھے، زمین میں بے حد ضعیف تھے، یہاں زمین سے مراد مکہ مکرمہ ہے، مکہ مکرمہ میں تمہارا کوئی حامی نہیں تھا، یہ خوف مسلط رہتا تھا کہ لوگ تمہیں گھروں سے اچک کرنہ لے جائیں، اللہ تعالیٰ نے پھر تمہیں پناہ دی، پناہ کہاں ملی؟ مدینہ طیبہ کی پاک وطاہر وادی میں، پھر اپنی مدد سے تمہاری تائید فرمائی، یہ مدد کہاں تھی؟ میدان بدر میں ہونے والی جنگ میں اللہ کریم نے مدد فرمائی، پھر تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا، یعنی مال غنیمت بھی مل گیا اس ظاہری دنیا میں باطن کی تطہیر ہوگئی، وہ بھی رزق تھا، یہ ساری باتیں اس لیے ہیں تا کہ تم شکرادا کرو، قرآن پاک نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ جو شکرادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اس چیز میں اور اضافہ فرمادیتے ہیں، تو جب تم شکرادا کروگے تو باطنی انوار بھی بڑھیں گے ظاہری دنیا میں اسلام کا پھیلاؤ بھی ہوگا اور پھر ظاہری رزق میں بھی اللہ تعالیٰ کی برکت ہوگی، ایک بات اور یاد رکھو کہ خیانت کسی صورت میں بھی آپ نے نہیں کرنی ہے، نہ اللہ تعالیٰ سے خیانت ہو، اللہ تعالیٰ سے خیانت یہ ہے کہ جب فرائض کو چھوڑ دیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ سے خیانت ہے، اور نہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خیانت کا سلوک کرو، رسول علیہ السلام سے خیانت کا مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے حقوق کو ترک کیا جائے یہ دونوں باتیں خیانت ہیں، اور معاشرے میں جس بارے میں بھی تمہیں امین سمجھا گیا ہے اس امانت میں خیانت نہ کرو، سیاستدان ہے تو اس کی سیاسی زندگی بالکل صاف ستھری ہونی چاہیے، اگر وہ جج ہے تو اس کی بطور جج زندگی بالکل بے عیب ہونی چاہیے، اگر وہ پروفیسر ہے تو تعلیمی معاملے میں اس سے کسی قسم کی کوتاہی سرزد نہیں ہونی چاہیے، غرضیکہ تم پر امانتوں کا بوجھ ہے، اس کی سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود شرح فرمائی ہے، وہ یہ ہے کہ! ''تم میں سے ہر بندہ چرواہا ہے اور جو اس کے ماتحت ہیں انہیں وہ چرا رہا ہے'' ۔ یہ استعاراتی لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر بندہ ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا، یہ اس کی تشریح ہے، تمہیں اس بات کا پتہ ہے، اور تم یہ بھی جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں یہ تو آزمائش کے لیے تمہارے پاس آتی ہیں، اس آزمائش سے کامیابی سے گزرو، مال کا مصرف بھی ٹھیک ہو، اسے غلط طریقے سے خرچ نہ کیا جائے اور اس کے کمانے کا انداز بھی ٹھیک ہو غلط طریقے سے مال نہ کمایا جائے، اور جو اولاد ہے اس کی صحیح تربیت کی جائے کہ وہ سچا مسلمان بنے، انہیں تعلیم سے آراستہ کیا جائے ان کی ضرورتیں پوری کی جائیں، لیکن ان کے اندر تکبر، غرور اور باقی معاشرے سے مصنوعی عظمت کو بالکل پیدا نہ کیا جائے، اللہ کریم کے ہاں اجر عظیم ہے۔

☆☆☆☆☆

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَتَّقُوا۟

اے ایماندارو اگر تم ڈرو گے

ٱللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ

اللہ تعالیٰ سے تو وہ تمہارے لیے ایک فیصلہ مقرر کردے گا، تمہارے گناہوں کو ڈھانپ دے گا اور تمہیں بخش دے گا

لَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ ٱلَّذِينَ

اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے۔ اے محبوب یاد کرو جب تمہارے لیے چالیں چل رہے تھے

كَفَرُوا۟ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ

کافر، وہ یا تو آپ کو قید کرنا چاہتے تھے یا قتل کرنا چاہتے تھے یا آپ کو اپنے شہر سے نکال دینا چاہتے تھے، وہ چالیں چل رہے تھے، اور تدبیر فرما رہا تھا

ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَـٰكِرِينَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتُنَا

اللہ بھی۔ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرماتا ہے جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں

قَالُوا۟ قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَـٰذَآ ۙ إِنْ هَـٰذَآ إِلَّآ

تو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات تو سن لی اگر ہم چاہیں تو ایسا کہہ سکتے ہیں، یہ تو

أَسَـٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذْ قَالُوا۟ ٱللَّهُمَّ إِن كَانَ هَـٰذَا

پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، اور یاد کیجئے جب وہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ یہ بات

هُوَ ٱلْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ ٱلسَّمَآءِ

تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر،

أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

یا دردناک عذاب دیدے، محبوبؐ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا نہیں

وَأَنتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾

جب تک کہ آپ ان کے اندر موجود ہیں، اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا جب تک کہ ان میں استغفار کرنے والے

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ

لوگ بھی موجود ہوں گے، اب جب آپ مدینہ میں آگئے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب کیوں نہ دے، جبکہ وہ لوگوں کو روک رہے ہیں حرمت والی مسجد

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ

(یعنی مسجد حرام) سے، حالانکہ وہ اس کے ولی نہیں ہیں، اس کے ولی تو وہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں،

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾

اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں ہیں

یاایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ... واللہ ذو الفضل العظیم

اب پھر یہاں لوگوں کو دو تین باتوں کی تلقین کی جا رہی ہے۔ ایمان پہلی بات تقویٰ دوسری بات، جب یہ بات آئے گی تو اللہ تعالیٰ پھر فیصلہ فرما دیں گے، یہ فیصلہ بدر کے دن ہو گیا، تمہارے گناہوں کا کفارہ بھی ہو جائے گا، اصل **"یکفر"** کا لفظی معنی ہوتا ہے، جو آگے چل کے کفر بن گیا، ڈھانپ دینا، کافر کو کافر اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس نے ایمان کو ایک طرف بند کر کے رکھ دیا ہے ڈھانپ دیا ہے، اور کفر کو اختیار کر لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ پرانی قدیم عربی میں زمیندار کو جو زمین کے اندر بیج چھپا دیتا ہے اس کے لیے اس وجہ سے اسے کافر کہتے تھے، تو اب فرمایا کہ آپ کے جو گناہ ہیں ان پر پردہ آ جائے گا، اللہ [illegible] بڑے فضل والا ہے، یہاں لفظ واحد آ گیا جہاں انعام کی بات تھی، وہاں ساری امت کو ساتھ شامل کر لیا ہے، اور جہاں تکلیف کی بات ہے وہاں سرکار کریمؐ کے لیے واحد کی ضمیر استعمال کی ہے۔ اور شان کریمی کو ادھر ملاحظہ فرمائیے کہ ملک الموت جان کنی کی کیفیت سے گزر رہا ہے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میری ساری امت کو ایسی ہی تکلیف ہو گی جیسی مجھے ہو رہی ہے، فرشتے نے کہا کہ آپ تو رحمت للعالمین ہیں، امت کو بہت شدت سے تکلیف ہو گی، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی ساری تکلیف مجھ پر اکٹھی کر دے، لیکن میرے غلاموں کو تکلیف میں مبتلا نہیں کرنا ہے، یہ وہ عظمت والا مقام ہے

Marfat.com

جہاں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکیلے کھڑے ہیں، پوری کائنات میں کوئی انسان اس مقام پہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں ہے۔

واذیمکر بک الذین کفروا .... واللہ خیر الماکرین

قرآن پاک نے ارشاد فرمایا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ نبی کریم کو یا تو قید کر دیا جائے یا انہیں شہید کر دیا جائے یا انہیں یہاں سے جلاوطن کر دیا جائے، کافر بھی چالیں چل رہے تھے اور اللہ کریم بھی خفیہ تدبیریں فرمارہا تھا، یہاں مترجم نے وہی پرانی مکھی پر مکھی ماری ہے، انہوں نے اس آیت کا ترجمہ کچھ یوں کیا ہے جو میرے خیال میں غلط ہے۔'' وہ بھی داؤ کرتے تھے اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے''۔ یہ الفاظ اللہ کریم کے ادب کے خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیریں کافروں کی ساری چالوں پر غالب آجاتی ہیں، کہ سرکار کریم وہاں سے باحفاظت نکل آئے، تو اللہ کریم وہ واقعہ اپنے محبوب رحیم ؐ کو یاد کرا رہے ہیں۔

واذا تتلی علیھم ایاتنا قالواقد سمعنا....

وما کان اللہ لیعذبھم وھم وھم یستغفرون

کافروں کی بات تو یہ ہے کہ جب ان پر آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لی ہیں اور ہم بھی ایسی بات کہہ سکتے ہیں لیکن قلم ٹوٹ گئے زبانیں خشک ہوگئیں، پھر بھی ایسی بات کہی ہی نہ جاسکی، میں پیچھے عرض کر چکا ہوں، کہ ان میں سے ایک بندہ ایران میں آیا تو پرانے ایرانی بادشاہوں کے قصے اور پرانی تاریخ یہاں سے حاصل کر کے پھر واپس آکے انہیں کافروں کو کہانیاں سناتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ قرآن بھی اسی طرح ایک کہانی ہے، کتنی دیدہ دلیری ہے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن پاک حق ہے اور رسول علیہ السلام کی رسالت حق ہے تو اے اللہ یہ دونوں باتیں تیری طرف سے ہیں اور یہ نہیں کہتے تھے کہ ان باتوں کو ہمیں ماننے کی توفیق دے، کہتے ہیں کہ آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش کر یا کوئی اور دردناک عذاب لے آ ہم مرجائیں لیکن ہم نے تمہاری ان باتوں کو ماننا نہیں ہے۔ اللہ کریم نے کیا جواب دیا، اس پر تو مومن کا ایمان جھوم جاتا ہے، محبوبؐ جب تک آپ ان میں موجود ہیں ان پر عذاب تو نہیں آسکتا، نبی کافروں میں بیٹھا ہو تو ان پر عذاب نہیں آتا، اور ان میں آپ کے غلام ہیں جو سحری کو اٹھتے ہیں اور استغفار پڑھتے ہیں، کہیں صدیق اکبرؓ اور کہیں فاروق اعظمؓ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں، جب تک یہ لوگ موجود ہیں ان میں آپ کی معیت میں عذاب نہیں آئے گا، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ فلاں قبرستان میں کوئی نیک بندہ مدفون ہے جس کی وجہ سے اردگرد والے عذاب الٰہی سے بچے پڑے ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ

ان کی نماز (اس سوا نہ تھی) کہ

عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ

بیت اللہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانا تھی، اب چکھو عذاب

بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ

جس کا تم انکار کرتے تھے، یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ خرچ کردیں گے

أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ

اپنے مال تاکہ راہ خدا سے روکیں، جب ان کے مال ختم ہو جائیں گے تو رہے گی

عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ

ان کے دل میں یہ حسرت اور پھر وہ شکست کھا جائیں گے، اور جو لوگ کافر ہیں وہ لوگ جہنم کی طرف

يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ

ہانکے جائیں گے اکٹھے کرکے، تاکہ اللہ تعالیٰ خبیث اور طیب کو الگ الگ کردے، پھر بنادیا جائے گا

الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ

سب خبیث ایک دوسرے کے اوپر اکٹھے کرکے ڈھیر اور سب کو ڈال دیا جائے گا

فِي جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ قُل لِّلَّذِينَ

جہنم میں، یہی لوگ خسارے والے ہیں آپ فرمادیں

كَفَرُوا إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِن يَعُودُوا

کافروں کو کہ اگر باز آجائیں تو جو پہلے ہو چکا وہ معاف کردیا جائے گا، اگر وہ دہرائیں گے

Marfat.com

فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ

اپنی عادات کو تو ہمارا طریقہ پہلے لوگوں کے ساتھ گزر چکا ہے، اے مسلمانو تم ان سے لڑو یہاں تک کہ

لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ

کوئی فساد نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کا ہو جائے، اگر وہ

انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۳۹﴾

باز آجائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ جو وہ کرتے ہیں اسے خوب دیکھتا ہے

وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿۴۰﴾

اگر وہ منہ پھیر جائیں تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے وہ اچھا کارساز ہے اور بہت اچھا مددگار ہے

وما کان صلاتھم عند البیت ....بما کنتم تکفرون

رب کریم نے اگلی آیت میں فرمایا اب تو عذاب آئے گا کیونکہ اب میرے محبوبؐ اور ان کے غلام تو مدینہ چلے گئے ہیں اب مکہ میری یاد سے خالی پڑا ہے اور ان کافروں کی عادتیں یہ ہیں کہ حرمت والی مسجد یعنی مسجد حرام سے بھی اور کعبے سے بھی لوگوں کو روکتے ہیں، حالانکہ وہ کعبے کے کچھ بھی نہیں لگتے وہ کعبے کے متولی ہونے کے قابل نہیں ہیں، کعبے کا متولی تو وہ ہے جو پرہیزگار ہو، کافروں کی اکثریت تو جاہلوں کی ہے اس لیے انہیں اس بات کا پتہ بھی نہیں ہے، اب وہ کہتے ہیں کہ تم اپنے انداز سے نماز پڑھتے ہو اسی طرح ہم بھی اپنے انداز سے نماز پڑھتے ہیں، اللہ کریم نے ان کی نماز کا ذکر اپنے قرآن پاک میں ایک عجیب انداز سے فرمایا! محبوب ان کی نماز ہے کیا؟ سیٹیاں بجاتے ہیں اور تالیاں پیٹتے ہیں، میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ طواف کے دوران کپڑے اتار کے کعبے کی طرف پھینک دیتے تھے اور ننگے طواف کرتے تھے کیا مرد اور کیا عورتیں، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ زور زور سے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے، اب ''مکاء'' کا لفظی معنی ہوتا ہے سیٹی بجانا۔ اور اس کا زیادہ طریقہ یہ ہوتا تھا کہ جس طرح یہاں بچے منہ میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں اور زور سے آواز نکالتے ہیں، اس طرح کی وہ سیٹی بجایا کرتے تھے۔ اور زور زور سے

Marfat.com

چھوٹے بڑے سب تالیاں بجایا کرتے تھے۔اب ہندوؤں کے ہاں جب عبادت ہوتی ہے تو یہ بھی زور زور سے تالیاں بجاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے وہ پرانی بات ابھی تک سنبھال کے رکھی ہوئی ہے، اب میرا عذاب چکھو تم جو کہتے تھے کہ لے آ تو عذاب اگر تو لا سکتا ہے۔اب تمہارے بڑے بڑے سردار اوندھے پڑے ہوئے ہیں۔

ان الذین کفروا ینفقون اموالھم ....اولئک ھم الخاسرون

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے اپنا مال خرچ کیا، تاکہ لوگ راہ خدا کی طرف نہ بڑھیں، ہوا پھر یوں کہ ان کا مال ختم ہو گیا، تو پھر کہنے لگے کہ کاش ہم نے وہ مال خرچ نہ کیا ہوتا، اور آج ہماری ضرورتیں پوری ہوتیں، اگلی پیشگوئی یہ ہے کہ انہوں نے شکست کھانا ہے، انہیں پھر جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، وہاں پاک اور پلید الگ الگ ہو جائیں گے، یہاں مفسرین نے اس کے دو مطلب لیے ہیں، کہ اس دنیا میں اب کفر اور اسلام مل کے نہیں رہیں گے، کفر کو الگ کر دیا جائے گا اور اسلام والے الگ ہو جائیں گے، "**خبیث**" خبث سے بنا ہے، خبث نجاست کو کہتے ہیں، تو نجس ایک طرف ہوں گے اور طہارت والے ایک طرف ہوں گے۔پھر یہ سارے کا سارا خبث ایک ڈھیر کی شکل میں اکٹھا ہو جائے گا، یہ ڈھیر پھر جہنم میں گر جائے گا، اور یہ ان کے لیے بڑے ہی خسارے کا سودا ہو گا۔

قل للذین کفروا ان ینتھوا...فقد مضت سنت الاولین

محبوب آپ کافروں سے فرمادیں، کہ اب بھی موقع ہے کہ اگر وہ باز آ جائیں تو اس سے پہلے جو بھی گناہ کر چکے ہیں معاف کر دیئے جائیں گے۔اس فقرے پر ذرا گہرے انداز سے غور کیا جائے، ماضی کے گناہوں کی کتنی طویل فہرست ہے، سرکار کریمؐ کے خلاف تیرہ سال تک برسر پیکار رہے، اسلام کی وسعت کا اندازہ فرمائیے کہ اب بھی باز آ جاؤ تو معاف کر دیا جائے گا، سابقہ گناہ سارے معاف ہو جائیں گے۔لیکن اگر وہ سابقہ عادتوں کا اعادہ کریں گے تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ پہلے بھی یہ سارے طریقے گزر چکے ہیں کہ پھر حق ہمیشہ غالب آ جاتا ہے، نبی ہمیشہ غالب آ جاتے ہیں، اور یہ لوگ پھر شکست کھا جاتے ہیں، مسلمانو اگر وہ باز نہ آئیں، تو ان سے جنگ لڑو، اس وقت تک جنگ لڑو جب تک فساد ختم نہ ہو جائے، فتنے کا سر کچل دیا جائے، یہاں دو باتیں ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ جو میدان جنگ میں آ گیا وہاں تو کھلی جنگ ہوگی، لیکن ہر دور میں پروپیگنڈہ کا ایک انداز ہوتا ہے، اور اس کے لیے ماہرین وقف ہوتے ہیں، وہ عجیب وغریب قسم کا پروپیگنڈے کرتے ہیں اور اس پروپیگنڈے کے نتیجہ میں خدا جانے کتنے فسادات ہیں جو ملک کے اندر قائم ہو جاتے ہیں، تو ارشاد فرمایا کہ اس پروپیگنڈہ کو اور اسلام کے خلاف زبان کے چلانے کو بھی ختم کرنا ہو گا، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر دور میں اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈہ ہوتا رہا ہے اس سے اسلام کا دفاع کرنا مسلمانوں پر لازم ہے، اور جب سے یہ نیا میڈیا آیا ہے، اس وقت سے تو پروپیگنڈہ کا طریقہ ہی بدل گیا ہے، اب یہ ضروری

Marfat.com

ہے کہ ان گروہوں سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کا اس میدان میں مقابلہ کر کے اسے شکست دی جائے۔اس وقت بین الاقوامی سطح پر ہم بہت سارے معاملے میں پیچھے ہیں، مثلاً جو ہمارے پاس خبریں آتی ہیں وہ مغربی ایجنسیوں سے چھن کے آتی ہیں، خبر کا رخ بالکل موڑ دیا جاتا ہے، ہم تک اس خبر کا پہنچتے پہنچتے خدا جانے کتنی دفعہ حلیہ بگاڑا جاتا ہے۔آج یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے پاس خبروں کی بین الاقوامی ایجنسی کوئی نہیں ہے۔لہٰذا امریکہ کے یہودی خبریں اپنے انداز سے دنیا میں پھیلا رہے ہیں، ساری خبریں وہاں سے شروع ہوتی ہیں پھر کہیں جا کے ہم تک پہنچتی ہیں، ڈائریکٹ خبریں ہم تک پہنچانے کے لیے ہمارے پاس کوئی بھی بندوبست نہیں ہے۔دوسری بات جو آج تک ہم سے نہیں ہوسکی وہ یہ ہے کہ ہم ایٹمی پرڈکشن اسلامی دنیا کو مہیا نہیں کر سکے، امریکہ بہادر کی نگاہیں ہم پر بھی گڑی ہوئی ہیں، ان مسلمان ملکوں پر بھی گڑی ہوئی ہیں جو ذرا سر اٹھانا چاہتے ہیں، اور اس سلسلے میں ایران پر خصوصی نوازشات ہو رہی ہیں۔لیبیا اسی زد میں ہے، اور اب امریکہ عراق کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑا ہوا ہے۔

و قاتلوهم حتى لا تكون فتنة...بما يعملون بصير

اللہ کریم نے یہاں ارشاد فرمایا کہ ان سارے فتنوں کو ختم کرنا ضروری ہے، اور اقتدار سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے، یہاں دین سے مراد اقتدار ہے۔قوت ہے، قوتِ حاکمہ ہے، یہاں اس سے مراد اسلام نہیں، اگر یہاں اس سے مراد اسلام لیا جائے تو پھر آپ کسی کافر سے اطاعت قبول نہیں کرا سکتے جب تک وہ مسلمان نہ ہو، اور اسلام نے یہ بات نہیں کہی، سرکار کریمؐ نے بار بار فرمایا کہ ان سے جنگ نہیں لڑنی ہے بلکہ انہیں اسلام کی دعوت دینی ہے، نہ مانیں تو مصالحت کی کوشش کیجیے یہاں بھی بات نہ بن سکے تو پھر جب آپ کو میدان جنگ میں اترنا پڑے تو پھر اللہ کریم پر بھروسہ کر کے ٹکرا جائیں۔اس وقت تک آپ نے آگے بڑھنا ہے جب تک کہ اقتدار یا قوتِ حاکمہ اسلام کی طرف مڑ نہیں جاتی، اگر وہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ کو ان کی ساری باتوں کا علم ہے، لیکن پھر گرفت کی ضرورت نہیں ہے۔''وان تولوا''۔اگر وہ پشت موڑ جائیں تو ایک بات مسلمانو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارا حامی تمہارا مولیٰ اور تمہارا کارساز ہے۔اور جس کا حامی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اسے پھر کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی، اور وہی اللہ سب سے بہترین مددگار ہے۔

فاعلموا ان الله مولكم....

"نعم المولیٰ ونعم النصیر" o اس آیت کا ایک تاریخی پس منظر ہے، وہ یہ ہے کہ احد کے میدان میں ایک اونچی جگہ چڑھ کر ابوسفیان کہہ رہا تھا'' کیا تم میں محمدؐ ہیں''۔سرکار کریمؐ نے کہا کہ جواب نہ دو، اس نے پھر پوچھا کہ تم میں ابوبکر صدیقؓ ہیں، سرکار کریمؐ نے پھر کہا کہ جواب نہیں دینا، اس نے سہ بارہ پوچھا کہ تم میں عمر فاروقؓ ہیں، سرکار کریمؐ نے کہا کہ جواب نہیں دینا، جب

Marfat.com

یہ تینوں نہیں ہیں تو کافروں کو بھی پتہ تھا کہ سرکار کریمؐ سب سے پہلے، پھر ان کے بعد جو اگلا مقام ہے مسلمانوں کے نزدیک ہر انداز سے وہ صدیق اکبرؓ اور پھر فاروق اعظم ؓ کا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس دور میں حضور حیدر کرارؓ بالکل نوعمر ہیں، لہذا اس نے آگے نام نہیں لیا، حضرت عثمان غنیؓ اس جنگ میں شریک نہیں ہیں، لہذا ان کا نام بھی اس نے نہیں لیا، ان کے نام لینے کے بعد جب اسے جواب نہیں ملا تو بلند آواز سے کہنے لگا'' آج ہبل سب سے اونچا ہو گیا ہے''۔ یعنی ہمارے بت آج جیت گئے ہیں مسلمانوں کا اللہ شکست کھا گیا ہے (نعوذ باللہ) چونکہ اس کا پورا فقرہ یوں تھا'' کہ ہمارا ہبل آج سب سے اونچا ہو گیا ہے اور ہمارے پاس ہبل ہے تمہارے پاس ہبل نہیں ہے، ہمارے پاس لات ہے تمہارے پاس لات نہیں ہے، ہمارے پاس منات ہے تمہارے پاس منات نہیں ہے''۔ اس کے جواب میں حضرت عمر فاروقؓ نے زور سے فرمایا! '' اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا مولیٰ کوئی نہیں ہے''۔ **''نعم المولیٰ ونعم النصیر''**O

☆☆☆☆☆☆

اختتام پارہ قال الملاء ۹

بتوفیق اللہ عز وجل

جمعرات ۲۲/اپریل ۲۰۰۴

مفسر القرآن: سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

خادم القرآن: حافظ عرفان علی

Marfat.com

۞ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو چیز تمھیں غنیمت میں ملے، یقیناً اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے، رسول کے لیے (اوران کے قریبی رشتہ داروں کے لیے)

وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ

اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر

كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ

تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اس پر تمہارا ایمان ہو جو ہم نے اپنے مخصوص بندے پر فیصلہ کن دن نازل کیا تھا

یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٤١﴾

جب دو گروہ آپس میں لڑے تھے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے،

واعلموا انما غنمتم من شئی فا ن للّٰہ خمسہ و للرسول..........

واللّٰہ علیٰ کل شئی قدیر

میں پچھلی آیات میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ انفال اور غنیمت کا ایک ہی مطلب ہے، البتہ فائے کا معنی کچھ اور ہے۔ انفال نفل سے ہے، نفل اس عبادت کو کہتے ہیں جو فرض سے زائد ہو، جس طرح آپ نفلوں کو نوافل کہہ دیتے ہیں یہ فرضوں سے زائد عبادت ہوتی ہے، تو جو بھی انعام بے رحمت ہے یعنی فرضوں کے علاوہ ہے وہ انفال میں شامل ہے، مال غنیمت بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو مسلمانوں پر جائز ہوئی ہے، لہذا غنیمت کو بھی قرآن پاک انفال کہتا ہے، غنیمت تو خود کسی لفظ سے بنا ہے جو کفائت کرنے والی شے ہو، وہ بھی انعام ہے، مال فائے وہ ہے، کہ مسلمان فوج لڑی نہیں ہے، اس کی دھاک کی وجہ سے پنجھ علاقے فتح ہو گئے ہیں، اس مال کا مصرف آگے آتا ہے، اب اسلام نے جو سابقہ انداز تھا اسے منسوخ فرما دیا، ان کا انداز یہ تھا کہ جنگ کے بعد شہ زور جتنی چیز سمیٹ سکتا تھا وہ سمیٹ لیتا تھا، اسلام نے اس میں ترمیم یہ کی کہ یہ تمہارا حق نہیں ہے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح فیصلہ فرمائیں گے وہ ہوگا، یہ اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں آچکا ہے، اس آیت میں قرآن پاک نے اس مال کا مصرف بیان کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہتے تھے، فرمایا جو چیز غنیمت آتی ہے،

Marfat.com

راہ روی ہے، جس کا قرآن پاک نے یہاں ذکر کیا ہے، کہ وہ خود کہیں گے کہ کچھ عرصہ ہم وہاں گزار کے یہاں محشر میں آگئے ہیں ،تو ارشاد یہ ہوگا کہ اب جہنم میں جاؤ وہ تمہارا ٹھکانہ ہے، **"الا ماشاء اللہ"** ۔'ما' بے جان کے لیے ہوتا ہے،تو یہاں سیدنا ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ یہاں 'ما' من کے معنی میں ہے،یعنی جو مومن ہیں تسلیم کرنے والے ہیں وہ اس آگ سے بچ جائیں گے،اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں اور علیم بھی ہیں۔

...وکذلک نولی بعض الظلمین بعضا...

اس کائنات میں بعض ظالم بعض کے ولی بن جاتے ہیں اپنی بدعملیوں کی وجہ سے، یہاں مفسرین نے دو معنی لیے ہیں ،ایک بات تو یہ ہے کہ بعض ظالم بعض ظالموں پر مسلط ہو جاتے ہیں اور انہیں ذلیل وخوار کرتے رہتے ہیں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ارشاد عالی ہے!''اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے راضی ہوتا ہے،تو معاملہ اچھے لوگوں کے ہاتھ میں دیدیتا ہے،اور جب کسی قوم سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو معاملہ بدترین لوگوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے''۔دوسری حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں !''کہ حاکم تمہارے اعمال کی شکل ہوتے ہیں،اگر تمہارے اعمال اچھے ہیں تو حاکم اچھے آجائیں گے،اگر تمہارے اعمال برے ہیں تو حاکم بھی تمہارے اوپر اسی طرح کا مسلط ہو جائے گا''۔تیسری حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں!

''کسی ظالم کی جب کوئی مدد کرتا ہے،تو اللہ تعالیٰ اسی ظالم کو اس پر مسلط کر دیتا ہے''۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

اس کا پانچواں حصہ نکال کے الگ رکھ دو، یہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خرچ کرنا ہے، اور کہاں کہاں خرچ کرنا ہے اس کے لیے یہاں بڑا نفیس نکتہ ہے، کہ میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن پر داغ نہ آئے، کہ یہ اپنی مرضی سے مال کو خرچ کر دیتے ہیں، اللہ کریم نے وہ مصارف بھی یہاں بیان فرما دیئے، پہلی بات یہ ہے کہ اس میں اللہ کریم کا حصہ ہے، رسول علیہ السلام کا حصہ ہے، سرکار کریمؐ کے قریبی رشتہ داروں کا حصہ ہے، یتیموں اور مسکینوں کا حصہ ہے، اور مسافروں کا حصہ ہے، یہ چھ ہیں جنہیں شمار کیا گیا ہے، اب اللہ کریم کا حصہ نکال کے آپ کہیں دے نہیں سکتے، لہذا اللہ کریم والا حصہ اس کے فقیر بندوں کو ہی دیا جائیگا، لیکن مفسرین نے یہ بات کہہ دی کہ وہ حصہ الگ نہیں نکالا جائے گا بجائے چھ کے پانچ حصے ہوں گے، پہلا حصہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہوگا، یہ کس بات کے لیے؟ سرکاری اخراجات کو پورا کرنے کے لیے، اس بات کو ذہن میں ڈال لیا جائے، پھر سرکار کریمؐ کے قریبی رشتہ داروں کے لیے ہے، انہیں کیوں دیا گیا ہے اس مال کا پانچواں حصہ؟ اس لیے دیا گیا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندان پاک کو زکوۃ والوں سے خارج کر دیا گیا تھا، انہیں زکوۃ نہیں دی جا سکتی، جب زکوۃ نہیں دی جا سکتی تو متبادل کے طور پر اللہ کریم نے ان کے لیے خمس کا حصہ رکھا، اب سوال یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں میں کون کون لوگ شامل کیے جائیں؟ اس سلسلے میں شیعہ فقہ اور سنی فقہ میں بہت زیادہ فرق ہے، سنی فقہ میں آپ کے چاروں آئمہ شامل ہیں، امام اعظمؒ بھی شامل ہیں، امام شافعیؒ بھی ہیں، امام مالکؒ بھی ہیں، امام احمد ابن حنبلؒ بھی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کی اولاد، حضرت جعفر طیارؓ کی اولاد، حضرت عقیلؓ کی اولاد، اور حضور حیدر کرارؓ کی اولاد پاک، یہ چار نسلیں ہیں جنہیں آپ زکوۃ نہیں دے سکتے، اور ان چار کو آپ نے خمس ادا کرنا ہوگا۔ شیعہ مکتبہ فکر نے حضور حیدر کرار کی باقی اولاد کو بھی اس سے نکال دیا ان باقی تین حضرات کو بھی نکال دیا، اور صرف حسنین کریمین کو خمس کا حقدار ٹھہرایا ہے، یہ فقہی نگاہ ہے جو شیعہ کا اور سنیوں کا الگ الگ ہے، لیکن جب ہم سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار سدا بہار میں پہنچتے ہیں تو سرکارؐ جو ارشاد فرماتے ہیں۔ ''وہ یہ ہے کہ یہ چار افراد والا جو میرا خاندان ہے ان میں سے کسی کو بھی آپ زکوۃ نہیں دے سکتے، اور یہاں ہی بات ختم نہیں کی ایک بات اور کہہ دی، جب بھی آپ اسلام کا گہرا مطالعہ کریں گے تو آپ کے سامنے ایک بات آئے گی وہ یہ ہے کہ مالی مسائل سے دامن صاف رکھنے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا نے بے حد احتیاط کا حکم دیا تھا۔ لہذا آپ نے ایک اور بات ارشاد فرمائی، کہ جن غلاموں کو میرے ان چار افراد والے خاندان نے آزاد کیا ہے، ہم ان کے والی اور وارث ہیں لہذا کوئی بھی بندہ انہیں زکوۃ نہیں دے گا، یعنی ان کی پرورش بھی ہمارے ذمہ ہوگی، ان کے ساتھ حسن سلوک بھی ہمارے ذمہ ہوگا''۔

جب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور جو خمس کا حصہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملتا تھا وہ مسلمان سربراہ کے پاس چلا جائے گا، تا کہ وہ اس مال کو انہی مصارف میں خرچ کرے جن مصارف میں نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

علیہ وسلم نے اسے خرچ کیا تھا، اس کی ایک ایک جز و بھی محفوظ ہے آج یہ کہا جائے کہ اس حاکم کو پتہ نہیں چلے گا اسے اس کی ایک ایک جز و بھی معلوم ہوگی اگر وہ اس پر عمل کرنا چاہے، لیکن کوئی اسلامی نکتہ نگاہ سے اس خمس کے پانچویں حصے کو استعمال کرنا چاہے تو اسے اس کے استعمال کی ایک ایک جز و بھی مل جائے گی، اب سرکار کریمؐ کے بعد اس حاکم کا یہ اختیار ہے جو اسلامی سٹیٹ کا سربراہ ہے، اس میں ہمارے آج کے کوئی بھی حاکم شامل نہیں ہیں، مراکش سے لے کے انڈونیشیا تک، اس لیے کہ کسی بھی ملک میں اسلام کا مالیاتی نظام نافذ نہیں ہے، سعودی حکومت ماضی میں بے پناہ امیر حکومت تھی لیکن انہوں نے اسلام کی سزاؤں کو نافذ کیا ہے صرف پبلک کو دبانے کے لیے، انہوں نے اسلام کے اقتصادی نظام کو نافذ نہیں کیا ورنہ وہاں پچپن پچپن آدمی یکے بعد دیگرے حکومت کے لیے نامینیٹ نہ ہوتے، جب 1981ء میں میں وہاں گیا ہوں تو میں نے دیکھا کہ پچپن آدمیوں کی فہرست ہے کہ یہ مر گیا تو یہ سربراہ ہوگا اور یہ مر گیا تو دوسرا سربراہ ہوگا، کیا صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور حیدر کرارؓ کا یہی انداز تھا؟ کیا ان میں کسی نے بھی اپنے بیٹے کو حکومت کے لیے نامزد کیا؟ حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے کو ان کے علم کی وجہ سے لوگوں نے نامزد کیا تو انہوں نے کہا کہ اسے تو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا سلیقہ نہیں آتا اور حکومت کیسے چلائے گا، حضرت علیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو نامزد کر دیا تھا یہ بعد کی بنائی ہوئی بات ہے حقیقت ایسی نہیں ہے، اور نہ ہی کسی معتبر کتاب میں اس کا ذکر آتا ہے۔

اب ارشاد فرمایا کہ یہ چار آدمیوں کا خاندان سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں میں شامل ہیں، قیامت تک جہاں بھی اسلامی حکومت قائم ہوگی اس ملک میں اس خاندان کے رہنے والے لوگوں کو خمس کا مال دینا ہوگا۔ البتہ اس میں ایک اور فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ زکوۃ آپ صرف غریب کو دے سکتے ہیں، یہ جو خمس ہے یہ چاہے سید امیر ہو یا غیر ہو اسے آپ نے دینا ہوگا اس میں تمیز نہیں ہے، اب یتیموں کا حصہ ہے، مسکینوں کا حصہ ہے اور مسافروں کا حصہ ہے، حاکم وقت وہ جو اس کے اپنے لیے خاص حصہ ہے اس کے الگ مصارف ہیں ان ضرورتوں پر خرچ کرے گا، قرآن پاک نے اس دور کے مسلمانوں کو بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے تب بھی یہ بات کرنی ہے اور اگر اس قرآن اقدس پر ایمان ہے جو خاص طور سے جنگ بدر کے بارے میں نازل ہوا ہے تب بھی یہ بات کرنی ہے، قرآن پاک نے یوم بدر کو یوم الفرقان کہا ہے، یوم الفرقان کیوں کہا؟ اس لیے کہ یہ پہلا معرکہ تھا جب حق غالب آیا اور حق اور باطل میں تفریق ہوگئی، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ

جب تم وادی کے قریب والے کنارے پر تھے اور کافر دور والے کنارے پر تھے، اور (تجارت والا) قافلہ

أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ

تمہارے سے نیچے والی سمت میں تھا، اگر تم ایک دوسرے سے وعدہ بھی کرتے تو اس وعدے میں تم ایک دوسرے سے اختلاف کرتے

وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ

لیکن اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے ایسے کام کا جس نے ہو کے رہنا ہے، تا کہ جو ہلاک ہو وہ

هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ

ہلاک ہو دلیل کے بعد اور اگر وہ زندہ رہے تو دلیل سے زندہ رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ

لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾ إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ

سننے والا علم والا ہے، جب اللہ اے محبوب آپ کو خواب میں لشکر کفار قلیل تعداد میں دکھا رہا تھا

وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ

اگر وہ زیادہ نظر آتے تو مسلمانوں تمہارے دلوں میں بزدلی آجاتی، اور معاملے میں تم جھگڑنے لگتے

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٤٣﴾ وَإِذْ

لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا، یقیناً وہ سینے کے بھیدوں کو جاننے والا ہے

يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ

اور جب اللہ تعالیٰ دکھا رہا تھا تمہیں وہ لوگ، جب تم لڑائی شروع کر بیٹھے، تمہاری آنکھوں میں کم اور تم انہیں کم

Marfat.com

فِيٓ أَعۡيُنِهِمۡ لِيَقۡضِيَ ٱللَّهُ أَمۡرٗا كَانَ مَفۡعُولٗاۗ وَإِلَى ٱللَّهِ

دکھائی دے رہے تھے تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے جس نے ہو کے رہنا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف

تُرۡجَعُ ٱلۡأُمُورُ ﴿٤٤﴾

معاملات پلٹ کے جاتے ہیں،

اذ انتم بالعدوة الدنیا وهم بالعدوة القصوى....انه علیم بذات الصدور

مسلمانو! یاد کرو جب تم قریب کے کنارے پر تھے مدینہ کی طرف سے آئے اور کافر پہلے بیٹھے تھے اور کافر فوج آگے مکہ کی طرف تھی، تو پہلی سمت کو قرآن پاک نے قریب کا کنارہ کہا ہے، اگلی سمت کو دور کا کنارا کہا ہے، اور وہ قافلہ جو ابوسفیان لے کے شام سے مکہ کی طرف جا رہا تھا تم دونوں سے نیچے اترائی کی طرف بہت دور فاصلے سے گزر رہا تھا، اگر تم یہاں ایک دوسرے سے وعدہ کرتے کہ اگلے سال جنگ کریں گے تو شاید یہ وعدہ پورا نہ ہو سکتا، لیکن اللہ کریم نے جو بات کرنی تھی اسے اللہ کریم نے پورا کر دیا، کس بات کے لیے پورا کیا کہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ ہلاک ہو حجت کے بعد یعنی دلیل کے بعد اور جس نے زندہ رہنا ہے وہ دلیل سے زندہ رہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنگ نمائش کی جنگ نہیں تھی، یہ جنگ اغراض کی جنگ نہیں تھی، یہ جنگ ملک گیری کی جنگ نہیں تھی، یہ جنگ نام و نسب کی جنگ نہیں تھی، یہ جنگ للّٰہیت پر مبنی تھی، لہٰذا باقی رہنے والا دلیل کے ساتھ باقی رہے گا اور مرنے والا دلیل کے ساتھ مرے گا، تم جو باتیں کر رہے تھے اللہ تعالیٰ انہیں سنتا ہے اور جانتا ہے۔ محبوب آپ انہیں دیکھ رہے تھے اپنے خواب مبارک میں، اور وہ قلیل تھے، قرآن پاک نے ایک ہزار آدمی کو قلیل کہا ہے، اس کا تعلق ایک خاص نکتے سے ہے اس پر غور کرنا ہے، یعنی ہزار ہوتے ہوئے وہ ضعیف ہیں، قلیل کا یہ مطلب ہے۔ یعنی ہزار ہوتے ہوئے وہ کمزور ہیں، اگر آپ کو وہ زیادہ نظر آتے تو مسلمانوں تم بزدل ہو جاتے، یعنی ضمیر واحد کی ہے لیکن اللہ کریم نے درمیان میں سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہٹا دیا، اور مسلمانوں کو فرمایا کہ اگر تم انہیں کثیر دیکھ لیتے تو تم مسلمانوں کمزوری کا اظہار کرتے، ایک نکتہ میں نے پچھلے لیکچر میں بھی بیان کیا تھا، کہ اللہ کریم نے وہاں بھی الگ کر کے وہ ساری ذمہ داری سرکار پر ڈال دی، اور معاملے میں جھگڑا ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا، وہ سینے کے بھیدوں کو جانتا ہے۔

Marfat.com

اذیریکموهم اذ التقیتم... والی ترجع الامور

جب میدان جنگ میں سامنے آئے تو مسلمان پھر دیکھ رہے تھے کہ یہ تو بہت تھوڑے ہیں اور کافر دیکھ رہے تھے کہ یہ تھوڑے ہیں، اب یہاں بھی ہم نے تھوڑے کو دو معنوں میں لینا ہے، تاکہ الفاظ میں ترتیب دی جا سکے، مسلمان اپنی قوت اور شجاعت کی وجہ سے انہیں تھوڑا سمجھ رہے تھے، اور کافر انہیں تعداد کے حساب سے تھوڑا سمجھ رہے تھے، مسلمان چونکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ابھی اگلی سورۃ میں یہ واقعہ آرہا ہے، مسلمانوں کی صرف تین ہزار فوج ایک لاکھ کے مقابلے میں آگئی جن سے ایک لاکھ فوج اور آکے مل گئی، تو ان دونوں فوجوں میں کیا نسبت رہ گئی، کافر 66 ہیں اور ان کے مقابلے میں مسلمان ایک ہے، لیکن خالد بن ولیدؓ نے اسلام کے جو جھنڈے گاڑے آج تک تاریخ ان کی عظمتوں کو سلام کہہ رہی ہے، تو مسلمانوں کا یہ ایک اپنا منفرد انداز ہے۔ کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرتے ہیں، قلت اور کثرت ان کے راستے میں حائل نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا تھا اسے اللہ کریم نے پورا کرنا تھا، یہ معاملات پلٹ کے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی جاتے ہیں، اب یہاں مسلمانوں کو جنگ کا طریقہ سمجھایا جارہا ہے، جب وہاں میدان جنگ میں آؤ تو ثابت قدم رہنا ہے، دشمن کی طرف پشت نہیں پھیرنی کریم کو کثرت سے یاد کرنا ہے، جب خوف ہوتا ہے تو اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور سب باتیں بھول جاتی ہیں، فرمایا اوسان خطا نہیں کرنے ہیں، تمہارا رابطہ اللہ کریم کی ذات سے ہے، وہ غیر فانی ہے، ابھی چند لمحے بعد تمہیں شہادت کا تاج مل جائے تو تم بھی غیر فانی ہو جاؤ گے، تو پھر خوف کس بات کا ہے، ڈرنا نہیں ہے، اللہ کریم کا کثرت سے ذکر کرو، تاکہ تمہیں فلاح ملے، اب ذکر دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی ہوتا ہے، تبھی تو حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن کراماً کاتبین کہیں گے، کہ یہ سارا اس کا حساب ہے جو ہم لکھ لایا ہوں، لیکن اللہ کریم ارشاد فرمائیں گے کہ اس کا ایک حساب اور بھی ہے جسے میں یا صرف یہ جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا، وہ ذکر وہ ہے جسے آپ ذکر قلبی کہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے کامل بندے ذکر قلبی کی ہمیشہ تعلیم دیا کرتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ ذکر کرو، اب مسلمانوں نے اس پر کس انداز سے عمل کیا، میں آپ کو چند لمحوں کے لیے ایک میدان جنگ میں لے جاتا ہوں۔

صلاح الدین ایوبی ” میدان جنگ میں ہیں نور الدین زنگی ” بھی میدان جنگ میں ہیں، زنگی کا دور پہلے ہے اور صلاح الدین ایوبی ” ان کے جانشین ہیں، جنگ شروع ہو رہی ہے جو فوج میں قرآن پاک کے حافظ ہیں وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں، اور بخاری مختلف جزو میں ہے، تقریباً 30 یا 60 جزوں میں ہے، بخاری بھی قرآن پاک کی طرح تیس حصوں میں تقسیم کر دی گئی تھی، اور بڑے بڑے اداروں میں آج بھی بخاری کا ختم ہوتا ہے، دیوبند میں بخاری کا ختم ہوتا ہے، جب وہاں

Marfat.com

حدیث کا دور ختم ہوتا ہے، پنجاب میں آستانہ عالیہ سیال شریف پندرہ شوال کی رات کو لازماً بخاری کا ختم ہوتا ہے، تو یہ مسلمانوں کے درمیان ایک انداز رہا ہے، کہ اللہ کریم کے کلام کا بھی مطالعہ ہو جائے اور اللہ کریم کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کا بھی مطالعہ ہو جائے، تو اس مجاہد اکبر نے اپنے دور میں یہ اہتمام کیا کہ بخاری کا حملے سے پہلے پورا ختم ہو جائے، تو یہ ہے وہ بات جسے ذکر کہتے ہیں، کہ قرآن پاک بھی پڑھا جا رہا ہے، حدیث بھی پڑھی جا رہی ہے، ذکر خفی بھی ہو رہا ہے، اور لمحے لمحے کے بعد اللہ اکبر کے نعرے بھی گونج رہے ہیں، ہر قوم کا ایک انداز ہوتا ہے، اور جب وہ قوم اپنے اکابرین کا انداز چھوڑ دیتی ہے تو پھر وہ دنیوی نکتہ نگاہ سے بے وارث ہو جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً

اے ایماندارو جب تم کسی مخالف گروہ سے ملو

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

ثابت قدم رہو، اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تمہیں فلاح ملے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، آپس میں جھگڑو نہیں، پھر تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری دھاک اکھڑ جائے گی

وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

صبر کرو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، ان لوگوں کی طرح نہ بننا جو

خَرَجُوْا مِنْ دِيٰرِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ

اپنے گھروں سے ناز اور دکھلاوے کے لیے نکلے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ

، اور جو وہ عمل کرتے تھے اللہ تعالیٰ اسے گھیر لینے والا تھا جب انہیں مزین کر کے دکھائے

الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ

شیطان نے ان کے اعمال، اور کہنے لگا کہ آج تم پر غالب نہیں آسکتا

النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ

کوئی بھی گروہ اور میں تمہارا ساتھی ہوں، جب دونوں گروہ ایک دوسرے کے سامنے آئے، تو وہ الٹا پلٹا

عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ

ایڑیوں کے بل، اور کہنے لگا کہ میں تم سے بری ہوں، مجھے تو وہ کچھ دکھائی دے رہا ہے جو تم نہیں دیکھتے

إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ إِذْ يَقُولُ

میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی گرفت بہت ہی سخت ہے

الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ

جب منافق کہہ رہے تھے، اور وہ لوگ بھی جن کے دلوں میں بیماری تھی، کہ ان لوگوں کا اپنے دین پر، بت ہی ناز اور غرور ہے

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۴۹﴾

اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے

یاایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئة فاثبتوا...... ان اللہ مع الصابرین

تو قرآن کریم نے فرمایا! کہ میدان جنگ میں ثابت قدمی ایک، اللہ تعالیٰ سے تعلق دو، اور انشاءاللہ فلاح تیسرے نمبر پر آجائے گی، لیکن یاد رکھو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرنی ہے، آپس میں جھگڑنا نہیں ہے، جس قوم میں جھگڑا آجائے وہ قوم بزدل ہو جاتی ہے، اور ان کی دھاک ختم ہو جاتی ہے، لفظی معنیٰ ہے کہ "تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی"۔ صبر کرو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر فلاح تمہارے قدموں میں آجائے گی۔

یہاں ہے "ان اللہ مع الصبرین" ٥ "اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔ غلام احمد قادیانی نے دلیل یہ دی کہ "اللہ تعالیٰ نبیوں کے ساتھ ہے"۔ جب اللہ تعالیٰ نبیوں کے ساتھ ہے تو پھر وہ نبی ہے، یہاں آپ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، پھر وہ بندے بھی اللہ بن گئے ہیں، جس طرح یہاں عام بندے اللہ نہیں بن سکے اسی طرح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی بھی نہیں بن سکتا۔

Marfat.com

ولاتکونوا کالذین خرجوا من دیارهم......... والله شدید العقاب

ان لوگوں کی طرح نہ بنا جو اپنے گھروں سے نکلے تھے، مخالف فوج کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے، وہ بڑے مغرور تھے اور لوگوں کو دکھلاوا کر رہے تھے، اور اللہ کریم کے راستے سے لوگوں کو روک رہے تھے، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو گھیر رہا تھا، شیطان نے انہیں ان کے اعمال مزین کر کے دکھائے، کہ بڑا خوبصورت عمل ہے جو تو کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ دستگیری نہ فرمائے تو بے شمار مخلوق اپنے اعمال پر بڑی نازاں ہو جائے، قاعدہ ایک ہی ہے، اعمال پر مت ناز کیجئے اللہ تعالیٰ کے فضل پر ناز کیجئے. اللہ تعالیٰ کا فضل جب تک دستگیر نہ ہو تو اس وقت تک بات نہیں بنتی ۔ اس نے کہا تھا کہ آج لوگوں میں سے کوئی جماعت بھی تم پر غالب نہیں آسکتی، میں تمہارے ساتھ ہوں، اب یہاں مختلف مفسرین نے الگ الگ تعبیرات بیان کی ہیں، میں حیران ہوں کہ قرآن پاک کے اندر یہ لفظ موجود ہے اور تعبیرات الگ الگ کیوں کی گئی ہیں، کچھ مفسرین نے کہا کہ یہ شیطان نے بات کہی تھی، کچھ مفسرین نے کہا کہ یہ کسی جرنیل نے بات کہی تھی، کچھ کا خیال تھا کہ جب ہم باہر نکلیں تو ہمارے مخالف عقب سے ہم پر حملہ نہ کر دیں، تو شیطان سوراسرقہ بن مالک کی شکل میں آیا، اس نے کہا کہ میری برادری کی طرف سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے، ہم تمہارے ساتھ ہیں، جاؤ تم پر حملہ نہیں ہوگا، اب جب انہیں میدان جنگ میں گھیر کے لے گیا، اس کا خیال تھا کہ یہ مسلمانوں کو کچل کے رکھ دیں گے، جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، تو اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹا، کہنے لگا کہ اچھا جی ہماری دوستی ختم میں اب بری، میں جا رہا ہوں، ساتھیوں نے پوچھا کیوں جا رہا ہے، کہنے لگا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے، یہ کیا بات تھی کہ شیطان دیکھ رہا تھا اور اس کے کافر ساتھی نہیں دیکھ رہے تھے، یہ اللہ کریم کے فرشتے تھے جو تائید محمدیؐ کے لیے نازل ہو رہے تھے، اب فرشتے شیطان کو تو نظر آ رہے تھے اس نے بہت لمبا عرصہ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے اس برادری کے ساتھ گزارا ہوا تھا، وہ ان فرشتوں کو جانتا تھا اور اسے یہ بھی پتہ تھا کہ جب یہ آ گئے ہیں تو اب میری خیر نہیں ہے، لہذا وہ میدان چھوڑ کے بھاگا، [illegible] کہ بھائی سچی بات ہے میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس وقت ہاتھ ہمارے [illegible] میدان جنگ میں پہنچا چکا اور اسے یہ بھی پتہ تھا کہ اب یہ پیچھے بچ کے نہیں جا سکتے، انہیں ماریں گے یا یہ خود ان کے ہاتھوں مارے جائیں گے، میری ڈیوٹی اب ختم ہو گئی ہے، لہذا اپنی زندگی پر غور کیا جائے، کیا کہیں انہی کی طرح پکڑ کے وہ کسی نتیجے کی طرف تو نہیں لے جا رہا، پھر ان کی طرح کسی آگے والے موڑ پر ہمیں یہ تو نہیں کہہ دے گا کہ اچھا اب میں تو جا رہا ہوں، میں اللہ کریم سے ڈرتا ہوں، اسے اپنی زندگی میں یہ مواقع نہ دیا جائے، قرآنی آیت ہماری اس طرف رہنمائی کرتی ہے. اللہ تعالیٰ سخت [illegible] کرنے والے

ہیں۔

اذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض........فان اللہ عزیز حکیم

جب منافق کہہ رہے تھے اور جن کافروں کے دلوں میں بیماری تھی وہ بھی کہہ رہے تھے، کہ یہ مسلمان اپنے دین کی وجہ سے بڑے مغرور ہو گئے ہیں، دیکھو تھوڑے سے ہیں اسلحہ ان کے پاس نہیں ہے کچھ خالی ہاتھ ہیں کچھ کے پاس سواری نہیں ہے، یہ یہاں سے نکلے جا رہے ہیں جیسا اب امریکہ کہتا ہے کہ یہ بڑے بنیاد پرست اور پاگل لوگ ہیں، وہ کہتے کہ یہ مٹھی بھر لوگ ہیں اور لڑنے یہ قریش کے ساتھ چلے ہیں، مکہ کے مشرکوں سے لڑنے چلے ہیں، اس دور میں مکہ کے مشروں سے لڑنا دو وجہ سے بڑا مشکل تھا، ایک وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور تک کعبہ کے متولی تھے اور بے حد محترم تھے، اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ مختلف ادوار میں اپنی جنگی حکمت عملی کو سارے عرب سے منوا چکے تھے، تو اب مدینہ کی فضاؤں سے نکلنا اور وہاں صرف 66 آدمی ہونا جو مہاجر ہیں اور باقیوں کو مدینے کا ہونا جنہیں وہ گوار کہتے تھے، بھلا وہ کب ان کے سامنے ٹھہر سکتے ہیں، تو جو اللہ کریم پر بھروسہ کرتے ہیں وہی کامیاب ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

۞ يَٰمَعۡشَرَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ أَلَمۡ يَأۡتِكُمۡ

اے جنوں اور انسانوں کے گروہ بتاؤ تو سہی کیا تمہارے پاس نہیں آئے تھے

رُسُلٞ مِّنكُمۡ يَقُصُّونَ عَلَيۡكُمۡ ءَايَٰتِي وَيُنذِرُونَكُمۡ لِقَآءَ

تمہی میں سے رسول، جو میری آیتیں (بطور واقعات) تمہارے سامنے بیان کرتے تھے، تمہیں وہ اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے

يَوۡمِكُمۡ هَٰذَاۚ قَالُواْ شَهِدۡنَا عَلَىٰٓ أَنفُسِنَاۖ وَغَرَّتۡهُمُ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا

وہ کہیں گے ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دے رہے ہیں، انہیں دنیوی زندگی نے دھوکہ دیا

وَشَهِدُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ أَنَّهُمۡ كَانُواْ كَٰفِرِينَ ﴿۱۳۰﴾

اپنی جانوں کے خلاف انہوں نے گواہی دیدی کہ یقیناً وہ منکر تھے

یمعشر الجن والانس...انھم کانوا کافرین

اور اب ماضی میں کس کس انداز سے ہم گزر رہے ہیں، اس آیت مقدسہ اور احادیث پاک کو سامنے رکھ کے ہم اس نتیجے پر فوراً پہنچ سکتے ہیں، اللہ کریم وہاں جنوں اور انسانوں سے ایک بات پوچھیں گے، کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے، جو میری آیات تمہیں پڑھ پڑھ کے سناتے تھے، اور تمہیں اس دن کی اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے ڈراتے تھے، تم نے کیوں تسلیم نہیں کیا تھا، اب بتاؤ کہ جہنم میں جانے سے کون سا عذر ہے جو تمہارے لیے مانع ہو سکے، اللہ کریم کے اس پوچھنے پر ان کے عجیب عجیب جوابات ہوں گے، پہلی بات تو یہ تھی کہ قسم اٹھا کے یہ بات کہیں گے کہ ہم نے تو کوئی شرک نہیں کیا تھا، لیکن جب کوئی بات نہیں بن پائے گی، اس لیے کہ عقل انسانی اور جسم کے اعضاء شہادت دینے لگ جائیں گے یہ یہ تھا دوسرا اعضو کہے گا یہ مجھ سے فلاں عمل کیا کرتا تھا، وہ پھر بھی یہی کہیں گے کہ ہم تو اپنی جانوں پر گواہی دے رہے ہیں، کہ ایسا ہی تھا جیسا آپ فرما رہے ہیں، قرآن پاک میں ہے کہ ابتداء میں کہیں گے کہ "اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم تو بالکل مشرک نہیں تھے"۔ اور یہاں کہہ رہے ہیں کہ ہم اپنی جانوں پر خود گواہی دے رہے ہیں، کہ ہم نے خرابی کی تھی، دوسرے مقام پر قرآن پاک کے یہ الفاظ آتے ہیں! "وہ اپنی جانوں پر خود گواہی دیں گے"۔ وہ تو کافر تھے یہاں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی جانوں پر خود گواہ ہیں، کہ یہ خرابی کی ساری باتیں ہوئی تھیں، لیکن کیوں ہوئی تھیں، دنیوی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا تھا

اب وہ اپنی جانوں پر خود گواہی دے رہے ہیں کہ وہ یقیناً کافر تھے، آیت میں سوال یہ تھا کہ تمہارے پاس نبی نہیں آئے تھے؟

Marfat.com

وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ يَتَوَفَّى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۙ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ

اور کاش اے مخاطب تو دیکھے جب مار رہے ہوں گے

وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَٰرَهُمْ وَذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ

فرشتے ان لوگوں کو جو کافر ہیں، وہ ان کے چہروں پر اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جلنے کا عذاب چکھو، یہ اس لیے ہے

بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾

کہ جو تم نے پہلے کمائی بھیجی تھی، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر زیادتی نہیں فرمایا کرتے

كَدَأْبِ ءَالِ فِرْعَوْنَ ۙ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَفَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ

جس طرح فرعونیوں کا دستور تھا اور پہلے لوگوں کا بھی، کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے

فَأَخَذَهُمُ ٱللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ قَوِىٌّ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿٥٢﴾

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت قوی ہیں اور سخت گرفت والے ہیں

ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟

یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نعمت کو تبدیل نہیں کرتا، جو کسی قوم پر نعمت کی ہوئی ہوتی ہے، جب تک کہ وہ اپنی جانوں کو تبدیل نہ کر دیں،

مَا بِأَنفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَأْبِ ءَالِ

اور یقیناً اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔ یہی دستور تھا

فِرْعَوْنَ ۙ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَٰهُم

فرعونیوں کا بھی اور پہلے والے لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے، کہ انہوں نے اپنے رب کریم کی آیات کو جھٹلا دیا تھا، ہم نے ہلاک کر دیا انہیں

Marfat.com

بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٥٤﴾

ان کے گناہوں کی وجہ سے، اور آل فرعون کو ہم نے غرق کر دیا، یہ سب لوگ ظالم تھے

ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا......وکل کانوا ظالمین

محبوب آپ یا آپ کے غلام اس وقت کو دیکھیں جب فرشتے ان کے موتیوں اور پشتوں پر مار مار کے کہہ رہے ہوں گے کہ یہ ہے جہنم کا عذاب اسے چکھنے، یہ اس لیے ہے کہ تمہارے جو اعمال پہلے آئے تھے وہ تمہیں اسی کا مستحق قرار دیتے ہیں، اللہ کریم تو بندوں پر ظلم اور زیادتی نہیں فرمایا کرتے، ان لوگوں کا وہی طریقہ ہے جو فرعونیوں کا تھا اور فرعون سے پہلے جو قومیں تھیں ان کا بھی یہی طریقہ تھا، کہ وہ اللہ کریم کی آیات کا انکار کر دیتے تھے، لفظ آیات میں بے شمار چیزیں آجاتی ہیں، اللہ کریم کا رسول اللہ تعالیٰ کی آیت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام اللہ کی آیت ہوتا ہے، وہ لوگ جو رسول کی تربیت میں پلتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی آیت ہوتے ہیں، پھر اس کائنات فطرت کے سامنے مظاہر فطرت آتے ہیں یہ سب بھی آیت اللہ ہیں، فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہیں مانتے تھے، میں نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑا ہے، اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور بے حد طاقتور ہے، قاعدہ وہاں یہ ہے کہ اللہ کریم ایک نعمت دیں کسی قوم کو اور پھر اس نعمت کو خود ہی بدل دیں اللہ تعالیٰ ایسا ہرگز نہیں کیا کرتے، وہ اپنی جانوں میں تبدیلی لاتے ہیں، تو پھر خارج میں تبدیلی آتی ہے، اس کا ترجمہ کرتے ہوئے شاید حفیظ جالندھری نے کہا تھا کہ!

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی   نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے اپنے انداز میں بات کی!

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

تو ارشاد فرمایا کہ یہاں قوموں کو انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے، پھر وہ اس راستے سے ہٹ جاتے ہیں، آغاز ہوتا ہے تو وہ قوم مرد میدان ہوتی ہے، وہ شمشیر زن ہوتی ہے، وہ اپنے نظریے کے لیے اپنی جان قربان کر سکتی ہے، اور جب انتہا ہوتی ہے تو وہ شراب وکباب میں ڈوب جاتی ہے۔

آتجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے   شمشیر وسناں اول طاؤس و رباب آخر

تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ ہے قوموں کے اٹھنے کا اور ڈوب جانے کا، اللہ تعالیٰ سب باتیں سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے، یہی فرعونیوں کے طریقے تھے اور ان سے پہلے والے کافروں کا بھی یہی طریقہ تھا، ان کی دو باتیں تھیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا، تو اللہ کریم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا، فرعونی ڈوب مرے سمندر کے اندر، یہ سب ظالم تھے۔

Marfat.com

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾

یقیناً بدترین جان والے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہیں جو کافر ہیں، جو ایمان نہیں رکھتے

الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ

جن سے آپ نے عہد کیا پھر انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا ہر دفعہ

وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم

اور انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے، اب اگر آپ انہیں جنگ میں پالیں تو بکھیر دیں ان کی وجہ سے

مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن

پچھلوں کو تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور اگر آپ کو خوف ہو کسی

قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

قوم کی طرف سے خیانت کا تو ان کی طرف ان کا عہد واضح طور پر پھینک دیا جائے، یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کاروں کو پسند نہیں فرماتا

ان شر الدوآب عند اللہ الذین کفروا...... وھم لا یتقون

اب یہاں ایک خاص نکتہ ارشاد ہورہا ہے، کہ جاندار ہونے میں باقی جانداروں سے آپ ممتاز نہیں ہیں، میں نے پیچھے کسی ایک لیکچر میں بتایا تھا کہ گوشت کی جو سلز Cells انسان کی تخلیق کے لیے درکار ہیں وہی سیلز ہر جاندار کی تخلیق کے لیے درکار ہیں، اب انسان میں افضلیت دو وجہ سے آتی ہے، ایک تو اس کے پاس عقل ہے جو باقی جانوروں کے پاس نہیں ہے، اس عقل و شعور کی وجہ سے اس کے پاس ایمان کی دولت ہے، جو صرف ایمان والوں کے پاس ہے باقی انسانوں کے پاس نہیں ہے، تو دو باتیں اسے سب سے زیادہ ممتاز کرتی ہیں، اب عقل ہے تو ذمہ داری میں اضافہ ہوگا، اسی انداز سے ایک دو سالہ بچے آپ اسے جبراً یہ نہیں کہیں گے کہ تم نماز پڑھو، اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی وہ مرفوع القلم ہے، ایک بے حد ضعیف ہے اس کے حواس مختل ہو چکے ہیں اسے اسلام نے کہہ دیا ہے کہ روضہ نہیں رکھنا ہے، یا بے شعوری کی وجہ سے وہ نماز صحیح طریقے سے ادا نہیں کرسکتا، تو اب ان باتوں میں پہنچ کے چونکہ اس کے پاس عقل نہیں رہی، پتہ چلا کہ پہلی تمہید جو انسان کے لیے ہے وہ عقل سے شروع ہوتی ہے، اور اس کی تکمیل ایمان پر ہوتی ہے۔

تو یہاں قرآن پاک نے ایک بڑا ہی نفیس لفظ استعمال فرمایا! "دوّاب" **دابہ** کی جمع ہے، اس کا معنی ہے جو زمین پر چلتا

Marfat.com

ہے وہ دابہ ہے، فرمایا بدترین زمین پہ چلنے والا وہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں، جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھا کے عقلو شعور کی دولت پا کے پھر اسے پہچانتا نہیں ہے، اور ایمان کی دولت سے مزین نہیں ہوتا، ہم نے اگر انسانیت کی بلندیوں پر پہنچنا ہے تو حیوانیت کو چھوڑنا ہوگا، اور زمین پر چلنے والے جو دواب ہیں ان سے اپنے آپ کو ممتاز کرنا ہوگا، اب اللہ کریم کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا مدینہ کے یہودیوں سے، جب بدر کا مقام آیا تو انہوں نے توڑ دیا، سرکار کریم جب واپس آئے تو کہنے لگے کہ ہمیں تو یاد نہیں رہا تھا کہ ہم نے آپ سے معاہدہ کیا تھا، آپ اندازہ فرمائیں کہ بحیثیت قوم یہودیت کا مزاج کیا ہے، قوم کو یاد نہیں رہا کہ ہم نے معاہدہ کیا تھا، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی معذرت تو قبول فرمالی، کیوں کہ وہاں تو رحمت للعالمینی ہے، آگے بڑھے تو اس معاہدے کو جب مدینہ طیبہ کو گھیر لیا تھا اس جگہ پھر انہوں نے معاہدہ توڑ دیا تھا، تو اللہ کریم نے فرمایا کہ آپ ان سے معاہدہ فرماتے ہیں اور وہ ہر دفعہ اپنا معاہدہ توڑ دیتے ہیں، ان میں ابھی تک تقویٰ نہیں آیا، دیکھا ان کے لیے سخت الفاظ استعمال نہیں کیے، ان میں تقویٰ آتا تو ایسی بات نہ ہوتی، ضمنی اشارہ کس طرف ہو گیا کہ اے مسلمانو آپ لوگ تقویٰ کو کبھی نہیں چھوڑیں گے، اب کیفیت یہ ہے کہ جب معاہدہ کرتے ہیں تو توڑ دیتے ہیں، پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی بات کرتے ہیں، اب محبوبؐ مستقبل میں ایک ہی بات ہے، اب اگر یہ میدان جنگ میں آپ کے سامنے آئیں تو ان کے ساتھ اس انداز سے غزوہ لڑا جائے کہ پچھلوں کو بھی نصیحت ہو جائے کہ وہ پھر بار بار معاہدے توڑ کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی نہ کرسکیں، اس طرح ہوسکتا ہے انہیں نصیحت مل جائے انہیں عبرت حاصل ہو جائے۔

واما تخافن من قوم خیانة ......ان اللہ لا یحب الخائنین

اگر کوئی قوم خیانت کرتی ہے اور مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہ جو معاہدہ کر بیٹھے ہیں اسے یہ توڑ رہے ہیں تو برابر انداز سے معاہدہ ان کے منہ پہ دے ماریں، لیکن معاہدہ توڑنے کا اعلان کرنے سے پہلے ان پر حملہ نہیں کرسکتے، یہ خیانت ہے، اور مسلمان خائن قوم نہیں ہے، اب آپ اندازہ لگائیں کہ کسی وقت آپ کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ معاہدہ توڑ رہے ہیں تو آپ اس وقت بھی پہلے آپ معاہدہ توڑنے کا اعلان کریں گے اس کے بعد آپ میدان جنگ کی طرف بڑھیں گے ورنہ نہیں، ہمارے پڑوسی ملک نے ہمارے ساتھ کتنے سارے معاہدے کیے لیاقت نہرو معاہدہ سے لے کے آج تک، اور انہیں توڑنے کا کون کون سا انداز ہے جسے انہوں نے اپنایا نہ ہو، چھانکیہ کا فلسفہ یہ تھا کہ طاقتور کے سامنے بھیگی بلی بن جاؤ، اور جو طاقتور نہیں ہے اسے کبھی بھی نہ چھوڑو، ایک شرط منوا کے ایک اور شرط منواؤ، پوری ہندو تاریخ کو آپ کھنگال ڈالیں ان کا یہی طریقہ رہا ہے، آپ کو یہ قوم بار بار معاہدوں میں خیانت کرتے ہوئے ملے گی، ایک واقعہ آتا ہے میں وہ بھی آپ کو سنا دیتا ہوں، حضرت امیر معاویہؓ کا قیصر روم سے ایک معاہدہ تھا آپ نے کوشش کی کہ فوجوں کو باڈر پر لے جایا جائے جس شام کو معاہدہ ختم ہونا ہے اس سے آگے آنے والی صبح کو ہم ان پر حملہ

Marfat.com

کر کے بے شمار علاقے پر قابض ہو جائیں گے، اب فوج تو باڈر پر ہے حضرت امیر معاویہؓ خطاب کے لیے کھڑے ہوئے ہیں انہوں نے فرمایا!'' دوستو مستعد ہو جاؤ میں نے آپ کو راستے میں یہ نہیں بتایا کہ ہم کدھر جار ہے ہیں آپ نے سمجھا کہ فوج کو ذرا چلانے پھرانے کے لیے قائد ملت نے یہ ساری بات کی ہے تو یہ بات نہیں ہے ہم نے کل صبح سویرے رومی حکومت پر حملہ کر دینا ہے اور انہیں ایسا سبق دینا ہے کہ آئندہ کبھی وہ ہمارے باڈر پر حملہ نہ کر سکیں، صفیں چیرتا ہوا ایک صحابی آیا اس نے کہا میں آپ کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں اس کے بعد آپ نے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ نے کیا کرنا ہے، اس نے حدیث سنائی وہ حدیث اسی آیت کی شرح ہے، کہ جب کسی سے معاہدہ کرو تو جب تک معاہدہ توڑنے کا اعلان نہ کرو تو اس وقت تک تم ان پر اچانک حملہ نہیں کر سکتے، یہ خیانت کاری ہے، اور اسلام خیانت کی اجازت نہیں دیتا''۔ یہ حدیث سنانے کے بعد پیچھے ہٹتے ہوئے وہ کہتے گئے کہ اب آپ اس فوج کو آگے بڑھنے کا حکم نہیں دے سکیں گے، حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ اب میں ایسا نہیں کر سکتا، فوج سویرے واپس چلے گی اور ہم پہلے اپنا معاہدہ توڑیں گے اس کے بعد اگلی بات ہوگی۔ مسلمانوں نے معاہدے کے انداز سے جو کچھ کیا ہے تاریخ کا وہ درخشاں باب ہے کہ دنیا کی کوئی بھی قوم ہماری گرد پا کو بھی نہیں پا سکتی، اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عظمت رفتہ واپس دے اور وہ اخلاقی دولت بھی ہمیں دوبارہ ملے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾

اور وہ لوگ خیال نہ کریں جو کافر ہیں، وہ ہم سے آگے نکل گئے ہیں، وہ یقیناً عاجز نہیں کر سکتے

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ

،ان کے لیے تم تیار رکھو جو کچھ تمہاری طاقت میں ہو، ہر قسم کی قوت، اور گھوڑے پال کے رکھو

تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ

ان کی وجہ سے تم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ڈراؤ، کچھ اور بھی ہیں جو ان کے بعد آنے والے ہیں

لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ

تم انہیں نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے، جو چیز بھی تم راہ

اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِن جَنَحُوا

خدا میں خرچ کرتے ہو وہ پوری پوری تمہیں دی جائے گی، تم سے زیادتی نہیں ہوگی۔ اگر وہ مائل ہوں

لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾

صلح کی طرف تو محبوب آپ بھی صلح فرمالیں، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، یقیناً وہ سننے والا علم والا ہے

وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ

۔اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو اللہ کریم آپ کے لیے کافی ہے، وہ ذات پاک ہے جس نے تائید فرمائی

بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ

آپ کی اپنی مدد سے، اور مومنوں کے ذریعے آپ کی تائید کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی، اگر آپ خرچ کر دیتے

مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ

جو کچھ ہے زمین میں سارے کا سارا تو آپ ان کے دلوں میں الفت نہیں ڈال سکتے تھے، لیکن

Marfat.com

أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾

اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا فرمادی، وہ غالب اور حکمت والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾

اے نبی اللہ کریم آپ کے لیے کافی ہے، اور یہ مومن جو آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں یہ آپ کے لیے کافی ہیں

ولا يحسبن الذين كفروا سبقوا.....وانتم لا تظلمون

ارشاد فرمایا یہ خیال کہ یہ کافر آگے نکل جائیں گے، یہ بات نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے، اب آگے ایک قاعدہ کلیہ ہے جسے ہم نے ہمیشہ یاد رکھنا ہے، مسلمانو! کافروں کے لیے طاقت تیار رکھو جو بھی تمہارے بس میں ہے، بڑی سج دھج سے گھوڑوں کو باڈر پر باندھ کے رکھو تاکہ اللہ کریم کے دشمن اور تمہارے دشمن تمہاری اس شاندار تیاری کو دیکھ کے خوف زدہ ہو جائیں اور دبک جائیں، لیکن یہ دشمن آج کے دور تک ہی نہیں ہیں کچھ اور بھی ہیں ان کے بغیر جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ کریم انہیں جانتا ہے، یہاں مفسرین نے ایک اور ٹھوکر کھائی ہے، کہ اس سے مراد قیصر و کسریٰ کی فوجوں کے ساتھ جنگ ہے جو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں لڑی جانے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ صدیقیؓ، فاروقیؓ، عثمانیؓ اور حیدریؓ فوجیں بھی اس آیت سے مراد ہیں، لیکن آیت کا مطلب مطلق ہے اسے مقید نہ کیا جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک قرآن پاک کا بیان مسلمانوں کے ساتھ موجود رہے گا، اور کفر دوسری طرف رہے گا، یعنی قیامت تک کفر کی طرف سے جتنی بھی فوجیں، سلام کے مقابلے میں آنے والی ہیں اے مسلمانوں کے مختلف دوروں کے قائدین تم انہیں نہیں جانتے ہو لیکن اللہ کریم انہیں جانتا ہے۔ ان سب آنے والوں کے لیے ہر دور میں تم نے اپنی پوری قوت کو مجتمع رکھنا ہے، اللہ کریم انہیں جانتا ہے، لیکن ایک بات یاد رکھو جو چیز بھی تم راہ خدا میں خرچ کرتے ہو اس کا بدلہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا، اس میں کمی نہیں ہوگی۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی آیا، اونٹنی پکڑی ہوئی تھی کہنے لگا! ''اے اللہ کریم کے محبوبؐ یہ راہ خدا میں میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں، آپ نے فرمایا قیامت کے دن تجھے سات سو ملیں گی اور سب کو مہار ڈالی ہوئی ہوگی''۔ (مسلم شریف)

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله انه هوا لسميع العليم

تو ارشاد فرمایا کہ جو بھی تم راہ خدا میں دو گے اس کا بدلہ تمہیں ضرور ملے گا، محبوبؐ اگر صلح کے لیے یہ جھک جائیں تو آپ بھی صلح کو مان لیں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے یہ مستقبل میں آپ کو کوئی بھی چکر نہیں دے سکیں گے، اللہ تعالیٰ سننے والا علم والا ہے۔

Marfat.com

وان یرید ان یخدعوک ...... بنصرہ و بالمومنین

اگر یہ آپ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو اللہ کریم کی ذات پاک آپ کے لیے کافی ہے، اب اللہ کریم نے اپنی کفائت کس کس طریقے سے اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھی، اللہ کریم نے مومنوں کے ذریعے بھی آپ کی مدد کی، اپنی طرف سے بھی مدد کی، اب میں سوچا کرتا ہوں کہ وہ مومن جو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں تھے اور کبھی وہ بدر میں آپ کے ساتھ ہوتے تھے اور کبھی احد کے میدان میں آپ کے ساتھ مل کر کفر کے خلاف نبرد آزما ہوتے تھے، وہ کتنے عظیم لوگ تھے، کہ اللہ کریم نے فرمایا کہ میں اپنی طرف سے مدد کی اور مومنوں کو بھی آپ کی مدد کے لیے رکھا ہے، تو جو بندہ رسول علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہو اس کا مقام کیا ہوگا۔

و الف بین قلوبھم لو انفقت ...... انہ عزیز حکیم

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی ہے، یہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے ہیں، اگر ساری دنیا کے پیسے لگا دیئے جاتے تو جو عداوتیں عربوں میں تھیں وہ ختم نہیں ہو سکتی تھیں، اب یہاں دو قسم کی الفت ہے، ایک قوم میں الفت جو انفرادی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ ہے، اور اس الفت کا مرجع اور مرکز سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے، کہ قوم ساری کی ساری محبت کی وجہ سے ان پر مر مٹنے کے لیے تیار ہے، تبھی تو صدیق اکبرؓ نے کہا تھا! ''کہ اگر آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہوں اور یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مجھے فرمائیں کہ میں اس آگ میں چھلانگ لگا دوں تو میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کروں گا، تو اب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ سوچ لو فرمایا ''صدقت'' ابوبکرؓ سچا ہے، یہ ایسا ہی کرے گا''۔

یہ وہ مقام ہے کہ ان کی زبان سے صرف وہی بات نکلتی ہے جو حقیقت ہوتی ہے، پتہ چلا کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پتہ ہے کہ صدیق کا مقام کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت ڈالی ہے، قرآن پاک نے دوسری جگہ اسی بات کے لیے کہا ہے! ''سرکار کریمؐ کے غلام ایک دوسرے کے لیے رحیم و کریم ہیں''۔ لہذا جو روایتیں لکھنو میں گھڑی گئی ہیں یا ایران میں یا عراق میں گھڑی گئی ہیں قرآن پاک کے اس لفظ کے مقابلے میں وہ سارا جھوٹ کا پلندہ ایک ذرے کی بھی حیثیت نہیں رکھتا، جب قرآن پاک نے کہا کہ ان کے دلوں میں الفت ہے، قرآن پاک نے کہا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے رحیم و کریم ہیں، تو مسور کی دال چاٹ کے نئے نئے نکتے پیدا کرنا اور نئی نئی روایات گھڑی جا رہی ہیں، قرآن پاک کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ غالب و حکمت والا ہے۔

یا ایھا النبی حسبک اللہ وما اتبعک من المومنین

محبوبؐ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے، اور یہ جو آپ کے پیچھے چلنے والے ایماندار یہ آپ کے لیے کافی ہیں، مطلب یہ ہے کہ

Marfat.com

اب نظریہ دوقومی ہوگیا ہے، وہ قوم جو کافروں کی ہے اس کے ساتھ تعاون نہیں کیا جائے گا، برصغیر میں ہم ہمیشہ اقلیت میں رہے ہیں، لیکن دوقومی نظریہ کا بھرپور انداز سے تین حضرات نے مختلف دوروں میں بے حد دفاع کیا، سب سے پہلا بندہ جس نے اس سلسلے میں بھرپور قوت کا اظہار فرمایا وہ حضرت مجدد الف ثانی ؒ تھے، دوسرا بندہ جس نے اس موضوع پر بے حد قلمی زور صرف کیا وہ حضرت علامہ مولانا احمد رضا خان بریلوی ؒ تھے، تیسرا بندہ جس نے زبان شعر میں حقائق کے دریا بہا دیئے اسے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ؒ کہتے ہیں، یہ دوقومی نظریہ کہ تین پرچارک ہیں اور پھر عملی دنیا میں جس نے اسے بار بار نافذ کرانے کی کوشش کی وہ ان کے پیروکار تھے، جن میں سرفہرست حضرت مجدد کے غلاموں میں شاہ ولی اللہ ؒ ہیں، مولانا احمد رضا خان کے ساتھیوں میں پیر صاحب سیال شریف ہیں، علامہ اقبال ؒ کو نا خلف بیٹا ملا جس نے قدم قدم پر ان کے نظریات کی تردید کی، پورے پنجاب کا چیف جسٹس بھی رہا ہے، کاش یہ کسی دھریئے کے گھر پیدا ہوتا، یہ اقبال کے گھر پیدا نہ ہوتا، یہ اقبال کے نظریات کو قدم قدم پر سانپ کی طرح ڈستا ہے، اور جب ناز کی باری آئے تو کہتا ہے کہ ہم بڑے کیوں نہ ہوں کہ ہم تو اقبال کے صاحبزادے ہیں، اقبال کا صاحبزادہ ہونے سے کوئی بڑا نہیں ہوتا، بڑا ہونے کے لیے اقبال کے افکار ونظریات پر عمل کرنا ہوتا ہے، یہ اللہ کریم کا کرم ہے کہ اقبال کے روحانی بیٹے صرف پاکستان میں نہیں ہیں بلکہ وہ سارے عالم اسلام میں بکھرے ہوئے ہیں، میں تہران کے ہوائی اڈے پر تھا تو وہاں سب سے زیادہ دو آدمیوں کا اہمیت دی جاتی ہے، ایک وہ جوان کی یونیورسٹی کا چانسلر ہے، اور دوسرا وہ حضرت امام رضا کے دربار سدابہار کا خطیب ہے، وہ بہت بڑا ادارہ ہے وہاں بھی ایک یونیورسٹی کام کررہی ہے، ہمارے استقبال کے لیے وہ تشریف لائے تھے، انہوں نے وہاں میری تقریر کے جواب میں جو تقریر کی اس میں انہوں نے کہا کہ اللہ کریم کا شکر ہے کہ میں اقبال ؒ کا روحانی بیٹا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اقبال ؒ کے افکار ونظریات سے روشنی لے کے آگے چل رہا ہوں، تو اقبال ؒ ایک نرالی شے تھی جو اللہ کریم نے برصغیر کے مسلمانوں کو فکری افلاس کے دور میں عطا فرمائی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ حَرِّضِ اے نبی مومنوں کو جہاد کے لیے آمادہ فرمایئے

ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَى ٱلْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَـٰبِرُونَ

اگر ان میں سے بیس صبر والے ہوں

يَغْلِبُوا۟ مِا۟ئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّا۟ئَةٌ يَغْلِبُوٓا۟ أَلْفًا مِّنَ

تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے، اور ان میں ایک سو ہوں تو وہ ہزار

ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ ٱلْـَٔـٰنَ خَفَّفَ

کافروں پر غالب آجائیں گے، وہ ایک نا سمجھ قوم ہے، اب تخفیف کردی ہے

ٱللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّا۟ئَةٌ

اللہ تعالیٰ نے تم پر، اور تمہارے اندر جو کمزوری آگئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے، اگر تم میں سو

صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا۟ مِا۟ئَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوٓا۟ أَلْفَيْنِ

صبر والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے، اگر ہزار ہوں تو وہ دو ہزار پر غالب آجائیں گے

بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ مَعَ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ لِنَبِىٍّ أَن يَكُونَ

اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ

لَهُۥٓ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ ٱلدُّنْيَا

اس کے پاس قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں اپنا اقتدار قائم فرمالیں، تمہیں تو دنیا کے اسباب کا ارادہ تھا

وَٱللَّهُ يُرِيدُ ٱلْـَٔاخِرَةَ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَّوْلَا كِتَـٰبٌ مِّنَ

، اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے، اگر سابقہ تحریر نہ ہوتی

ٱللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَآ أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے بدلے تمہیں شدید عذاب ہوتا ہے

Marfat.com

ذَٰلِكَ أَن لَّمْ يَكُن رَّبُّكَ مُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَٰفِلُونَ ﴿١٣١﴾

یہ اس لیے ہے کہ آپ کا پروردگار بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا زیادتی سے، جبکہ وہاں کے رہنے والے بے خبر ہوں

وَلِكُلٍّ دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا۟ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَٰفِلٍ عَمَّا

ہر ایک کے لیے درجے ہیں جو انہوں نے اعمال کیے، آپ کا ربّ بے خبر نہیں ان کے

يَعْمَلُونَ ﴿١٣٢﴾ وَرَبُّكَ ٱلْغَنِىُّ ذُو ٱلرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ

اعمال سے، آپ کا ربّ غنی ہے، رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنۢ بَعْدِكُم مَّا يَشَآءُ كَمَآ

تو تمہیں لے جائے، اور تمہارے بعد جسے چاہے جانشین بنادے، جس طرح

أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ ءَاخَرِينَ ﴿١٣٣﴾

تمہیں اس نے پیدا کیا ہے، ایک اور قوم کی اولاد سے

ذلک ان لم یک ربک ..... من ذریۃ قوم آخرین

135334

اگلی آیت نے یہ بات بتادی کہ اللہ کریم کسی آبادی کو ہلاک نہیں فرماتے، جبکہ لوگوں کو حقائق کا پتہ ہی نہ ہو، ہلاکت تب ہوتی ہے جب پہلے انہیں مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ نے یہ باتیں اس انداز سے تسلیم کرنی ہیں، جب وہ نہیں مانتے تو پھر ہلاکت آتی ہے، ہمارے لیے ہدایت کے بہت سارے ذرائع ہیں، سب سے پہلا ذریعہ انسان کے اندر موجود ہے جسے عقل سلیم کہا جاتا ہے، وہ عقل انسان کو بدی کے راستے کی طرف جانے سے روکتی ہے، اس سے آگے جب آپ بڑھتے ہیں تو کائنات فطرت آپ کے سامنے کھلی کتاب کی طرح پڑی ہوئی ہے، آپ اسے دیکھ کے خالق کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اسے تسلیم کرلیتے ہیں، یہ دوسری بات ہے جو آپ کے مشاہدے میں آتی ہے، تیسری سطح پر پھر اللہ تعالیٰ کے نبی آتے ہیں، چوتھی سطح پر اللہ کریم کی کتابیں آتی ہیں یہ ہدایت کے مختلف مدارج ہیں، اسی سے ایک نکتہ پیدا فرمایا اس امت کے عظیم مفکر امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے، کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کو نہ بھی بھیجتا اور کتابوں کو نہ بھی نازل کرتا تو اللہ کریم کی شناخت اور اللہ کریم کو تسلیم کرنا پھر

Marfat.com

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٩﴾

تمہیں غنیمت ملے وہ حلال ہے پاک ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

یا ایھا النبی حرض المومنین.....بانھم قوم لا یفقھون

یہاں مسلمانوں کو جنگ میں آمادہ کرنے کے لیے رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا، یہاں جو ایک بات اخذ ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جن لوگوں میں اپنے نظریے پر مرمٹنے کا عقیدہ اور جذبہ ہو وہ قلت اور کثرت کی پروانہیں کرتے، اپنے سے دس گنا زیادہ لوگوں سے لڑ جاتے ہیں، اگر دس گنا سے نہیں تو دو گنا سے تو وہ ضرور لڑ جاتے ہیں، لیکن اگلے لیکچر میں آپ کو میں نے بتانا ہے کہ صحابہ نے ایک اور چھیاسٹھ کی نسبت (1:66) تک بات رکھی ہے، میں بسا اوقات جب غور کرتا ہوں کہ جب ایک اور دس کی نسبت ہو، تو میں سوچتا ہوں کہ ہندو کی اس وقت ہمارے پاکستان کے مقابلے میں جو نسبت ہے وہ ایک اور دس کی نسبت ہے، پھر میرے دل کی گہرائیوں سے ایک آواز نکلتی ہے کہ اے ربّ العزت جو صحابہ کو ایک اور دس کی نسبت بتائی تھی ہم میں وہ ہمت پیدا کر کہ ہم ایک اور دس کی نسبت سے میدان میں اتریں تو وہ قوم جس پر ہم نے ہزار سال تک حکومت کی اور ان کی ہر میدان میں رہنمائی کی ہے، لیکن انہیں برسر اقتدار نہیں آنے دیا اے اللہ کریم کوئی ایسی صورت پیدا فرما کہ ماضی کی تاریخ ایک دفعہ پھر دہرائی جائے اور قرآن پاک کا یہ جو نظریہ ہے کہ اگر تم نظریے کی عظمت کی چوٹیوں پر کھڑے ہوگئے تو ایک اور دس کا موازنہ ہے، اللہ کریم ہمیں وہ دور دکھائے تاکہ ہم وہ وقت اپنی زندگی میں دیکھیں، کہ جس وقت ایک اور دس کی بات پوری ہو چکی ہو، کشمیر پر وہ بزور شمشیر پچاس سال سے وہ مسلط ہے، اور جو کچھ وہ وہاں مظالم کے پہاڑ توڑ رہا ہے، ہم نے کشمیر بھی حاصل کرنا ہے، دعا پھر یہی ہے، میں نمازوں کے بعد یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ اے ربّ العزت میں اپنی زندگی میں دیکھوں کہ اسلام کا جھنڈا سری نگر پر بھی لہرا رہا ہے اور دلی پر بھی لہرا رہا ہے۔

الئن خفف اللہ عنکم....واللہ مع الصابرین

اللہ تعالیٰ نے تخفیف کردی ہے تمہارے ضعف کی وجہ سے لیکن ایک اور دو کی نسبت تم ضرور باقی رکھو، اور قاعدہ یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اگلی آیت پر میں نے مفسرین سے ہٹ جانا ہے، لہٰذا اس پر خاص غور کیا جائے، واقعہ عام طور پر مفسرین نے یوں بیان کیا ہے، کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ بدر کے قیدیوں کو قتل نہیں کرانا چاہتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ انہیں قتل کرانا چاہتے تھے، صدیق اکبرؓ ان سے فدیہ لینا چاہتے تھے قتل نہیں کرانا چاہتے تھے، تو یہاں قرآن پاک نے اس فکر کو جو

فکر رسول ہے اور فکر صدیق ہے اسے غلط قرار دے کے ڈانٹ دیا ہے، یہ بات نہیں ہے، اصل میں ایک لفظ کے بیچ میں ہمارے مفسرین پھنس گئے ہیں، اور اس لفظ کی وجہ سے وہ معنی غلط کر کے اس پر ایک پوری عمارت کھڑی کر گئے ہیں، اصل میں یہ جو لفظ ہے **"یثخن"** یہ لفظ **"الخان"** سے بنا ہے، اس کا معنی ہوتا ہے زمین پر آپ کا قبضہ ہو جائے آپ کا تسلط قائم ہو جائے، اب قرآن حکیم کی ایک بات تھی، کہ جب تک پورے رقبے پر صحیح انداز سے تسلط نہ ہو جائے مال غنیمت تقسیم نہ کیا جائے، پورے تسلط کے بعد آپ نے یہ بات کرنی ہے، بدر میں مختلف لوگوں نے جنہیں یہ علم نہیں تھا کہ اب قرآن پاک کی کون سی آیت نازل ہو کے حکم دینے والی ہے، پرانے رواج کے مطابق کچھ چیزیں اپنے قبضے میں لے لیں، ابھی مسلمانوں کا تسلط قائم نہیں ہوا تھا تو قرآن پاک نے کہا کہ کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کے پاس قیدی ہوں اور وہ معاوضے کی بات کریں جب تک اس پورے رقبے پر ان کا تسلط قائم نہ ہو جائے، میں نے مفسرین کی رائے کو ایک طرف رکھ کے ایک نیا معنی آپ کے سامنے بڑی تحقیق کے بعد کیا ہے، قرآن پاک نے اگلے فقرے میں کہا تمہیں دنیا کا اسباب درکار تھا، یہ ان لوگوں کو کہا جا رہا ہے جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اور وہ ماضی کے انداز پر چل رہے تھے، اللہ کریم آخرت کو چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

لولاکتاب من سبق ......ان اللہ غفور رحیم

اللہ کریم نے تو یہ فیصلہ دے رکھا تھا لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے یہ تحریر نہ ہوتی کہ پہلی جنگ میں ہی کچھ لوگوں سے یہ غلطی سرزد ہو جانی ہے، تو پھر شدید گرفت ہوتی، اب جو تمہیں اللہ کریم نے حلال اور طیب غنیمت دی ہے اسے استعمال کر سکتے ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّمَن فِىٓ أَيْدِيكُم مِّنَ ٱلْأَسْرَىٰٓ إِن يَعْلَمِ ٱللَّهُ

اے نبی آپ فرما دیں انہیں جو آپ کے ہاتھ میں قیدی ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ بات ہے کہ

Marfat.com

فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اگر تمہارے دلوں میں بہتری ہے تو جو تم سے لیا گیا ہے اس سے زیادہ بہتر مل جائے گا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۷۰﴾ وَإِن يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا

، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ اگر یہ آپ کے ساتھ خیانت پر برتاؤ کرنا چاہتے ہیں تو یہ خیانت کر چکے ہیں

اللَّهَ مِن قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۷۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ سے پہلے، اللہ کریم نے آپ کو ان پر گرفت دیدی، اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے، یقیناً جو لوگ

ءَامَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ

ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے راہ

اللَّهِ وَالَّذِينَ ءَاوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ

خدا میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انہیں اپنے ہاں پناہ دی اور ان کی مدد کی، یہ ایک دوسرے کے وارث ہیں، اور وہ لوگ جو

ءَامَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا

ایمان لائے لیکن ہجرت نہیں کی تو تمہاری وراثت میں سے انہیں کچھ نہیں ملے گا جب تک وہ ہجرت نہ کریں

وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ

، اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین کے بارے میں تو تم نے انہیں مدد دینی ہے، ہاں وہ قوم کہ

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِينَ

جس کے درمیان تمہارا معاہدہ ہے تو پھر نہیں، اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھتا ہے۔ وہ لوگ جو

كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي

کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں، اور ساتھی ہیں، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو فتنہ اور

Marfat.com

الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿۷۳﴾ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَهَاجَرُوا

بہت بڑا فساد ہوگا زمین میں، وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی

وَجَٰهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ ءَاوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اور جن لوگوں نے انہیں پناہ دی اور امداد کی یہ

الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مِنۢ

حق اور سچ کے مومن ہیں، ان کے لیے بخشش بھی ہے اور کریمانہ رزق بھی ہے۔ جو ایمان لائے

بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَٰهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ

ان کے بعد اور ہجرت کی ان کے ساتھ مل کے جہاد کیا وہ بھی ان کے ساتھی ہیں، جن کی آپس میں رشتہ داریاں ہیں

بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَٰبِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۷۵﴾

وہ ایک دوسرے کے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق زیادہ حقدار ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے

یاأیھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری .... واللہ غفور رحیم

اب رہے یہ قیدی محبوب آپ انہیں ایک بات بتادیں، اب آپ دیکھیں کہ یہاں صرف نظریے کی بات ہے، کسی کے ساتھ ذاتی دشمنی نہیں ہے، ان قیدیوں کو کہہ دیجئے کہ مستقبل بتائے گا کہ تمہارے دلوں میں کیا بات تھی، اگر وہ اچھی بات ہوگی اور تم سے جو معاوضہ لیا جا رہا ہے اس سے زیادہ تمہیں مل جائے گا، قرآن پاک نے پیش گوئی کر دی، پیشگوئی یہ ہوئی کہ ان لوگوں نے مسلمان ہو جانا ہے، آج ان سے تھوڑا سا معاوضہ لیا گیا ہے، مستقبل کی جنگوں میں خدا جانے ان صحابہ نے کہاں تک پھیلنا ہے، تو عرب سے نکل کے ایران کی غنیمتیں بھی ان کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی ہیں، شام کی غنیمتیں، قیصر و کسریٰ کے تخت تاج ان کے قدموں کے نیچے ہوں گے، لہذا یہ پیشگوئی ہوگئی کہ انہوں نے مستقبل میں اسلام کا ایک بہترین سپاہی بننا ہے، تو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر دے گا، مغفرت بھی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

وان یرید خیانتک .... واللہ علیم حکیم

اگر یہ خیانت کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ پہلے خیانت کر چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر تمہیں قدرت دیدی ہے،

Marfat.com

یہ تمہارے ماتحت ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ علم والا ہے اور حکمت والا ہے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سگے چچا حضرت عباس کافروں کی طرف سے جنگ لڑنے آئے تھے اب جب سرکار کریمؐ کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ یارسول اللہؐ میں تو ایک غریب آدمی ہوں میں معاوضہ نہیں دے سکتا، سرکار کریمؐ نے ایک بات ارشاد فرما دی، چچا جس وقت آپ وہاں سے نکلے تھے تو آپ نے میری چچی ام فضل کو اگلے والے کمرے میں ایک الگ جگہ لے جا کے ایک بات کہی تھی کہ فلاں جگہ پر سونا مدفون ہے اگر میں وہاں مارا جاؤں تو یہ سونا میرے بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ کا ہے انہیں دے دینا، کیا آپ نے چچی سے یہ بات کہی تھی، حضرت عباس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، ایک عجیب فقرہ ان کی زبان سے نکلا، کہنے لگے مجھے پتہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یہ سونے والی بات مجھے پتہ ہے یا ام فضل کو پتہ ہے اب ذرا سرکار کریمؐ کا انداز حکیمانہ ملاحظہ ہو، ارشاد فرمایا چچا جان اب رہی بات فدیہ کی تو آپ نے اپنا صرف فدیہ نہیں دینا ہے چونکہ آپ میرے چچا ہیں اس لیے آپ نے اس سونے سے اپنا بھی فدیہ دینا ہے اور ہاشمی خاندان کے فلاں جو جنگی قیدی آ گئے ہیں ان کا فدیہ بھی آپ نے دینا ہے، جب تک یہ فدیہ ادا نہیں ہوگا آپ کو چھوڑا نہیں جائے گا، یہ وہ بات ہے جو اصولوں کی دنیا میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔

ان الذین امنوا هاجروا جاهدوا....وفسا د کبیر

ارشاد ہوا اب آخر میں یہ آیات وہ ہیں جن سے بڑھ کے کسی کو تمغہ کائنات میں آج تک نہیں ملا، جو ان آیات میں سرکار کریمؐ کے غلاموں کو بدر والے ساتھیوں کو اللہ کریم نے تمغہ دیا، ارشاد فرمایا جو لوگ ایمان لائے ہیں ایک، ہجرت کر کے یہاں مدینہ میں آ گئے ہیں، دو اور اپنی مالوں سے جہاد کیا ہے، تین اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے چار پھر وہ لوگ جو مدینے میں بیٹھے ہیں انہوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد بھی کی، اب مدینے والے دو باتوں میں شریک ہیں ایک مہاجرین کو پناہ دی دوسری ان کی مدد کی، فرمایا یہ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ یہ اسلام کا پہلا اور ابتدائی حکم ہے۔

---والذین امنوا ولم یھاجروا---

جو لوگ باہر رہ گئے ہیں اور ایمان بھی لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی، چونکہ ابھی تمہاری چھوٹی سی اسلامی ریاست ہے، ان کے ساتھ تمہاری وراثتی رشتہ داری نہیں ہے، اور ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رفاقت بھی نہیں ہے، ان کی تم ابھی حفاظت کر سکتے ہو جب وہ ہجرت کر کے مدینہ میں آ جائیں، اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد مانگیں اور کافر حکومتوں میں رہتے ہوں تو ان کی مدد کرنا ضروری ہے، ہاں وہ کسی ایسی قوم کے خلاف آپ سے مدد مانگتے ہیں جن کے ساتھ آپ کا معاہدہ ہے تو پھر آپ مدد نہیں دے سکتے، دیکھا کیا دیانتداری ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے لہذا ان شکلوں کو مانا جائے، کافر ایک دوسرے کے وارث ہیں، ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اگر تم اس طرح اسلام کا دفاع نہیں کرو گے تو زمین میں ایک فتنہ کھڑا ہو گا اور ایک بہت بڑا

Marfat.com

فساد ہوگا۔

والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا...ان اللہ بکل شئی قدیر

آخری آیت اس سلسلے میں یہ ارشاد فرمائی، کہ ایمان لائے، راہ خدا میں ہجرت کی، مالی اور جانی جہاد کیا، ان لوگوں نے انہیں پناہ دی اور امداد بھی کی یہ دونوں گروہ! "**اولٓئک ھم المؤمنون حقًا**"o ''یہ ہیں سب سے بڑھ کے سچے مومن''۔ان کے لیے مغفرت بھی ہے اور کریمانہ رزق بھی ہے، اور جو ایمان لائے اس کے بعد اور بعد میں ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا وہ بھی تمہارے ساتھی ہیں لیکن یہ جو متقدمین ہیں ان کا مقام اونچا ہے، قرآن پاک نے دوسرے مقام پر اس کو فتح مکہ کی حد مقرر کیا ہے، ابتداء میں ایک دوسرے کے ساتھ وراثت تھی لیکن یہاں کہہ دیا گیا کہ اب چونکہ معاشرہ پھیل گیا ہے لہذا وراثت صرف انہی لوگوں کی ہوگی جو تمہارے رشتہ دار ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

Marfat.com

سورۃ التوبہ کا تعارف

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہاں بھی ایک نکتے پر مجھے مفسرین سے اختلاف ہے، وہ میں آپ کے سامنے بیان کردیتا ہوں اس سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں ہے، قرآن پاک سارے میں یہ واحد سورۃ ہے جس کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں ہے، اس حساب سے سارے قرآن پاک میں بسم اللہ ایک سو تیرہ دفعہ آتی ہے، اور سورتیں ایک سو چودہ ہیں، ایک دفعہ بسم اللہ سورۃ النمل کے اندر آئی ہے!

"انه من سليمٰن وانه بسم الله الرحمٰن الرحيم "o

اس کو ساتھ ملائیں تو قرآن پاک میں کل ایک سو چودہ دفعہ بسم اللہ ہو جاتی ہیں، تو اس سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ کیوں نہیں ہے، یہاں بھی عجیب تاریخی واقعات ذکر کیے گئے ہیں جو میں صحیح نہیں سمجھتا، ایک بات یہ بتائی گئی کہ نبی علیہ السلام کے وصال پاک کے وقت یہ پتہ نہیں تھا کہ پچھلی سورۃ آگے چل رہی ہے یا آگے والی سورۃ نئی سورۃ ہے، اس لیے بسم اللہ حضرت عثمان غنیؓ نے نہیں لکھی، عزیزان من یہ بات بالکل غلط ہے، اس لیے غلط ہے کہ گزشتہ سورۃ انفال دو ہجری میں نازل ہوئی ہے، اور سورۃ توبہ سنہ نو ہجری میں نازل ہوئی ہے، ان کے نزول میں سات آٹھ سال کا فرق ہے، سات آٹھ سال کے فرق میں مدینہ طیبہ میں صحابہ کو پتہ نہیں تھا کہ یہ سورۃ پہلی سورۃ کے ساتھ ملی ہوئی ہے یا الگ سورۃ ہے، لہذا یہ بات صحیح نہیں ہے، صحیح بات کیا ہے؟ علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں، کہ یہاں بسم اللہ اس لیے نہیں لکھی گئی کہ سرکار کریمؐ نے جب ابتداء سے سورۃ لکھانا چاہی تو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتداء میں بسم اللہ نہیں پڑھی، اس لیے اس سورۃ کے آغاز میں بسم اللہ نہ لکھی گئی، اب میں جس نتیجے پر پہنچتا ہوں وہ یہ ہے کہ قرآن پاک جس طریقے سے اترا ہے، اسی طریقے سے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے پہنچایا ہے، جہاں بسم اللہ ساتھ نہیں اتری وہاں سرکار کریمؐ نے بسم اللہ پڑھی ہی نہیں ہے، اسی طریقے سے اس سورۃ کو بسم اللہ کے بغیر لکھا گیا ہے ایک بات۔

دوسری بات جو اس سورۃ کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ اس میں کل ایک سو انتیس (129) آیات ہیں، سولہ (16) رکوع ہیں اور کلمات چار ہزار ایک سو اٹھتر (4178) ہیں، تو غزوہ تبوک جو رجب سنہ نو ہجری میں تھا، اور سرکار کریمؐ تبوک کی

طرف تشریف لے گئے تھے، اس کا پچھلا حصہ اس وقت نازل ہوا ہے، اور اس کے بعد جو اگلا حج آیا ہے نو ہجری میں، اس میں امیر حج جناب صدیق اکبرؓ تھے، ابتدائی حصہ اس میں نازل ہوا، اس سورۃ کے دو حصے ہیں، لیکن پہلا حصہ چونکہ کافروں سے برأت کے لیے تھا اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے پہلے رکھ دیا گیا، اب تھوڑی سی وہ بات میں آپ کو عرض کر دیتا ہوں، کہ ماحول کیا تھا تاکہ اس سورۃ کو سمجھنے میں آپ کو دقت پیش نہ آئے، کیفیت یہ تھی کہ آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا، فتح مکہ کے بعد کافروں نے ایک اجتماعی قوت سے سرکار کریمؐ کے سامنے آنا چاہا، وہ شکست کھا گئے، آگے بڑھ کے سرکار کریمؐ نے کچھ اور لوگوں کو بھی میدان میں شکست دیدی، بات پکی ہو گئی، کہ اب عرب کے مشرکوں میں یہ قوت نہیں رہی کہ وہ اسلام کا راستہ روک سکیں، وہ سازشیں کر رہے تھے کہ کسی طریقے سے مسلمانوں کی جنگ کسی بیرونی طاقت سے ہو، وہ انہیں کچل دیں اور باقی ماندہ مسلمانوں کو ہم کچل دیں گے، اس عرصے میں تین چار عجیب واقعات پیش آئے، پہلا واقعہ یہ پیش آیا، کہ سرکار کریمؐ نے اپنے ایک قاصد کو بصریٰ بھیجا بصریٰ ایک چھوٹا صوبہ تھا یہ وہ رقبہ ہے جہاں تبوک ہے، شمال کی طرف شام کے بالکل قریب، وہاں کے گورنر نے سرکار کریمؐ کے قاصد کو مار دیا، اب قاصد کو یا سفیر کو قتل کرنا بین الاقوامی قاعدوں میں جرم ہوتا ہے، پندرہ صحابہ کو حضرت طلحہؓ لے کے گئے کہ یہ وہاں ہم کو تعلیم دیں گے، اور ہم مسلمان ہو جائیں گے، جب یہ وہاں گئے تو انہوں نے چودہ کو شہید کر دیا اور ان میں سے ایک بچ گئے، سرکار کریمؐ نے بدلہ لینے کے لیے تین ہزار افراد کی فوج کا ایک جتھہ وہاں بھیجا، بصریٰ کا حاکم ایک لاکھ فوج لے کے میدان میں آیا ہرقل جو اس وقت شام کا سربراہ اعلیٰ تھا، ایک لاکھ فوج اس نے اپنے بھائی کو جسے تاریخ تھیوڈور کے نام سے جانتی ہے اس کے ساتھ بھیجی، دو لاکھ افراد کی فوج میدان کی طرف بڑھ رہی ہے، مسلمانوںؓ کی فوج کی قیادت جو حضرات کر رہے ہیں، ان میں حضرت زید بن ثابت ہیں جو کاتب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، یہ سب سے بڑے کاتب ہیں، ان کی شہادت کے بعد سرکار کریمؐ کے چچا زاد بھائی جعفر بن ابو طالب ہیں جو حضرت علیؓ کے بھائی ہیں، ان کی شہادت کے بعد دربار رسالت کے عظیم شاعر سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ یہ تینوں صحابی یکے بعد دیگرے بطور جرنیل شہید ہو جاتے ہیں، حضرت خالد ابن ولیدؓ اس فوج کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں، اور بات ایک ہی کہتے ہیں کہ میری عقب پر مسلمان آ جائیں سامنے جو بھی میرے آئے گا وہ بچ کے نہیں جا سکے گا، آپ پیچھے ہٹتے جائیں تاکہ گھیرے میں سے ہم نکل سکیں، حضرت خالدؓ دو لاکھ فوج کے نرغے سے اپنی تین ہزار کی فوج کو باحفاظت نکال کر لے آئے، کیا کسی اور خالد بن ولید کی ولادت کی ہم دعا نہیں کریں گے، اور پھر یہ بار بار بات آئے گی کہ اے اللہ ہمیں ایک اور خالد کی ضرورت ہے۔

اب قیصر کے دربار میں ایک عربی بندہ ہے وہ اب ہرقل کے پاس ہے اور اس کی فوج کا جرنیل ہے، وہ مسلمان ہو جاتا ہے، ہرقل کہتا ہے کہ اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے ایک مصیبت بن چکی ہے، ضروری ہے کہ یہ اسلام کو چھوڑ

Marfat.com

دے یا ہم اسے مار دیں، اسے بلا کے کہتے ہیں کہ تمہارے سامنے دو باتیں ہیں اگر تم اسلام چھوڑ دو تو تمہیں اور ترقی دے دی جائے گی، اگر اسلام نہیں چھوڑو گے تو ہم تمہارا سر قلم کر دیں گے، اس مسلمان نے کہا کہ یہ نشہ جب چڑھ جائے تو پھر یہ اترتا نہیں ہے، تم نے جو کرنا ہے وہ کرلو، میں اسلام قبول کر چکا ہوں، پھر ان کا سر قلم کر دیا گیا، ہرقل نے کہا کہ اب میں مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا، فوج کو تیاری کا حکم دیا، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم بھی جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، میدان جہاد میں اترنا ہے، موسم وہ ہے جب مدینہ میں کھجور کی فصل پک کر تیار ہو چکی تھی، اور ان لوگوں کو کھجور کے پکنے کا انتظار ہوتا تھا، کیونکہ پورا سال اس پر گزارا کرنا ہوتا تھا، اب اگر ہم جنگ کے لیے چلے جاتے ہیں تو پھر فصل کا کیا ہوگا، سرکار کریمؐ کے ساتھ تیس ہزار آدمی نکلتے ہیں، تین لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے کہا کہ ہم پانچ چھ دن کام کر کے تبوک پہنچنے سے پہلے ہم تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کے ہم وہاں پہنچ جائیں گے، لیکن وہ وہاں نہیں پہنچ سکے، اب جو باقی لوگ تھے انہوں نے کہا کہ جی اب لطف آیا ہے، قیصر کے ساتھ جنگ آج تک عربوں نے بین الاقوامی جنگ نہیں جیتی یہ بڑا ب ازم تھا جس پر ہم چل رہے تھے ان مسلمانوں کا وہ کچومر نکال دیں گے، جو وہاں سے بھاگ کر آئیں ہم انہیں سنبھال لیں گے، مکے کے مشرک خوش تھے، مدینہ کے یہودی اور منافق خوش تھے، سرکار کریمؐ جا رہے تھے صحابہ ساتھ تھے یہ پہلا موقع ہے جو سرکار کریمؐ کی معیت میں اتنا بڑا لشکر ہے، جس کی تعداد تیس ہزار ہے۔ لیکن قیصر کے ساتھ آٹھ دس لاکھ فوج ہے، جو ہر وقت میدان میں موجود ہوتی ہے، آپ کو ایک اور بات بتانی ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کے پاس تنخواہ دار فوج بھی نہیں تھی، یہی غنیمت کا مال ہے جو اسے مل گیا تو مل گیا جب پھر اسے ضرورت پیش آئی تو اسے استعمال کرلیا، سرکار کریمؐ تبوک کے میدان میں پہنچے، قیصر نے سوچا کہ جب وہ تین ہزار تھے اور دو لاکھ سے ٹکرا گئے ان میں سے چند شہید ہوئے تھے اور باقی سارے واپس چلے گئے تھے اور اس فوج میں نبی علیہ السلام بھی موجود نہیں تھے، اب نبی علیہ السلام بھی ہوں تو تیس ہزار فوج بھی ہو تو پشت پھیرنے کا انہیں تو طریقہ نہیں آتا، بہتری اسی بات میں ہے کہ پیچھے ہٹ جائیں، میدان میں نہ اتریں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیس دن تبوک کے مقام پر ٹھہرے اتمام حجت کے لیے ان میں ہمت ہے تو سامنے آجائیں، وہ سامنے نہیں آئے، اب اس علاقے میں بے شمار عیسائی آباد تھے وہ مسلمان ہو گئے ایک آدمی جو اس علاقے کا نواب تھا اس نے آکے باج گزار بن کے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماتحت رہنا قبول کرلیا، بخاری میں وہ حدیث موجود ہے وہاں بڑی عجیب کیفیت ہوئی یہ چند آدمیوں کو ساتھ لے کے گوریلا جنگ کے انداز سے (میں سمجھتا ہوں کہ معلوم تاریخ میں سب سے بڑا گوریلا جنگ لڑنے والا حضرت خالد بن ولیدؓ تھے) چند آدمی ان کے ساتھ ہیں، اے اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت بنے کہ وہ مجھے اپنے جتھے کے ساتھ قلعے سے باہر ملے، اس کے ساتھ پھر دو دو ہاتھ ہوں گے میں اسے زندہ پکڑ کے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالوں گا، وہاں پہنچے تو رات ہوگئی، یہ میں بخاری کی حدیث کا ترجمہ

Marfat.com

کر رہا ہوں، کیا ہم اس دیوار پر کسی جگہ سے چڑھ سکتے ہیں، کوئی صورت نہیں ہے چاندنی رات ہے دیکھا تو وہ اوپر دیواروں پر رات کو سیر و سیاحت کرتے ہوئے نکل آیا ہے، اب تیر ماریں تو وہ کسی اور کو لگ سکتا ہے، اور وہ محتاط ہو سکتے ہیں ہمارا یہ مقصد نہیں ہے، اچانک ایک نیل گائے آتی ہے، چاند کی روشنی میں وہ قلعے کے دروازے پر آکے سینگ مارنے شروع کر دیتی ہے، وہ ساتھیوں کو کہتا ہے کہ بڑا مزے دار شکار ہے نیچے اترو اور گھوڑا تیار کرو آپ میرے ساتھ تو ہوں گے لیکن اسے میں ہی ماروں گا یہ کہہ کے نیل گائے کے پیچھے لگتا ہے سیدنا حضرت خالدؓ اس کی گھات میں بیٹھے تھے پوری تیزی کے ساتھ اس پر جھپٹتے ہیں اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور اسے اس کے گھوڑے سے اٹھا کے زمین پر پٹخ دیا، پھر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے، اس کے ساتھیوں کو بھی پکڑ لیا، حضرت خالدؓ نے اسے کہا کہ رسول اقدسؐ یہاں تشریف فرما ہیں، ہم نے تمہیں ان کے سامنے پیش کرنا ہے ہم تمہیں ماریں گے نہیں، بے فکر ہو کے ہمارے ساتھ چل، وہ ادھر آ جاتا ہے اب باڈر چھوٹی چھوٹی چھاونیاں بن جاتی ہیں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے خطر ہو جاتے ہیں کہ اب اگر قیصر ہم پر حملہ کرے گا تو ہمارے جو باڈر کے مورچے ہیں وہاں ہی ہم اسے روک لیں گے، قیصر اتنا ڈرا کہ کھلے میدان میں بیٹھنے کی بجائے بند قلعے میں چلا گیا، اب اس حکیمانہ انداز سے قیصر پر دھاک بیٹھ گئی، باڈر محفوظ ہو گیا اور سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شان کے ساتھ وہاں سے واپس پلٹے۔

یہاں ایک اور مشہور واقعہ پیش آیا کہ پانی نہیں ہے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خشک کنویں میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو وہ پانی سے بھر گیا، مولانا مودودی صاحب اس کنویں کو دیکھنے گئے تھے اور خلیل حامدی نے واپس آ کے جو رپورٹ لکھی وہ میں نے بھی پڑھی تھی جو انہوں نے ترجمان القرآن میں لکھی تھی، کہ آج اس کنویں پر نو یا گیارہ ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں، لیکن پانی ختم نہیں ہو رہا، اب یہاں فیصل آباد یا سرگودھا کے ایریا میں کنویں پر ایک ہی ٹیوب ویل ہو تو اس کا پانی مشکل سے ایک ہفتہ یا دو چار دن چلے گا پھر ختم ہو جائے گا، خدا جانے کس پانی کے ساتھ محبوب علیہ السلام نے اس کنویں کا کنکشن قائم کر دیا ہے، اس کنویں پر گیارہ ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں اور اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود پانی ختم ہونے کا نام نہیں لیتا، تو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حکیمانہ عمل کا نتیجہ کیا نکلا کہ مدینہ کے منافقین پر بھی اوس پڑ گئی اور مکہ کے مشرکین بھی دب گئے، اور مدینہ میں جو انہوں نے باہر ایک مسجد تعمیر کی تھی جسے مسجد ضرار کہا گیا واپسی پر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مسجد کو بھی جلوا دیا، اور اگلی بات یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھی سارے ملک پر غالب آ گئے، اب اس کیفیت کے خاتمے پر سرکار کریم علیہ السلام واپس آتے ہیں تو یہ ابتدائی آیات نازل ہوتی ہیں۔

اس سورۃ میں دوسرا واقعہ حج کا بیان کیا گیا ہے اس حج کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج بنا کے بھیجا، اب اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بعد کس کو قائد بنانا چاہتے ہیں، اس لیے انہیں امیر حج بنا کے بھیجا بعد میں یہ

Marfat.com

بھی انسانوں پر لازم تھا چونکہ ایک تو اس کے پاس عقل موجود ہے، اور پھر یہ کائنات موجود ہے جسے مشاہدہ کے طور پر وہ روزانہ دیکھ رہا ہے۔

تو ارشاد فرمایا کہ اللہ کریم کسی آبادی کو ہلاک نہیں کرتا زیادتی کر کے، کہ لوگ حقیقت سے بے خبر ہوں، پہلے انہیں حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے، اوپر والی آیت میں ایک لفظ آیا تھا کہ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے، اس سے لوگوں نے ایک دلیل لینے کی کوشش کی ہے، وہ دلیل نہیں ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ انبیاء آئے ہیں انسانوں میں بھی اور فرشتوں میں بھی، تو چونکہ یہاں جنوں کو بھی کہا جا رہا ہے کہ کیا تمہارے پاس نبی نہیں آئے تھے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن بھی نبی ہو سکتا، انہوں نے اس آیت سے یہ دلیل لینے کی کوشش کی ہے، یہ دلیل نہیں ہے اس لیے کہ قرآنی نکتہ نگاہ سے جن انسانوں کا تابع ہے انسان جن کا تابع نہیں ہے، اور عملاً اولیاء امت نے اس بات کو ثابت کیا کہ بے شمار جنات نے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، اور آپ کی اتباع میں قیامت تک آنے والے نیک لوگوں کے ہاتھوں پر وہ بیعت کرتے رہے ہیں، لیکن ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ کسی جن نے کہا ہو کہ ہم میں بھی کوئی اللہ کریم کا نبی گزرا ہے، آگے قرآن کریم کی آیت اس بارے میں بڑی وضاحت کے ساتھ آئے گی، جو اس بات کا انکار کر دے گی کہ جنوں میں بھی کوئی نبی ہوتا ہے جنوں میں کوئی نبی نہیں ہے، ان میں ایمان والے لوگ ہیں اور ایمان کامل والے لوگ بھی ہیں، وہ ساری باتیں ہیں، لیکن ان میں نبی کوئی نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

ابتدائی آیات نازل ہوئیں، حضور حیدر کرار کو بھیجا کہ بعد میں وہاں جا کے انہیں بتا دو اور یہ آیات کافروں کو سنا دو، حضرت حیدر کرار جب قریب پہنچے ابھی ملاقات نہیں ہوئی، صدیق اکبرؓ کی ایمانی قوت ملاحظہ فرمایئے، کہنے لگے بھائی دوستو مجھے دور سے آواز آرہی ہے، اور یہ آواز میرے محبوب علیہ السلام کی اونٹنی کی ہے، ان کی اونٹنی کی آواز بھی پہنچانتے ہیں، سامنے آئے تو وہی اونٹنی تھی، پہلا سوال یہ تھا کہ آپ قائد بن کے آئے ہیں یا ماتحت بن کے آئے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں آیات پہنچانے آیا ہوں نہ ماتحت بن کے آیا ہوں اور نہ قائد بن کے آیا ہوں، آپ ہی امیر الحج ہیں، آپ نے پھر وہاں پہلے چالیس یا ساٹھ آیات جمرہ اولیٰ کے پاس کھڑے ہو کے سنائیں، اب عام طور پر ایرانی حجاج یہی کرنا چاہتے ہیں، اور سعودیہ والے انہیں ایسا کرنے سے روکنے کے لیے بھر پور کوشش کرتے ہیں، تو یہ برأت والی آتیں ہیں، جو دنیا کے سارے کافروں سے برأت کا اعلان ہیں، اب یہاں تین چار باتیں ان آیات نے بتائیں، کہ آج کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا ایک بات۔ برہنہ طواف آج کے بعد ممنوع ہے میں یہ بات کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ اسلام سے پہلے وہاں کے لوگ کعبہ کا برہنہ طواف کرتے تھے، یاد رکھو کہ ایمان کے ساتھ بندہ جنت میں جا سکتا ہے، لہٰذا جو مومن نہیں ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا، ہمارے جو معاہدے ہیں آپ لوگوں کے ساتھ وہ بحال رہیں گے، آپ کی طرف سے جب معاہدہ توڑا جائے گا پھر ہماری طرف سے بھی معاہدہ توڑ دیا جائے گا، جن کے ساتھ معاہدے نہیں ہیں انہیں چار مہینے سوچنے کی اجازت ہے، اندازہ فرمائیں سارے ملک پر قبضے کے بعد پھر چار مہینے سوچنے کی مہلت دی جارہی ہے، یہ عظمت اسلام ہے، جب حضرت حیدر کرارؓ نے یہ آیات سنائیں تو جو مشرک وہاں حج کے لیے آئے ہوئے تھے چیخ کے کہا کہ علیؓ اپنے چچازاد بھائی کو جا کے بتا دینا کہ آج سے ہم نے سارے معاہدے توڑ دیے ہیں، اب جو مستشرق کہتے رہتے ہیں، کہ یہ سخت آیت ہے یہ سخت آیت ہے، دو معاہدے مدینہ والے موقع پاتے ہی توڑ دیں، مکہ والے حج کے موقع پر یہ کہہ دیں کہ اے علی اپنے چچازاد بھائی کو بتا دینا ہم نے سارے معاہدے پھینک دیئے ہیں، آپ کے اور ہمارے درمیان دو چیزیں فیصلہ کریں گی، تلوار کی دھار یا نیزے کی انی، یہ دو باتیں ہیں، حضرت حیدر کرارؓ وہاں یہ آیات سنا کے واپس آجاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

سُوْرَةُ التَّوْبَة

ترتیبہا ۹ — آیاتہا ۱۲۹

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِۦٓ إِلَى الَّذِينَ عٰهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱﴾

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے برائت ہے ان لوگوں کے لیے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا، اور وہ مشرک ہیں

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوٓا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي

تم پھر لو زمین میں چار ماہ تک اور جان لو کہ تم عاجز نہیں کر سکتے اللہ کریم کو

اللّٰهِ وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِينَ ﴿۲﴾ وَأَذٰنٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِۦٓ

اور یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے یہ اعلان ہے

إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ

لوگوں کے لیے بڑے حج کے دن کہ یقیناً اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بری ہے

وَرَسُولُهُۥ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوٓا

اور اسکا رسول ﷺ بھی بری ہے، اب بھی اگر تم توبہ کر لو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے، اگر تم پشت پھیر کے چل پڑو تو جان لو کہ

أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳﴾

تم اللہ کریم کو عاجز نہیں کر سکتے، ان لوگوں کو دردناک عذاب کی بشارت دیجئے جو کافر ہیں

إِلَّا الَّذِينَ عٰهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ

ہاں جن سے تم نے عہد کیا ہے اور وہ مشرک ہیں، انہوں نے اپنے عہد کو توڑا نہیں ہے

شَيْـًٔا وَلَمْ يُظٰهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوٓا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ

اور تمہارے مقابلے میں کسی اور کی مدد نہیں کی ہے، تو ان کے ساتھ عہد کو پورا کرو

Marfat.com

مُدَّتِهِمْ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾ فَإِذَا ٱنسَلَخَ ٱلْأَشْهُرُ ٱلْحُرُمُ

مدت تک، یقیناً اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے، جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو

فَٱقْتُلُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَٱحْصُرُوهُمْ

کافروں سے تم لڑائی کرو جہاں بھی تم انہیں پاؤ، انہیں پکڑو انہیں گھیر لو،

وَٱقْعُدُوا۟ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ

اور ہر گھات پر ان کے لیے بیٹھ جاؤ، اور اگر وہ توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں

وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾

اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ کھلا رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

برآء ة من اللہ و رسولہ ......وان اللہ مخزی الکفرین

حضور حیدر کرارؓ نے یہ پہلی چالیس سے ساٹھ آیات تک حج کے موقع پر جمرہ اولیٰ کے پاس کھڑے ہو کے کفار کے سامنے پڑھی تھیں، ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ جن مشرکوں سے آپ کا معاہدہ ہے اور وہ معاہدہ ختم ہو رہا ہے، اس کو تین حصوں میں بانٹ لیا جائے، جن کے ساتھ لمبا معاہدہ ہے ان سے آپ لوگ معاہدہ نہ توڑیں، جن کے ساتھ چار ماہ سے کم عرصے کا معاہدہ ہے، انہیں چار ماہ تک کی مہلت دیدی جائے، اور جن کے ساتھ معاہدہ نہیں ہے انہیں چار ماہ تک کچھ نہ کہا جائے تاکہ وہ غور کر سکیں کہ انہوں نے اپنے مستقبل کو کس بات کے سے ساتھ وابستہ کرنا ہے، تو ارشاد ہوا کہ اب اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول علیہ السلام کی طرف سے ان کافروں کے ساتھ تمہارا تعلق نہیں رہے گا ان سے برائت اور بے زاری ظاہر کر لیں البتہ چار مہینے انہیں کچھ نہ کہا جائے۔ کافروں کو یہ بات بتادی جائے کہ جو تم جدوجہد کر سکتے تھے پچھلے بیس سالوں میں تم نے کمی نہیں چھوڑی، اب اللہ کریم کو تم اپنی چالوں سے عاجز کر دو یہ تو بات ناممکن ہے، لہذا چار ماہ کی تمہیں مہلت دی جاتی ہے، تم ان چار ماہ میں سوچ لو۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے، یہاں سے ہمیں ایک نکتہ بھی ملتا ہے، اور وہ نکتہ یہ ہے کہ آپ اندازہ فرمائیں کہ اسلام غالب آ گیا ہے مکہ فتح ہو چکا ہے، عرب سارے کا سارا اسلام کی تولیت میں ہے، لیکن انداز کیا ہے، کہ اس وقت چار ماہ کی مہلت دی جا رہی ہے جبکہ اسلام فاتح ہے، کہ اب بھی سوچ لو کہ تم نے مستقبل کدھر وابستہ کرنا ہے۔

Marfat.com

واذن من اللہ ورسولہ.....ان اللہ یحب المتقین

اس حج اکبر کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ وہ کافروں سے اور مشرکوں سے اپنی برآئت کا اظہار کر رہے ہیں، یہاں ایک بات جو لفظ کے اپج سے برصغیر میں پھیل گئی ہے، اس کی غلطی کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں، ہمارے ہاں لوگوں کا خیال ہے کہ جمعہ کے دن حج ہو تو وہ حج اکبر ہے، یہ بات نہیں ہے اصل میں عربوں کی اصطلاح میں عمرے کو حج اصغر کہا جاتا تھا اور حج کو حج اکبر کہا جاتا تھا، تو یہاں قرآن پاک نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ یہ حج اکبر کے دن اعلان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بری ہے، اللہ تعالیٰ کا رسول بھی بری ہے، اب تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ بیس (20) سال سے مسلسل تم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راستہ روک رہے ہو، اگر اب بھی تم اپنے اس نظریے سے رجوع کرلو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم نہیں مانو گے تو مدنی زندگی کے پچھلے نو یا دس سال سے تمہیں بتا رہے ہیں کہ تمہاری ساری سکیمیں ناکام ہوگئی ہیں، اللہ کریم کی قدرت کو تم ٹال نہیں سکے ہو، پھر تمہارے لیے یہاں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔

مسلمانوں کو پھر اس بات کی تاکید کی جارہی ہے جو میں نے ابتداء میں عرض کی ہے کہ اگر معاہدے کا عرصہ ابھی لمبا ہے کسی برادری سے یا کسی قوم سے تو ان کے لیے یہ چار ماہ نہیں ہیں، ان کا جب تک معاہدہ ہے مسلمان اسے پورا کریں گے، لیکن اس میں دو شرطیں ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ انہوں نے معاہدے کو بذات خود بگاڑا نہ ہو، دوسری بات یہ ہے کہ کسی اور قوم نے آپ پر حملہ کیا ہو اور ان لوگوں نے جن سے آپ کا معاہدہ ہوا تھا انہوں نے دشمن کی امداد کر کے آپ کو نقصان نہ پہنچایا ہو، یہ دو شرطیں ہیں ان دو شرطوں کو اگر انہوں نے پورا کیا ہے تو جب تک ان کے ساتھ آپ کے کیے ہوئے معاہدے کی مدت ہے اسے تم نے پورا کرنا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ متقین کو پسند کرتا ہے، یہاں اشارہ اس بات کی طرف ہوا کہ معاہدہ توڑ دینا تقویٰ کے خلاف ہے اور پرہیزگاری کے خلاف ہے، لہذا تم معاہدہ توڑنے میں بالکل پہل نہیں کرو گے، جس مدت تک معاہدہ ہے اسے اس مدت تک باقی رکھا جائے۔

فاذا انسلخ الاشھر الحرم.... ان اللہ غفور رحیم

البتہ جب یہ حرمت والے مہینے گزر جائیں عام طور پر لوگوں کو یہاں ترجمہ کرتے ہوئے یہ دقت پیش آتی ہے، وہ یہ ہے کہ حرمت والے مہینے جو اسلام نے بتائے ہیں وہ تو رجب ہے، ذیقعد ہے، ذوالحج ہے اور محرم ہے۔ اس وقت تو رجب گزر چکا تھا، ذیقعد بھی گزر چکا تھا، 10 ذوالحج کو حضرت حیدر کرار یہ آیات پڑھ کے سنا رہے تھے، تو اس حساب سے صرف باقی دن تقریباً 49 یا 50 رہ گئے تھے، تو پھر یہ حرمت والے مہینے کیا ہوئے؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ چار ماہ جو اب مہلت دی جارہی ہے مسلمانوں کے

Marfat.com

نزدیک وہ چار ماہ بے حد محترم ہیں، اس لیے محترم ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کو ان چار ماہ کی مہلت دیدی ہے، تو ان چار ماہ میں انہوں نے گویا جنگ حرام قرار دیدی ہے، لہذا یہ چار مہینے جو ہیں یہ سارے کے سارے اسی انداز سے ہوں گے، اب اس کا دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہوا کہ 10 ربیع الاول تک انہیں سوچنے کی چھٹی ہے، اوران چار ماہ کے اندر جس نتیجے پر آپ نے پہنچنا ہے آپ پہنچ جائیں، اس کے بعد اگر یہ اسی طریقے سے رہیں جس طریقے سے یہ آج رہ رہے ہیں، اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں، اور جب بھی مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو یہ آگے بڑھ کے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چار ماہ کے بعد اگر ان کی یہی کیفیت رہے تو انہیں پھر چھوڑا نہ جائے، چونکہ امن قائم کرنے کے لیے ایک سٹیٹ کو اور اپنے نظریے کو قائم رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی آئینی قوت پورے جلال اور جمال پر ہو، اگر یہ بات نہیں ہوگی تو اس ملک میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہوسکتا، پھر انہیں پکڑو اگر یہ قلعہ بند ہو جائیں تو قلعوں کو گھیر لو، گھات لگا کے ان کے راستے روک لو، یعنی شکست تسلیم کرانے کے لیے جو بھی تم کر سکتے ہو تم نے کرنا ہے، اب یہاں آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ آیات غزوہ موتہ کے فوراً بعد نازل ہونے والی آیات ہیں، اور جب غزوہ موتہ ہو رہا تھا تو وہ لوگ جو معاہدہ کر چکے تھے ان میں سے اکثریت نے اس عہد کو توڑ دیا تھا، مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد بھی کی تھی، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کوشش کی تھی کہ مسلمانوں کو کسی طریقے سے قیصر کے ساتھ لڑا دیا جائے تاکہ قیصر کی فوجیں اسلامی دنیا میں داخل ہو کے مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر کے رکھ دیں، تو اب یہاں یہ بات سامنے آئی کہ بیس اکیس سال سے بار بار ان لوگوں نے ایسی کوششیں کی ہیں جو کوششیں انہیں بحیثیت انسان نہیں کرنی چاہئیں تھیں، اب بھی اگر یہ باز نہیں آتے تو پھر ان کی قوت کو توڑنا اسلامی ریاست کے لیے بے حد ضروری ہے، اب بھی یہ بات سوچ لیں، کہ اگر یہ اب بھی واپس پلٹ آئیں اور رجوع کریں، نماز قائم کریں، زکوۃ دیں، تو آپ ان کے راستے بند نہیں کریں گے، ان پر آپ سختی نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے، چونکہ تم اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہو تم میں بھی پھر یہی صفت ہونی چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ

اگر مشرکوں میں سے کوئی آدمی آپ سے پناہ مانگے تو آپ اسے پناہ دیدیں تاکہ وہ سنے

كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾

اللہ تعالیٰ کا کلام پھر اسے جائے امن تک پہنچا دیا جائے، یہ اس لیے ہے کہ وہ بے علم قوم ہے

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ

بھلا کیسے ہوسکتا ہے مشرکوں کا کوئی عہد اللہ تعالیٰ کے ہاں اور

رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا

رسولؐ کے ہاں، ان لوگوں کو چھوڑ کے جن کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا، جب وہ

اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٧﴾

معاہدے کو باقی رکھیں تم بھی باقی رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے

كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا

یہ کیسے ہوگا اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو بالکل وہ لحاظ نہیں کریں گے نہ کسی رشتہ داری کا

وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ

اور نہ کسی عہد کا، وہ اپنے منہ سے تو تمہیں راضی کرتے ہیں لیکن ان کے دل منکر ہیں، ان میں سے اکثر

فَاسِقُونَ ﴿٨﴾ اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا

بدعہد ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بدلے میں تھوڑا سا معاوضہ لے لیا ہے، وہ روکتے ہیں

Marfat.com

عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹﴾ لَا يَرۡقُبُوۡنَ

اللہ تعالیٰ کے راستے سے، ان کے اعمال بدترین ہیں ۔ وہ لحاظ نہیں رکھتے

فِىۡ مُؤۡمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡمُعۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰﴾

کسی مومن کے بارے میں رشتہ داری یا عہد کا وہ زیادتی کرنے والے لوگ ہیں

وان احد من المشرکین استجارک......بانھم قوم لایعلمون

اب چونکہ اسلامی دنیا قوت میں تھی اور وہ جو چاہتے کر سکتے تھے، اس کے باوجود یہ مراعات دی جا رہی ہیں، اس کے ساتھ ایک خصوصی رعائت کا اگلی آیت میں ذکر آتا ہے، کہ محبوب مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ لے اس بات کے لیے کہ وہ قرآن پاک کو آ کے سنے گا اس پر غور کرے گا تو آپ اسے اجازت دے دیں وہ آپ کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنے اور جب اس کی تسلی ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں اسے وہاں تک واپس پہنچایا جائے جہاں سے وہ آیا تھا۔ اسلامی ریاست میں اسے کوئی بندہ قتل کرنے کی کوشش نہ کرے، اسی طرح اسے قید کرنے کی کوشش نہ کرے، وہ وہاں واپس پہنچ جائے اس کی طبیعت چاہتی ہے وہ مانے یا نہ مانے، تو اب وہ یہاں دائمی نہیں رہ سکتا، دائمی رہنے کے لیے اسے یہاں کی قومیت کو اختیار کرنا ہوگا، آج بھی دنیا میں یہی اصول ہے کہ دائمی طور پر کسی کو کہیں بھی دوسرے ملک میں نہیں رہنے دیا جاتا، لیکن اگر اس نے اسلام کو سمجھنا ہے تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے پناہ بھی دی جائے، اسے ٹھہرایا جائے، اور جب وہ واپس جانا چاہے امن کے مقام تک تو اسے وہاں تک پہنچایا بھی جائے۔

کیف یکون للمشرکین عھد......ان اللہ یحب المتقین

اب ان کی عادات مسلمان بار بار دیکھ چکے تھے، تو اللہ کریم نے فرمایا کہ اللہ اور رسول کے ہاں ان کے عہد کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ہاں ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے کعبے کے قریب مسجد حرام میں آپ سے معاہدہ کیا تھا تو جب تک وہ معاہدے کو باقی رکھیں، آپ مسلمان بھی اس معاہدے کو باقی رکھیں، اس لیے کہ یہ تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کو متقی لوگ پسند آتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

وان یظھروا علیکم لا یرقبوا....... واکثرھم فسقون

ان کی عادات کیسی تھیں؟ ان کی عادات کا قرآن پاک ان ڈائریکٹ ذکر کرتا ہے یا اشارے سے ذکر کرتا ہے، کہ ان کی عادت تو یہ ہے کہ تم اگر ان کے ہتھے چڑھ جاؤ تو دو باتیں یہ بالکل خیال نہیں رکھیں گے، کسی رشتہ داری کا اور کسی بھائی چارے کا بالکل انہیں خیال نہیں ہوگا، اور جو انہوں نے تمہارے ساتھ عہد کیے ہوئے ہیں ان عہدوں کو بھی یہ کسی طرح باقی نہیں چھوڑیں گے، مونہوں سے تو بڑی میٹھی باتیں کرتے ہیں، لیکن ان کے دلوں میں بات کچھ اور ہوتی ہے، ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں، فاسق وہ ہوتا ہے جو راہ راست سے ہٹ جائے، یہاں اس کا معنی ہم یہ کریں گے کہ یہ بدعہد لوگ ہیں اپنے عہد پر قائم نہیں رہتے، میں سمجھتا ہوں کہ جو انداز قرآن پاک نے یہاں عرب کے مشرکوں کا ذکر کیا ہے، یہی انداز ہمارے پڑوس میں بھارت کا ہے، کہ یہ آپ کو قابو کرلیں تو پھر کسی انداز سے بھی معاف نہیں کرتے، نہ پھر رشتہ داری کام آتی ہے اور نہ ہی عہد کام آتا ہے، بھارت کا موجودہ وزیراعظم جو بدقسمتی سے ہمارے ملک کے شہر جہلم میں پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ بات بین الاقوامی حلقوں میں بے حد مشہور ہے کہ یہ بندہ زبان کا بے حد میٹھا ہے، اور اپنی گفتگو میں بہت ہی ذو معنی الفاظ استعمال کرتا ہے، اور گفتگو کی حد تک جسے آپ ٹیبل ٹاک کہتے ہیں اس میں اسے زبردست مہارت حاصل ہے، اس بات کا مشاہدہ ہم نے گزشتہ دنوں میں بھی کیا، کہ ہمارے موجودہ وزیر خارجہ وہاں گئے تو واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں اس کی باتوں سے بے حد متاثر ہوا ہوں، مطلب وہی ہے کہ وہ سیاستدان ہے تو سیاست کے میدان میں بہت کم لوگ ہیں جو اس کے چکروں سے بچ کے نکل جاتے ہیں، وہ ہمارے وزیر خارجہ کے ساتھ اتنی میٹھی باتیں کررہا تھا، کہ پاکستان میں ایک لہری دوڑ گئی اس بات کی اب کشمیر کا مسئلہ ضرور حل ہوجائے گا، اب اس میں زیادہ دن نہیں لگیں گے، اب چند ہی دن گزرے کہ وہاں کی سیاست ایک نیا موڑ مڑگئی اور ان کا وزیر خارجہ وزیراعظم بن گیا، اب جب وہ کشمیر میں نازل ہوا تو اس نے کہا کہ کشمیر کا مسئلہ ہے کیا؟ کشمیر کا مسئلہ تو بڑی دیر ہوئی حل ہوچکا ہے اور اس موضوع پر ہم نے پاکستان سے کوئی بات نہیں کرنی ہے، یہ ہیں انداز جو بین الاقوامی کفر کے ہیں اور یہ آج کے نہیں بلکہ یہ انداز صدیوں سے چلا آرہا ہے، اور کافروں نے ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی ہی کی ہے، اسی برصغیر میں جس انداز سے اورنگ زیب عالمگیر کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا صدیوں تک اور جس انداز سے اورنگ زیب عالمگیر کو مرہٹوں کے علاقے میں بار بار بدعہدیوں سے دوچار کیا گیا اور ہر بدعہدی جو ہے اسے اٹھا کے ایک جرم کے طور پر اورنگ زیب عالمگیر کے ذمہ ڈال دیا گیا، جو لوگ برصغیر کی تاریخ کو گہری نظر سے پڑھ چکے ہیں انہیں پتہ ہے کہ ہمارے اس عظیم عالمی لیڈر کو کس انداز سے ہندو نے ہر موڑ پر رسوا کرنے کی کوشش کی ہے، اور ان کے جو اہل قلم ہیں ان میں بالخصوص سکینہ نے کس حد تک عالمگیر کے خلاف لغویات بکے، اس نے یہ تک لکھا کہ عالمگیر جہاں بیٹھا ہوتا ہے پہلے تو اسے کوئی ہندو مل نہیں سکتا، اگر کوئی ہندو اسے ملے تو اس کے سامنے ننگی تلوار پڑی ہوتی ہے وہ تلوار کے ساتھ ہندو کو پنجہ ملاتا ہے، حالانکہ اس کا صرف ایک قصور تھا کہ تین چار اوپر والے حاکموں کے بعد یہ مسلمان ذہن کا بندہ آگیا تھا اب اکبر نہیں تھا جسے ایک دفعہ محفل میں پوچھا گیا کہ ہندو اور مسلمان کو آپ نے برابر قرار

Marfat.com

دے دیا ہے، لیکن صرف ایک خرابی رہ گئی ہے اس کا مداوا چاہیے، آپ مسلمانوں کو دائیں طرف بٹھاتے ہیں اور ہندوں کو بائیں طرف بٹھاتے ہیں، ان کا کہنا یہ تھا کہ مسلمان دائیں سمت کو افضل سمجھتے ہیں اس لیے آپ انہیں دائیں اور ہمیں بائیں بٹھاتے ہیں یہ تمیز کب ختم ہوگی، تو اس ہمارے جاہل حاکم نے جو برے انداز سے ہندو کے پنجے میں پھنس چکا تھا اس نے ایک عجیب بات کہی، وہ بات یہ تھی کہ آپ کو پتہ نہیں ہے کہ دل داہنی طرف نہیں ہوتا ہے، آپ تو میرے دل میں بستے ہیں لہذا میں آپ کو بائیں طرف بٹھاتا ہوں، یعنی اس نے ایسی دلیل دی کہ ہندو کو مسلمانوں سے اوپر والا درجہ دے دیا، اکبر کے بعد جب جہانگیر آتا ہے تو اس کا انداز یہ ہے کہ اس کی والدہ ہندو تھی، اسے مسلمان کرنے کی کوشش نہیں کی گئی، مسلمان باہر کسی غیر مذہب سے شادی کرے تو اس کا اہل کتاب ہونا ضروری ہے، وہ بات بھی نہیں تھی، اور اس بات کا بھی تکلف نہیں کیا گیا کہ چلو شاہ کسی طریقے سے اس کے ساتھ رسم نکاح کر لیتا، نکاح تک بھی نہیں ہوا، جہانگیر صاحب پیدا ہوئے جہانگیر باپ کا ریکارڈ بھی توڑ گیا، اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اس سلسلے میں اس نے بے حد قابو کرنے کی کوشش کی، گوالیار کے قلعے کی دیواریں آج بھی شہادت دے رہی ہیں کہ وہ اللہ اللہ کرنے والا مجاہد کس انداز سے جہانگیر کے جبر وتشدد کو برداشت کر رہا تھا، ہماری تاریخ کا یہ بھی ایک المیہ ہے کہ مختلف دور کے مطلق العنان حاکموں نے غیروں کے ہاتھوں کا کھلونا بن کے مسلمان مفکرین کو بے حد اذیتیں دی ہیں، اس کا آغاز سیدنا امام حسینؓ سے شروع ہو گیا تھا، اور آج تک اس کہانی کا اختتام نہیں ہوا، اپنوں نے اپنے عظیم مفکرین کو بے پناہ اذیتیں دی ہیں، امام احمد ابن حنبل کو خراب کرنے والے عباسی ہی تھے، یہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ پر تشدد کرنے والے ہمارے اپنے ہی تھے، تو یہ وہ کیفیت ہے جو صدیوں سے چل رہی ہے، اور آج بھی اس انداز کو ہندو چلائے جا رہا ہے، اس بھارتی وزیر اعظم نے آج ایک بات کہی ہے کہ ہم ذہنی طور پر بالکل ایک دوسرے کے قریب ہیں، اور اس نے دلیل کیا دی ہے کہ جب گاندھی مرا تھا تو کراچی میں ہڑتال ہوئی تھی اور کراچی کے لوگ رو رہے تھے، اس کا چھوٹا سا جواب قرآن پاک کے الفاظ میں یہ ہے کہ "**لعنت اللہ علی الکذبین**" کراچی میں اکثریت مہاجرین کی ہے، جن میں سے کسی کا باپ قتل کر دیا گیا کسی کا بیٹا قتل کر دیا گیا، تو ان مہاجرین نے گاندھی کے لیے یقیناً ماتم برپا کیا ہوگا اور جو مقامی سندھی تھے انہوں نے سب سے پہلے قرارداد پاکستان کو منظور کیا تھا، اور سب سے پہلے اسی صوبے نے قرارداد پاکستان کی منظوری دی تھی، لہذا یہ باتیں وہ ہیں جو بالکل لغو ہیں نئی نسل کو یہ باتیں بھرپور انداز سے سمجھائی جائیں، کہ ہندوں کی انگلیوں سے مشرقی پاکستان، یوپی اور گجرات کے مسلمان کے خون کے قطرے ابھی تک گر رہے ہیں۔

اشتروا بایت اللہ ثمنا.....و اولئک ھم المعتدون

ارشاد فرمایا کہ ان کافروں کے دلوں میں کچھ اور ہے اور زبانوں پر کچھ اور ہے، یہ بدعہد لوگ ہیں، اللہ کریم کے احکام یہ بیچنے کے لیے تیار رہتے ہیں، انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کے راستے سے پہلے بھی لوگوں کو روکا ہے اور ان کے اعمال بدترین ہیں، پھر یاد رکھو کہ مومن کے بارے میں نہ انہیں برادری کا لحاظ ہوتا ہے نہ عہد کا لحاظ ہوتا ہے، ہمیشہ یہ لوگ تم پر زیادتی کرتے آئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ فَإِخۡوَٰنُكُمۡ

اگر وہ اب توبہ کر جائیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں

فِي ٱلدِّينِۗ وَنُفَصِّلُ ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَعۡلَمُونَ ﴿١١﴾ وَإِن نَّكَثُوٓاْ

ہم آیات علم والی قوم کے لیے کھول کھول کے بیان کرتے ہیں اگر وہ توڑ دیں

أَيۡمَٰنَهُم مِّنۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُواْ فِي دِينِكُمۡ فَقَٰتِلُوٓاْ

اپنے عہد، عہد کرنے کے بعد اور تمہارے دین کے بارے میں عیب لگائیں تو تم مار دو

أَئِمَّةَ ٱلۡكُفۡرِ إِنَّهُمۡ لَآ أَيۡمَٰنَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنتَهُونَ ﴿١٢﴾

کفر کے جوائمہ ہیں انہیں، ان کے کوئی بھی عہد اور قسمیں نہیں ہیں، شاید وہ اس طرح باز آجائیں

أَلَا تُقَٰتِلُونَ قَوۡمٗا نَّكَثُوٓاْ أَيۡمَٰنَهُمۡ وَهَمُّواْ

کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑتے ہو جنہوں نے اپنے عہد توڑ دیے ہیں، اور انہوں نے قصد کیا تھا کہ

بِإِخۡرَاجِ ٱلرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمۡ أَوَّلَ مَرَّةٍۚ

رسول علیہ السلام کو نکال دیں گے، پھر انہوں نے ہی تو آغاز کیا ہے اس خرابی کا

أَتَخۡشَوۡنَهُمۡۚ فَٱللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخۡشَوۡهُ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ﴿١٣﴾

کیا تم ان سے ڈرتے ہو، اللہ تعالیٰ مستحق ہے اس بات کا کہ تم اس سے ڈرو اگر تم صاحب ایمان ہو

قَٰتِلُوهُمۡ يُعَذِّبۡهُمُ ٱللَّهُ بِأَيۡدِيكُمۡ وَيُخۡزِهِمۡ وَيَنصُرۡكُمۡ

تم ان سے جنگ لڑو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دے گا، انہیں رسوا کرے گا تمہاری مدد کرے گا

عَلَيۡهِمۡ وَيَشۡفِ صُدُورَ قَوۡمٖ مُّؤۡمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَيُذۡهِبۡ

ان کے خلاف، اور ایماندار قوم کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائے گا، دور نکال کرلے جائے گا

....ولکل درجت مما عملوا.....

ارشاد فرمایا کہ سب کے لیے مختلف درجے ہیں ان کے اعمال کے مطابق ،تو یہ بے شمار درجے ہیں ایمان کے عمل کے مطابق انسان آگے بڑھتا چلا جاتا ہے،لہذا آخرت میں جنت کے بے شمار درجے ہوں گے،وہ دائمی دنیا ہے جس نے ہمیشہ باقی رہنا ہے،جدید سائنس نے جوانکشافات کیے ہیں،ان سے ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ یہ آسمان وزمین کی وسیع دنیا ابھی مسلسل پھیلتی جارہی ہے،سائنسی نکتہ نگاہ سے موجودہ دنیا کی جو وسعتیں ہیں اگر روشنی کی رفتار سے آپ چلیں تو دس ارب سالوں میں اس دنیا کو کراس کر کے آپ باہر نہیں نکل سکتے جو اس وقت اللہ کریم کی دنیا موجود ہے،اس نے پھر سکڑ جانا ہے،یہ قرآن پاک کے اندر موجود ہے،بشرطیکہ قرآن کریم کو اس انداز سے پڑھا جائے،جو انداز پڑھنے کا ہے۔اور پھر اس نے سکڑ کے تباہ ہونا ہے،اس تباہی کے ملبے سے اللہ کریم جو نئی دنیا تخلیق فرمائے گا،اس نے اس موجودہ دنیا سے بہت ہی زیادہ وسیع ہونا ہے،اب آپ اندازہ لگائیں کہ موجودہ وسعت روشنی کی رفتار سے ہم دس ارب سالوں میں اس سے آگے نہیں نکل سکتے،تو وہ جو جدید دنیا ہوگی اس کا انداز کیا ہوگا اور اس کی وسعتیں کتنی ہوں گی،کتنی بلاغت سے قرآن کریم نے اشارہ کیا۔"**ولکل درجت مما عملوا**"۔"ان سب لوگوں کے اعمال کے مطابق ان کے لاتعداد درجے ہوں گے"۔درجے کو جمع رکھا اور پھر اسے نکرہ چھوڑ دیا،اور سائنس دوڑ لے جتنا دوڑ سکتی ہے،پتہ چلے گا کہ قرآن پاک کی وسعتیں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں۔

....وما ربک بغافل عما یعملون....

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے،اللہ کریم کے علم کی وسعتوں کا کیا حال ہے اس کی قدرتوں کا کیا حال ہے،اس کی رزاقیت کا کیا حال ہے،کہ یہ ساری کی ساری وسیع دنیا جتنی بھی ہے اس میں جو وکلاء ہیں یعنی انسان ہیں جن ہیں،فرشتے ہیں انہیں تو ایک طرف چھوڑیں،اس کے ہر ہر ذرے کا تدریجی ارتقاء کا اللہ کریم کو پتہ ہے،اور آگے چل کر اس نے کون سی شکل اختیار کرنی ہے،یہ بھی اللہ کریم کو پتہ ہے،اتنا وسیع علم انسانی دماغ میں سمانہیں سکتا،ہم اس کی وسعت کا ذکر تو کر سکتے ہیں اور پھر اس میں کھو سکتے ہیں لیکن اس کے کنارے کو نہیں پاسکتے۔

....وربک الغنی ذو الرحمة....

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا پروردگار غنی ہے،غنی جسے کسی کی پرواہ نہ ہو،اس ساری کی ساری کائنات کی وسعتوں کا اللہ کریم محتاج نہیں ہے،یہ ساری کائنات اپنی بقا کے لیے اللہ کریم کی محتاج ہے،یہ غنی کا معنی ہے۔اور پھر وہ اس کی تربیت کرتا ہے،اسے غذا دیتا ہے اسے سب کچھ دیتا ہے،اس لیے نہیں کہ یہ اس پر فرض ہے یہ محض رحمت کی جلوہ سامانیاں ہیں،اب اس کے

Marfat.com

غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۵﴾

ان کے دلوں کے غصے کو، اللہ تعالیٰ رجوع فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا

کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہیں اسی حال میں چھوڑ دیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نہیں جتلائے گا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے

مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ

اللہ تعالیٰ کو اور رسول علیہ السلام کو چھوڑ کے اور مومنوں کو چھوڑ کے کسی اور کو

وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾

بھیدی نہیں بنایا، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے

فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ......لقوم یعلمون

اب بھی انہیں مہلت ہے اگر یہ اپنے نظریے سے توبہ کرلیں نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں، دیکھیں مذہب اسلام کتنا وسیع ہے اتنی شدتیں کرنے کے بعد اگر آج بھی وہ واپس پلٹ آئیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے، دور حاضر میں بھی اس کی ایک چھوٹی سی مثال سامنے آئی تھی، عیسائیوں کے سابقہ سب سے بڑے پوپ کو افریقہ کے سارے عیسائیوں نے ایک رپورٹ بھیجی کہ ہم بڑے منظم لوگ ہیں لیکن پھر بھی مسلمان افریقہ کے خطوں میں اسلام پھیلانے میں ہم سے زیادہ کامیاب کیوں ہیں، تو ان کے پوپ نے ایک بات کہی تھی وہ بات یہ تھی کہ ایک بندہ جونہی اسلام میں داخل ہوتا ہے تو وہ ان افریقیوں کے رنگ اور روپ کا ذرا بھی خیال نہیں کرتا، وہ بیٹھ کر ایک برتن میں کھانے لگ جاتے ہیں، اور وہ انہیں اپنا بھائی بنا لیتے ہیں، اس کا توڑ ہمارے پاس نہیں ہے، ہم یہ انداز اپنا نہیں سکے، لہذا یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کے اس انداز کو توڑ دیا جائے۔

تو اب قرآن پاک نے یہ بات کہہ دی کہ یہ رنگ ونسل کی باتیں نہیں ہیں، کیا اگر لوگوں کا رجوع اللہ اور رسول کی طرف ہوتا ہے اور توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی کرتے ہوئے وہ شرعی احکام بجالاتے ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں، علم والی قوم کے لیے ہم یہ باتیں کھول کھول کے بیان کررہے ہیں، میرے محبوب اگر وہ عہد کر کے عہد توڑ دیں اور تمہارے دین پر طعنہ بازی شروع

Marfat.com

کریں، اصل طعن کا مطلب ہوتا ہے نیزے کی انی کو کسی کے جسم میں چبھو دینا، جو بھی نیزے کی مار ہے عربی زبان میں اسے طعن کہا جاتا ہے، اور تلوار کی مار کا ضرب کہا جاتا ہے، اب اگر کافر باز نہ آئیں اور اسلام کے خلاف پھر منظم پروپیگنڈہ اسلامی دنیا کے اندر شروع کر دیں تو پھر یہ کفر کے امام ہیں، انہیں ختم کر دیا جائے، اس لیے کہ ان کے عہد اور ان کی قسمیں بار بار ٹوٹ جاتی ہیں، ان میں سے کچھ مارے جائیں تو شاید یہ باز آجائیں، اس سلسلے میں بھی ہمیں غور کرنا ہے، کہ پاکستان ایک نظریے پر قائم ہے، کیا اس نظریے کا دفاع ہمارے لیے ضروری ہے یا نہیں اس نظریے کا دفاع ہمارے لیے بہت ضروری ہے جس پر پاکستان قائم ہوا، آج دنیا میں دیکھیں تو آپ کو صرف دو ریاستیں ایسی ملیں گی جو نظریاتی بنیادوں پر قائم ہیں، ایک طرف اسرائیل ہے اور دوسری طرف پاکستان ہے، اسرائیل جس نظریے پر قائم ہے اسرائیل کے اندر کسی اخبار میں یا کسی کتاب میں یا کسی رسالے میں اس نظریے کے خلاف ایک فقرہ بھی نہیں لکھا جا سکتا، ہم ہی اتنے بڑے سخی ہیں کہ یہاں جو کوئی چاہے بکتا رہے اسے پوچھنے والا کوئی نہیں کہ تو کیا کہہ رہا ہے، اور سب سے زیادہ زیادتی کی بات یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو موضوع سخن بنایا جاتا ہے اور غیروں کو پتہ ہے کہ مسلمان جس بات کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہے وہ نبی علیہ السلام کی عزت و عظمت ہے، یہاں مسلمان ہر وقت سر کٹانے کے لیے تیار رہتے ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ بارویں صدی ہجری سے اسلامی ملکوں میں اس سلسلے میں کافروں نے بے شمار ایسی تحریکیں چلائیں گئیں کہ کسی طریقے سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام کی جو عظمت ہے وہ مسلمانوں کے ذہن سے نکل جائے، ہمارے ملک میں جس بندے نے علمی طور پر اس بات کا دفاع کیا ہے وہ دور حاضر کے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ تھے انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتوں کا کو بے حد دفاع کیا ہے۔ علماء میں سے بے شمار علماء بھی ہیں لیکن ان کا یہ فریضہ تھا چونکہ انہوں نے تو اسلامی علوم پڑھے ہوئے تھے، لیکن ان کے اندر لوگوں کو اس انداز سے گمراہ کیا گیا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام کیا ہے، اور اس سلسلے میں اب کس کس کا نام لیا جائے، طویل عرصے سے مختلف تحریکوں کے بے شمار لوگ اس سطح سے بالکل گر گئے جو بارویں صدی ہجری تک مسلمانوں کا اجتماعی نظریہ تھا، ایک بندے نے جب علامہ اقبالؒ مرحوم سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے یا نہیں، وہ بشر تھے یا نہیں، تو اقبالؒ نے کہا کہ تم لوگ یہاں تک نیچے آگئے ہو، جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس کی خامیاں شمار نہیں کی جاتیں، یہ راستہ جس پر تم چل پڑے ہو یہ بے حد غلط ہے۔

☆☆☆☆☆☆

وان نکثوا ایمنھم من بعد......لعلھم ینتھون

قرآن پاک نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ ان بڑے بڑے لوگوں کو جو بار بار عہد کر کے توڑتے ہیں اور اسلامی ریاست کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں کچل دیا جائے، اس سلسلے میں اسلام پر مستشرقین نے بار بار اعتراض کیا ہے، میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ کیا جس نظریے پر امریکہ کی ریاست قائم ہے اس نظریے کے خلاف اگر امریکہ میں چلا جائے تو امریکہ اس بات کو برداشت کرے گا، یہ تقریباً 54-1953ء کا واقعہ ہے میں اس وقت طالبعلم تھا کہ اس وقت امریکہ کے دو بندوں نے کچھ ایٹمی راز روسیوں کے ہاتھ بیچ دیئے تھے بعد میں وہ دونوں پکڑے گئے تھے اور پھر انہیں سزائے موت دے دی گئی، اور بجلی کے جھٹکے دے کے انہیں مارا گیا، اور یہ منظر بے شمار لوگوں کو دیکھا گیا، پریس والے سارے لوگ وہاں موجود تھے اور دلیل یہ تھی کہ یہ جو ہماری ایٹمی قوت ہے اس کے ہم بلا شرکت غیرے مالک ہیں، اگر یہ روس کے پاس چلی جائے۔ تو کسی وقت بھی یہ ہمارے اقتدار کے لیے چیلنج بن جاتی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دوسری قوم اقتدار کے لیے چیلنج بنے تو اس دوسری قوم تک جو بندہ راز پہنچاتا ہے چاہے وہ بندہ اپنا ہی کیوں نہ ہو اسے امریکی جمہوریت سزائے موت دے دیتی ہے، اگر اسلام کے نظریے کو اسلامی دنیا کے اندر بیٹھ کے کوئی کاٹنے لگ جائے تو امریکہ کو پھر کیوں تکلیف ہوتی ہے جب ایسے لوگوں کو اسلامی قانون اپنی گرفت میں لینا چاہے۔

الا تقٰتلون قوما نکثوا ایمٰنھم......واللہ علیم حکیم

ارشاد فرمایا ایسے لوگوں سے تم جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنے عہد توڑ دیئے ہیں اور نبی علیہ السلام کو نکالنے کا ارادہ کیا، یہ مدنی زندگی کی بات ہے اب مدنی زندگی کی بات میں ایک عجیب سا نکتہ تھا، سرکار کریمؐ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے اس وقت مدینہ طیبہ کے منافقین نے، یہودیوں نے اور مکہ کے شکست خوردہ لوگوں نے مل جل کے ایک پروگرام کیا، پروگرام یہ تھا کہ ایک متبادل اسلام بنا لیا جائے، انہوں نے اس سلسلے میں مسجد ضرار بھی تعمیر کی، اور ایک عہد کیا کہ مصطفیٰ علیہ السلام جب جنگ سے واپس آئیں تو انہیں مدینہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے، انہیں مدینہ سے نکال دیا جائے، جب مدینہ سے نکلیں گے تو پھر ایک نئی جگہ پر آباد ہونے کے لیے اور ایک نئی قوت بننے کے لیے ایک طویل وقت لگے گا، ہم نے بڑی غلطی کی کہ ابتداء میں مدینے میں اس قوت کو کچلا نہیں ہے، لہٰذا اب ہم انہیں مدینے میں نہیں آنے دیں گے، اور فوج کے اندر جو چند منافق تھے انہیں بھی کہا گیا، اور ان منافقوں کو بھی یہ افواہیں پہنچ رہی تھیں کہ مدینے میں ایک ایسی تحریک چل گئی ہے تو وہ کہنے لگے کہ جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو ''جو باعزت اور محترم لوگ ہیں وہ ان پست لوگوں کو (نعوذ باللہ) مدینہ سے نکال دیں گے''۔ عبداللہ بن ابی اس فوج میں موجود تھا، جو مدینہ کا بڑا مشہور منافق تھا، اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں کیسی نرالی ہوتی ہیں، کہ اس کا بیٹا اسلام کا بڑا جانثار

ہے، اب جب قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی تو اس کا بیٹا خاموشی سے ان کے ساتھ واپس چلتا آیا، مدینہ کے جب قریب پہنچ گئے کہ یہ آج آخری پڑاؤ ہے اور کل ہم نے مدینہ میں داخل ہونا ہے تو اس نے راستے پر تلوار نکالی اور سامنے کھڑا ہو گیا کہنے لگا کہ آپ لوگ چلتے جائیں کہ میرے والد گرامی آرہے ہیں عبداللہ بن ابی جونہی اپنے بیٹے کے سامنے آیا تو بیٹے نے کہا کہ اس سے آگے آپ نہیں جاسکتے تو نے ہی یہ کہا تھا کہ ''جو باعزت اور محترم لوگ ہیں وہ ان پست لوگوں کو (نعوذ باللہ) مدینہ سے نکال دیں گے''۔ اور قرآن پاک نے اس بات کو شہادت کے طور پر اپنی آیت میں ذکر کر دیا باپ اور بیٹے کا رشتہ الگ ہے اب مدینے میں داخل ہونے کی صرف ایک شرط ہے کہ تو اس ساری اسلامی فوج کے سامنے یہ بات کہے گا کہ تو ذلیل ہے اور اپنی ذلت کا اقرار کرے گا پھر ناک سے زمین پر لکیریں لگائے گا، اگر یہ بات کرے گا تو پھر تو مدینے کی طرف جاسکتا ہے تاکہ تیری ذلت پر مہر لگ جائے اور جب تک تو یہ بات نہیں کرتا تو پھر میں تجھے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا اور پھر میں تیرا سر قلم کردوں گا، تیرے ساتھ میری ساری رشتہ داریاں ختم ہو گئی ہیں، اسلامی فوج یہ منظر دیکھ رہی ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ہے وہ جذبہ اسلامی کہ سب سے بڑے رشتہ کو اسلام کے شیدائیوں نے پس پشت ڈال دیا اور عظمتِ رسول اور عزت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاسداری کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ جب تک اسلام میں ایسے جان نچھاور کرنے والے مجاہد موجود تھے اس وقت تک ہم ساری دنیا پر غالب تھے۔ اب ان اسلام کے مجاہدین کو کافروں نے بنیاد پرست اور دہشت گرد کا نام دیدیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگے فرمایا گیا ہے کہ اے محبوبؐ ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تم صرف اللہ کریم کی پاک ذات سے ڈرو چونکہ اسلام کی علامت صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے، ان سے جنگ لڑو کیونکہ اللہ کریم انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دینا چاہتا ہے، اور رسوا کرنا چاہتا ہے، ان کے خلاف اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا، اور انہیں تباہ و برباد فرمادے گا، مومنوں کے دلوں میں اب شفاء کی ہوائیں چلیں گی، ان کے دلوں کے غصے اب ختم ہوں گے کہ یہ لوگ جو ان کے راستے پر ایک طویل عرصے سے روڑے تھے اب ختم ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس پر چاہے گا رجوع فرمائے گا ہمارے مفسرین نے کہا کہ یہ مستقبل کی پیشگوئی ہے، کہ انہی کی نسلیں کل اسلام کی پناہ میں آنے والی ہیں، اللہ تعالیٰ علم والا ہے اور حکمت والا ہے۔

ام حسبتم ان تترکوا......واللہ خبیر بما تعملون

اس کیفیت میں تمہیں چھوڑا نہیں جاسکتا، اللہ تعالیٰ ظاہر کردے گا ان لوگوں کو اور لوگ جان جائیں گے کہ راہ خدا میں مجاہد کون ہیں، اور وہ کون ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ، رسول علیہ السلام اور مومنوں سے دلی دوستی لگائی ہے۔ ''ولیجہ'' اس کو کہتے ہیں جو آپ کا باطنی راز دان ہو، جس سے آپ کوئی بات چھپا نہ سکیں، تو وہ کون لوگ ہیں جن کا راز دان یا تو اللہ تعالیٰ ہے یا رسول علیہ السلام ہیں یا صاحب ایمان لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال جو جانتا ہے۔

Marfat.com

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ

مشرکوں کا تو یہ حق نہیں ہے

أَن يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ

کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنے چلیں جبکہ وہ اپنی جانوں پر کفر کی گواہی دے چکے ہیں

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿١٧﴾

ان کے اعمال ضائع ہو گئے ہیں اور آگ میں وہ ہمیشہ رہیں گے

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو تو وہی آباد کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ہے

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ

جو نماز قائم کرتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی سے ڈرتے نہیں ہیں،

أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾ ۞ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ

یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلا دینا

الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

یا مسجد حرام کی عمارت بنا دینا اسے اس کے مقابلے میں سمجھا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو، قیامت کو مانتا ہو

وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہو، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں برابر نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ راستہ نہیں دکھایا کرتا

الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

ظالم قوم کو، جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی، جہاد کیا راہ خدا میں

Marfat.com

بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ ٱللَّهِ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ﴿۲۰﴾

اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ بہت بلند ہے، وہی کامیابی پانے والے لوگ ہیں

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَٰنٍ وَجَنَّٰتٍ لَّهُمْ فِيهَا

اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمتوں کی بشارتیں دیتا ہے، اپنی رضامندی کی بشارت دیتا ہے، اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جن میں

نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿۲۱﴾

ناز و نعمت سدا رہنے والے ہوں

خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۲﴾

وہ خود بھی ہمیشہ وہاں رہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی اجر ہے بہت بڑا

ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجد اللّٰہ.....وفی النار ھم خالدون

اب منافقوں نے مسجد ضرار تو بنا دی لیکن آگے قرآن پاک نے یہاں ایک نظریہ بیان کر دیا کہ مسجد آباد کرنا مشرکوں کا کام نہیں ہے، جو اپنے آپ پر گواہ ہیں اس بات کے کہ وہ مسلمان نہیں کافر ہیں ان کے اعمال ضائع ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہیں یہ مسجد کب آباد کر سکتے ہیں، مسجد کی آبادی کے بارے میں چند باتیں ہمارے مفسرین نے دور اول سے لے کر آج تک کی ہیں، مسجد کی آبادی چند چیزوں سے وابستہ ہے، اس میں روشنی ہو، صفیں ہوں، پانی کا بندوبست ہو، وہ بند نہ ہو، بند کا مطلب یہ ہے کہ اس میں عبادت کی اجازت نہ دی جائے ایسی بات نہ ہو، اس میں ہر خاص و عام کو عبادت کی اجازت ہو، صحابہ عالی مقام ؓ کا انداز یہ ہوتا تھا، کہ وہ اپنی سجدے والی جگہ پر خوشبو لگا دیتے تھے، میرا خیال ہے کہ اس سنت کو بھی ایک انداز سے کبھی کبھی جاری رکھ لینا چاہیے، تاکہ وہ انداز جو صحابہ عالی مقام ؓ کا تھا اسے بھی جاری رکھا جا سکے، چونکہ سجدے میں اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ وہاں خوشبو کی مہک بھی ہو تو بڑی نفیس بات ہوگی، یہ آبادی کی باتیں تھیں، انہوں نے مسجدوں کو ہموار رکھا، صاف اور شفاف رکھا، اس سلسلے میں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بڑے ہی نفیس ہیں جن میں آپ نے ارشاد فرمایا! ''کہ وہ مائی جو مسجد میں جھاڑو پھیرا کرتی تھی وہ کدھر ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو ہفتہ ہوا فوت ہوگئی ہے، اس نسبت سے کہ وہ مسجد جو صاف کیا کرتی تھی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ ؓ کو ساتھ لیا اور اس مائی کی قبر پر جا کے دفن ہونے کے آٹھ دن بعد سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مائی کا جنازہ پڑھایا''۔ یہ وہ باتیں ہیں جو مسجد کی طہارت اور صفائی سے وابستہ ہیں۔

Marfat.com

انما یعمروا مسجد اللہ من امن باللہ ......ان اللہ عندہ ا جر عظیم

تو ارشاد یہ فرمایا کہ اللہ کریم کی مسجدوں کو تو وہی تعمیر کرتے ہیں اور آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی سے ڈرتے نہیں، ایسے لوگ ہی ہدایت یافتہ ہیں، ان کا ایک اور یہ اعتراض ہوا کرتا تھا کہ باہر سے جو حاجی آتے ہیں انہیں ہم پانی پلاتے ہیں اور کعبہ مقدسہ کو آباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو پھر آخر مسلمانوں میں اور ہم میں فرق کیا ہے، ہم بھی تو یہ نیکی کا کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر جو لوگ ایمان لاتے ہیں، قیامت کو مانتے ہیں، راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ان کے برابر نہیں ہو سکتے، یہ تو ظالم ہیں، اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ راستہ نہیں دکھایا کرتا، جو لوگ ایمان لائے ہیں، ہجرت کی ہے، راہ خدا میں جہاد کیا ہے اور جہاد دو چیزوں سے کیا ہے، اپنا مال بھی راہ خدا میں قربان کیا ہے اور اپنی جانوں کا نذرانہ بھی راہ خدا میں پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بہت ہی بلند درجے ہیں، اور یہی کامیاب لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے رحمت کی اور رضامندی کی، اور ایسے باغات کی کہ جن میں دائمی نعمتیں ہیں اور یہ لوگ وہاں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم ہے، اللہ تعالیٰ کی رضامندی اسلام میں سب سے بنیادی شے ہے، اللہ تعالیٰ راضی ہے تو کسی اور کی ناراضگی آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی، لہذا اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَابَآءَكُمْ

اے ایماندارو اپنے باپ دادے کو

وَإِخْوَٰنَكُمْ أَوْلِيَآءَ إِنِ ٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْكُفْرَ عَلَى ٱلْإِيمَـٰنِ ۚ

اور اپنے بھائیوں کو اپنا ساتھی مت سمجھو، اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیتے ہوں

وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ﴿۲۳﴾ قُلْ إِن

تم میں سے جو بھی ان کو اپنا دوست سمجھے گا، ایسے لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔ محبوب فرما دیجئے اگر

كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ

تمہارے آباؤ اجداد، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری برادریاں

وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَـٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَـٰكِنُ

اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندے کا تمہیں خوف رہتا ہے اور وہ گھر

تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ

جنہیں تم بہت پسند کرتے ہو یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور جہاد سے

فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى

راہ خدا میں زیادہ محبوب ہوں تو پھر تم انتظار کرو، اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے گا، اللہ تعالیٰ کبھی راستہ نہیں دکھاتا

ٱلْقَوْمَ ٱلْفَـٰسِقِينَ ﴿۲۴﴾

فاسق قوم کو

Marfat.com

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباءکم وابناء کم اولیاء۔۔۔۔۔۔

واللہ لا یھدی القوم الفسقین

ارشاد ہوا کہ تمہارے باپ دادے ہوں تمہارے بھائی ہوں اگر یہ ایمان کو کمزور سمجھیں اور کفر کو ترجیح دیں تو ان سے تمہاری دوستی نہیں چل سکتی، انہیں تم نے چھوڑ دینا ہوگا، کیونکہ اس کے بعد اگر ان سے کوئی دوستی کرے گا تو وہ ظالم ہے۔ اب مسلمانوں کو درس دیا جارہا ہے، اگر تمہارے باپ دادے، تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری برادری پھر تمہارے مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے مندے کا تمہیں خوف رہتا ہے اور تمہارے شاندار مکانات جن میں تم رہتے ہو اور یہ تمہیں بڑے پسند ہیں، اگر یہ ایک طرف ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ السلام ہوں اور راہ خدا میں جہاد ہو تم ان تین چیزوں کو چھوڑ کے اوپر والی ان دنیوی چیزوں سے زیادہ محبت کرنے لگ جاؤ تو پھر ٹھہر جاؤ اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا، یہ تو فسق ہے اور فاسق قوم کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا، اب یہاں دو تین باتیں ہم نے کہنی ہیں، ہمارا نظریاتی محاذ دو مقامات پر آ کے کھڑا ہو جاتا ہے، اللہ اور رسول ۔ان دو کو ہم نے کسی انداز سے بھی چھوڑنا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کتاب ہے اور رسول علیہ السلام کی طرف سے ان کے ارشادات ہیں جنہیں آپ حدیث کہتے ہیں۔ یہ دو ہمارے دین کے ماخذ ہیں، اور جب یہ سامنے آتے ہیں تو تیسری چیز جو بے حد ضروری ہے اس پر غور کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اس تیسری چیز یعنی جہاد نے ہمارے اس نظریے کو باقی رکھنا ہے۔ جہاد اور ساری زندگی کی جدوجہد اس نظریے کو بچانے کے لیے جس نظریے کو قرآن وسنت سے آپ نے اخذ کیا ہے وہ نظریہ زندگی ہے، اس نظریے کو صرف اور صرف جہاد ہی بچا سکتا ہے۔ جہاد تعلیم کی دنیا میں، اقتصادیات کی دنیا میں، سیاست کی دنیا میں اور پھر جب ان ساری چیزوں کو اکٹھا کر کے آپ ایک حسین معاشرہ، ایک قابل رشک ملک بنا ڈالیں اور اس کا تحفظ آخری جو ہے وہ ہو، تو یہ تحفظ صرف اور صرف آپ کی قوت سے ہی ہوگا، اگر آپ قوت کو استعمال نہیں کرتے یا اس طرف بات بڑھتی نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا نظریہ لوگ بہت جلد اپنے پاؤں کے نیچے مسل دیں گے، اور یہاں ہی بات ختم ہو جائے گی، اس مقام پر نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب قوت کی تشریح فرمائی تو آپ نے فرمایا! کہ یہ رمیہ ہے تین دفعہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمیہ کا لفظ بولا، رمیہ ہر اس ہتھیار کو کہتے ہیں جو دور سے پھینکا جا سکے، جناب عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں یہ لفظ نہیں ہے، اسی طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کے کلام میں بھی یہ لفظ نہیں ہے، اس لفظ کو سب سے پہلے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال کیا ہے، اور آپ ؐ گویا ہمیں اشارہ فرما رہے ہیں اس بات کی طرف کہ مستقبل میں انسانی علوم اس نکتے پر جا پہنچیں گے کہ دور سے ہتھیار پھینکے جا سکیں گے، لہذا رمیہ پر پوری توجہ دی جائے، ہائے افسوس جنہیں رمیہ پر توجہ دینے کے لیے کہا گیا تھا وہ

Marfat.com

سوئے رہے اور رمیہ غیروں نے آ کے بنایا، دور مار میزائل ان کے ہاتھوں سے بنے، مسلمان لمبی تان کے سوگیا اور صدیوں سے جب سویا ہوا جاگا تو اقتصادیات پر غیر قبضہ کر چکے تھے، تعلیم ان کی تھی، سیاست ان کی تھی، عدلیہ ان کی تھی، نظام سارے کا سارا مغرب ساری مشرقی دنیا میں پھیلا چکا تھا، اب اس جال سے نکلنے کے لیے جس قسم کے قائد کی ضرورت ہے، پچھلے سو سال سے مسلمان اس قائد کے لیے ترس رہے ہیں، چھوٹی چھوٹی چنگاریاں ابھرتی ہیں تباہی پھیلاتی ہیں پھر خاموش ہو جاتی ہیں، وہ ہمہ گیر انقلاب جو تعلیم کو بدل ڈالے، جو سیاست کو بدل ڈالے جو اقتصادیات کو بدل ڈالے، جو آئین کو بدل ڈالے اور انہیں مسلمان کر دے وہ ابھی دور دور تک نظر نہیں آ رہا، اقبالؒ کو بھی یہی شکائت تھی کہ وہ کہتے تھے:

من کجا نغمہ کجا ساز سخن بہانہ ایست　　　سوئے قطاری کشم ناقہ ء بے زمام را

میں اس شعر و شاعری کی دنیا کا بندہ نہیں ہوں میں کدھر یہ نغمے کدھر یہ شعر و شاعری تو ایک بہانہ ہے اقبال یہ کس بات کا بہانہ ہے ملت کی اونٹنی جو باگ تڑا کے بھاگ گئی ہے اسے پھر قطار میں لگانے کی کوشش کر رہا ہوں، میں قطار میں لگاؤں گا اور جب اتحاد ہوگا تو پھر لیڈر بھی اللہ تعالیٰ دیدے گا، تو یہ وہ باتیں ہیں جن کے لیے عالم اسلام پچھلے تین سو سالوں سے تڑپ رہا ہے پھڑک رہا ہے۔

ارشاد یہ فرمایا کہ جہاد تمہارے لیے بے حد ضروری ہے تا کہ وہ نظریاتی عمارت قائم رہ سکے، جس نظریاتی عمارت کے لیے تم میدان میں اترے ہو، جہاد کو چھوڑنا نہیں ہے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جہاد میری امت پر فرض ہے جب تک کہ میری امت کا آخری بندہ بھی زندہ ہے''۔ یہ آپ کے نبی کی تعلیم ہے، حضرت خالد ابن ولیدؓ نے ایک معاہدے میں ایک فقرہ لکھا خدا جانے کتنی دیر تک میں اس فقرے کو پڑھتا رہا، آپ نے ارشاد فرمایا! ''کہ ہم اس وقت تک جہاد نہیں چھوڑیں گے جب تک ایک ہونٹ بھی حرکت کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے والا موجود ہوگا''۔ یہ وہ فقرہ ہے جو حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک معاہدے میں ذکر فرمایا تھا، یہاں تک برائت والی آیات ختم ہوگئی ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

ساتھ ایک اور حدیث ملالیں تاکہ وسعت کا پتہ چل سکے، یہ رحمت ہے جو اتنی وسیع کائنات کی تربیت کر رہی ہے، جسے دس ارب سالوں میں روشنی کی رفتار سے چلے پھر بھی اس کو کراس نہیں کر سکتا، یہ صرف رحمت سے اس کی تربیت اور ضرورتیں پوری کر رہا ہے، لیکن سرکار کریم کا ارشاد یہ ہے!''کہ اس ساری کائنات کے لیے صرف ایک رحمت ہے اور باقی جو ننانوے (99) رحمتیں ہیں وہ اللہ کریم نے آخرت کے لیے رکھی ہوئی ہیں۔''

....ان یشاء یذھبکم ایھا الناس....

یہاں آکے انسان کو ڈھارس بندھ جاتی ہے، کہ اللہ کریم بھی رحیم ہے اور رسول اقدس ﷺ بھی رحیم ہیں، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا واسطہ دو رحیموں سے پیش آگیا ہے۔ اگر یہ رحیم نہ ہو تو جس طریقے سے ہم حدوں کو توڑنے کے عادی ہیں ہمارا حشر کیا ہو، لیکن یاد رکھو جب اسے کسی کی احتیاج نہیں ہے، اگر چاہے تو تم سب کو اٹھا لے اس ساری کائنات کو اٹھا لے، اور تمہارے بعد اور لے آئے، کیا تمہیں پتہ نہیں ہے کہ پہلے ایک نسل تھی آج وہ نہیں ہے اور تم ان کی جگہ پر بیٹھے ہو، اگر تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ ایک اور قوم آجائے تمہارے بعد تو چونکہ یہ پہلے ہو چکا ہے کہ کوئی اور تھے اور تم نہیں تھے، آج تم ہو کوئی اور نہیں ہیں، تو وہ بعد میں آسکتے ہیں، جس طرح کہ تم کسی اور کی جگہ آگئے ہو۔

☆☆☆☆☆

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ اللہ کریم نے بے شمار میدانوں میں تمہاری مدد فرمائی ہے

كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ

حنین کا دن یاد کرو جب تمہاری کثرت تمہیں اچھی لگ رہی تھی، لیکن نہ دیا

تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ

اس کثرت نے تمہیں کچھ فائدہ، زمین تمہارے لیے تنگ ہوگئی

بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ

وسیع ہونے کے باوجود، پھر تم پشت پھیر کے بھاگ کھڑے ہوئے، پھر اللہ کریم نے اپنی طرف سے تسکین اتاری

عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا

اپنے رسول علیہ السلام پر بھی اور مومنوں پر بھی، اور ایسی فوجیں بھیجیں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے

وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾

،کافروں کو اللہ کریم نے عذاب دیا، یہ کافروں کی جزا ہے

ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ

۔پھر اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے جس کی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

رَّحِيمٌ ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ

اے ایماندارو! مشرک

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا

ناپاک ہے، وہ اس حرمت والی مسجد کے قریب اس سال کے بعد نہیں آسکتے

Marfat.com

وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ إِن

اگر تمہیں خوف ہے محتاجی کا تو اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا

شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِينَ

یقیناً اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے تم ان لوگوں سے لڑو

لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ

جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور اسے حرام قرار نہیں دیتے جسے حرام قرار دیا ہے

اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے، اور نہ ہی وہ حق کے دین کو اختیار کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دی گئی

الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿۲۹﴾

تم سے پہلے کتاب، اس وقت تک ان سے جنگ لڑو کہ وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے دیں اور اپنے مغلوب ہونے کو تسلیم کر لیں

ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ......وذالک جزاء الکفرین

اللہ کریم نے تمہیں بہت ساری جنگوں میں امداد دی، حنین کا دن یاد کرو اس دن تمہارا خیال تھا کہ ہم بہت سارے ہو گئے ہیں لیکن یہ کثرت کام نہ آئی، زمین وسیع ہونے کے باوجود تنگ ہو گئی، پھر تم پشت پھیر کے پیچھے بھاگے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ؐ پر اور مومنوں پر سکون اتارا، ایسی فوج آئی جس کو تم نے دیکھا نہیں ہے، کافروں پر عذاب ہوا، اور یہی کافروں کی جزا تھی، واقعہ حنین کا مختصر سا خلاصہ میں آپ کے سامنے عرض کر دیتا ہوں۔

واقعہ حنین

مکہ مکرمہ آٹھ ہجری میں فتح ہو گیا، فتح مکہ کے بعد ہوازن کے قبیلوں نے جو تعداد کے حساب سے عرب کے بہت بڑے قبیلے تھے، انہوں نے کہا کہ آج تک تو ہم صبر کرتے رہے کہ یہ قریش کا اپنا مسئلہ ہے ان میں سے ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوا ہے اس لیے وہ آپس میں لڑ رہے ہیں، نبوت کا دعویٰ کرنے والے مکہ چھوڑ کے مدینہ چلے گئے ہیں ان کی آپس کی جنگیں ہیں کبھی بدر میں لڑ رہے ہیں اور کبھی احد کے میدان میں لڑ رہے ہیں، تو ہمیں اس بات سے غرض نہیں ہے، لیکن جو کل مہاجر ہو کے

گئے تھے وہ آج مکہ پر قابض ہو گئے ہیں اور نتیجہ کے طور پر حجاز کا سارا صوبہ ان کی گرفت میں ہے، آج اگر ہم خاموش بیٹھ جاتے ہیں تو کل ہوازن کے سارے علاقے بھی ان کی گرفت میں ہوں گے، لہذا یہ ضروری ہے کہ انہیں کچل دیا جائے، ہوازن مکہ سے صرف تین میل جنوب مغرب کی سمت میں تھا، ان کا خیال یہ تھا کہ آج زیادہ دیر نہ کی جائے، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاعات ملیں تو آپ ہوازن کی طرف بڑھے جب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں سے نکلے تو دس ہزار فوج آپ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے آئی تھی، دو ہزار نوخیز جوان جن کو مسلمان ہوئے دو یا تین دن ہوئے تھے وہ سرکار کریم کی فوج میں شامل ہو گئے، جس کی وجہ سے اسلامی فوج کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی، مسلمانوں کی فوج کی بارہ ہزار تعداد پہلی دفعہ تھی، ان میں سے جو نوخیز لوگ تھے وہ بالکل جذباتی ہو گئے، انہوں نے کہا کہ جب ہم تین سو تیرہ تھے تو اس وقت ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا آج تو ہم بارہ ہزار کی تعداد میں ہیں، ہوازن کو ہم کچل کے رکھ دیں گے، ہوازن کے لوگوں نے بڑی مہارت کا ثبوت دیا، پہاڑی دروں میں کچھ لوگ چھپا کے بیٹھا دیئے، جو بڑے ماہر تیر انداز تھے، وہی رمیہ والی بات آ گئی، مسلمانوں کا ہراول دستہ جو دو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا اور ان کا خیال یہ تھا اور یہ خیال اس وقت بالکل ٹھیک تھا وہ کہتے تھے کہ پچھلے اکیس سال ہم مکے والے اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے اور اسلام کا راستہ روک رہے تھے آج جب اسلام فاتح ہو گیا ہے اور ہم اسلام کی آغوش میں پناہ لے چکے ہیں تو اب ہم اس انداز سے لڑیں گے کہ مستقبل کی تاریخ یہ بات بتا سکے کہ سابقہ جنگوں میں ان لوگوں نے جو قدیم الاسلام ہیں یعنی جنہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کیا ہے اور اسلام کی خدمت کی ہے، تو متاخرین یعنی بعد میں اسلام قبول کرنے والے ہم کام میں ان سے آگے نہ نکل سکے تو پیچھے بھی نہیں رہیں گے، اب اسی جوش میں وہ دو تین ہزار آدمی آگے بڑھ رہے ہیں ان کے ہاتھ میں تلواریں اور نیزے ہیں اب بلندی پر موجود ہوازن کے لوگوں نے ان کو اپنے تیروں کی انیوں پر رکھا تو ان میں سے کسی کی پسلیاں ٹوٹ گئی ہیں کسی کی گردن میں تیر پیوست ہو گیا کسی کے پیٹ میں تیر لگا، تو وہ تین ہزار کی فوج بے تحاشا پیچھے کی طرف بھاگی، اب جب لشکر میں اس انداز سے بھگدڑ مچے تو فوج کی ڈسپلن ساری کی ساری تباہ ہو کے رہ جاتی ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے وہ گزرتے جا رہے ہیں اور بھگدڑ کا انداز یہ ہے کہ کوئی بندہ گھوڑے کو روکنا چاہتا ہے تو اس رو میں گھوڑا پیچھے مڑتا ہی نہیں ہے، اب یہاں نبوت کا امتحان تھا، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے، اسے آپ ایک اکارہ بے تھے، اس کی لگام آپ کے چچازاد بھائی حضرت ابوسفیان بن حارث نے پکڑ رکھی تھی، ابوسفیان نام کے دو بندے ہیں ایک اموی ابوسفیان ہیں اور ایک سرکار کریم کے چچا حضرت حارث کے صاحبزادے ابوسفیان ہیں، اور یہ سرکار کریم کے درباری شاعر بھی ہیں، اور نعت کے میدان میں بہت ہی نفیس شعر کہتے ہیں، میں کوشش کر رہا ہوں کہ قرآن پاک کے اختتام کے قریب قریب میں آپ صحابہ کرام میں سے کچھ کے نثری شاہ پارے اور ان کے قیمتی اشعار جو انہوں نے شان رسول میں کہے ہیں وہ آپ کی خدمت

Marfat.com

میں ضرور پیش کروں گا۔اور آپ کے چچا سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے، میدان جنگ کے اندر کیا انداز ہے غلامی کا، سیدنا صدیقؓ اور سیدنا فاروقؓ آپؐ کے گھوڑے کے آگے آگے چل رہے تھے، اسی طرح کچھ اور قریبی صحابی ہیں جنہوں نے بالکل اپنی جگہ نہیں چھوڑی اور اس مرحلے پر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پر جو شعر مبارک تھا وہ یہ ہے!

"انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب"

اس کا ترجمہ کچھ یوں ہے! ''میں نبی ہوں یہ کوئی جھوٹی بات تو نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

یہ کہتے جا رہے ہیں اور آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے کہا او لوگوں جنہوں نے مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کو پناہ دی ہے تم کدھر جا رہے ہو واپس مڑو، او مہاجرین جنہوں نے اپنا سب کچھ سرکار کریمؐ کے لیے قربان کر دیا تھا تم بھی کدھر جا رہے ہو واپس مڑو، ہر طرف سے لبیک کی آوازیں تھیں اور پروانوں کی طرح وہ واپس آ رہے تھے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وہ گھوڑے جو سرپٹ پیچھے کی طرف دوڑ رہے تھے اور وہ رکے نہیں ہیں تو قدیم الاسلام صحابہ نے ان پر سے چھلانگیں لگا دیں اور سرکار کریمؐ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا، تو قرآن پاک نے یہاں حنین کا ذکر کیا کہ رسولؐ پر اور مومنوں پر اللہ تعالیٰ نے تسکین نازل فرمادی تھی، صرف رسولؐ پر نہیں بلکہ ان مومنوں پر بھی جو آپؐ کے ساتھ تھے ان پر بھی، پھر یہاں وہ فوجیں تھیں جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے، بدر میں بھی فرشتے مدد کے لیے آگئے تھے یہاں بھی مدد کے لیے فرشتے آئے تھے بدر میں سرکار کریمؐ نے ایک مٹھی مٹی کی ڈالی تھی یہاں بھی اسی طرح مٹی کی ایک مٹھی کافروں پر ڈالی، اب کافروں پر عذاب کے بادل ٹوٹ پڑے، کیفیت یہ تھی کہ یہ ہزاروں کے حساب سے قیدی ہو گئے اور جتنا مال غنیمت مسلمانوں کو یہاں ملا ہے اتنا کہیں نہیں ملا۔

ویتوب اللہ علی من یشاء واللہ غفور رحیم

آگے ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد جس کی طرف چاہے گا رجوع فرمائے گا یہ بھی پیشگوئی ہوئی، کہ مستقبل میں انہی کی نسلیں اسلام کی آغوش میں ہوں گی، سرکار کریمؐ یہاں سے آگے بڑھے تو طائف کو جا کے گھیر لیا وہاں تقریباً بیس دن تک آپ نے ان کا محاصرہ کیے رکھا، اور پھر آپؐ نے وہ تاریخ ساز فقرہ ارشاد فرمایا کہ لومڑی اپنے بل میں گھس گئی ہے اب اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے یہ کبھی باہر نہیں نکلے گی، یہ کہہ کے آپؐ نے محاصرہ توڑا جعرانہ کے مقام تک آپؐ نے مال غنیمت تقسیم نہیں فرمایا، وہاں جب آپؐ نے قیام کیا تو پھر مال غنیمت تقسیم کیا، پھر اس کے بعد ہوازن کے بہت سارے لوگ وفد لے آئے جو مسلمان ہو چکے تھے، سرکار کریمؐ نے فرمایا کہ میں نے انتظار کیا کہ تم آجاؤ گے تم آئے نہیں ہو میں نے مال تقسیم کر دیا ہے، اب یہاں دو ہی صورتیں ہیں کہ میں انہیں کہوں کہ یہ تمہیں مال واپس کر دیں یا قیدی واپس کر دیں ان دو باتوں میں سے تم جو چاہتے ہو وہ کر لو، یہ اسلام ہی تھا جس نے پہلی دفعہ قیدی واپس کرنے کا نیا نظام وضع کیا پہلے قیدیوں کو ہمیشہ کے لیے غلام بنا لیا جاتا تھا، تقریباً پانچ یا

Marfat.com

چھ ہزار تو خواتین تھیں لیکن قیدیوں کے آقا کا انداز کیا تھا کہ انہی میں حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ بھی قید ہو کے آئیں، جو سرکار کریمؐ کی رضاعی ماں تھیں، جب سرکار کریمؐ کی نگاہ ان پر پڑی اور ان کے ساتھ وہ **شیما** محترمہ بھی تھیں جن کے ساتھ سرکار کریمؐ نے دودھ پیا تھا، آپ کا رضاعی بھائی نہیں تھا بلکہ رضاعی بہن تھی، عربی میں اس کو **شیماء** پڑھتے ہیں، تو سرکار کریمؐ کا وہ تاریخی انداز کہ آپؐ نے اپنے کندھے مبارک سے اپنی چادر اتاری جسے آپ عام اصطلاح میں کالی کملی کہتے ہیں اسے زمین پر بچھا دیا، حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ کو اس پر بیٹھنے کے لیے آپؐ نے ارشاد فرمایا اور اپنی بہن **شیماء** کو بھی کہا کہ آپ یہاں بیٹھیں ، جب ہوازن کے لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ بہت ہی زیادہ حسن سلوک ہوگا، اس لیے کہ ہمارے اندر وہ خاتون موجود ہے جس کا دودھ مسلمانوں کے پیغمبر نے پیا ہے، اور یہاں ان کی رضاعی بہن بھی موجود ہے، سرکار کریمؐ نے ان کی مزاج پرسی بھی کی، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو اسلامی قانون کہتا ہے اس میں تو میں مداخلت نہیں کروں گا، آپ کے احترام میں اور آپ کی خدمت میں کسی انداز فرق نہیں آئے گا، جب وہ آئے تو انہوں نے یہ بات کہی تو سرکار کریمؐ نے فرمایا چونکہ یہ لوگ اب تقسیم ہو گئے ہیں میں ہاشمی خاندان کی طرف سے جتنے بھی قیدی ہیں انہیں آزاد کرتا ہوں اور مسلمانوں کے سامنے تقریر کر دی، ارشاد فرمایا یہ لوگ آگئے ہیں اور میں نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، اب جو تم چاہتے ہو کر لو، میں کچھ نہیں کہتا، صحابہ کرامؓ کی زبان مبارک پر ایک بات تھی، کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ سرکار کریمؐ کی ملکیت ہے، آپ جس طرح کریں آپ خود مختار ہیں، لیکن جو جنگی قیدی ہمارے پاس آگئے ہیں ان کے ساتھیوں کو آپ کے خاندان نے چھوڑ دیا ہے تو ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دیا جائے، چند لمحوں کے بعد ہزاروں قیدی آزاد ہو چکے تھے، مال غنیمت جب سرکار کریمؐ تقسیم فرما رہے تھے ایسے لوگوں کو جو تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے انہیں زیادہ عطا فرمایا مدینہ طیبہ کے جو نوجوان لڑ کے جنگ میں موجود تھے انہوں نے کہا کہ مرنے اور مارنے کے لیے تو ہم تھے آج جب غنیمت کا مال تقسیم ہونے لگا ہے تو قریش کو زیادہ حصہ ملا ہے، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس انداز سے ان نوجوانوں کی دلجوئی فرمائی ایسی دلجوئی کا طریقہ آپ کو پوری تاریخ میں نہیں ملے گا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ ان کو صرف مال و اسباب ملے اور آپ کو مال کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے مہربان نبی مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ملیں، جسے اللہ تعالیٰ کا مہربان رسول ملے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کیفیت کیا ہوگی، تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ پر اس وقت غشی طاری ہو گئی تھی حضور کریمؐ کا یہ فقرہ سن کے، کہ رسول علیہ السلام نے کہہ دیا ہے کہ تمہیں میں ملا ہوں اور مکہ والوں کو مال دنیا ملا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

یا ایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس......ان اللہ علیم حکیم

ارشادفرمایا! کہ یہ مشرک ناپاک ہیں، ان کا یہ آخری سال ہے اور آج کے بعد انہیں آئندہ سال حج کی اجازت نہیں ہے، اور نہ ہی انہیں کعبے میں داخلے کی اجازت ہے، اب سوال یہ تھا کہ وہ افواہیں پھیلاتے تھے کہ یہ تو ایک قسم کا میلہ ہے ہم آتے ہیں تم لوگ یہاں تجارت کرتے تو بے پناہ پیسے کماتے ہو جب آپ کے رسول نے مکہ میں ہمارا داخلہ بند کر دیا ہے تو یہ تجارت تو گئی، مکہ والوا تمہیں کیا ملا، اس کے جواب میں قرآن پاک نے کہا کہ اگر تمہیں بھوک کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، پھر کائنات نے دیکھا کہ وہی مکہ تھا اور دنیا کی کوئی شے ایسی نہ تھی جو مکہ میں موجود نہ ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کا انداز حکیمانہ ہوتا ہے۔

قتلوو ا الذین لایومنون باللہ....وھم صغرون

تم بھی جنگ لڑو اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والے اور قیامت کا انکار کرنے والے لوگوں سے، تیسرا ان لوگوں سے جنگ لڑو جو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے جو شے حرام کی ہے اسے حرام نہ سمجھنے والے اور حق کے دین کو چھوڑ دینے والے ہیں، وہ اہل کتاب ہیں، یہ آیات بتا رہی ہیں کہ اب مشرکین تو ختم ہو چکے ہیں، اور اب رخ کدھر ہونا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب عیسائیوں سے تمہاری جنگ ہوگی، وہ جنگ ٹلنے والی نہیں ہے، اس کا آغاز موتہ اور تبوک سے ہو گیا تھا وہ سارا پس منظر میں آپ کے سامنے عرض کر چکا ہوں، انہیں تمہاری برتری ماننے کے لیے جزیہ دینا ہوگا، اور اپنی شکست کا اعتراف کرنا ہوگا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آگے آنے والی جنگ کا جزیہ مسلمان وصول کریں گے، جزیہ کیا ہوتا ہے؟ اسلامی حکومت کا ایک ٹیکس ہوتا ہے، یہ کس بات کے لیے ہوتا ہے؟ غیر مسلموں کی حفاظت کے لیے، ایک بات۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کے وہ جنگ تو نہیں کریں گے، چونکہ ان کا نظریہ اور مسلمانوں کا نظریہ الگ الگ ہے، لہذا جنگ سے استثنا جو ہے اس کے لیے یہ جزیہ ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام عموماً اسے تحفظ کا معنی دیتے تھے، یہاں بھی چند معاہدے ہیں جو صحابہ سے منقول ہیں، وہ یہی ہیں کہ اگر ہم تمہارا تحفظ نہیں کر سکیں گے تو پھر تم سے جزیہ وصول نہیں کریں گے، اس کی ایک مثال شمالی اور مشرقی دونوں دنیاؤں میں پیش آئی، حضرت ابوعبیدہ ابن جراح ؓ شام کے بہت زیادہ علاقے پر قابض ہو گئے، کسی جنگی چال کی وجہ سے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا، تو جو جزیہ انہوں نے وصول کیا تھا وہ ان لوگوں کو واپس دے دیا، مشرقی دنیا تستر میں جو ایران کا علاقہ ہے، ہمارے عظیم فاتح حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو پیچھے ہٹنا پڑا، تو انہوں نے بھی جو جزیہ اس علاقے سے وصول کیا تھا وہ سارے کا سارا وہاں کے لوگوں کو واپس

Marfat.com

کر دیا، اور جب یہ نوعیت ہوئی تو ہمیں تاریخ بتاتی ہے کہ جب ان علاقوں سے اسلامی فوج پیچھے ہٹ رہی تھی تو وہاں کے لوگ رو رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ اللہ کریم تمہیں پھر واپس لائے، اس لیے کہ اگر ہمارے اپنوں نے یہ جزیہ وصول کر لیا ہوتا تو وہ ہمیں واپس نہ کرتے یہ ہمارے ماضی کا کردار ہے، اور حال کا کردار کیا ہے، ایک صاحب جو پولیس افسر تھے اور انہیں میں ذاتی طور پر جانتا تھا مجھے کہنے لگے کہ شاہ جی میں فلاں جگہ سے تبدیل کیا جا رہا ہوں یہ مجھے تبدیل نہ کریں اور بے شک مجھے تنخواہ بھی نہ دیں، میں نے اس سے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے تم یہاں سے کیوں نہیں جانا چاہتے ہو، اس نے مجھے جواب دیا کہ یہاں کے لوگ لڑاکے نہیں ہیں لیکن بڑے ہی اصیل لوگ ہیں بس کہنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے جلدی سے دیتے ہیں اور جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں، بحث و تکرار نہیں کرتے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اصیل لوگ مل جائیں تنخواہ بے شک نہ ملے، ایک طرف ہمارا وہ ماضی ہے اور دوسری طرف یہ حال ہے۔ تو یہ وہ بری باتیں ہیں جو اسلام ہم سے دور کرنا چاہتا۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ عُزَيْرٌ ٱبْنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى

یہود نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا

ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ ٱللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَٰهِهِمْ

مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے یہ (بے تکی بات) ان کے مونہوں سے نکلی ہے

يُضَٰهِـُٔونَ قَوْلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَبْلُ قَٰتَلَهُمُ

،وہ پہلے کافروں کی بات کی نقل اتار رہے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ہلاک فرمائے

ٱللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ

کدھر بھٹک رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو بنالیا پروردگار

وَرُهْبَٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلْمَسِيحَ ٱبْنَ

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور مسیح ابن مریم کو بھی

مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَٰهًا وَٰحِدًا

،حالانکہ انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ وہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں

لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

،جس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں ہے، وہ پاک ہے اس سے جسے وہ شریک بناتے ہیں

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَيَأْبَى ٱللَّهُ إِلَّآ

یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھادیں اپنی پھونکوں سے، اور اللہ تعالیٰ انکار فرماتا ہے مگر

Marfat.com

أَن يُتِمَّ نُورَهُۥ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ ٱلَّذِىٓ

یہ کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچادے اگر چہ اس بات کو کافر ناپسند کریں وہی اللہ تعالیٰ ہے

أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ

جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب فرمادے

كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾

اگر چہ مشرکوں کو ناگوار ہو

وقالت الیهود عزیر ابن الله.........قتلهم الله انی یؤفکون

اگلی آیت مقدسہ میں ایک باطل عقیدے کی طرف اشارہ ہے، عیسائیوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ! " **المسیح ابن اللّٰہ** " اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو کہا کہ!"**عزیر ابن اللّٰہ** " تو اب چونکہ اگلا مسئلہ ان لوگوں کے ساتھ پیش آنے والا ہے تو قرآن پاک نے یہاں یہ بات کہہ دی کہ یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، یہ ان کی اپنی زبان کی باتیں ہیں، یہ پہلے کافروں کی باتیں ہیں اور یہ ان کی نقل کر رہے ہیں اور یہ ان کے مشابہ ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں مارے یہ کدھر بہکے پھر رہے ہیں، بھلا اللہ تعالیٰ کی بھی کوئی اولاد ہوتی ہے، یہاں ہمارے مصر کے عظیم مفسر علامہ رشید رضا نے المیار میں بڑی ہی نفیس بات کہی ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ طویل عرصہ سے رہنے کی وجہ سے اور پھر مسلمانوں کے نظریات جو بڑے مدلل ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے بعد اب عیسائی بھی یہ بات کہتے ہیں کہ ہم انہیں حقیقی بیٹا نہیں مانتے گویا وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں اس وجہ سے ہم انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیتے ہیں، اور پھر ابن اور ولد میں فرق ہے کہ ولد حقیقی بیٹا ہوتا ہے اور ہر ہم عمر بچے کو آپ ابن کہہ سکتے ہیں لہذا قرآن پاک نے ہمیں یہ چھوٹ دی ہے، کہ ہم ولد نہیں کہہ رہے بلکہ ابن مان رہے ہیں۔

اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا.....سبحٰنہ عما یشرکون

قرآن پاک نے دوسری بات یہ کہی کہ انہوں نے اپنے ''احبار'' اور ''رھبان'' کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے رب بنالیا ہے، مسیح ابن مریم کو بھی ربّ مانتے ہیں، حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ ایک خدا کو مانیں جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں ہے، وہ ان سب باتوں سے پاک ہے جو انہوں نے شرک کے طور پر اس کے لیے انہوں نے تسلیم کرلی ہیں، اب ان دو لفظوں پر ذرا بحث کرلیں، پہلے لفظ کو آپ حِبر بھی پڑھ سکتے ہیں اور حَبر بھی پڑھ سکتے ہیں، تو چونکہ پہلے دور میں علم والے کے پاس جو قلمیں، دواتیں اور سیاہیاں ہوتی تھیں اس وجہ سے اس علم والے کو اس دور میں حبر کہتے تھے، اس کی جمع احبار ہے اس کا معنی ہوا علماء۔ راہب طارق الدینا کو کہتے ہیں، اس کا معنی ہم یہاں کریں گے کہ اہل اللہ یا اولیاء اللہ۔ تو ایسے جو اس دور میں دو گروہ تھے انہیں بھی تم نے رب بنالیا ہے، اور جناب مسیح علیہ السلام کو بھی آپ نے رب بنایا ہے۔

مشہور عیسائی سخی حاتم طائی کا بیٹا حضرت عدی بن حاتم مسلمان ہوگیا تھا، اس نے سرکار کریمؐ سے سوال کیا کہ حضورؐ میں عیسائی تھا میری بہن بھی عیسائی ہے ہم اپنے ان علماء کو اور اپنے اولیاء کو خدا تو نہیں مانتے تھے، تو قرآن پاک نے یہ جو بات کہی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ حضور کریمؐ نے فرمایا! جس چیز کو اللہ اور اللہ کا رسول حلال کہتے ہیں اسے تم حلال کہتے ہو اس نے کہا ہم اسے حلال کہتے ہیں، اور جسے وہ حرام کہتے ہیں اسے تم حرام کہتے ہو، اس نے کہا جی ہم اسے حرام کہتے ہیں، فرمایا اسی بات کی طرف قرآن پاک نے اشارہ کیا ہے مطلب یہ ہے کہ قانون یا تو اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے رسول کا ہوتا ہے، انہیں حلال اور حرام قرار دینے کا حق نہیں ہے، رہی یہ بات کہ رسول کی نسبت سے تو قرآن پاک نے بے شمار جگہ یہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو بے شمار معاملات میں اپنے ساتھ رکھا ہے، ابھی اوپر یہ فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول سے اگر یہ لوگ تمہیں زیادہ پیارے ہوں، پیچھے یہ کہا ہے کہ جسے اللہ اور اللہ کا رسول حرام قرار دے دیں وہ اسے حرام نہیں سمجھتے، ان دونوں جگہوں پر اللہ کریم نے رسول کریمؐ کو اپنے ساتھ رکھا ہے۔

حدیث شریف میں سرکار کریمؐ نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ! ''جسے میں حرام قرار دوں وہ چیز اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کسی شے کو حرام قرار دیدے''۔

یریدون ان یطفئوا نور اللہ.....ولو کرہ المشرکون

تو اب یہاں یہودیوں کے نظریے کو بیان کر کے فرمایا کہ وہ تو چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے نور خدا کو بجھا دیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کو مکمل کرنے والا ہے، اسے کافر پسند کریں یا نہ کریں، قرآن پاک بھی مکمل ہوگا، مصطفیٰ علیہ السلام کی نبوت بھی پھیلے گی، اس لیے کہ اسی نے اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت کے ساتھ دین حق دے کے بھیجا ہے، تا کہ اسے سب

Marfat.com

قُلْ يٰقَوْمِ ﴿۱۳٤﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ وَمَآ أَنتُم بِمُعْجِزِينَ

یقیناً جس کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے، وہ بات آنے والی ہے، تم اللہ کریم کو اس بات سے عاجز نہیں کر سکتے، فرما دیجئے اے قوم

اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ

تم عمل کرو اپنی جگہ پر میں بھی عمل کر رہا ہوں، تمہیں پتہ چل جائے گا

مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ

کہ اس دنیا میں انجام کس کے پاس آتا ہے، یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے

﴿۱۳۵﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بنا دیا، جو اللہ تعالیٰ نے کھیتی اور جانور پیدا کیے تھے

نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا

ایک حصہ، اور کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ان کے خیال کے مطابق، اور کہنے لگے کہ یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے

فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ

جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں مل سکتا، لیکن

وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ

جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ ان کے شریکوں کو مل سکتا ہے،

سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۱۳٦﴾

بدترین فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں

دینوں پر غالب کردے، خواہ مشرکوں کو یہ بات ناپسند ہو، آپ یہ بات ملاحظہ فرمائیں کہ اسلام کس انداز سے سب دینوں پر غالب آگیا، اس وقت دنیا میں دو ہی قوتیں تھیں، قیصر تھا یا کسریٰ تھا، اور وہی دو نظریے تھے جن کا یہ تحفظ کررہے تھے، سرکار کریم نے اور ان کے خلفاء نے صرف چند سالوں میں یہ ساری قوتیں روند کے رکھ دیں، پھر تاریخ نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ کسریٰ کا قالین جو اس کے محل میں بچھا ہوا تھا وہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے صحن میں پڑا ہوا ہے اور تمام صحابہ یہ سوچ رہے ہیں کہ اس کا کیا کیا جائے، کچھ لوگوں نے رائے دی کہ اسے مسجد نبوی کے اندر بچھا دیا جائے، فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ کافر اس پر بیٹھ کے شرابیں پیتے تھے، لہذا میں اسے مسجد نبوی میں بچھانے کی اجازت نہیں دے سکتا، کچھ صحابہ نے رائے دی کہ اے امیر المؤمنین اسے آپ اپنے گھر میں رکھ لیں تا کہ باہر کے بادشاہ یا ان کے وزیر آپ کو ملیں تو ان پر آپ کا جاہ وجلال اور دبدبہ ظاہر ہو سکے، آپ نے فرمایا کہ اگر اس کی وجہ سے جاہ جلال ہوتا تو یہ کسریٰ کے پاؤں کے نیچے سے کیوں نکل جاتا، اس کی وجہ سے جاہ جلال نہیں ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اسلام کے ساتھ لہذا اس عزت کو پہنچانو ان دنیوی چیزوں سے عزت نہیں ہوتی، مولائے کائنات حضرت حیدر کرارؓ اٹھے انہوں نے فرمایا! یا امیر المؤمنین آپ ایسا کریں کہ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کردیں اور مدینہ کے گھروں میں تقسیم کردیں تا کہ مستقبل کی مائیں اپنے بچوں کو یہ بتا سکیں کہ کسریٰ کی عزت اس طرح ہمارے پاؤں کے نیچے مسلی گئی تھی، اب وہ قوتیں ختم ہوگئیں اور اسلام غالب آگیا، کئی مفسرین اس دور میں آئے جب اسلام مغلوب تھا تو انہوں نے یہ کہا کہ دلائل میں اسلام غالب ہے، یہ بات ٹھیک ہے کہ دلائل میں اسلام غالب ہوگا لیکن ان دلائل کے ساتھ زندگی گزاریں وتب وہ عملاً بھی غالب آسکیں گے، جس طرح صحابہ نے اسے عملاً غالب کردیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ

اے ایماندارو! بہت سے علم والے لوگ اور بہت سے درویش کھاتے ہیں

أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ

باطل طریقے سے لوگوں کا مال اور راہ خدا سے روکتے ہیں

وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا

،وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو اکٹھا کر کے رکھتے ہیں اسے خرچ نہیں کرتے

فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ

راہ خدا میں انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجیے، جس دن اس سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا

عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ

پھر داغ دیے جائیں گے ان کے ماتھے، ان کے پہلو

وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمْ

اور ان کی پشتیں اسی سے، یہ ہے تمہارا اکٹھا کیا ہوا اپنی جانوں کے لیے خزانہ، تم چکھو اس کا ذائقہ جو تم

تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾ خزانہ جمع کرتے تھے

یا ایھا الذین امنوا ان کثیرا.... فبشرھم بعذاب علیم

یہود کے جو مذہبی رہنما تھے ان کی بڑی عجیب کیفیت تھی، حدیث پاک میں یہ بات آتی ہے، کہ مختلف لوگوں کو مختلف قیمت پر وہ جنت بیچا کرتے تھے، کہتے تھے کہ اگر آپ نے جنت خریدنی ہے تو اتنے پیسے دیدیں، وہ راہب اور پادری جنت دینے کے لیے ان سے پیسے لے لیتے تھے، ایک تو ان کی یہ عادت تھی، دوسری عادت یہ تھی کہ کوئی بات مسلم ہے تورات میں یا ان کے مذہب میں تو اس بات کو توڑنا ہے، اس توڑنے کے لیے وہ علمی چکر ڈال کے اور ان لوگوں سے پیسے وصول کر کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام

Marfat.com

کرتے رہتے تھے، یہ ان کی اکثر عادت تھی، اور اس عادت نے صرف اہل علم شامل نہیں تھے وہ لوگ بھی جو تارک الدنیا تھے اور جنہیں وہ اپنی زبان میں راہب کہتے تھے، اور آج بھی انہیں راہب ہی کہا جاتا ہے، وہ لوگ گویا الگ تھے یعنی گوشہ نشین تھے لیکن ان لوگوں سے پیسے وصول کرنے میں وہ علمائے سود سے پیچھے نہیں تھے، تو یہاں اسلام نے ان دونوں پر شدت سے تنقید کی ہے، کہ روحانی قائد ہوتا ہے فقیر اور درویش، اور علمی قائد ہوتا ہے عالم دین۔ اگر یہ دونوں ہی بگڑ جائیں تو معاشرہ کدھر جائے گا، ان کی اس بات پر شدید تنقید کر کے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا کہ مسلمانوں میں سے جو اہل علم ہیں وہ یا وہ جو اصحاب تصوف ہیں ان لوگوں کو قطعاً یہ انداز نہیں اپنانا چاہیے، جو انداز ان لوگوں کا ہے۔ یہ تو راہ خدا سے لوگوں کو تاویلدتِ فاسدہ کر کر کے روکتے ہیں۔

.....والذین یکنیزون الذھب والفضۃ ....

ان کی عادت یہ ہے کہ سونا چاندی اکٹھی کرتے ہیں اور راہ خدا میں پھر خرچ نہیں کرتے۔ تو جو اس طریقے سے کرتا ہے اس کے لیے دردناک عذاب کی بشارت ہے، یہ وہ عادت تھی جو پہلے دور کے یہودیوں اور عیسائیوں میں موجود تھی، اسلام نے شدت سے اسے روکا، اسلام کی ابتدائی تاریخ اگر آپ دیکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے، بخاری روایت کرنے والے لوگوں کو آپ دیکھیں **صحاح ستہ** روایت کرنے والے لوگوں کو آپ دیکھیں، وہ سارے کے سارے لوگ تعلیمی وقت کے بعد چھوٹے چھوٹے کام کرتے تھے اور ان کاموں کی محنت کا جو معاوضہ ملتا تھا، اسے اپنے لیے خرچ کرتے اور سارے کا سارا تعلیمی کام وہ مفت کرتے تھے، یہ اسلام کی پہلی چند صدیوں میں مسلسل بات رہی، آپ نے ان راویوں کی روایات کو دیکھا ہوگا کہ روایت کے آخر پر لکھا ہوگا کہ یہ بزاز تھا کسی کی تحریر کے آخر پر لکھا ہوگا یہ تیل بیچا کرتے تھے، کسی کی تحریر کے آخر پر لکھا ہوگا یہ جوتے بنانے کا کام کیا کرتے تھے، یہ بالکل چھوٹے کام جنہیں آج ہم بڑا حقیر سمجھتے ہیں، ان عظیم لوگوں کے یہ پیشے تھے، جو بخاری اور مسلم جیسی عظیم کتابوں کے مصنف تھے، پھر ان میں سے جو صوفیا تھے ان کا تو طریقہ ہی نرالہ تھا، راستے سے جا رہے ہیں کسی سے پوچھا کہ کیا آپ کو مزدور چاہیے آگے سے جواب ملا جی مزدور چاہیے، کتنا کام کرانا ہے جی اتنا کام کرانا ہے، میں اتنا زیادہ کام تو نہیں کر سکتا، میں تو اتنی دیر کام کروں گا آپ کتنے پیسے دیں گے اس آدمی نے اس دور کے مطابق کہا کہ میں آپ کو اس کا ایک درہم دوں گا، اس نے کہا کہ میں کام کرنے کے وقت میں تقریباً آدھے گھنٹے کا اضافہ کر دوں گا تا کہ آپ یہ محسوس نہ کریں کہ میں کم کام کر رہا ہوں اور مزدوری زیادہ لے رہا ہوں، اس کے بعد اس صوفی نے درہم لے لینا ہے اور پھر وہاں سے آگے کی منزل کی طرف چلے جانا ہے، چونکہ آگے کی منزل پر پہنچنے کے لیے انہیں اتنا کافی ہے چونکہ وہ صوفی لوگ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے، اس سے زیادہ اگر ان کے پاس پیسے ہوتے تو وہ اسے ذخیرہ اندوزی کہتے تھے۔ یہ ہمارے ماضی کے اولیاء ہیں، جن کا یہ انداز تھا اب

انہوں نے اس آیت سے ڈرتے ہوئے زندگی کا یہ انداز اپنایا، تو قرآن پاک نے کہا جو لوگ بلا وجہ مال و دولت اکٹھی کر کے بیٹھ جاتے ہیں اسے معاشرے میں پھیلنے نہیں دیتے، اسے عام طور پر عربی اسلامی قانون میں احتکار کہا جاتا ہے، مثلاً ضرورت سے زائد غلے کو روک لینا، کپڑے کو روک لینا، پیسے کو روک لینا، عوام کی استعمال کی چیزوں کو اس بنیاد پر روک لینا کہ ذخیرہ اندوزی ہوگی تو بعد میں زیادہ منافع ملے گا، اس وقت ہم یہ ذخیرہ کی ہوئی چیزیں فروخت کر دیں گے۔ یہ ساری صورتیں اسلامی تجارت میں ناجائز ہیں۔

یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنم ......فذوقوا ماکنتم تکنزون

قرآن پاک نے دھمکی یہ دی کہ جہنم کی آگ میں یہی تمہارے ذخیرہ کیے ہوئے سونا اور چاندی گرم کر کے تمہاری گردنوں میں ڈال دیا جائیں گے۔ ان کے چہرے ان کے پہلو اور ان کی پشتیں ان سے داغ دیئے جائیں گی، اور کہا یہ جائے گا کہ یہ وہ دولت ہے جو تم نے دنیا میں اکٹھی کر رکھی تھی، تا کہ یہ معاشرے میں پھیل کے اقتصادی دنیا کو معتدل نہ رکھ سکے، میں ایک چھوٹی سے بات کہتا ہوں کہ آپ جدید معاشیات کو دیکھیں تو اس ساری کا خلاصہ یہ ہوگا کہ جو ذرائع رسد ہیں انہیں محدود نہ کیا جائے، وہ معاشرے میں پھیلتے رہیں، تا کہ خرچ جس طریقے سے معاشرے کو درکار ہے اس میں کسی انداز سے خلا پیدا نہ ہو جس طرح یہاں پچھلے دنوں ہمارے ہاں آٹے کے سلسلے میں ایک مصنوعی بحران پیدا کر دیا گیا تھا، اب اس بحران کے پیچھے یا تو کچھ مفسد لوگ تھے جنہوں نے جان بوجھ کے یہ بحران پیدا کیا، یا وہ ناتجربہ کار لوگ تھے کہ سیاست کی تبدیلی کی وجہ سے اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ناتجربہ کار لوگوں کو خراب کیا گیا۔ تو اس قسم کے جو رسد کے ذرائع ہوتے ہیں انہیں بند کر دینا یا قوم کو ایسی مصیبتوں میں مبتلا کر دینا اسلامی نکتہ نگاہ سے یہ بے حد ناجائز بات ہے، یہی دولت وہ ہے جو قیامت کے دن آپ کو بے حد خراب کرے گی، انہیں پھر کہا جائے گا کہ یہ تمہارا خزانہ ہے کنز ہے۔ کنز کا یہاں خاص طور پر خیال رکھا جائے، یعنی وہ پیسہ جس کی زکوۃ نہ دی جائے وہ کنز ہے، وہ مال و دولت جس کی زکوۃ دیدی جائے ائمہ کرام کے نزدیک وہ کنز نہیں ہے، اور پھر جب وہ زکوۃ دیدی گئی ہے تو پھر اس سزا کا اس پر استحقاق نہیں ہوتا، حدیث میں سرکار کریمؐ نے اس کی بڑی تفصیل سے وضاحت فرمائی ہے، قرآن پاک نے یہاں صرف سونے اور چاندی کی بات کی ہے، سرکار کریمؐ نے ارشاد فرمایا کسی آدمی نے جانوروں کی زکوۃ دینی تھی اور نہیں دی تو وہ وہاں قیامت کے دن گرا پڑا ہوگا، جانور اپنے سموں کے نیچے اسے بار بار روند کے گزر رہے ہوں گے، اسے سینگ مار رہے ہوں گے، اسلامی نکتہ نگاہ سے سونا، چاندی پر زکوۃ لگنے کے ساتھ ساتھ ان جانوروں پر بھی زکوۃ لگتی ہے جو سال کا زیادہ عرصہ چراگاہوں میں چرتے ہیں اگر آپ کے گھر جانور ہیں اور انہیں آپ نے گھر میں چارہ ڈالنا ہے اور ان گھر والے جانوروں کی تعداد ایک ہزار بھی ہو جائے اور یہ تجارت کے لیے نہیں ہیں تو ان پر زکوۃ نہیں ہوگی۔ اگر یہ تجارت کے لیے ہیں تو پھر ان پر زکوۃ ہوگی، زکوۃ ان پر ہوتی

Marfat.com

ہے جو چرنے کے لیے باہر جاتے ہیں، ان کے لیے پھر تعداد ہے بھینسیں اور گائے ان کی ایک تعداد ہے بکریوں کی ایک تعداد ہے، گھوڑوں کی ایک تعداد ہے، کیونکہ اب ہمارے معاشرے کی وہ بات نہیں رہ گئی ہمارے جانور باہر نہیں چرا کرتے، گھر چارہ دیا جاتا ہے، بلوچستان میں ابھی کچھ حالات ایسے ہیں اسی طرح سندھ کے کچھ حصے میں ایسے حالات ہیں کہ ان علاقوں کے جانور باہر چرتے ہیں، اسی طرح عرب کے کچھ صحراؤں میں یہ بات باقی ہے، تو جس جس کی زکوۃ ہے وہ نکل جائے تو وہ کنز نہیں رہتا، کنز اس مال کو کہتے ہیں جو اکٹھا کر دیا جائے اور قدیم دور کی طرح زمین کھود کرا سے دفن کر دیا جائے، ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر یہ مال سات زمینیں بھی کھود کر دفن کر دیا جائے اور اس کی زکوۃ دیدی ہے تو پھر وہ کنز نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثۡنَا عَشَرَ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ مہینے

شَهۡرٗا فِي كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوۡمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ

ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں، جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

مِنۡهَآ أَرۡبَعَةٌ حُرُمٞۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلۡقَيِّمُۚ فَلَا تَظۡلِمُواْ فِيهِنَّ

ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، یہ دین ہے سیدھا تم اس بارے میں اپنی جانوں پر زیادتی نہ کرو

أَنفُسَكُمۡۚ وَقَٰتِلُواْ ٱلۡمُشۡرِكِينَ كَآفَّةٗ كَمَا

تم مشرکوں سے لڑائی کرو مل کے، جس طرح

يُقَٰتِلُونَكُمۡ كَآفَّةٗۚ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلۡمُتَّقِينَ ﴿۳۶﴾

وہ مل کے تمہارے ساتھ لڑائی کرتے ہیں، اور جان لو اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے

إِنَّمَا ٱلنَّسِيٓءُ زِيَادَةٞ فِي ٱلۡكُفۡرِۖ يُضَلُّ بِهِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ

مہینے کا اپنی جگہ سے آگے پیچھے ہٹا دینا یہ کفر میں اور زیادہ زیادتی ہے، اللہ تعالیٰ سے گمراہ کرتا اس سے لوگوں کو جو کافر ہیں

يُحِلُّونَهُۥ عَامٗا وَيُحَرِّمُونَهُۥ عَامٗا لِّيُوَاطِـُٔواْ عِدَّةَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ

وہ ایک سال اسے حلال سمجھتے ہیں دوسرے سال اسے حرام قرار دیتے ہیں، تاکہ پوری کرلیں گنتی جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے،

فَيُحِلُّواْ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُۚ زُيِّنَ لَهُمۡ سُوٓءُ أَعۡمَٰلِهِمۡۗ وَٱللَّهُ

پھر وہ حلال کرتے ہیں اس کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار فرمایا ہے، ان کے برے اعمال ان کے لیے مزین کردیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ

لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴿۳۷﴾ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا

Marfat.com

ان عدة الشهور عند الله ...ان الله مع المتقين

یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ ایک اور عجیب عادت جو عربوں کی تھی، سال کے مہینے تو بارہ ہیں، وہ کرتے یہ تھے کہ حج ایسے موسم میں آنا چاہیے جب شدید گرمی نہ ہو، ایک مہینے کا وہ اضافہ کر لیتے تھے اور اس اضافے کی وجہ سے کہہ دیتے کہ حج اس دفعہ فلاں مہینے میں ہوگا، بتیس سالوں کے بعد وہ پھر اپنے اصل موقع پر ہی ذوالحج کے موقع پر آتا تھا، انہوں نے اس کی سکیم ہی ایسی بنا رکھی تھی کہ بتیس سال کے بعد حج پھر اپنے اصلی مہینے یعنی ذوالحج کے مہینے میں آتا تھا۔ جس سال رحمت عالم علیہ السلام نے حج مبارک فرمایا ہے اس سال ان کے حساب کے مطابق حج اپنے اصلی مہینے میں اور اصلی دنوں میں تھا۔ ہذا قرآن پاک نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا اس نے مہینے بارہ ہی رکھے تھے، یہ جو تم نے اس میں تیرویں مہینے کا اضافہ کر لیا ہے وہ کتاب مبین میں نہیں تھا، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، جو یہ ہیں رجب، ذیقعد، ذوالحج اور محرم۔ فرمایا یہی تو دین قیم ہے، درست دین یہی ہے جو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، ان چار مہینوں میں اپنی جانوں پر زیادتی نہ کرو، کہ ان چار مہینوں کو اپنی جگہ سے ہٹا کے ان کی حرمت ختم کردو، کافروں سے تم بھی ہر حال اجتماعی انداز سے جنگ لڑو، جس طرح وہ تم سے اجتماعی انداز سے جنگ لڑتے ہیں، اس سے ضمنی طور پر ایک بات نکلی جو قرآن پاک نے کہی اور جس پر ہم نے بڑے طویل عرصے تک غور نہیں کیا وہ یہ کہ پوری قوم جنگ لڑتی ہے، اس میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ صرف فوجی جنگ لڑیں اور اس میں عوام شریک نہ ہو تو وہ جنگ شکست کا پیش خیمہ ہوتی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ مذاہب جو آسمانی ہیں ان میں سے سب سے پہلے یہ بات کس نے کہی ہے، تو **"کافة"** کا معنی میرا مترجم کہہ رہا ہے "ہر حال میں" میرے نزدیک یہ ترجمہ ٹھیک نہیں ہے، اس کا معنی ہوتا ہے "پوری کی پوری قوم" بحیثیت قوم تم نے جنگ لڑنی ہے، اس کا اصلی اور لفظی معنی یہ ہے کہ "روک دینے والی"۔ مطلب یہ ہے کہ جب پوری قوم جنگ میں اترے گی تو دشمن جنگ سے باز آجائے گا، لہذا یہ ضروری ہے کہ پوری قوم اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ میدان جہاد میں اترے۔ اس میں خواتین بھی شامل ہوں، بچے، بوڑھے اور نوجوان سب جنگ میں شامل ہوں، بحیثیت قوم۔ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور اقدس میں اسلامی جنگ اسی انداز کی ہوتی تھی، کہ پوری قوم جنگ میں شریک ہے، تو ارشاد فرمایا کہ کافر پوری قوت کے ساتھ تمہارے ساتھ ٹکراتے ہیں لہذا تمہیں بھی پوری قوت مجتمع کر کے میدان میں آنا چاہیے، کافر کے پاس تقویٰ نہیں ہے، تمہارے پاس تقویٰ ہے، اور جس کے پاس تقویٰ ہوتا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

Marfat.com

انما النسیء زیادة فی الکفر...واللہ لا یهدی القوم الکفرین

جب وہ مہینے کو آگے پیچھے کر دیتے تھے تو عربی زبان میں اسے نسی ء کہتے ہیں، فرمایا یہ جو نسی ء ہے یہ تو کفر میں زیادتی ہے، یہ کافرانہ کام ہے، اور اکثر وہ کرتے یہ تھے کہ رجب کو اپنی جگہ سے ہٹاتے تھے جب وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو کہتے تھے کہ اگلے تین مہینے تو اکٹھے آتے ہیں یہ ایک مہینہ حرمت والا الگ آ گیا ہے لہذا اسے اپنی جگہ سے سرکانا بڑا آسان ہے، وہ کہہ دیتے تھے کہ ہم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ جو رجب ہے اس کا نام شعبان ہے، اگلے سال اس کا نام رجب ہو جائے گا۔ تو یہی وہ انداز تھا جو وہ کر کے باقی مہینیوں کو بھی اپنی جگہ سے وہ ہٹا دیتے تھے، ان مہینوں کے ناموں میں بھی بڑا لمبا مسئلہ ہے کہ رجب کو رجب کیوں کہتے ہیں شعبان کو شعبان کیوں کہتے ہیں کسی فارغ وقت میں اس پر وضاحت سے بات ہوگی، انگریزی مہینوں کے نام مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کے نام سے منسوب ہیں، آج بھی ان انگریزی مہینوں کے ناموں کے ساتھ شرک بھرا پڑا ہے، یہ نام یونان والوں نے رکھے تھے، اور اسی انداز سے پھر یہ انگریزی لٹریچر میں منتقل ہو گئے۔

یہ کافرانہ طریقہ ہے اور اسی طریقے سے کافر گمراہ ہوتے ہیں، ایک سال وہ ایک مہینے کو حرمت والا قرار دے دیتے تھے اور دوسرے سال اس کی جگہ تبدیل کر دیا کرتے تھے، وہ ان بارہ مہینوں کی گنتی کو پورا تو کر لیتے ہیں لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے وہ حلال کر دیتے اور جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اسے وہ حرام قرار دے دیتے، مثلاً شعبان اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال ہے اسے انہوں نے حرمت والے مہینوں میں شمار کر لیا، یہ بدعملی ان کے سامنے مزین ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ عمل جو کسی شریعت کے عمل کو توڑ دیتا ہے وہ عمل نہیں بے عملی یا بدعملی ہے، کافر قوم کو اللہ تعالیٰ راستہ نہیں دکھاتا، اب مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ کسی دور میں بھی کفر کے مقابلے میں سستی نہیں دکھانی ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے ایماندارو!

اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ

تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں تیار ہو کے نکلو تو تم بوجھل ہو کے گرتے ہو

اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ

زمین کی طرف، کیا تم دنیا کی زندگی پر آخرت کے بدلے میں راضی ہو گئے ہو

فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۳۸﴾

دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے

اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا

اگر تم کفر کے مقابلے میں نہیں نکلو گے اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا، تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا

غَیْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَیْـًٔا ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

تم اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ

قادر ہے۔ اگر تم محبوب علیہ السلام کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی تھی، جب نکال دیا تھا کافروں نے انہیں

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ

اپنے شہر سے، وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب

یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ

وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے آپ مغموم نہ ہوں، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ نے اتارا

Marfat.com

اَللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا

اپنا سکون ان پر، اور ایسی فوج سے تائید فرمائی جسے تم نے مسلمانوں نہیں دیکھا

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا کلمہ جو کافر ہیں پست کر دیا

وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۴۰﴾

اور اللہ تعالیٰ کی بات اونچی ہو کے رہے گی اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

تم نکلو ہلکے پھلکے ہو یا بوجھل ہو اور اپنے مالوں اور جانوں سے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾

راہ خدا میں جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو

یا ایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا .... فما متاع الحیوة فی الآخرة الا قلیل

ارشاد فرمایا کہ اے ایماندارو! تمہیں ہو کیا گیا ہے، جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں نکلو تو بوجھل بن کے زمین پر بیٹھتے ہو کیا یہ دنیا کی زندگی تمہیں اتنی عزیز ہوگئی ہے کہ آخرت تمہیں بھول گئی ہے، تو آخرت کے مقابلے میں یہ دنیوی زندگی بالکل قلیل ہے، آپ تھوڑی سی توجہ فرمائیں کہ برزخی دنیا میں پہنچ کے جس زندگی کا آغاز ہونا ہے اس نے کبھی ختم نہیں ہونا، اب اسے نہ ہزار سال سے ناپا جا سکتا ہے نہ لاکھ سے نہ کروڑ سے، کیوں کہ اس نے کبھی بھی ختم نہیں ہونا ہے۔ اس کے مقابلے میں یہ دنیوی محدودی زندگی ہے، جو اس ظاہری دنیا میں ہم نے گزارنی ہے، اس زندگی کا موازنہ کر لیں کہ اس ایک گھنٹے کی زندگی کے ساتھ نسبت جو ہے اس ایک گھنٹے کے کام اس ساری زندگی کے مقابلے میں رکھے جائیں تو آپ سمجھیں گے کہ یہ تو ایک خواب ہے، جب ستر یا اسی سال کی زندگی کو ارب ہا سال کے ساتھ رکھا جائے تو پھر بھی وہی بات ہوگی کہ یہ زندگی تو ہے ہی کوئی نہیں، تو ارشاد فرمایا کہ آخرت کے مقابلے میں یہ قلیل ہے، آگے قرآن پاک خود یہ کہتا ہے کہ قیامت کے دن جب یہ پوچھا جائے گا کہ دنیا میں تم کتنا

Marfat.com

انما توعدون لات .....ساء ما یحکمون

اگر آپ اس کائنات کا سائنسی نظر سے مشاہدہ کریں تو اس آیت کا ایک اور انداز ہے، دیکھیں زمین ایک سیارہ ہے، اس کا قطر سنٹر سے صرف 25 ہزار میل ہے، اس کے اوپر اگر ایک مکھی مرجائے تو مکھی کے لیے تو قیامت آگئی لیکن آپ پر اس کے وجود کا کیا اثر ہوا، کچھ بھی اثر نہیں ہوا، اسی طرح وہ کائنات جسے آپ دس ارب سالوں میں کراس نہیں کر سکتے، اس میں خدا جانے کتنی قیامتیں گزر جاتی ہیں مختلف وجودوں پر، مختلف قوموں پر، مختلف زمین کے ٹکڑوں پر، آسمان کے مختلف ٹکڑوں پر، تو یہ کائنات ختم نہیں ہوتی ایک جاتا ہے اس کی جگہ ایک اور آجاتا ہے، یاد رکھو کہ یہ وسیع وعریض کائنات ایک دن ختم ہو جائے گی، جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جارہا ہے وہ بات آرہی ہے، تم کہو کہ یہ دنیا آباد ہے اسے ہم غیر آباد نہیں ہونے دیں گے، تم اپنی بساط کو دیکھ لو کہ تمہاری علمی بساط کیا ہے، تمہاری قوت کی بساط کیا ہے، تمہاری وسعتیں کہاں تک ہیں، تم اس وسیع کائنات کے اندر ایک چھوٹا سا پرزہ ہو، اس کائنات کو تم باقی نہیں رکھ سکتے، یہ ختم ہو جائے گی، کتنا بلیغ ان نظریات پر طنز ہے جو نظریات کہتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی، یہ دو قومیں تھیں، جو شدومد سے یہ بات کہتی تھیں کہ قیامت نہیں آئے گی، ان میں سے ایک تو قدیم یونانی تھے جن کے اردگرد سارا قدیم فلسفہ گھوم رہا ہے، اور ان کے معروف لوگوں کے نام آج بھی ہم جانتے ہیں، یہ ارسطو ہے یہ افلاطون ہے، یہ سقراط ہے یہ بقراط ہے یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے، اور دوسری طرف ہندو تھے، جو یہ کہتے تھے کہ آواگون کا فلسفہ ہے کہ یہاں ہی تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن یہ کائنات ختم نہیں ہوگی، یہ ابدی ہے، اس نے ختم نہیں ہونا، قرآن کریم نے آکے اس نظریے پر ضرب لگائی، آج جدید سائنس کہہ رہی ہے کہ مختلف کائناتیں چشم زدن میں تباہ ہو جاتی ہیں، اور جو قومیں بہت زیادہ قوت والی ہیں وہ دیکھ رہی ہیں کہ ایک سیارہ ہے لیکن وہ سیارہ دفعتاً اپنی ساری دنیا کے ساتھ بڑے ہی تھوڑے سے وقت میں تباہ ہو گیا مٹ گیا، اس سیارے کی قیامت تو آگئی، اب ایک اور سیارہ اس انداز سے ختم ہو جاتا ہے ہم روزانہ رات کو دیکھتے ہیں، کہ سیارہ ٹوٹ پڑا ہے، اور فضا کی رگڑ سے وہ ریزہ ریزہ ہو گیا ہے، اور اس کے ریزہ ریزہ ہونے میں چند لمحوں سے زیادہ وقت نہیں لگا، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پس پشت کوئی ایسی طاقت ہے جو اس سارے نظام کو ایک مخصوص انداز سے چلا رہی ہے، اور وہ طاقت کہہ رہی ہے کہ **"ان ما توعدون لاتٍ"** جس کا تمہیں وعدہ دیا جارہا ہے وہ بات آرہی ہے، تورات نے کہا آرہی ہے، انجیل نے کہا آرہی ہے، لیکن یہودی فلسفی نے کہا نہیں آئے گی، عیسائی فلسفی نے کہا نہیں آئے گی، مسلمان فلسفی وہ تھا جس نے یہ کہہ دیا سر جھکا کے اس نے آنا ہے، اگر ہم سے دو چار گمراہ ایسے تھے جنہوں نے فلسفیانہ انداز سے موشگافیاں کیں مثلاً ابن رشد ہے یا اسی قماش کے چند اور فلسفی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اسلام کا اجتماعی نظریہ تھا، یہ اسلام کا اجتماعی نظریہ نہیں ہے، اسلام کہتا ہے کہ یہ نظام ایک دن ختم

Marfat.com

عرصہ رہے ہو، تو جواب ہوگا کہ ایک یا دو دن یا ایک دن سے بھی تھوڑا عرصہ گزرا ہے، جو بندے سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے قبر میں پڑے ہیں ان کو قبر میں پڑے ہوئے کتنا طویل عرصہ گزر گیا ہے، اور ابھی تک قیامت تو نہیں آئی ہے، قیامت کے آنے تک یہ ظاہری دنیا کی جو زندگی تھی قیامت کے بعد والی زندگی کے مقابلے میں اس کی حیثیت کیا ہوگی، پھر وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہم تو وہاں ایک ساعت ہی رہ کے آئے ہیں۔

الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما...... واللہ علیٰ کل شئی قدیر

یہ بات یاد رکھو کہ اگر تم راہ جہاد کو چھوڑ دو گے، تو دردناک عذاب میں مبتلا ہو گے، اور تمہاری جگہ کوئی اور قوم آ جائے گی، اور تم اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے، اس لیے کہ ایک انداز فطرت ہے اس انداز کو چھوڑ دینے کے نتائج ہمیشہ ایک جیسے ہی نکلتے ہیں، اب راہ خدا میں تم نے ساری زندگی جد و جہد کرنی ہے، ورنہ تمہاری جگہ کوئی اور آ جائے گا، آپ گزشتہ چند صدیوں کی تاریخ دیکھ لیں کہ جب مسلمان راہ جہاد سے ہٹے تو مغرب کی وہ قومیں جو کسی شمار و قطار میں نہیں تھیں، فرانسیسیوں کی شکل میں، ڈچوں کی شکل میں، انگریزوں کی شکل میں ساری مشرقی دنیا یعنی افریقہ کے معروف علاقوں اور ایشیاء کے سارے علاقوں پر چھا گئے، پھر ہم پر کافی عرصہ غلامی مسلط رہی، کتنی ذلتوں سے ہمیں گزرنا پڑا، ہمارے اقتصادی نظام کو بدل دیا گیا، قانونی نظام کو بدل دیا گیا، ہمارے تعلیمی نظام کو بدل دیا گیا، ہماری سیاست کو بدل دیا گیا، اب وہ یہاں سے چلے گئے ہیں ہم نام سے تو [illegible] ہیں کیا ہم نے ان کے دیئے ہوئے تعلیمی نظام کو تبدیل کر کے اسلام کے تعلیمی نظام کو اپنے ملک میں رائج کیا ہے؟ کیا ہم نے اپنا سیاسی نظام تبدیل کیا ہے؟ کیا ہم نے اپنے اقتصادی نظام کو، قانونی نظام کو اور فوجی نظام کو اسلام کے مطابق تبدیل کیا ہے؟ اگر تبدیل نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ابھی تک مکمل طور پر آزاد نہیں ہوئے ہیں، جب آپ کے جسم پر قانون انگریز کا چل رہا ہو، آپ کے بنکوں میں مالیات کا نظام انگریز کا چل رہا ہو، آپ کا تعلیمی نظام انگریز کا عطا کردہ ہو تو کیا یہ ذہنی غلامی نہیں ہے؟ کیا یہ اقتصادی غلامی نہیں ہے؟ تو ابھی عالم اسلام کو اپنا تشخص قائم کرنے کے لیے کتنا سارا وقت اور انتظار کرنا پڑے گا، میرے حاضرین چونکہ لکھے پڑھے لوگ ہیں لیکن جس تعلیم سے آپ گزر کے آئے ہیں، اس تعلیم سے آپ پوچھئے اس نے آپ کی اخلاقی تربیت کی ہے؟ اس [illegible] آپ کی اسلامی انداز سے سیاسی تربیت کی ہے؟ اس نے مالی انداز سے آپ کی تربیت کی ہے؟ اگر نہیں کی تو یہ تعلیم زندگی کے صرف چند سال گزارنے کے لیے ہے اور وہ بھی اس انداز سے جو مغرب یہاں چھوڑ گیا ہے۔ اقبال نے بجا فرمایا تھا کہ جب تک اس نظام کو اکھاڑ کے پھینک نہیں دیا جاتا اس وقت تک علم و فقر کی باتیں کرنا بے معنی حقیقت ہے جس سے جلدی دامن چھڑا لینا چاہیے، تو اب ہم اسی عذاب میں مبتلا ہیں، جو قومیں اپنا تشخص چھوڑ دیتی ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ ...... وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم

Marfat.com

لیکن ایک بات یاد رکھو تمہارے درمیان محبوبؐ موجود ہیں، یہ انہیں تبوک کی طرف اور تم ساتھ نہ دو تو کیا خیال ہے کہ ان کی مدد اللہ تعالیٰ بھی چھوڑ دے گا، تم اگر مدد نہیں کرو گے تو اللہ کریم نے تو پہلے بھی ان کی مدد کی، اور آگے اس کی ایک مثال ارشاد فرمائی، کافروں نے انہیں مکہ مکرمہ سے نکال دیا تھا اور وہ صرف دو تھے، پھر وہ غار میں پہنچے جب غار میں گئے، مکہ سے نکلے غار میں پہنچے اس غار کو غارِ ثور کہا جاتا ہے، اس غار تک پہنچنے کا راستہ بڑا دشوار گزار ہے، کیفیت یہ تھی کہ رات کا اندھیرا تھا، شیعہ روایات میں یہ بات موجود ہے اور یہ بات امام حسن عسکریؒ کی تفسیر میں ہے اور یہ تفسیر شیعہ برادری میں بڑی معتبر سمجھی جاتی ہے، اسے تفسیر حسن عسکری کہتے ہیں، اس میں یہ الفاظ ہیں!" **امرک ان تستصحب ابا بکر**" ٥ اللہ تعالیٰ نے محبوبؐ آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ اس سفر میں ابوبکر کو ساتھ لے کے جانا ہے، یہ سیدنا حسن عسکریؒ فرماتے ہیں، تو اب نبی کریمؐ انہیں رات کی تاریکی میں اپنے ساتھ لے کے چلتے ہیں، سرکار کریمؐ کے وہ ساتھ ہیں، پھر حضور کریمؐ کو ابوبکر صدیقؓ اپنے کندھے پر بٹھا لیتے ہیں، تین میل کے فاصلے تک انہیں اپنے کندھے پر بٹھا کے لے گئے تھے، کہ کوئی کھوجی پیچھے کھرا نہ لے لے، اور اس وقت ابوبکر صدیقؓ اپنا پاؤں بھی زمین پر پورا ٹیک نہیں رہے تھے، صرف پاؤں کے اگلے حصے پر وہ چل رہے تھے اس طرح چلنا انتہائی مشکل ہوتا ہے، سرکار کریمؐ کو اس غار تک لے گئے، اس سلسلے میں شیعہ تفسیروں میں بھی تفصیل سے بات آتی ہے، علامہ باذل ایرانی حملہ حیدری میں لکھتے ہیں!''ہجرت کے لیے ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر تیار ہو کے بیٹھے تھے، اس لیے کہ سرکار کریمؐ نے آپ کو پہلے ہی اطلاع کر دی تھی''۔ اب یہ کہنا کہ سرکار کریمؐ انہیں ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے اور وہ زبردستی ساتھ چل پڑے، مسئلہ یہ تھا کہ وہ باہر کوئی انعام لینے تو نہیں جا رہے تھے یہ جان جوکھوں کا کام تھا اور مکہ سارے کا سارا سرکار کریمؐ کے خون کا پیاسا بیٹھا تھا، اب وہی ساتھ جائے گا جس نے جان اپنی ہتھیلی پر رکھی ہوئی ہے، اور وہ صرف اور صرف صدیق اکبرؓ ہی ہو سکتے ہیں، کوئی عام آدمی سرکار کریمؐ کے ساتھ چل ہی نہیں سکتا، جب وہاں پہنچے تو پھر غار کے اندر چلے گئے، اس غار کے اندر داخل ہونے کے سارے واقعات بخاری جیسی صحیح کتاب میں موجود ہیں، صدیق وہاں پہنچے تو عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ مجھے اجازت دیں گے، میں غار میں پہلے جاؤں اور جا کے چیک کروں کہ اندر کوئی ایسی شے نہ ہو جو آپ کو اذیت دے پھر آپ اس غار کے اندر داخل ہوئے، پھر صدیق اکبرؓ نے اس غار کے تمام سوراخوں کو اپنی چادر کو پھاڑ پھاڑ کے بند کر دیا، ہماری تمام روایات میں چادر کا ذکر ہے، شیعہ روایات میں کوٹ کا ذکر ہے، تمام روایات کا خلاصہ ایک ہی ہے کہ صدیق اکبرؓ نے سب سے پہلے تمام سوراخوں کو بند کیا اور پھر بند کرنے کے بعد ایک ایسی جگہ بیٹھ گئے جہاں ایک سوراخ کو بند کرنے کے لیے کپڑا باقی نہیں بچا تھا اس سوراخ کو بند کرنے کے لیے اس کے آگے اپنے پاؤں کی ایڑی رکھ دی، یہ بخاری کے الفاظ ہیں جن کا میں ترجمہ کر رہا ہوں، اب سرکار کریمؐ کو اندر آنے کی دعوت دی، رحمت عالمؐ پھر غار کے اندر تشریف لے گئے، پھر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے محبوب دوست صدیق اکبرؓ کی گود میں اپنا سر مبارک

Marfat.com

رکھ کے سو گئے، اندھیری رات ہے، اس سونے کو تاریخ نے عجیب انداز سے ذکر کیا ہے، حضرت عمر فاروق ؓ سے پوچھتے ہیں اور عمر فاروق ؓ بھی کوئی عام سے انسان نہیں ہیں، آپ نے اپنے دور خلافت میں چالیس ہزار مساجد تعمیر کرائیں پھر ان میں سے ہر مسجد اسلامی یونیورسٹی کا کام کر رہی تھی، اور ان چالیس ہزار مساجد نے اسلامی نظریات کی وہ بنیاد کھڑی کی کہ آج تک انہی بنیادوں پر اسلام چل رہا ہے، اس سلسلے میں سب سے زیادہ جو حصہ ہے اسلامی تاریخ میں وہ حضرت عمر فاروق ؓ کا ہے، انہوں نے فکری بنیادیں کھڑی کر دیں، اور یہی عمر ؓ کیا کہہ رہے ہیں، میری ساری زندگی کی نیکیاں ابوبکر صدیق ؓ لے لیں اور یہ غار ثور والی رات مجھے دیدیں، یا وہ ایک دن مجھے دیدیں، وہ دن کون سا ہے جس دن سرکار کریم اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں تو امت کو اس دن صدیق اکبر ؓ نے جس انداز سے سنبھالا ہے، وہ عظمت والا دن مجھے دے دیں۔ یہ رات اس لیے کہ بالکل تنہائی ہے، سرکار کریم کے ساتھ صرف صدیق اکبر ؓ ہیں، یہ سفر بے حد اہم سفر ہے، اگر آپ اس بات کا گہرے انداز سے مطالعہ کریں گے تو آپ کو اسلامی تاریخ میں تین سفر ایسے ملیں گے جنہوں نے اپنے اپنے انداز سے اسلامی تاریخ کو بدل کے رکھ دیا ہے، اس کائنات میں جو بھی رہنمائی ہے جو بھی بہار ہے اس کا تعلق اس سفر ہجرت سے ہے، آپ ہجرت کر کے مدینہ میں گئے وہاں اسلامی سٹیٹ قائم ہوئی اور پھر اس سٹیٹ نے اسلام کی سارے انوار پوری دنیا میں پھیلا دیئے، لہذا اس چمن میں جتنی بہاریں اس کائنات کے اندر انسانیت پر نازل ہوئی ہیں یا نازل ہو رہی ہیں یا قیامت تک نازل ہوں گی، ان کے ڈانڈے اسی سفر ہجرت کے ساتھ جا کے مل جاتے ہیں، بس یہ فقرے کافی ہیں۔

اب دوسرا جو سفر ہے تاریخ اسلام کا اور تاریخ انسانیت کا وہ سفر وہ والا ہے جب فاروق اعظم ؓ نے بیت المقدس کی چابیاں لینے کے لیے مدینے سے نکلے ہیں یہودی اور عیسائی علماء کی طلب پر۔ کس انداز سے فاروق اعظم ؓ نکلے ہیں کسریٰ تباہ ہو رہا ہے قیصر کے بہت سارے علاقے اس کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں، لہذا فاروق اعظم ؓ کے دشمن صرف عرب میں موجود نہیں ہیں، قیصر بھی دشمن ہے اور کسریٰ بھی دشمن ہے، ان کے ساتھ باڈی گارڈ ہیں جی نہیں، صرف ایک غلام ہے، جو کا آٹا ساتھ ہے، کھانے کے لیے صرف جو کے ستو اپنے سفر میں ساتھ رکھ لیے ہیں، اور چھوٹی سی چکی ساتھ رکھ لی ہے، جہاں بھی رات آتی ہے، چکی زمین پر رکھ لیتے ہیں، ایک دن فاروق اعظم ؓ جو پیستے ہیں ایک دن غلام پیستا ہے، راستہ چلتے ہیں تو اسے تین فرسخ کا فاصلہ رکھا گیا ہے آپ آسانی کے لیے تین میل سمجھ لیں، کہ تین میل امیر المؤمنین اونٹ پر سوار ہوں گے غلام اونٹ کی باگ پکڑے گا، اگلے تین میل امیر المؤمنین باگ پکڑیں گے اور غلام اونٹ پر سفر کرے گا، اس انداز کا سفر تاریخ انسانی میں نبی کی بات چھوڑ کے کسی اور کا ہو تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ مجھے دکھایا جائے، اب فاروق اعظم ؓ وہاں جاتے ہیں اتفاق کی بات ہے کہ جب بیت المقدس میں داخل ہونا ہے تو اس وقت فاروق اعظم ؓ کی باری ہے باگ پکڑ کے چلنے کی، غلام نے بار بار کہا کہ یہ بیت المقدس آ گیا ہے میں

پیدل چلتا ہوں اور آپ اونٹ پر سوار ہو جائیں فاروق اعظمؓ نے کہا کہ میں نے تمہارے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے میں اسے توڑ نہیں سکتا، جو معاہدہ توڑ دیتا ہے وہ اچھا بندہ نہیں ہوتا، حضرت ابوعبیدہ ابن جراحؓ جو اس فوج کے جرنیل ہیں جو اس وقت بیت المقدس کے اردگرد گھیرا ڈالے ہوئے بیٹھی ہے وہ آتے ہیں اور آ کے فاروق اعظمؓ سے کہتے ہیں کہ حضرت آپ نے وہاں جا کے بڑے بڑے جید علماء سے ملنا ہے مہربانی فرما کر اپنا لباس بدل لیں، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ انہوں نے جو قیمتی لباس پہنا ہوا ہے اور جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں اگر اس لباس میں کوئی خوبی ہوتی تو وہ شکست خوردہ ہوتے، اور آج مجھے وہ چابیاں دینے کے لیے آمادہ ہوتے، لباس میں عزت نہیں ہے عزت اسلام میں ہے، وہ میں نے پہنا ہوا ہے، غلام کہتا ہے کہ میں نے لباس غور سے دیکھا تو اس پر بارہ چیتھڑے لگے ہوئے تھے، یہ ہمارا ماضی ہے، ربّ کریم کیا چاہتا ہے، ان پادریوں نے کہا کہ ہم نے اپنی سابقہ کتابوں میں آنے والے کی یہ نشانی پڑھی ہے کہ جب وہ آئے گا تو غلام اونٹ پر ہوگا اور اس نے اونٹ کی باگ پکڑی ہوئی ہوگی، اس کی قمیض پر بارہ چیتھڑے لگے ہوئے ہوں گے یہودی اور عیسائی اپنی چھتوں پر کھڑے ہیں جب امیر المومنین اس بے نیازی کے ساتھ اس شہر میں داخل ہوتے ہیں انسانیت کی ہچکی بندھ جاتی ہے اس رنگ میں مسلمانوں کے امیر المومنین کو دیکھ کے، مصطفیٰ رحیم علیہ السلام کے اس شیر کو اس حالت میں دیکھ کے کائنات پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے، چل رہے ہیں تو دل ذکر کر رہا ہے، دماغ ذکر کر رہا ہے، سانس لے رہے ہیں تو اللہ اللہ کی آواز نکل رہی ہے، یہ وہ رہنمائی ہے جو غلامان مصطفیٰ علیہ السلام پر ایک خاص انداز سے طاری رہی ہے اور قیامت تک طاری رہے گی۔ تو یہ فاروق اعظمؓ کہتا ہے کہ کاش وہ صدیق اکبرؓ کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری ہوئی اکیلے والی رات مل جاتی جس رات کو محبوب علیہ السلام کا سر تھا اور صدیق اکبرؓ کی گود تھی، اندھیری رات کی تنہائی تھی مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ماتھا تھا اور صدیق اکبرؓ کی نگاہیں تھیں، کاش مجھے وہ رات مل جائے اور میری ساری زندگی کی نیکیاں صدیق اکبرؓ لے لیں۔

تیسرا سفر وہ ہے جب حکومت اسلام کا راستہ چھوڑ کے استبداد کا راستہ پکڑ لیتی ہے، اور جب یزید اپنی استبدادی قوتوں کے ساتھ اسلام کے سر پر مسلط ہو گیا تھا تو اس وقت اسلام کی سربلندی کے لیے مدینے سے مصطفیٰ علیہ السلام کا نواسہ نکلا تھا، معصوم بچوں کے ساتھ، عصمت مآب خواتین کے ساتھ، اور گلشن مصطفیٰ کو کربلا کی ریت پر آ کے ان حسین پھولوں کو یزید کی استعماریت کی نوچ کی نظر کر دیا تھا، لیکن اسلام کا راستہ چھوڑا نہیں تھا۔ پتہ چلا کہ جب استبدادیت ہو تو حسینیت سامنے آتی ہے، اور جب دنیا کی جابر قوتیں للکاریں تو پھر فاروقیت سامنے آتی ہے، اسلام کے یہ تین عظیم الشان سفر ہیں، جنہوں نے دنیا کی کایا ہی پلٹ کے رکھ دی۔

.....اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا.....

اَب ان تین سفروں کو سامنے رکھیں اور ان میں سے پہلا سفر جو ہے اس میں صدیق اکبرؓ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں، فرماتے ہیں، ہم غار میں تھے میرا خیال تھا کہ اگر کافروں نے جھک کے غار میں دیکھا تو ہم نظر آ جائیں گے، سرکار کریمؐ کو عرض کر رہے ہیں، کہ حضورؐ اگر انہوں نے جھک کے دیکھا تو ہمیں وہ دیکھ لیں گے دشمن تو غار کے دھانے تک پہنچ چکے ہیں، اللہ کریم کے رسولؐ نے فرمایا آپ مغموم نہ ہوں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

آگے ارشاد ربانی ہے کہ ان دو کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے، یہ وہاں کے الفاظ ہیں، یہاں ایک علمی نکتہ عرض کرنا ہے، اس نکتے کو دل میں جگہ دیجئے، کہ ''صاحب'' کا لفظ کسی اور بندے کے لیے ہو تو اسے مضاف کریں اور سرکار کریمؐ کے لیے ضمیر استعمال ہو تو یہ صحابیت کا وہ اونچا مقام ہے، جو کسی بھی اور انسان کے لیے پورے قرآن پاک میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا، آگے لفظ ''حزن'' ہے اس کے لیے میں نے آپ کو ایک نکتہ بتانا ہے، حزن اپنے لیے نہیں ہوتا، اپنے لیے غم ہوتا ہے، اپنے لیے خوف ہوتا ہے، کوئی انسان جو آپ کو بے حد عزیز ہے اس پر جو مصیبت آ رہی ہے اس مصیبت کے لیے آپ جلتے ہیں تو یہ حزن ہے، یہاں سرکار کریمؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ابوبکرؓ ڈر نہیں، یہ نہیں فرمایا کہ غم نہ کھا، ارشاد فرمایا حزن نہ کر۔ کیونکہ حزن اپنے لیے نہیں ہوتا کسی اور کے لیے ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ تو جل رہا ہے میرے لیے تو میرے لیے جل نہیں اس لیے کہ اللہ کریم ہمارے ساتھ ہے۔ ساتھ ہونے کی چار صورتیں ہوتی ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ علمی طور پر آپ کسی کے ساتھ ہیں مثلاً آپ کو پتہ ہے کہ عوام پر یہ کیفیت طاری ہے، یہ علمی معیت ہوتی ہے، وہ حقیقی معیت نہیں ہے، آپ کو پتہ ہے کہ فلاں بندے نے صبح چھ بج کر دس منٹ پر پھانسی لگ جانا ہے، یہ آپ کی علمی معیت ہے اس کے بارے میں، دوسری وہ معیت ہے جو پرہیز گار اور محسن لوگوں کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کی ہوتی ہے، تیسری وہ معیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی اپنے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ہوتی ہے، چوتھی معیت وہ ہے یا وہ ساتھ ہونا ہے جو اللہ اور اللہ کے محبوب خاتم الانبیا، علیہ السلام کی ہے۔ اب یہاں اللہ تعالیٰ کی معیت سرکار کریمؐ کے ساتھ ہے، اسے سرکار کریمؐ نے اپنی ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا!

''کہ میرا اور اللہ تعالیٰ کا ایک ساتھ ہوتا ہے وہ ایسا ساتھ ہے جس میں نہ کوئی فرشتہ ہمارے ساتھ شریک ہوتا ہے نہ کوئی نبی ہمارے ساتھ شریک ہوتا ہے، یا ربّ کریم ہوتا ہے یا میں ہوتا ہوں''۔

یہ وہ خصوصی معیت ہے جو سرکار کریمؐ کو کائنات میں حاصل ہے اور یہ چوتھے درجے پر سب سے اعلیٰ معیت ہے۔ اب سرکار کریمؐ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ ہیں، وہ فرماتے ہیں!''**لاتحزن ان اللہ معنا**'' ابوبکر میرے لیے حزن نہ فرمائیے اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اب یہ نہیں کہا کہ اس معیت میں میں اکیلا ہوں، وہ معیت جس کے لیے سرکار کریمؐ نے خود فرمایا کہ جس کے لیے ابراہیم علیہ السلام بھی میرے ساتھ نہیں ہوتے، میرے ساتھ جبرائیل بھی نہیں ہوتے، وہ معیت ایسی ہے کہ آج صدیق آپ

Marfat.com

میرے ساتھ ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ مقام ہے جس مقام میں صدیق بالکل یکتا اور تنہا کھڑے ہیں پوری کائنات میں، اس معیت اور اس ساتھ میں کوئی کائنات کا فرد شریک نہیں ہے، لہذا مفسرین نے یہ بات کہی **"محمد رسول اللّٰه والذین معه"** کہ اس معہ سے مراد سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہیں وجہ یہ ہے کہ کوئی صحابی کسی وقت ساتھ ہے اور کسی وقت ساتھ نہیں ہے، لیکن صدیق اکبرؓ کا ساتھ اتنا لمبا ہے کہ مسجد میں بھی ساتھ ہیں بدر میں بھی ساتھ ہیں، سفر میں بھی ساتھ ہیں، حضر میں بھی ساتھ ہیں اور ہجرت کا سفر جس میں کوئی بھی ساتھ نہیں ہے اس میں بھی ابوبکر صدیقؓ ہی ساتھ ہیں، آپ کو ایک اور بات، کہتا ہوں کہ سوا دو سال بطور خلیفہ پیچھے رہ جانے کی اور پھر جب اس دنیا سے اٹھتے ہیں اور قبر میں پاس لیٹے ہیں تو قیامت تک وہاں بھی ساتھ ہیں یہ وہ ساتھ ہے جو صدیق اکبرؓ کے علاوہ کسی کو ملا نہیں، لیکن آپ میں سے جو لوگ اللہ اللہ کرنے والے ہیں ان سے خصوصی بات کہتا ہوں کہ جب سرکار کریمؐ یہاں سے چلے گئے تھے اور وہ قبر میں تشریف فرما تھے تو کیا قلب صدیق سے کوئی سرکار کریمؐ کو نکال بھی سکتا تھا، اس دل سے وہ نکل نہیں سکتے تھے، اس لیے کہ اس دل نے مصطفیٰ علیہ السلام کو بسانے کے لیے ہی ساری کوششیں کی تھیں، تو بھلا وہ اس دل سے کیسے نکل سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر سکون طاری کر دیا، کس پر سکون طاری کیا؟ اس ضمیر کو لوگوں نے سمجھا کہ یہ سرکار کریمؐ کے لیے ہے لیکن میری جان یہ بات نہیں ہے، سرکار کریمؐ پر تو ہمیشہ سکون ہوتا تھا، جو سرکار کریمؐ کے لیے جل رہا تھا یہ سکون اس پر نازل ہو رہا تھا، اور ایسی فوجوں سے اپنے پیاروں کی تائید فرمائی کہ اے کائنات کے لوگو تم نے انہیں نہیں دیکھا ہے، اس نے نہیں دیکھا یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ اے لوگو تم نے نہیں دیکھا، صدیق تو دیکھ رہے تھے، اللہ کریم کی بات اونچی ہوگئی، اور کافروں کی بات نیچے چلی گئی، یعنی وہ کچھ بھی نہ کر سکے، اللہ کریم غالب اور حکمت والا ہے۔

انفروا خفافا او ثقالا ......ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

آگے ارشاد فرمانی ہے کہ تم میدان جہاد کے لیے نکلو ہلکے پھلکے ہو کے یا بھاری ہو، ہمارے مفسرین نے اس کے کئی معنی کیے ہیں، ہلکے پھلکے ہو کا مطلب ہے کہ تم پر جوانی کا دور ہے، بھاری ہو کا مطلب ہے کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو تم میں کمزوری آ گئی ہے تم چل پھر نہیں سکتے، اسی طرح ہلکے پھلکے کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا کہ تم فقیر ہو اور بھاری ہو کا مطلب یہ بیان کیا کہ تمہارے پاس دولت ہے، ہلکے پھلکے ہو کا تیسرا مطلب یہ بیان کیا کہ تم سوار ہو اور بھاری ہو کا مطلب یہ بیان کیا کہ تم پیدل چل رہے ہو، اسی طرح ہلکے پھلکے ہو کا مطلب بیان کیا کہ تم صحت یاب ہو اور بھاری ہو کا مطلب بیان کیا کہ تم بیمار ہو، ہلکے پھلکے ہو کہ تم اکیلے ہو اور بھاری ہو کہ تمہارے گھر والے بھی موجود ہیں اور ان کا بوجھ بھی تم پر ہے، یہ ساری باتیں روح المعانی کے مفسر نے بیان کی ہیں، تو ہر حال میں میدان جہاد میں جانا ہے، اپنے مالوں اور جانوں سے راہ خدا میں جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

Marfat.com

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ

اگر وہ مال قریب کا ہوتا یا سفر بھی ہوتا عامیانہ تو یہ آپ کے پیچھے پیچھے بھی چلتے ، لیکن لمبی ہوگئی

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

ان کے لیے تو مسافت ، وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں بھی کھائیں گے کہ اگر یہ ہماری سکت میں ہوتا تو ہم نکلتے

مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٤٢﴾

تمہارے ساتھ ، وہ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں ، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ

اللہ کریم نے اس بات کو ایک طرف کر دیا ، آپ نے انہیں کیوں اجازت دیدی تھی ، یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ کے سامنے

صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ

وہ لوگ جو سچے ہیں ، اور کھل کے سامنے آجاتے جھوٹے بھی ، آپ سے وہ تو اجازت نہیں مانگتے

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

جن کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ہے ، کہ وہ جہاد کریں گے ،

وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿٤٤﴾ اپنے مالوں اور جانو کے ذریعے ، اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو جانتا ہے

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

آپ سے رخصت تو وہ مانگتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں ہے ،

Marfat.com

وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿۴۵﴾

ان کے دلوں میں شک ہے، اور وہ اس شک میں بھٹک رہے ہیں

لو کان عرضا قریبا و سفرا قاصدا.........فھم فی ریبھم یترددون

اب معاملہ یہ ہے کہ تبوک بہت دور ہے، ارشاد ہوا کہ اگر قریب کا کچھ مال ہوتا یا میانہ سا سفر ہوتا تو یہ جو پیچھے رہ گئے ہیں یہ آپ کے ساتھ چل پڑتے، لیکن ان کے لیے یہ مسافت بڑے دور کی تھی، اصل میں صحابہ میں سے تین حضرت ایسے تھے جو کہتے تھے کہ پانچ سات دن فصل کی کٹائی کر کے پھر تیز گھوڑوں پر سوار ہو کے ہم آپ کے ساتھ مل جائیں گے، یعنی ان کے دل میں بدنیتی نہیں تھی خیال یہ تھا، لیکن ایسی بات ہو نہ سکی، یہاں بار باران کا ذکر آئے گا، اب ارشاد ہوا کہ جب آپ واپس آئیں تو یہ دوسرا ذکر منافقین کا ہے، اور وہ کہیں گے کہ ہم میں اگر سکت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ چلتے، یہ تو اپنی جانو کو ہلاک کر رہے ہیں، اللہ کریم جانتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں، محبوبؐ ان لوگوں کو آپ نے اجازت فرمادی اور ان کا جھوٹ اور سچ معلوم ہو جانا چاہیے تھا انہیں اجازت نہیں دینی چاہیے تھی، وہ ہوا یہ کہ کئی لوگ آپؐ کے سامنے عذر کرتے تھے، کہ ہمیں یہ یہ مجبوری ہے یعنی بچے چھوٹے ہیں، بیوی بیمار ہے، والدین ضعیف ہیں وغیرہ وغیرہ جس کی وجہ سے ہم آپ کے ساتھ نہیں جاسکتے، ایسے عذر کرنے والوں کو سرکار کریمؐ اجازت دیدیتے تھے، لیکن جب امتحان اور آزمائش کا وقت ہو تو اجازت نہیں ملنی چاہیے، اب یہاں ایک عربی کا محاورہ ہے اس پر آپ غور فرمالیں، "**عفا اللہ عنک**" میرے نزدیک اس محاورے کا سب سے زیادہ صحیح ترجمہ یہ ہے: "کہ کوئی بات نہیں کوئی بات نہیں" اب جو لفظی ترجمہ ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے۔ ("عفا" معاف کردے۔ "اللہ" اللہ تعالیٰ۔ "عنک" تجھے) یعنی "اللہ تعالیٰ تجھے معاف کردے"۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان سے کوئی قصور ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردے، یہ بات نہیں ہے یہ ترجمہ غلط ہے، اس کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے جو ہمارے عظیم مفسرین نے لکھا ہے کہ عربوں کی ایک عادت تھی کہ اگر یہ سمجھتے کہ یہ بات نہیں ہونی چاہیے تھی اور ہو گئی ہے تو ٹھیک ہوئی ہے، اس مقام پر یہ عزت واحترام کے لیے فقرہ بولا جاتا تھا، اب عزت واحترام کا معنی یہ ہوگا کہ کوئی بات نہیں، البتہ اگر انہیں اجازت نہ دی جاتی تو حالات کھل کے سامنے آجاتے ان کا سچ اور جھوٹ سارے لوگ دیکھ لیتے۔ محبوبؐ دو قسم کے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں وہ آپ سے اجازت لینے نہیں آتے، کہ ہم جہاد پر نہیں جاسکتے، ان متقین کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے، وہی لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں ہے، اور ان کے دلوں میں شک ہے، اور اس شک میں وہ بھٹک رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ اگر نکلنے کا پروگرام ہوتا تو

لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ

اس کے لیے یہ تیاری کرتے، اللہ تعالیٰ کو ان کا اٹھ کے میدان جہاد میں جانا پسند نہیں تھا، اس نے انہیں روک دیا

وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٤٦﴾ لَوْ خَرَجُوا فِيكُم

، اور یہ کہہ دیا گیا کہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ تم بھی بیٹھ جاؤ، اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو

مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ

خرابی میں ہی اضافہ کرتے، تمہارے درمیان ادھر اُدھر دوڑتے اور تلاش کرتے رہتے

الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾

فتنے کی، تمہارے اندران کے جاسوس بھی پھیلے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ظالموں کو جانتا ہے

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ

انہوں نے فتنے کو تو ڈھونڈا تھا اس سے پہلے بھی اور مختلف مشورے بدل بدل کے دیتے تھے پھر

جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿٤٨﴾

حق آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ظاہر ہو گیا، حالانکہ انہیں یہ بات ناپسند تھی

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ

، ان میں سے کچھ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اجازت دیجئے اور ہمیں فتنے میں نہ ڈالیے، سنو وہ تو فتنے میں

سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٤٩﴾

پہلے ہی گر چکے ہیں، اور کافروں کو جہنم گھیرنے والی ہے

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكَ

اگر تمہیں کوئی اچھائی آئے تو انہیں بڑی بری لگتی ہے، تم پر آپڑے

مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا

مصیبت تو وہ کہتے ہیں ہم نے تو اس سے پہلے ہی احتیاط کرلی تھی، وہ مڑ کے جاتے ہیں تو

وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿۵۰﴾ قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ

بڑے خوش ہوتے ہیں۔ محبوب آپ فرمادیں ہمیں صرف وہی بات پہنچے گی جو ہمارے لیے لکھ رکھی ہے

اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۵۱﴾

اللہ تعالیٰ نے، وہ ہمارا کارساز ہے، اللہ تعالیٰ پر ہی مومنوں کا توکل ہے

ولو ارادوا الخروج لاعدوا له عدتا.....و ظهر امر الله وهم كرهون

اگر ان کا پروگرام نکلنے کا ہوتا، تو اس کے لیے یہ تیاری کرتے، اللہ تعالیٰ کو ان کا وہاں لے جانا پسند نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں یہاں روک دیا، کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ تم بھی یہاں بیٹھے رہو، اگر یہ منافق آپ کے ساتھ چل پڑتے تو انہوں نے وہاں کرنا کیا تھا یہ وہاں اور خرابی ہی پیدا کرتے، تمہارے درمیان ادھر اُدھر کی دوڑیں لگتیں کسی کو کچھ کہتے اور کسی کو کچھ کہتے، تاکہ تمہیں فتنے میں مبتلا کردیں، تمہارے اندر ان کے کچھ خبر رکھنے والے جاسوس بھی موجود تھے، وہ پھر بات کو آگے پھیلاتے، تو جب یہ نہ گئے تو ان ساری بری باتوں سے مسلمان فوج کی جان چھوٹ گئی، اللہ تعالیٰ ظالموں کو جانتا ہے، انہوں نے پہلے بھی فتنہ پروری کی تھی، یہ احد کی طرف اشارہ ہے جب تین سو منافق ہٹ کے پیچھے چل پڑے تھے، تو اب یہ پروگرام بار بار بدل کے پیش کرتے ہیں، حق آگیا اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ظاہر ہوگیا یہ ناپسند کر رہے تھے احد کے واقعہ پر بھی۔

ومنهم من يقول ائذن لی .....وعلى الله فليتوكل المومنون

ایک بندہ سرکار کریم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میری بڑی خرابی یہ ہے کہ میں اگر وہاں گیا تو میں خود فتنے میں پڑ جاؤں گا، میں وہاں عجمی عورتوں سے شادی کرلوں گا اور پھر واپس ادھر نہیں آسکوں گا یہ میرے لیے بڑی آزمائش ہوگی۔ قرآن پاک نے ارشاد فرمایا کہ فتنے میں تو وہ پہلے ہی پڑے ہوئے تھے بدعقیدتی سے بڑا اور کیا فتنہ ہوتا ہے، ان کافروں کو جہنم گھیر لے گی۔

محبوب اگر آپ کو کوئی اچھائی ملے تو انہیں بڑی ناگوار گزرتی ہے، مصیبت آئے تو کہتے ہیں دیکھا ہم کتنے عقل مند ہیں ہم اس بات سے پہلے ہی بچ گئے تھے، واپس مڑتے ہیں بڑے خوش ہوتے ہیں، آپ انہیں کہہ دیں جو اللہ کریم نے ہمارے لیے لکھ رکھا ہے وہ ہمیں مل جائے گا، ہمارا کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے، مومنوں کا توکل اسی پر ہے

ہو جائے گا، 1950ء تک مغربی فلسفیوں کی کیفیت یہی تھی اور وہ یہی بات کہہ رہے تھے کہ نظریہ وہی ٹھیک ہے جو ارسطو وغیرہ نے پیش کیا ہے، یا ہندوستان کے بے خدا ہندو فلاسفہ نے پیش کیا ہے، نظریہ وہی ٹھیک ہے، اب 1950ء کے بعد جو جدید ترین سائنسی مفکر ہیں وہ یہ بات کہہ رہے ہیں کہ یہ کائنات چھوٹی سی تھی اور پھیلتی چلی گئی، ابھی یہ پھیل رہی ہے، لیکن اس نے سکڑنا ہے، اس لیے کہ مشاہدہ کہتا ہے کہ جو چیز پہلے پھیلتی ہے پھر بعد میں سکڑ جاتی ہے، اور سکڑ کے اس نے تباہ ہو جانا ہے، 1970ء کے بعد اس پر مغرب کے تجزیہ نگار بار بار سینکڑوں مضامین لکھ چکے ہیں، بیسیوں کتابیں اس پر لکھ چکے ہیں، کہ اس کائنات نے ایک دن ختم ہو جانا ہے، بوعلی ایک بہت بڑا مسلمان فلسفی گزرا ہے، تو ایک سادہ سا بندہ تھا اور وہ شاعر تھا کسی نے کہا کہ شاعر صاحب آپ جو فرمارہے ہیں وہی کچھ بوعلی سینا نے کہا ہے، تو اس نے فی البدیہ کہا کہ اللہ کریم کا شکر ہے کہ میں بھی وہی کہہ رہا ہوں جو بوعلی کہہ رہا ہے، تو جو قرآن پاک نے کہا فلسفی پلٹ کے وہاں آ گیا ہے، سائنس دان پلٹ کے وہاں آ گیا ہے، لیکن قرآن پاک نے تو چھوٹے سے فقرے میں ساری بات کہہ دی کہ ''جس کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے''۔ خواہ تم ماننے والے ہو یا منکر ہو، وہ بات لازماً آنے والی ہے، تم اللہ کریم کو تھکا نہیں سکتے، اسے عاجز نہیں کر سکتے، کہ وہ قیامت قائم نہ کر سکے، یہ تمہارا واہمہ ہے، قیامت آ کے رہے گی، قرآن پاک نے قیامت کا ذکر بڑے بڑے نفیس اندازوں سے کیا ہے، ان نفیس آیتوں میں سے ایک آیت یہ بھی ہے، اور اسے تین طرح کی تاکیدوں سے کیا ہے پہلے 'ان' کہا یہ تاکید کے لیے ہے، پھر آگے 'ل' کہا یہ بھی تاکید کے لیے ہے، ''یقیناً وہ بات جس کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے وہ لازماً آنے والی ہے''۔

...وما انتم بمعجزین....

اگلی بات تاکید کے لیے یہ کہی کہ تم اللہ کریم کو عاجز نہیں کر سکتے، وہ بات ضرور ہوگی، اب اگر اس کے بعد بھی وہ نہیں مانتے تو محبوب کریم آپ انہیں فرما دیں کہ ''اے لوگو! تم اپنی جگہ پر جو عمل کرتے ہو تم بھی کرتے رہو میں بھی کر رہا ہوں''۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ اس دنیا کا انجام کس کے ہاتھ میں جاتا ہے، قرآن پاک نے یہاں ایک ایسی بات کہہ دی کہ مجھ جیسا بے مایہ انسان چاہے تو اس فقرے کی تشریح کم از کم تین چار ہزار صفحات میں پھیلائی جا سکتی ہے، اور اس کا میں صرف یہاں اشارہ کروں گا کہ یہ قرآن پاک کی پیش گوئی ہے یہ بات کسی اور نے نہیں کہی ہے، یہ صرف میں آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ قرآن پاک کی پیش گوئی ہے اور اس نے قیامت تک آنے والے فنون کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔

...قل یا قوم اعملوا علی مکانتکم.....

ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، میں اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں۔ میرے مخاطب صرف تم لوگ نہیں ہو، قیامت تک آنے والے سارے لوگ میرے مخاطب ہیں، تمہیں پتہ چل جائے گا کہ اس دنیا کا انجام کس کے حق میں۔ ہے اب ابو جہل تو مر گیا اسے

Marfat.com

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ

فرمادیجئے تم دو اچھائیوں میں سے ایک کا ہمارے لیے انتظار کر رہے ہو، اور ہم

نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ

اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے پاس سے عذاب دے گا

اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ

یا ہمارے ہاتھوں سے تم پر تکلیف پہنچے گی، ٹھہرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں

اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ

فرمادیجئے تم خرچ کرو خوشی یا ناخوشی تمہاری طرف سے اب کوئی بات قبول نہیں ہوگی، تم بیشک

قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ

ایک فاسق قوم ہو۔ صرف اسی وجہ سے ان کے خرچ قبول نہیں ہوئے

اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ

کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کے منکر ہیں، وہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں

اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

تب بھی بڑی سستی سے، اور جو خرچ کرتے وہ بھی بڑی ناپسندیدگی سے

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

محبوب اُن کے مال اور ان کی اولاد کی کثرت آپ لوگوں کو تعجب میں نہ ڈالے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انہیں عذاب دے

Marfat.com

بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ﴿۵۵﴾

اس کے ذریعے انہیں دنیوی زندگی میں، ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کفر پر ہوں

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ

وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ تمہارے ساتھ ہیں، حالانکہ وہ تمہارے ساتھ نہیں ہیں،

قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَٰرَٰتٍ

لیکن یہ بزدل قوم ہے۔ اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ ملتی، کوئی غار ملتا

أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿۵۷﴾

یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو وہ منہ پھیر لیں گے اس طرف منہ زوری کرتے ہوئے

قل هل تربصون بنا الا احدی الحسنیین....انا معکم متربصون

تمہارا انتظار ہمارے لیے دو باتوں میں سے ایک اچھائی کا ہی ہے، یا تو ہم شہید ہو جائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانی ہے، یا ہم کامیاب ہو جائیں گے ان دو باتوں میں سے ایک بات ہوگی، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں یا تو اللہ تعالیٰ تم پر عذاب ڈال دے گا یا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں مروا دے گا، انتظار کرو تم بھی اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

قل انفقوا طوعا او کرها...انکم کنتم قوما فسقین

اب وہ پیسے خرچ کرتے تھے، کہ کسی طریقے سے اسلام کا راستہ رک جائے ایک تو اس بات کے لیے دوسرا اس بات کے لیے بھی کہ یار یہ واپس آ گئے ہیں کچھ چلیں نذرانہ دے آتے ہیں، تو قرآن پاک نے کہا کہ خوشی یا ناخوشی تم جو بھی پیش کرو گے ہمارے دربار میں اسے قبول نہیں کیا جائے گا، چونکہ تم فاسق لوگ ہو۔

وما منعھم ان تقبل منھم نفقتھم.... لولوا الیه وھم یجمحون

تمہارا نذرانہ کیوں قبول نہیں کیا جائے گا اس کی قرآن پاک نے علت یہ بیان کی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کے انکاری ہیں، تو نماز کے لیے جب اٹھتے ہیں تو بڑی سستی سے اٹھتے ہیں، جو راہ خدا پر خرچ کر رہے ہیں یہ ناپسندیدگی سے خرچ کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ منافق ہیں، اور جو دے رہے ہیں وہ نفاق کے ساتھ دے رہے ہیں، اگر دنیا میں ان کے مال اور اولاد میں کثرت ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ نے عذاب کے لیے ان پر یہ بات مسلط کر رکھی ہے، ان کی جانیں تو اس حال میں ہی نکلیں گی کہ یہ کافر ہوں گے، جب اسلام غالب آ گیا تو قسمیں کھاتے تھے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، بڑے دور دراز کے رشتے آپ کے ساتھ بتاتے تھے، اللہ کریم نے فرمایا کہ یہ تمہارے ہیں ہی نہیں، یہ بزدل لوگ ہیں اب ڈر رہے ہیں کہ مسلمان سمجھ چکے ہیں، اب تو ان کی کیفیت یہ ہے کہ انہیں کوئی پناہ کی جگہ ملے، کوئی غار ملے، یا کوئی گھس جانے کی جگہ مل جائے وہاں یہ رسیاں تڑا کے بھاگ جائیں لیکن یہ مجبور ہیں ان کے لیے ایسی کوئی جگہ نہیں ہے، اس لیے یہ تمہارے پاس آ جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو آپ پر طعنے ڈالتے ہیں

فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا

صدقات کے بارے میں اگر انہیں دے دیا جائے تو راضی ہیں نہ دیا جائے تو وہ

هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ

ناخوش ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ راضی ہوتے جو انہیں اللہ

وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ

اور اللہ کے رسول نے دیا ہے اور وہ کہتے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول اپنے فضل سے دے گا

وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿۵۹﴾ یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں

و منهم من يلمزك فى الصدقات......انا الى الله راغبون

آپ جب خیرات کو تقسیم کرتے ہیں اور صدقات تقسیم کرتے ہیں جو مسلمانوں نے دیئے ہوئے ہوتے ہیں، آپ لوگوں کو دینے لگتے ہیں تو پھر یہ عجیب قسم کے اعتراض کرتے ہیں، اگر کچھ مل جائے تو بڑے راضی ہیں، اگر نہ ملے تو انہیں بڑی ناراضگی ہوتی ہے، اب اللہ کریم نے یہاں ایک قاعدہ بتایا، اگر یہ راضی ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام نے دیا ہے اور کہتے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل دے گا اور رسول اپنا فضل ہمیں دے گا، اب دیکھیں یہاں فضل دینے میں بھی اللہ کریم نے اپنے رسول کو اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے، اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے اس کے ساتھ بھی اللہ کریم نے رسول علیہ السلام کو اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے، تو یہ شرک نہیں ہے، اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی رسول علیہ السلام کو اپنے ساتھ شامل نہ فرماتے، اس کی شرح کرتے ہوئے سرکار کریمؐ نے ارشاد فرمایا! ''اس فلسفے کو یاد رکھو کہ دیتا اللہ ہے اور بانٹتا میں ہوں''۔ بخاری کے بالکل ابتدائی صفحات میں یہ حدیث پاک آتی ہے۔ وہ چیز کیا ہے جو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور آپؐ بانٹتے ہیں اس کی آپ نے تخصیص نہیں فرمائی، اب اسے عام ہی رہنے دیا جائے، کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور رسول علیہ السلام اسے بانٹتے ہیں، اگر یہ لوگ بھی یہ بات کہتے اور کہتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رغبت کرتے ہیں تو بات بن جاتی، اب صدقات پر یہ اعتراض کر رہے ہیں تو آیئے صدقات اور زکوۃ کا مصرف آپ کو بتا دیں۔

Marfat.com

﴿ إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ ﴾ یہ سارے صدقات وزکوۃ تو

لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡعَٰمِلِينَ عَلَيۡهَا وَٱلۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمۡ

فقیروں، مسکینوں اوران کے لیے کام کرنے والے لوگوں اور جن کا دل پرچانا ہے ان کے لیے ہیں

وَفِي ٱلرِّقَابِ وَٱلۡغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِۖ

نیز گردنیں چھڑانے کے لیے ہیں، جو مقروض ہیں ان کے لیے ہے، راہ خدا میں دینے کے لیے ہیں، اسی طرح یہ مسافروں کے لیے ہیں

فَرِيضَةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ ﴿٦٠﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے، اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے

انما الصدقات للفقراء ۔۔۔ واللہ علیم حکیم .

مصارف زکوٰۃ

یہ آیتِ مقدسہ مصرفِ زکوۃ پر عظیم آیت شمار ہوتی ہے، اس سے بے شمار علوم نکلتے ہیں، فرمایا صدقہ، زکوۃ اور جو بھی آپ نے راہ خدا میں دینا ہے وہ ان لوگوں کو دینا ہے، فقیر کو دینا ہے، مسکین کو دینا ہے، فقیر اور مسکین کی شرح یہ کی ہمارے مفسرین نے ،فقیر وہ ہوتا ہے جس کے پاس کچھ تھوڑا بہت مال ہے، مسکین وہ جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، کچھ لوگوں نے اس کا الٹ کیا کہ فقیر وہ جس کے پاس بھی نہیں اور مسکین وہ جس کے پاس کچھ تھوڑا بہت مال ہے، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی شرح یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جسے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ٹھیک ٹھاک ہے یہ نہ راستے پر کھڑا ہو کے مانگتا ہے نہ کوئی اور بات کرتا ہے یعنی خوددار فقیر ،یا وہ جو زکوۃ وصول کرنے کے لیے سرکاری ملازم ہے ان کی تنخواہیں وغیرہ اس سے دی جاسکتی ہیں، اسے **"العاملین علیھا"** یہاں حضرت امام اعظمؒ نے ایک خصوصی احتیاط برتی ہے وہ میں آپ کے سامنے عرض کردیتا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ سید ہے تو اس سے اسے حصہ نہ دیا جائے، امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں وہ سروس کر رہا ہے اس لیے اسے اس سروس کا معاوضہ دیا جاسکتا ہے، یہ سوچوں کا فرق ہے، جن کے دلوں کو آپ نرم کرنا چاہتے ہیں، انہیں بھی دے سکتے ہیں، یہاں تین انداز ہمیں فقہاء نے بتائے ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ بڑے بڑے جو کافر ہوتے تھے ان کے علاقے میں جو مسلمان رہتے ہیں ان کافروں کو

Marfat.com

بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو تنگ نہ کریں، دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کی قبولیت کے لیے دی جائے تاکہ اسلام میں رغبت پیدا ہو کافروں کے لیے، تیسری بات انہوں نے یہ ارشاد فرمائی کہ نو مسلموں کو دی جائے تاکہ وہ دوبارہ کفر کی طرف واپس نہ چلے جائیں، فاروق اعظمؓ نے ایک بات کہی تھی ہمارے کچھ علماء کو کچھ غلط فہمی ہوگئی انہوں نے کہا کہ اب اسلام کو اللہ تعالیٰ نے عزت دے دی ہے لہٰذا اب **مؤلفة القلوب** والی بات نہیں ہوگی، آپ نے صرف اس گروہ کو نکالا تھا جو سرداروں کا گروہ تھا انہیں اس لیے دیا جاتا تھا کہ ان کے ماتحت جو مسلمان ہیں انہیں وہ تنگ نہ کریں، فاروق اعظمؓ نے صرف ان کی طرف اشارہ کیا، اب جنہیں اسلام کی رغبت دینی ہے یا اسلام لے آئے ہیں تو واپس نہ بھاگ جائیں ان کی زکوۃ آج بھی بحال رہے گی، اور اگر مسلمانوں پر ایسی کیفیت طاری ہو جائے کہ کافروں سے انہیں بچانے کے لیے ان کی مالی مدد کرنی ہو تو وہ آج بھی جاری رہے گی، یہ **مؤلفة القلوب** تھے۔

گردنیں چھڑانے میں بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے، یہاں بھی کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، انہوں نے کہا صرف وہ لوگ جنہیں مکاتب بنالیا گیا ہے، آپ ایک اسلامی اصطلاح کو یاد رکھیں اگر غلام کو کہہ دیا جائے کہ چلے جاؤ لیکن واپس رات کو آ کے میرے پاس ہی رہنا ہے آپ دس ہزار روپے کما کے لے آئیں تو آپ آزاد ہیں ایسے بندے کو مکاتب کہا جاتا تھا، ہمارے کچھ فقہاء نے کہا کہ صرف مکاتب کو پیسے دیئے جاسکتے ہیں، یہ بات بھی غلط ہے، غلام کو آزاد کرانے کے لیے زکوۃ کے پیسے دیدینا یہ بالکل جائز ہے اور قیامت تک جائز رہے گا، جو مقروض لوگ ہیں انہیں زکوۃ کے پیسے دیدیں، راہ خدا میں بھی دیدیں، راہ خدا سے مراد جہاد بھی ہے، ہمارے بے شمار مفسرین نے یہ بات کہی کہ دینی ادارے جو صرف مخیر حضرات کے عطیات پر چلتے ہیں وہ سب سے زیادہ مستحق ہیں، کچھ مفسرین نے کہا کہ ساری زکوۃ دینی ہی ان اداروں کو چاہیے، لیکن اس کے ساتھ ان میں فی سبیل اللہ والا تیسرا گروپ بھی ہے، اس پر بھی غور کیا جائے آپ ایسی تنظیمیں قائم کریں جن میں بے شمار لکھے پڑھے لوگ ہوں، اور اسلام کی تبلیغ کے لیے وہ ان علاقوں میں جائیں جہاں کافروں کی زیادہ تعداد آباد ہو، وہاں کافر لوگوں کو اسی طریقے سے ان کا علاج فری کریں، انہیں فری لباس دیں، جس طرح مغربی مشنریز کر رہی ہیں، انہوں نے یہ طریقہ آپ سے سیکھا تھا، لیکن ہم اپنا سبق بھول گئے، اور غیر اس پر عمل کر رہے ہیں، تو اس بات کو بھی جاری رکھنے کے لیے زکوۃ کا پیسہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ المنار میں بے شمار حوالوں سے علامہ رشید رضا نے اس بات پر زور دیا ہے، مسافر ہے اس کے گھر تو مال ہے لیکن سفر میں اس کے پاس مال نہیں ہے، اس مسافر کو بھی زکوۃ کے پیسے دیئے جائیں، فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرض ہے، اللہ تعالیٰ علم بھی رکھتا ہے اور وہ دانائی کی باتیں بھی جانتا ہے۔

☆☆☆☆☆

وَمِنْهُمُ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلنَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ

اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (کریم) کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے فرمائیے وہ سنتا ہے جس میں بھلا

لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ

ہے تمہارا، یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان لوگوں کے لیے

ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ ۚ وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾

جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے

يَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَحَقُّ

(منافق) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی تمہارے سامنے تاکہ خوش کریں تمہیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق

أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا۟ مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟ أَنَّهُۥ

ہے کہ انہیں راضی کریں اگر وہ ایماندار ہیں، کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی

مَن يُحَادِدِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَأَنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدًا فِيهَا ۚ

مخالفت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لیے آتش جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں

ذَٰلِكَ ٱلْخِزْىُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾

یہ بہت بڑی رسوائی ہے

Marfat.com

ومنهم الذین یؤذون النبی....ذلک الخزی العظیم

اگلی آیت میں جو کچھ فرمایا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ کافر ایک بات کہتے تھے سرکار کریمؐ کے خلاف، وہ تو رب العالمین کی وجہ سے بے شمار باتیں برداشت کر جاتے تھے، وہ کہتے تھے کہ یہ کانوں کے کچے ہیں، آپ جو بات کہیں گے وہ مان لیں گے، کچھ لوگوں نے ''ھواذن'' کا مطلب کیا ہے ''کان کا کچا ہونا''۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو سرکار کریمؐ کے چچازاد بھائی تھے، کہ کان کا کچا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بات سن بھی لے اور مان بھی لے۔

اب ہم نے سوچنا ہے کہ ہر وہ بات جس سے اللہ کریم کے رسول علیہ السلام کو اذیت ہوتی ہے، ہر ایسی بات ذریعہء عذاب ہے، اب ایک بندہ ہو نبی کریم کا امتی اور وہ کہے کہ سرکار کریمؐ کو دیوار کے پیچھے کا پتہ بھی نہیں ہے، آپ کسی آدمی کو جو آپ سے تھوڑا زیادہ پڑھا ہوا ہے جتنا بھی پڑھا ہوا ہے، آپ اسے کہہ دیں کہ یہ تو جاہل ہے کیا خیال ہے اس کے آپ کے لیے تاثرات کیا ہوں گے، وہ کہے گا کہ جی ہاں میں جاہل ہوں لیکن میٹرک کے بعد چار سال تک ایک بینچ پر بیٹھ کے دونوں نے بی۔اے کیا ہے، اگر میں جاہل ہوں تو تو بھی جاہل ہے، وہ فوراً یہ بات کہے گا، اب ایک بندہ کہے کہ میں تو جانتا ہوں، قرآن پاک کو بھی جانتا ہوں اور حدیث کو بھی جانتا ہوں البتہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تھا، تو اس علم کو علم نہیں کہتے، یہ وہ جہالت ہے جسے آپ نے سرکار کریمؐ کے خلاف استعمال کر دیا ہے، ایسی باتوں سے اجتناب ضروری ہے، تو جو اللہ تعالیٰ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ محبوبؐ یہ لوگ آج آپ کے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں، تو انہیں یہ یاد ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کو راضی کرنا ضروری نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام اس بات کے حقدار ہیں، کہ انہیں راضی کیا جائے، اگر وہ ایماندار ہیں، کیا انہیں پتہ نہیں ہے کہ جو اللہ اور رسول کے مقابلے میں آجاتا ہے ان سے دشمنی کرتا ہے ایسے بندے کے لیے تو جہنم کی آگ ہے، اس جہنم میں انہوں نے ہمیشہ رہنا ہے، یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ منافق ڈرتے ہیں

أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا

کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو انہیں بتادے کہ منافقوں کے دلوں میں کیا ہے، فرمادیجئے کہ تم مذاق کرلو،

إِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ

جن باتوں سے تم ڈرتے ہو اللہ تعالیٰ انہیں نکالنے والا ہے اگر آپ ان سے پوچھیں

لَيَقُوْلُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو دل لگی اور کھیل میں معروف تھے فرمادیجئے کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات

وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ

اور اس کے رسول سے تم مذاق کرتے ہو؟ آج معذرت نہ کرو تم کفر کی طرف مائل ہو گئے تھے

بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ ۚ إِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً

ایمان کے بعد، اگر تمہارے ایک گروہ کو ہم معاف بھی کر دیں گے، تو دوسرے گروہ کو اس لیے عذاب دیں گے

بِأَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ کیونکہ وہ مجرم تھے

يحذر المنافقون ان تنزل عليهم سورة..... بانهم كانوا مجرمين

ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ ان منافقوں کا کھلے طور پر ذکر بھی فرمارہے ہیں، ان کی مذمت بھی ہو رہی ہے کہ جنہوں نے طویل عرصے تک مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں سے کام لیا تھا، نوعیت یہ تھی کہ مسلمان کئی محاذوں پر بیک وقت مصروف کار تھے، اس مرحلے پر مدینہ طیبہ کے اندر وہ یہ بات نہیں چاہتے تھے، کہ ایک نیا محاذ کھولا جائے، لہذا ایک حد تک مسلمان انہیں برداشت کرتے رہے، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ منافق کون کون ہیں، صحابہ کرام میں سے اکثر لوگ جانتے تھے، ان لوگوں کی عادات منافقین جیسی ہیں، یہ منافق ہیں، اندرون ملک بہت ساری مجبوریاں تھیں، انہیں اس سٹیج پر چھیڑنا مصلحت کے خلاف تھا، انہیں کچھ نہیں کہا گیا، لیکن جب مسلمان تبوک سے پلٹے تو اب کیفیت یہ تھی کہ سرکار علیہ السلام پر کئی احکام وہاں نازل

Marfat.com

ہو چکے تھے، سرکار علیہ السلام نے اب ان لوگوں کو الگ کرنا چاہا تا کہ منافقوں کا نفاق کھل کر سامنے آجائے، اور قوم جان لے کہ یہ ہمارے نہیں ہیں، ان کے لیے اب مدینے کی فضائیں تنگ ہو چکی تھیں، مسلمانوں میں دو گروپ ایسے تھے جنہوں نے بلا ارادہ بڑی کوششوں کے باوجود تبوک کا سفر اختیار نہیں کیا تھا، ان میں سے دس کی ایک جماعت تھی، اور تین کی ایک جماعت تھی، ان کے لیے بھی احکام نازل ہوئے تھے، کہ ان کے ساتھ اب یہ سلوک کرنا ہے ان تین کے لیے کچھ احکام تھے، جو ان آیات میں آرہے ہیں، ان آیات کو آسانی سے سمجھا جاسکے اس لیے میں یہ تمہید عرض کر رہا ہوں، ان کی سزائیں الگ تھیں، کیونکہ وہ مومن تھے، منافقین کے لیے اب حکم یہ تھا، کہ انہیں مسلمان معاشرے سے کاٹ کر الگ کیا جائے، اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہوئی کہ مسجدِ ضرار جلا دی گئی۔ خطبہ جمعۃ المبارک کے دوران سرکار علیہ السلام نے نام لے لے کر فرمایا کہ میری مسجد سے فلاں اٹھ جائے فلاں بھی اٹھ جائے، کیونکہ تم منافق ہو، ان میں ایک نے یہ کوشش کی کہ نہ اٹھوں، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر شدت سے اسے ڈانٹا اور وہاں سے اٹھا دیا یہ پس منظر تھا۔

اب قرآنی آیات کی مدد سے یہ چیزیں ایک ایک کر کے ترتیب لگاتے جائیں گے تا کہ مفہوم اچھے طریقے سے ذہن میں بیٹھ سکے وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جب تک ہم تنہا نہ ہوں مسلمانوں کے اندر بیٹھے ہوں تو کوئی بھی ایسی بات نہ کیا کرو، جو مسلمانوں کے خلاف ہو ایسی بات ہوگی تو کوئی آیت نازل ہو جائے گی، اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ چوراہے میں بھانڈا ٹوٹ جائے گا، تو اللہ کریم نے فرمایا کہ یہ بھی ان کا ایک استہزاء ہے جو وہ مسلمانوں کے خلاف کر رہے ہیں، انہیں مطلع کر دو کہ جس بات کا اندیشہ ہے اب وہ ہو کر رہے گی، یعنی جو باتیں تم کرتے رہے ہو وہ ساری باتیں اب قرآن پاک بیان کر دے گا، اَب جب باز پرس ہوتی تھی تو کہتے کہ نہیں یار! ہم ویسے ہی گپ شپ لگا رہے تھے، قرآنی احکام کے پیشِ نظر ہر معاشرے کو یہ سوچنا ہوتا ہے، کہ جسے آپ گپ شپ سمجھ رہے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ غیبت ہوتی ہو، یا کسی بہتان کے زمرے میں آتی ہو، تو قرآن پاک جو بات ان ڈائریکٹ فرما دیتا ہے، اس پر بھی غور کیا جائے، اور جو ڈائریکٹ منافقوں کو کہی جا رہی ہے اس پر بھی غور کیا جائے، کہ اس سے ہمیں کن کن معاشرتی مرضوں سے بچنا ہے، کہتے تھے کہ ہم تو ویسے ہی کھیل کود میں مصروف تھے، یہ حقیقت نہیں تھی، آپ انہیں بتائیں کہ یہ تمہارے معاشرے کی بات نہیں، ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات ہے دوسری طرف اس کی آیات ہیں تیسری طرف اس کے رسول علیہ السلام ہیں، اب یہ بتاؤ کسی معاشرے کو اس بات کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام اور قرآنی آیات کے خلاف مذاق اڑاتا رہے، اب جب واپس جاؤ گے تو انہوں نے بڑی لمبی کہانیاں شروع کر دینی ہیں، کہ فلاں فلاں وجوہات تھیں۔ میں بیمار تھا، میں چاہتا تھا کہ دو چار دنوں کے بعد آپ سے مل جاؤں گا، لیکن نہیں جاسکا، اس قسم کی وہ بے شمار معذرتیں کریں گے، محبوب! جب وہ معذرتیں کریں تو آپ فرما دیں کہ معذرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ظاہری طور پر تم نے ایمان کا اعلان کیا تھا، اور پھر میری نافرمانی کر کے کافر ہو گئے۔

Marfat.com

تو نہیں پتہ چل سکا، اگلی نسلیں بھی کافروں کی مرگئیں انہیں بھی پتہ نہیں چل سکا، آج سائنس نے تسلیم کرلیا کہ قیامت آئے گی، اور یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ کائنات کے ذرے سے لے کر انسان تک ہر شے کا علم خدا کو حاصل ہے، توحید کا عقیدہ یہی بات بتاتا ہے، اب جب یہ بات ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گیا کہ آج نہیں تو کل اور پھر تم اس کائنات کے اندر مٹی ہونے کے بعد تمہاری روح باقی ہے، اور تم اپنی اس روح کے ذریعے ان تبدیلیوں کو دیکھتے رہو گے، ابوجہل چار یا چھ ہزار سال کے بعد تیرے مشاہدے میں بات آجائے گی، کہ اس کائنات کے سامنے وہی حقائق آ گئے ہیں جو مصطفیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے تھے، اور وہی باتیں واضح ہو گئیں جو قرآن پاک کہتا تھا، اب چونکہ وہ اس کائنات کے اجزاء ہیں جو مر چکے ہیں، ابھی ہم اس ظاہری دنیا میں ہیں جب اس باطنی دنیا میں پہنچیں گے تو ہمیں بھی پتہ چل جائے گا اسی لیے ہمارے محدثین نے ایک بات کی، کہ عام مردہ جو اپنی قبر میں ہوتا ہے سو سال کے بعد کے آگے کے واقعات تو اسے بھی نظر آرہے ہوتے ہیں، اب یہ ساری کی ساری کیفیات جو اس زمین کا حصہ ہیں جو رب کی کائنات کا ایک حصہ ہیں اور روح کے حساب سے وہ باقی ہیں، وہ ان سب کو دیکھتا جا رہا ہے، تو جب دیکھتا ہے تو قیامت بہت دور سے آنے یہ مشاہدات ساری کائنات دیکھتی رہے گی۔

....سوف تعلمون من تکون لہ عاقبۃ الدار....

تو تمہیں پتہ چلے گا کہ آخرت کس کے پاس ہے یہاں ایک اور نکتہ ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔"الـدار" پہ 'ال' عہد خارجی ہے، اس کا مطلب آخرت نہیں ہے یہ دنیا ہے، اور یہی بات اس عظیم عالم پر قربان جاؤں جس کا نام عبداللہ ابن عباسؓ ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہاں الدار سے مراد آخرت کا گھر نہیں ہے یہ دنیا ہے، کہ انجام وہی ہوگا جو قرآن پاک کہتا ہے، اور جو مصطفیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

......انہ لا یفلح الظلمون......

اور یہ یاد رکھو کہ زیادتی کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے، وہ اس چکی میں خود پس جایا کرتے ہیں، اب کافروں کی عادات ہیں جن کا یہاں قرآن پاک نے ذکر کیا، انسان کے بنائے ہوئے نظریات آتے اور تباہ ہوتے رہتے ہیں، اللہ کریم کا نظریہ ہمیشہ قائم رہتا ہے جو رسول کریمؐ کے ذریعے کائنات کو دیا جاتا ہے، فرمایا ان کی عادت یہ ہے کہ کھیتی ہے یا جانور ہیں اس میں اللہ کریم کا ایک حصہ بنا دیتے ہیں کہ یہ اللہ کریم کا حصہ ہے، اور یہ جو باقی حصہ ہے یہ ہمارے شریکوں کا ہے، شریک سے مراد وہی جن وانس ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے یعنی شیاطین۔ اب جو ان کے شریکوں کا ہے وہ اللہ کریم کو نہیں مل سکتا، اور جو اللہ کریم کا ہے وہ ان کے شریکوں کو مل سکے گا، یہ کتنا غلط فیصلہ ہے، اب ہوتا کیا تھا کہ تفاسیر ہمیں بتاتی ہیں کہ وہ جانور جو اللہ کریم کے حصہ کے لیے رکھا تھا وہ سبزہ وغیرہ کھا کے زیادہ صحت منداور موٹا ہو گیا ہے تو پھر کہتے تھے کہ یہ اس بت کو دے دیا جائے اور یہ جو دبلا پتلا

Marfat.com

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ کہ وہ مجرم تھے منافق مرد اور منافق عورتیں

بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور روکتے ہیں

عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۗ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ

نیکی سے، اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت سے دور کردیا

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ

یقیناً منافق ہی فاسق ہیں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

منافق مردوں اور عورتوں اور کافروں سے اس بات کا کہ ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے

فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾

وہ ان کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان پر پھٹکار اتار دی، ان کے لیے دائمی عذاب ہے

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ

جس طرح ان سے پہلے لوگ تھے وہ یقیناً بڑھ کے تھے تم سے قوت اور

اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

مال اولاد میں، انہوں نے اپنے انداز سے اپنے حصے کا فائدہ اٹھایا، تم بھی اپنے حصے کا فائدہ اٹھالو

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ

،جس طرح پہلوں نے اپنے حصوں کا فائدہ اٹھایا تھا تم بھی دنیا میں گھس جاؤ

Marfat.com

كَالَّذِي خَاضُوٓا۟ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا

جیسے وہ گھس گئے تھے، رائیگاں ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کے اعمال دنیا

وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ يَأْتِهِمْ

وآخرت میں وہی خسارا اٹھانے والے ہیں کیاان کے پاس خبر نہیں آئی

نَبَأُ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ

ان لوگوں کی جوان سے پہلے تھے، ھود، عاد اور ثمود کی قوم تھی،

إِبْرَٰهِيمَ وَأَصْحَٰبِ مَدْيَنَ وَٱلْمُؤْتَفِكَٰتِ ۚ أَتَتْهُمْ

اسی طرح قوم ابراہیم علیہ السلام اور مدین والے تھے، اور وہ تھے جن کی بستیاں الٹادی گئی تھیں، ان کے پاس آئے تھے

رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ ۖ فَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن

واضح نشانیاں لے کر رسول، اللہ تعالیٰ نے ان پر زیادتی نہیں فرمائی لیکن

كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٧٠﴾ وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے تھے

المنفقون والمنفقت بعضهم من بعض....ان المنافقين هم الفاسقون

منافق کا جو ظاہری ایمان ہے وہ بھی سامنے آگیا، اور اس کے ساتھ یہ بات آگئی کہ جب ایمان کا اعلان کرنے کے بعد سرکار علیہ السلام کی نافرمانی کی جائے تو یہ کفر ہے، اب ان میں بھی دو گروہ ہیں، ایک وہ تھا جو تابع قسم کا تھا، ارشاد فرمایا کہ اگر ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں گے تو دوسرے گروہ کو اس لیے عذاب دیا جائے گا کہ اصل جرم کے سرغنہ وگ وہ تھے، معلوم ہوا کہ جو لوگ سرکار علیہ السلام کے ساتھ نہیں گئے ہیں یا آپ کے خلاف تحریک چلائی ہے وہ دو حصوں میں تقسیم تھے، ایک جوان کے سرکردہ تھے، اور دوسرے وہ جوان کے تابع مہمل تھے، جن کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر گروہ کے پیچھے ہوتے ہیں، تو پہلے گروہ کو معافی نہیں مل سکے گی، دوسرے کو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف فرمادے، اس کی مرضی ہے لیکن مسلمانوں ایک قاعدہ یاد رکھو کہ

منافق مرد و خواتین یہ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، وہ تمہارے ساتھی نہیں ہیں، ان کا مقصدِ زندگی یہ ہے کہ بدی کا حکم دیتے ہیں، اور نیکی سے روکتے ہیں۔

پھر اگلی بات یہ ہے کہ جب وقتِ جہاد آ جائے تو مسلم معاشرہ کسی افتاد کی نظر ہو جائے، کسی گھر کا کمانے والا مر جائے تو یہ کوئی چیز بھی راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، وہ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے ہیں، دنیا میں محو ہیں سازشوں کے جال بُن رہے ہیں، اللہ کریم نے بھی انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، یہاں یہ ترجمہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھول گیا، یہ اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف ہے، لہذا یہ ترجمہ غلط ہے، ہر فسق و فجور اور بدی کا مرکز یہی منافق لوگ ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کافر کو کھلم کھلا پہنچانتے ہیں، لہذا آپ اس کے داؤ میں نہیں آتے، اور وہ جو اسلام کا نام لے کر مسلمان معاشرے میں گھس جاتا ہے، اور پھر اس کی جڑیں کاٹتا ہے یہ سب سے بڑا فاسق ہے۔

وعد اللہ المنافقین والمنافقات والکفار.... ولھم عذاب مقیم

اب منافق مرد ہوں یا عورتیں یا کافر ہوں فرمایا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے اس میں یہ سدا رہیں گے، وہ آگ ان کے لیے کافی ہوگی۔ مزید کسی عذاب اور چیز کی ضرورت نہیں رہے گی، اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ہے، لعنت کا مطلب ہوتا ہے کسی سے نفرت کے انداز سے دور ہو جانا، میں بلاغت کے حساب سے معنی یوں کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔

کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوۃ.....کانوا انفسھم یظلمون

ان سے پہلے لوگ بھی تھے، وہ قوت میں ان سے زیادہ تھے، یعنی مال و اولاد تھی، جس سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا، تم بھی ان کی طرح فائدہ اٹھالو، تم بھی ان کی طرح دنیا میں گھس جاؤ، تم بھی ان جیسا انداز حیات اپنالو، جو ان کا انداز حیات تھا، جب یہ بات ہے تو پھر ایک بات یاد رکھو کہ دنیا و آخرت میں ان کے اعمال ضائع ہو گئے تھے، تمہارے بھی ضائع ہو جائیں گے، یہ لوگ خسارا پانے والے ہیں، ان سے پہلے بے شمار قومیں گزر گئی ہیں، قرآن پاک کا ایک انداز بیان ہے کہ سابقہ اقوام کا ذکر کر کے امتِ مسلمہ کو عبرت کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ کیا پہلوں کی خبریں ان تک نہیں آئیں؟ نوحؑ، عاد، ثمود، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور مدین والے تھے، مدین والے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہیں، اور وہ ہیں جن کی بستیاں الٹ دی گئیں تھیں، یہ لوط علیہ السلام کی قوم تھی، مختلف ادوار میں اللہ تعالیٰ کے رسولؑ ان کے پاس مختلف نشانیاں لے کر آئے تھے، قرآن پاک کی کئی آیات اس بات کی نفی کرتی ہیں، کہ ان پر زیادتی کی گئی، بلکہ وہ قومیں اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ظلم کی وادیوں میں خود کھو گئے تھے، اور پھر ان کا انجام قانون فطرت کے مطابق ہوا۔

Marfat.com

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ مومن مرد مومن عورتیں ایک دوسرے کے

أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

ساتھی ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، وہ منکر بات سے روکتے ہیں

وَيُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ

،وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالی

وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُولَٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۷۱﴾

اور رسول علیہ السلام کی، ان پر اللہ تعالی کا رحم ہوگا، یقیناً اللہ تعالی غالب حکمت والا ہے

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا

اللہ تعالی نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ فرما رکھا ہے، جن کے نیچے بہہ رہی ہیں

الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا وَمَسَٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّٰتِ عَدْنٍ ۚ

نہریں ،وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے، پاکیزہ رہائش گاہیں ہیں، آبادی کے باغات میں

وَرِضْوَٰنٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۷۲﴾

اور اللہ تعالی کی رضامندی سب سے بڑی بات ہے، یہ عظیم کامیابی ہے

☆☆☆☆☆

والمومنون والمومنات بعضهم اولیاء.... ان الله عزيز حكيم

قرآن پاک پہلی کتاب ہے، جس نے جہاں مردوں کا ذکر کیا ہے وہاں ساتھ عورتوں کا ذکر بھی کیا ہے، یہ قرآن پاک کی شان امتیاز ہے، ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سوال کیا تھا کہ آقا! قرآن پاک میں مذکر کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں، خواتین کے لیے مؤنث کے الفاظ نہیں آتے، تو جواباً بائیسویں (22) پارے کی ابتداء میں جہاں مومن مردوں کی صفات آئیں ساتھ ہی خواتین کی بھی آگئیں، پھر بے شمار مقامات پر ایسا ہی ہوا میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال اللہ تعالیٰ مائی صاحبہ سے خود الھامی انداز سے کروا رہا تھا، تاکہ مسلمان معاشرے نے جس انداز سے آگے چلنا ہے، اور جس طریقے سے علمی دنیا میں تبدیلیاں آنی ہیں ان کے لیے فضا آج ہی ہموار ہو جائے، تاکہ بعد میں جو نئی تحریکیں چلیں اور حقوق خواتین کی بات ہو تو ان حقوق کو قرآن پاک سے اخذ کیا جا سکے، یہ قرآن پاک کی وہ جامعیت ہے جو کسی اور کتاب میں نہیں ہے، تو فرمایا کہ مومن مرد ہوں یا خواتین وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں، ولی کا معنی ساتھی، مددگار، وارث اور حامی بھی ہو سکتا ہے، ان کا کام نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، یہ خود نماز قائم کرتے ہیں اور دوسروں کو قائم کرنے کا حکم دیتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی اطاعت کرتے ہیں، یہاں پانچ صفات بیان ہوئی ہیں، نیکی کا حکم دینا ایک، بدی سے روکنا دو، اقامت صلوٰۃ تین، زکوۃ کی ادائیگی چار۔ اللہ اور رسول کی اطاعت پانچ۔ اب اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی اطاعت ہے اس میں ساری زندگی قرآن پاک نے لپیٹ کے رکھ دی ہے، کہ آپ جو بھی کرنے لگے ہیں وہ کام آپ کے اختیار میں ہے، کیا آپ اس کام کو اس طرح ہی کر رہے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے کہا ہے، یا اللہ تعالیٰ کے رسول نے جس طرح کہا ہے یا اپنی مرضی سے کر رہے ہیں، اگر وہ کام اس طرح کر رہے ہیں جس طرح اللہ اور رسول نے کہا ہے تو یہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہے، اس طریقے سے نہیں کر رہے ہیں تو یہ اطاعت خدا اور اطاعت مصطفیٰ نہیں ہے۔ تو جن میں یہ صفات ہوتی ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوتا ہے۔

وعد الله المومنين والمومنات جنات.....ذالك هو الفوز العظيم

اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور خواتین سے وعدہ فرما رکھا ہے، کہ انہیں ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، انہوں نے بھی وہاں سدا رہنا ہے، رہائش کے لیے بڑے صاف ستھرے مکانات ہیں، یہ وہ باغات ہیں جنہیں عدن کہتے ہیں اصل عدن اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں آپ قیام کریں ماحول کو خوشگوار سمجھ کے، جہاں آپ قیام کرتے ہیں وہاں قیام کے لیے چند

Marfat.com

بنیادی ضرورتیں ہوتی ہیں خیال ہوتا ہے، کیا وہ جگہ ہوادار ہے؟ کیا وہاں کی زمین خوبصورت ہے؟ کیا اس کا ماحول دلکش ہے؟ کیا پانی کی فراوانی ہے؟ کیا ضروریات زندگی آسانی سے مل سکتی ہیں؟ کیا آمد و رفت کے لیے آسان ترین راستے ہیں؟ جہاں یہ تمام چیزیں موجود ہوں اسے عدن کہتے ہیں، اس سلسلے میں شریعت نے کیا کہا ہے کہ جنت میں ایک بہترین جگہ ہے جہاں نہر تسنیم بہتی ہے، اور باقی جنتیں اس کے اردگرد ہیں، یہ مرکزی جنت ہے، اس کو عدن کہتے ہیں، اس بات کا خیال رکھا جائے، یعنی عدن مرکزی جنت ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ یہاں جتنی بھی سہولتیں تھیں ان کا ذکر کیا لیکن یہ ساری چیزیں تو جسم سے وابستہ ہیں ان کا روح سے تعلق نہیں ہے، آپ کو اگر یہ ساری چیزیں حاصل ہیں لیکن سکون قلبی اور روحانی کیفیت حاصل نہیں ہے تو اس مکان کی دیواریں آپ کو کاٹ کھانے کے لیے دوڑیں گی، وہاں کے فرش پر چلتے ہوئے آپ کو احساس ہوگا کہ خدا جانے کہ یہ چلد کدھر کو ہے، تو اب جس شے کو سکون قلب کہتے ہیں، جس کو روح کی بالیدگی کہتے ہیں، وہ یہاں نہیں مل سکے گی، تو اللہ کریم نے اس کا سامان جنت میں کرتے ہوئے ایک بڑا ہی نفیس فقرہ ہمارے دلوں کے احیاء اور روح کی بالیدگی کے لیے ارشاد فرمادیا! **"ورضوان من اللّٰہ اکبر"**۔ سب سے بڑی چیز تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، اللہ تعالیٰ وہاں رہنے والوں پر راضی ہے، یہ سب سے بڑی بات ہے، دوران مطالعہ میرے سامنے ایک عربی کا شعر ہے کہ!

اذا کنت عنی یامنی القلب راضیا　　اتری کل من فی الکون لی یتبتم

جب مجھ سے تو راضی ہوا اے میرے دل کے مقصود اے میرے دل کی خواہش۔ تو میں دیکھتا ہوں اس کائنات میں دیکھتا ہوں کہ ہر چیز مجھے دیکھ کر مسکرا رہی ہے، یہ تب ہوتا ہے جب آپ کے سر پر رضا کی چادر ہو۔

تفسیر خازن کے ایک شعر کا مفہوم ہے کہ ربّ کریم اگر تو نے مجھے جہنم میں ملنا ہے تو پھر مجھے جنت کی ضرورت نہیں ہے، مجھے وہاں پھینک جہاں تیری ملاقات ہوتی ہے، اس لیے کہ مرکز کائنات تیری ذات ہے، میرے وجود کا مرکز و منبع صرف تیری ہی ذات ہے، تو جب تجھ سے کٹ جاؤں تو پھر میرے لیے جنت بھی جہنم ہے۔

قرآن پاک نے آخری فیصلہ کن بات یہ فرمائی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مل جائے تو یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی! آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد فرمائیں، اوران پر سختی کریں

وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ

ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، وہ بدترین ٹھکانہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھاتے ہیں

مَا قَالُوا۟ وَلَقَدْ قَالُوا۟ كَلِمَةَ ٱلْكُفْرِ وَكَفَرُوا۟ بَعْدَ إِسْلَٰمِهِمْ

کہ انہوں نے ایسی باتیں نہیں کہی ہیں، حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ بھی کہا، اور اسلام کے بعد کفر کی طرف مائل بھی ہوئے

وَهَمُّوا۟ بِمَا لَمْ يَنَالُوا۟ ۚ وَمَا نَقَمُوٓا۟ إِلَّآ أَنْ أَغْنَىٰهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ

اور پھر اس بات کا قصد کیا جو انہیں مل نہیں سکی، یہ صرف اس بات کا بدلہ لے رہے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول علیہ السلام نے انہیں غنی کر دیا ہے

مِن فَضْلِهِۦ ۚ فَإِن يَتُوبُوا۟ يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ وَإِن يَتَوَلَّوْا۟ يُعَذِّبْهُمُ

اپنے فضل سے، اگر وہ توبہ کرتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا، اگر وہ رخ موڑ دیں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا

ٱللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ

دردناک دنیا وآخرت میں، اور زمین میں ان کا نہ کوئی

مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٧٤﴾ حمایتی ہوگا، نہ کوئی مددگار

یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین... وکفروا بعد اسلامھم...

اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ محبوب! کافروں اور منافقوں سے جہاد فرمائیں اوران پر سختی کریں، انہیں جو مراعات حاصل تھیں وہ اب نہیں رہیں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین جگہ ہے، آپ کے سامنے یہ قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے یہ باتیں نہیں کی ہیں، ویسے بھی معاشرے میں جھوٹے بندے کی عادت یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے ایک ایک

سانس میں دس دس قسمیں کھایا کرتا ہے، حالانکہ سرکار کریم کا ارشاد پاک یہ ہے کہ جھوٹی قسم پورے کے پورے علاقوں کو بنجر کر کے چھوڑتی ہے۔لہٰذا قسم سے اجتناب کرنا چاہیے، جبکہ وہ جھوٹی ہو، حالانکہ وہ کلمات کفر کہتے رہے ہیں، اسلام کا ظاہری طور پر اعلان کرنے کے باوجود یہ کفر کرتے رہے ہیں، ان کا قصد وہ تھا جو انہیں مل نہیں سکا، کیفیت یہ تھی۔ کہ وہ بڑی دیر تک چاہ رہے تھے کہ کوئی بھی انداز ہو کسی طریقے سے سرکار علیہ السلام یہاں سے تشریف لے جائیں، مدینہ طیبہ خالی ہو جائے، تاکہ ہمارا سابقہ انداز زندگی واپس آجائے، ان میں ایک ایسا کمبخت بھی تھا، جس نے اپنا ایک حلقہ بنایا ہوا تھا، سرکار علیہ السلام کے وہاں تشریف لے جانے سے وہ حلقہ ٹوٹ گیا۔اس کا خیال تھا کہ جب قریش چڑھ کر آجائیں گے تو مدینہ طیبہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے، اور مسلمان ختم ہو جائیں گے، لیکن یہ نہ ہو سکا، جنگ بدر کے بعد وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ میں پہنچا، وہاں انہیں بار بار ابھارا کہ اب تو تمہارے بہت سے لوگ قتل ہو گئے ہیں، اب بھی موقع ہے منظم ہو کر مسلمانوں کو پیس ڈالو۔

احد کے دن وہاں آکر کہنے لگا کہ جب میں انصار کو بلاؤں گا تو وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کو چھوڑ کر میرے ساتھ آملیں گے، اس نے وہاں سچ مچ آکر لوگوں کو للکارا کہ آئیے ادھر آجائیے، لوگوں نے کہا کہ تو تو فاسق ہے ہم تیرے پیچھے کیسے چلیں، اب جب اگلی تین چار جنگیں آئیں مکہ فتح ہو گیا، تو یہ وہاں سے بھاگا اور قیصر کے پاس جا پہنچا (قیصر کی طرف سے بار بار حملے کا خدشہ تھا، جس کے پیش نظر جنگِ موتہ ہوئی تھی، اسی کے نتیجے میں بعد میں تبوک کے لیے سرکار علیہ السلام تشریف لے گئے تھے) اب جب سرکار علیہ السلام تبوک کے لیے آمادہ ہونے والے تھے تو اس نے مدینہ طیبہ میں منافقین کو خفیہ پیغام بھیجا کہ تم ایک مسجد تعمیر کرو، اس لیے کہ وہ تمہیں مسجد سے نہیں روک سکیں گے، اس مسجد میں جب قیصر کی فوجیں اس جگہ فاتح ہو جائیں گی، تو میں وہاں آکر قیام کروں گا، اور وہی ہمارا مرکز بنے گا۔انہوں نے اسی بات پر مسجد ضرار تعمیر کی تھی، سرکار علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں آکر عرض کی آقا! آپ تشریف لاکر ہمیں نماز پڑھائیں فرمایا کہ ابھی تو میں تبوک کی طرف جا رہا ہوں واپسی پر بات کروں گا، ادھر تبوک میں یہ تمام آیات نازل ہو گئیں، اب وہ ابتداء میں مدینہ میں سرکارؐ کے پاس آیا تھا، اور کہا تھا کہ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہے وہ جلاوطنی کی موت مرے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نے فرمایا (آمین) اس آمین کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہاں قیصر بھی قلعہ بند ہے، اور مسلمانوں کے ساتھ میدان میں جنگ نہیں کر رہا اس پر بھی رعب طاری ہے ہر طرف وہاں ہی گھومتا پھرتا مر گیا، سرکار علیہ السلام واپس تشریف لائے تو مسجد ضرار تباہ کرادی۔

....و ھمو بما لم ینالوا ....من ولی ولا نصیر

اب ارشاد فرمایا جو یہ حاصل کرنا چاہتے تھے وہ انہیں مل نہیں سکا، (یہ حاصل کرنا چاہتے تھے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے) اب اللہ کریم نے ایک بڑی نفیس بات فرمائی کہ یہ مسلمانوں سے کس بات کا انتقام لے رہے ہیں، بات تو اتنی ساری ہے کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول علیہ السلام نے اپنی مہربانیوں سے انہیں غنی کر دیا ہے۔

یہ وہی منافقین ہیں جنہیں مختلف جنگوں سے اسلام نے حصہ دیا تھا، اگر یہ توبہ کر جاتے تو ان کے لیے کتنی بہتر بات تھی، کہ یہ اتنے اچھے لوگ ہیں، کہ ہم ان کے خلاف سازشیں بھی کرتے ہیں پھر یہ اتنی ہمیں مالی امداد بھی دیتے ہیں، اور کہتے بھی کچھ نہیں ہیں، اب بھی اگر وہ رخ موڑ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب کی زد میں لے آئے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور یاد رکھیں کہ سطح ارضی پر نہ ان کا کوئی ولی ہوگا نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا، اب یہ پیش گوئی تھی، جس کا ظہور اس طرح ہوا کہ قیصر میں بھی یہ ہمت نہ ہوئی کہ آگے بڑھ کر حمایت کر سکے، تو اندرون ملک جو لوگ شکست کھا چکے تھے، اندر ہی اندر ابال آ رہے تھے، لیکن بات بن نہیں سکتی تھی، یہ جو دور آٹھ سے دس ہجری دو سال کا گزرا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ منافقین کے لیے بے حد کسمپرسی کا دور تھا۔ وہ ہر طرف ہاتھ پاؤں مار رہے تھے لیکن کچھ بن نہیں رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

۞ وَمِنۡهُم مَّنۡ عَٰهَدَ ٱللَّهَ لَئِنۡ
ان میں کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا، کہ اگر

ءَاتَىٰنَا مِن فَضۡلِهِۦ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٧٥﴾
تو اپنا فضل ہم پر نازل فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات بھی کریں گے، اور نیک لوگوں میں شمار بھی ہوں گے

فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُم مِّن فَضۡلِهِۦ بَخِلُواْ بِهِۦ وَتَوَلَّواْ وَّهُم مُّعۡرِضُونَ ﴿٧٦﴾
جب اللہ کریم نے ان پر اپنا فضل نازل فرمادیا، وہ بخل کرنے لگ گئے، منہ پھیر گئے پشت موڑ کے

فَأَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقٗا فِي قُلُوبِهِمۡ إِلَىٰ يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهُۥ بِمَآ أَخۡلَفُواْ
، ان کے دلوں میں نفاق ڈیرے ڈال کر بیٹھ گیا، اس دن تک جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے، انہوں نے وعدہ خلافی کی

ٱللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُواْ يَكۡذِبُونَ ﴿٧٧﴾ أَلَمۡ يَعۡلَمُوٓاْ
اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اور وہ زندگی میں جھوٹ بولتے رہے، کیا انہیں پتہ نہیں ہے

أَنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوَىٰهُمۡ وَأَنَّ ٱللَّهَ عَلَّٰمُ
کہ اللہ تعالیٰ ان کی مخفی باتیں جانتا ہے، ان کی سرگوشیاں بھی جانتا ہے، اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے

ٱلۡغُيُوبِ ﴿٧٨﴾ ٱلَّذِينَ يَلۡمِزُونَ ٱلۡمُطَّوِّعِينَ مِنَ
غیبوں کا وہ لوگ جو طعنے مارتے ہیں، ان فرمانبردار

ٱلۡمُؤۡمِنِينَ فِي ٱلصَّدَقَٰتِ وَٱلَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا
مومنوں کو جو صدقات دیتے ہیں، اور وہ لوگ جن کے پاس سوائے اپنی

جُهۡدَهُمۡ فَيَسۡخَرُونَ مِنۡهُمۡ سَخِرَ ٱللَّهُ مِنۡهُمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٩﴾
محنت کے اور کچھ نہیں ہوتا، تو یہ منافق ان دونوں گروہوں کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اس ٹھٹھے کی جزا دیتا ہے۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے

ٱسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ أَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ إِن تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِينَ مَرَّةٗ
ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اگر ستر (70) دفعہ بھی بخشش مانگیں

Marfat.com

مریل سا ہے یہ اللہ کریم کو دیدیں۔ اب اس بات پر غور کریں تو اس میں بھی ایک فائدہ تھا فائدہ یہ تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کے حصے کا ہے وہ تو غریبوں کو دینا ہے، جو بت کے لیے ہے وہ خود کھانا ہے، جس پر چربی چڑھ گئی ہے وہ خود کھالو اور جو بیکار ہو گیا ہے وہ خدا کے لیے رکھ دو، تو اللہ کریم نے فرمایا کہ یہ کتنے غلط فیصلے ہیں، یہاں ہمیں سبق کیا ملا؟ جب اللہ کریم کے نام پر دینے لگو تو اچھی چیز دیا کرو، تاکہ جو بہت ہی شاندار ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے متعین ہو جائے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ

تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا، یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کے وہ منکر ہیں

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿۸۰﴾ اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا

و منهم من عاهد الله لئن ــــ من الصالحين

اب ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جن کے لیے یہ تھا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے گا، تو یقیناً ہم اس کی راہ میں بے حد قربانیاں کریں گے، ایک صاحب جن کا نام ثعلبہ تھا سرکار علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ مجھے بہت زیادہ مال ملے، (اس دور میں اس کی ظاہری زندگی عجیب وغریب تھی یہ اس کثرت سے مسجد میں گھسا رہتا تھا کہ لوگوں نے اس کا نام حمامۃ المسجد یعنی مسجد کی کبوتری رکھ دیا) سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ تھوڑا مال اس زیادہ مال سے بہتر ہے، جو تجھے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے روک دے، وہ بار بار عرض کرنے لگا، تو اللہ کریم کے محبوب رحیم علیہ السلام کے مقدس ہاتھ تو دعا کے لیے اٹھے، فرمایا! **"اللهم ارزقه مالا"** ٥ "اللہ کریم اسے مال دیدے"۔ اب کیفیت یہ تھی کہ گویا مال برسنے لگ گیا، نتیجہ کیا نکلا کہ دن کو مسجد میں نہ آتا اور رات کو کبھی آجاتا اور کبھی کبھی مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ کے چلا جاتا اور کبھی صبح کی نماز آکے پڑھ لیتا تھا،، پھر یہ ہوا کہ صرف جمعہ کو آتا تھا، پھر یہ ہوا کہ سال کے بعد عید کے لیے آتا تھا، لوگ آکر بتاتے تھے کہ ثعلبہ کے اونٹ، گھوڑے، بھیڑیں، بکریاں سارے صحراؤں میں چھا گئی ہیں، سرکار علیہ السلام کی طرف سے جانوروں کی زکوۃ لینے والے گئے تو اب اس نے کیا کیا کہنے لگا آگے چلے جاؤ وہاں سلیمی نامی آدمی سے لے آؤ میرے پاس بعد میں آنا۔ جب واپسی پر آئے تو کہنے لگا کہ محنت میں کروں اور لینے کے لیے تم آجاؤ یہ بھی کوئی طریقہ ہے؟ میں زکوۃ نہیں دیتا، انہوں نے آکر سرکار علیہ السلام کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کیا، سرکار کریم علیہ السلام نے صرف یہ فرمایا کہ ثعلبہ کے لیے تو اب ہلاکت اور تباہی ہے، اب جب اس تک یہ بات پہنچی کہ جس زبان اقدس سے مال ملنے کی دعا نکلی تھی اسی سے تباہی کی دعا نکلی ہے، تو لازماً میرا ٹھکانہ کہیں نہیں ہوگا، پھر تمام مال لے کر سرکار علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، تو فرمایا ہم قبول نہیں فرماتے چلے جاؤ، وہ چلا گیا، دورِ صدیقی میں پھر آیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آکر بہت بڑے ریوڑ پیش کیے، آپ نے فرمایا تو وہ ہے جس سے سرکار علیہ السلام نے قبول نہیں فرمایا، اگر تو ساری دنیا لے کر میرے پاس آجائے تو میں قبول نہیں کرسکتا

Marfat.com

(یہ ہے ایمان کا معیار) پھر حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں آیا آپ نے فرمایا کہ مدینے کی فضاؤں میں پھر تیری سانس نہ نکلے، یہاں سے دفع ہو جا، پھر دور عثمانی میں حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں آیا آپ نے اپنی نرم مزاجی کے باوجود یہ فرمایا کہ ہم وہ قبول نہیں کر سکتے جو سرکار علیہ السلام نے قبول نہ فرمایا ہو۔ واپس گیا اور جنگلوں میں گھومتا پھرتا مر گیا، ختم ہو گیا۔

فلما اتھم من فضله......و بما كانوا يكذبون

اب اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے قرآن پاک نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی کثرت ہو تو اسی نسبت سے شکر میں کثرت ہونی چاہیے، اور اس کے دیتے وقت دل میں کسی قسم کی گرفت نہیں ہونی چاہیے، بلکہ یہ سوچنا چاہیے کہ جو بوجھ میرے ذمہ تھا وہ اتر گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے عہد تھا کہ اگر فضل عطا فرمائے گا تو ہم صدقہ وخیرات بھی کریں گے، اور نیک لوگوں میں شمار بھی ہوں گے، لیکن جب یہ سب کچھ مل گیا تو بخل کی گود میں جا گرے اور منہ موڑ کے چل دیے۔

اب ان کے دلوں میں نفاق نے قیامت تک ڈیرا لگا دیا ہے، یہ قیامت تک نکلنے والا نہیں ہے، اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدے کی مخالفت کی ہے، اور وہ جھوٹ بولتے ہیں، سرکار علیہ السلام نے منافق کی جو نشانیاں فرمائی ہیں ان میں جھوٹ بھی ہے۔

الم يعلموا ان الله يعلم....و ان الله علم الغيوب

کیا ان لوگوں کو علم نہیں ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے، یہ جو بھی سرگوشیاں کریں وہ انہیں بھی جانتا ہے، اللہ تعالیٰ غیبوں کا جاننے والا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی جانتا ہے، کن لوگوں کو؟

الذين يلمزون المطوعين...ولهم عذاب اليم

مسلمان صدقہ دیتے تھے تو اس پر دو طرح کی طنزیں ہوتی تھیں، حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں بڑے امیر آدمی تھے، سرکار علیہ السلام نے راہِ خدا میں خرچ کرنے کو فرمایا، تو یہ چار ہزار درہم لے آئے، مشہور سخی حاتم طائی کا بیٹا عدی مسلمان ہو چکا تھا، حاتم کو دورِ نبوی نہیں ملا بلکہ پہلے ہی مر گیا تھا، عدی مسلمان ہوا، سرکار علیہ السلام نے کافر باپ کی محض سخاوت کی وجہ سے اس کا بڑا خیال رکھا، اس سخاوت کی صفت کو آپ نے پسند فرمایا، تو عدی نے ستر وسق کھجوریں دیں، ایک وسق میں ساٹھ صاع کھجوریں ہوتی ہیں، ایک صاع میں چار کلو ہوتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک وسق میں دو سو چالیس کلو ہوئیں، دوسرے الفاظ میں چھ من بنے، تو ستر وسق میں چار سو بیس من آ گئے، یہ عدی نے صدقہ کیا۔ دیکھا کہ ایک اور غریب سا صحابی ہے جو سارا دن محنت کرتا ہے اس کا نام ابوالعقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، ان کے پاس ایک کلو کھجوریں تھیں وہ لا رہے تھے، وہ جو راستے پر منافقین بیٹھے تھے، انہوں نے دو قسم کی باتیں کیں، پہلی بات یہ کی کہ واہ! سخی کہلوانے کے لیے یہ سارے تردد ہو رہے ہیں، ابو

Marfat.com

العقیل کو منافقین نے دیکھا تو کہا کہ واہ جی واہ! وہ کتنی بڑی فوج ہوگی جس کے لیے یہ ایک کلو لے جا رہا ہے، یعنی زیادہ یا کم دے منافقین کسی حالت میں راضی نہیں ہیں۔

یہاں قرآن پاک نے فرمایا کہ یہ لوگ اطاعت کیش مومنوں کو صدقات کے سلسلے میں طعنے مارتے ہیں، اور جب وہ لوگ گزرتے ہیں جن کے پاس صرف اپنی مشقت ہی ہوتی ہے، تو ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اس مذاق کی سزا دے گا، محبوب! ایسے لوگوں کے لیے اب مغفرت کی دعا نہ فرمائیں، وہ بات گزر گئی، اگر ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب فرمائیں تو بھی نہیں بخشوں گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ میرے بھی اور تیرے بھی منکر ہیں، پتہ چلا کہ کفر و نفاق ایسا برا مرض ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں، ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ انہیں جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے، اگر وہ منافق ہیں تو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں قیام کریں، تا کہ اپنی منافقت کا بھرپور مزہ چکھ سکیں۔

استغفر لھم اولا تستغفر لھم...واللہ لایھدی القوم الکافرین

قاعدہ یہ ثابت ہوا کہ کسی کافر و منافق کی شفاعت سے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو روک دیا گیا، اس میں اختیار یا عدم اختیار کی بات نہیں صرف ایک قاعدہ بیان فرمانا مقصود ہے کہ کافر و منافق کسی صورت مغفور نہیں، اگر انہیں بخشا جائے تو سارا نظام شریعت معطل ہو جاتا ہے، لہذا اللہ کریم اور رسول رحیم علیہ التسلیم کے اعداء جہنم میں ہی جائیں گے۔

راس المنافقین عبداللہ بن ابی کی اصلیت

جب مدینہ طیبہ میں سرکار علیہ السلام تشریف لائے تو اس کے بادشاہ بنائے جانے کا اعلان ہونے والا تھا وہ ساری بات ختم ہوگئی یہ مختلف سازشیں کرتا رہتا تھا، اب جب محسوس کیا کہ بات تو خراب ہوگئی ہے، منافقین کی تمام کوششیں ناکام ہوگئی ہیں، تو یہ مختلف محفلوں میں سرکار علیہ السلام کی بڑی تعریف کیا کرتا تھا، لیکن جب اپنے ساتھیوں کی محفل میں ہوتا تو کہتا کہ حقیقتاً میں ہی بڑا ہوں، یہ بیمار ہوگیا، خیال ہوا کہ مرنے والا ہوں اب جب آثار ایسے دیکھے تو سوچنے لگا کہ بچے تو وہی ہیں، چلو اب کوئی بات کروں اگر بچ گیا تو اس کا معنی پنچھ اور کرلیں گے، مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ مخالفت چھوڑ کر مرا تھا، سرکار علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے کفن کے لیے قمیض مبارک عنایت فرمادیں، سرکار علیہ السلام اس دنیا میں کسی کا احسان اپنے اوپر نہیں رکھنا چاہتے تھے، مدینہ طیبہ میں جب آپ کے چچا حضرت عباس قیدی بن کر کفر کی حالت میں آئے تو ان کی قمیض بالکل پھٹی ہوئی تھی، فرمایا کہ انہیں کوئی قمیض پہنا دے، قد کی نسبت سے انہیں کسی کی قمیض نہیں آتی تھی، عبداللہ بن ابی کی قمیض انہیں بالکل پوری تھی، اس نے انہیں پہنادی، آگے چل کر حضرت عباسؓ سرکار علیہ السلام کا علم غیب دیکھ کر مسلمان ہوگئے، اب سرکار علیہ السلام کو یہ احسان یاد تھا اور ادھر وہ سائل بن کر آیا، کہ قمیض چاہیے اور سائل کے لیے سرکار علیہ السلام کو حکم تھا کہ **"واما السائل فلاتنھر"** سائل کو ڈانٹنا

نہیں ہے، چنانچہ سرکار علیہ السلام نے قمیض مبارک عطا فرمادی، اس نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ یہ قمیض نہیں بلکہ جو اس کے اندر جسم اقدس کے متصل راز قسم کی بنیان ہے وہ عنایت فرمائی جائے، اس وقت محفل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے، جب یہ سوال ہوا تو عرض کی آقا! وہ منافق ہے آپ کی مبارک قمیض ہم اسے کیسے پہننے دیں، فرمایا! عمرؓ! یہ قمیض ہزار آدمی کو مسلمان بنا رہی ہے، حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے، کہ یہ کوئی راز کی بات ہے۔

جونہی قمیض مبارک وہاں گئی تو اس کی محفل میں ہزار آدمی موجود تھے، انہوں نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اب تیرا جھوٹ کھل گیا ہے، موت کو دیکھ کر تیری عظمتیں کدھر گئی ہیں، اب تو ان کی پناہ لے رہا ہے، معلوم ہوا کہ اندر سے تو بھی جانتا تھا کہ سچے وہی ہیں، تو جھوٹا ہے، لہٰذا ہم تمام حضرات پڑھنے لگے ہیں **"لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"** اس مبارک قمیض کے بھیجنے سے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو گئے۔

☆☆☆☆☆

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بہت خوش ہوئے پیچھے رہ جانے والے

بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کے خلاف اپنی نشستوں پر بیٹھ کر، اور انہوں نے یہ بات ناپسند کی کہ جہاد کریں اپنے مالوں

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ

اور جانوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں، وہ لوگوں کو بھی کہنے لگے کہ گرمیوں میں کوچ نہ کرو، فرما دیجئے کہ جہنم کی آگ

أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا

بہت زیادہ گرم ہے، اگر ان میں سمجھ ہے چاہئے کہ وہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ،

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ

یہ ان کے گناہوں کی کمائی کا بدلہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان میں سے ایک گروہ کے پاس واپس لے جائے

مِنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ

،اور وہ آپ سے میدان جہاد کے لیے نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ فرما دیں، میرے ساتھ ہرگز کبھی بھی اب نہیں نکلنا ہے، اور

تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا

میرے ساتھ مل کر دشمنوں کے ساتھ کبھی بھی اب تم نے جنگ نہیں کرنی ہے، تم پہلی دفعہ پیچھے بیٹھنے پر راضی تھے، اب بیٹھو

مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ

تم بھی ان کے پاس جو پیچھے رہ گئے، ان میں سے کسی پر بھی اگر وہ مر جائے تو آپ نماز نہ پڑھیں، اس کے لیے دعا نہ مانگیں، اور کھڑے نہ ہوں

عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨٤﴾

اس کی قبر پر بھی جا کر، انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کا کفر کیا ہے، وہ فسق کی حالت میں مرے ہیں

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَٰلُهُمْ وَأَوْلَٰدُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُعَذِّبَهُم

محبوبؐ! ان کے مال اوران کی اولادیں آپ کو حیرت (تعجب) میں نہ ڈالیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ عذاب دے

بِهَا فِى ٱلدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ﴿۸۵﴾

ان کے ذریعے دنیا میں انہیں، اوران کی جانیں اس طرح نکلیں کہ وہ کفر کی حالت پر ہوں

فرح المخلفون بمقعدهم خلف رسول الله ....جزآء بما كانو ا يكسبون

اب یہ پیچھے رہنے والے تین گروہوں کا میں ذکر کر آیا ہوں وہ بڑے خوش ہیں کہ ہم سرکار علیہ السلام کے خلاف یہاں بیٹھے ہیں، انہیں یہ بات ناپسند ہے، کہ اپنے مال اور جان لے کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جائیں، باقی لوگوں کو بھی کہہ رہے تھے کہ بڑی شدید گرمی ہے، پھر کدھر جاؤ گے جل جاؤ گے نہیں جاؤ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں معلوم نہیں کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے، اگر انہیں سمجھ ہوتی تو یہ بات نہ کہتے، انہیں ہنسنا کم اور رونا زیادہ چاہیے۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صیغہ تو امر کا ہے لیکن بطور جملہ خبریہ استعمال ہوا ہے، اس وقت اس کا معنی یہ ہوگا کہ ان کا ہنسنا اب بند ہوگیا، اب انہوں نے ہمیشہ رونا ہے، اور یہی بات اس واقعہ کے بعد ہوئی یہ جزاء ہے ان کے اعمال کی جو یہ لوگ کرتے رہے ہیں۔

فان رجعك الله الیٰ طائفة......فاقعدوا مع الخالفين

محبوبؐ! جب آپ واپس جائیں گے اس کے بعد ایک بات کرنی ہے وہ یہ بات کہیں گے کہ ہمیں آپ ساتھ لے چلیں اب ہم جہاد کریں گے، وہ اگر آپ کے ساتھ آنا چاہیں تو آج کے بعد منافقین کو فوج کے ساتھ لے کر نہیں جانا ہے۔ آپ انہیں فرمادیں کہ نہ تم نے میرے ساتھ جانا ہے اور نہ ہی جہاد کرنا ہے، پہلی دفعہ تم یہاں پیچھے بیٹھ رہنے کو پسند کر بیٹھے تھے، اب جو پیچھے بیٹھ گئے ہیں ان کے ساتھ تم بھی بیٹھو، خلف کا عام معنی ہے پیچھے رہ جانے والے لیکن ایک اور معنی بھی ہے، وہ ہے بگاڑ۔ عربی میں کہتے ہیں۔ **خلف اللبن** دودھ بگڑ گیا، کہتے ہیں۔ "**فلان خلفه اهل بيته**" فلاں وہ آدمی ہے، کہ کنبے کے لوگ اسے بگاڑ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی جو بو ہے اور بگاڑ ہے وہ اللہ کریم کو کستوری سے زیادہ محبوب ہے اور پسند ہے، اب یہاں بھی یہ ہوا کہ وہ صرف پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے نظریہ اسلامی کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔

Marfat.com

ولا تصل علیٰ احد منھم......وتزھق انفسھم و ھم کافرون

محبوبؐ! اگر ان میں سے کوئی مرجائے تو آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی ہے، بسا اوقات یہ ہوتا تھا کہ سرکار علیہ السلام اس وقت موجود نہیں ہیں، تو بعد میں اسکی قبر پر تشریف لے جاتے ،فرمایا کہ اس کی قبر پر جا کر کھڑا بھی نہیں ہونا ہے، اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کا انکار کیا ہے یہ فسق کی حالت میں مرگئے ہیں ۔ اب یہاں سے ایک قاعدہ نکلا کہ! رسول کریم علیہ التسلیم کا کسی منافق کا جنازہ پڑھانا یا قبر پر جا کر اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے، اس بات سے سرکار کریمؐ کو اللہ کریم نے روک دیا، اگر مسلمان معاشرے میں کسی کا کوئی رشتہ دار مرزائی ہو جائے ، چونکہ مرزائیت کفر ہے ہمارے معاشرے میں یہی روگ ہے یہی وباء ہے لہذا ان کے پاس جا کے اور ایصال ثواب کے لیے قرآن پاک پڑھنا جائز نہیں ہے، ایسے بندے کی قبر پر جا کے دعا مانگنا بھی جائز نہیں ہے، اس کے جنازے میں شمولیت بھی جائز نہیں ہے، وہ سارے فقہی مسائل اس آیت سے نکلتے ہیں ۔ اب اگر ان کے پاس مال ہے، اولادیں ہیں، تو ان کی وجہ سے مسلمان معاشرہ یہ نہ سمجھے کہ غربت ہم پر مسلط ہے، یہ باغی ہیں تو ان کے پاس یہ تمام چیزیں ہیں ، اللہ تعالیٰ انہیں اسی مال سے اسی دنیا میں عذاب دے گا۔ اور کیفیت یہ ہوگی کہ ان کی جانیں کفر کی حالت میں نکلیں گی۔

☆☆☆☆☆

وَإِذَآ أُنزِلَتۡ سُورَةٌ أَنۡ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ
جب کوئی سورۃ اترتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ

وَجَٰهِدُواْ مَعَ رَسُولِهِ ٱسۡتَـٔۡذَنَكَ
اور رسول علیہ السلام کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو اجازت پوچھنے

أُوْلُواْ ٱلطَّوۡلِ مِنۡهُمۡ وَقَالُواْ ذَرۡنَا نَكُن مَّعَ ٱلۡقَٰعِدِينَ ﴿۸۶﴾
آجاتے ہیں جو ان میں سے مقدرت والے ہیں اور وہ آپ سے، کہتے ہیں ہمیں چھوڑ جائیں، تا کہ ہم یہاں بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں

رَضُواْ بِأَن يَكُونُواْ مَعَ ٱلۡخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمۡ فَهُمۡ
وہ راضی ہیں کہ وہ بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں، ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے پس وہ

لَا يَفۡقَهُونَ ﴿۸۷﴾ لَٰكِنِ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥ
سمجھتے نہیں ہیں ، رسول اقدس علیہ السلام اور وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے ہیں

جَٰهَدُواْ بِأَمۡوَٰلِهِمۡ وَأَنفُسِهِمۡۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلۡخَيۡرَٰتُۖ
وہ تو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، ان کے لیے ہی بھلائیاں ہیں

وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴿۸۸﴾ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُمۡ جَنَّٰتٍ تَجۡرِي
، اور یہی فلاح پانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں

مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ ﴿۸۹﴾
نہریں ، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہ عظیم کامیابی ہے

Marfat.com

و اذا انزلت سورة...فھم لا یفقھون

اب جب کوئی آیت یا سورۃ نازل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، رسول علیہ السلام کے ساتھ مل کر راہ خدا میں جہاد کرو، تو ان میں سے جو مقدرت والے ہیں، جن کے پاس ذرائع ہیں وہ آ کر اجازت چاہتے ہیں کہ ہم کو ساتھ نہ لے جایا جائے، وہ چاہتے ہیں کہ خواتین جو ضعیف ہیں، بوڑھی، بچیاں ہیں وہ پیچھے رہ گئی ہیں، یہ ان کے ساتھ پیچھے رہ جانا پسند کرتے ہیں، گرمی اور جہاد کی مشقت اور طویل سفر کی کوفت سے بچنے کے لیے نہیں جانا چاہتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے کفر کی، یہ بات سمجھیں گے نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام جو چاہتے ہیں یہ اس کی طرف سے روگرداں ہی رہیں گے۔

لکن الرسول والذین امنوا معه.....ذلک الفوز العظیم

ہاں رسول علیہ السلام خود جوان کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں وہ، یہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، یہاں سے یہ نکتہ نکلا کہ سرکار علیہ السلام جس بات کا حکم فرماتے ہیں اس پر خود عمل فرماتے ہیں یہ نہیں ہوا کہ نمازیں تو پڑھائی ہوں۔ اور میدان جہاد میں نہ تشریف لے گئے ہوں، بلکہ تورات کے حوالے سے حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں **"نبی ملحمة"** وہ تو جہاد کے نبی ہیں۔ کافروں کے ساتھ جہاد کے معاملے میں حضرت موسیٰ سرکار علیہ السلام سے تھوڑے سے مشابہ ہیں، ورنہ باقی انبیاء سرکار علیہ السلام سے بہت پیچھے ہیں کافروں کے ساتھ کھلے جہاد میں۔ تو ان کے لیے ہی بھلائیاں ہیں ساری کی ساری، وہ نبی ہوں یا ان کے ساتھی فلاح بھی انہی کے لیے ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کا بہت بڑا جانباز تھا، لہذا ہمیں ان کی جانبازی پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیے، وہ جوامت کا پہلا حصہ تھا۔

ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے باغات تیار فرما رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَجَآءَ ٱلْمُعَذِّرُونَ مِنَ ٱلْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ ٱلَّذِينَ كَذَبُوا۟

اور آئے بہانے بنانے والے بدو تا کہ انہیں اجازت مل جائے اور وہ بیٹھے رہے جنہوں نے جھوٹ بولا

ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ ۚ سَيُصِيبُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۹۰﴾

اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام سے ان میں سے جنہوں نے کفر کیا انہیں دردناک عذاب جلد پہنچے گا

لَّيْسَ عَلَى ٱلضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى ٱلْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى ٱلَّذِينَ

نہیں ہے کمزوروں پر، مریضوں پر اور ان لوگوں پر

لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا۟ لِلَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۚ

جو وہ مال نہیں پاتے جسے خرچ کریں کوئی حرج نہیں (اگر وہ پیچھے رہ جائیں) جب وہ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام سے مخلص ہوں

مَا عَلَى ٱلْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۹۱﴾

نیکوکاروں پر الزام کی کوئی وجہ نہیں اور اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے

وَلَا عَلَى ٱلَّذِينَ إِذَا مَآ أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ أَجِدُ

اور نہ ہی ان لوگوں پر کوئی الزام ہے جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوں تا کہ آپ انہیں سوار کریں تو آپ نے فرمایا میں نہیں پاتا

مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا۟ وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمْعِ

جس پر تمہیں سوار کروں وہ اس حال میں لوٹے کہ انکی آنکھیں غم سے آنسو بہا رہی تھیں

حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا۟ مَا يُنفِقُونَ ﴿۹۲﴾ ۞ إِنَّمَا ٱلسَّبِيلُ عَلَى

کہ ان کے پاس خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ الزام تو صرف ان

ٱلَّذِينَ يَسْتَـْٔذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوا۟ بِأَن يَكُونُوا۟

لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ

Marfat.com

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ اور اسی طرح مزین کردیا

لِكَثِيرٍ مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَٰدِهِمْ

بہت سارے مشرکوں کے لیے کہ وہ اپنی اولاد کو ماردیں

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا۟ عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ

ان کے شریکوں نے، یہ اس لیے تاکہ وہ انہیں ہلاک کریں اور ان کے دین کو ان کے سامنے ملا جلا دیں

وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٧﴾

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، محبوب انہیں چھوڑیں اور ان کی افترا پردازیوں کو

وَقَالُوا۟ هَٰذِهِۦٓ أَنْعَٰمٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ إِلَّا مَن

وہ بولے یہ جانور ہیں، اور یہ کھیتی ہے جو رکی ہوئی ہے، اور محفوظ ہے، اسے وہی کھا سکتا ہے جسے

نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَٰمٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَٰمٌ لَّا يَذْكُرُونَ

ہم چاہیں، یہ ان کے گمانات ہیں، اور کچھ جانور ہیں جن کی پشتوں پر سوار ہونا انہوں نے حرام قرار دیا ہے، اور کچھ جانور ہیں،

جن کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے

ٱسْمَ ٱللَّهِ عَلَيْهَا ٱفْتِرَآءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا۟

یہ بھی اللہ تعالیٰ پر ایک بہتان ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بدلہ دے گا ان کو ان کے

يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوا۟ مَا فِى بُطُونِ هَٰذِهِ ٱلْأَنْعَٰمِ

جھوٹوں کا، وہ کہنے لگے کہ جو ان جانوروں کے پیٹ میں ہے

Marfat.com

مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

پیچھے رہنے والیوں کے ساتھ رہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو وہ نہیں جانتے

وجاء المعذرون من الاعراب.... واللہ غفور رحیم

اب بہانے تلاش کرنے والے بدوی آئے، یہ چوتھا گروہ ہوا (بدوی اسے کہتے ہیں جو آبادیوں سے دور کھلے میدان میں رہتا ہو) تو ایسے مقاموں پر رہنے والے لوگ اب آئیں گے، کہ آئندہ انہیں جنگ کی اجازت دی جائے، اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کو جھٹلایا تھا وہ تو بیٹھے رہیں، ان میں سے جو کافر ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدوی بھی دو حصوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کی رضا چاہتے ہیں، اور دوسرے وہ جو اپنے گھروں میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں، البتہ اس قاعدہ کلیہ سے جن لوگوں نے مستثنیٰ ہونا ہے ان کی یہاں فہرست دیدی گئی ہے، خواہ وہ مدینے میں یا مدینے سے باہر ہوں، جو ضعیف ہیں، چلنے کی سکت نہیں ہے، طویل سفر کی قوت نہیں ہے، یا مریض ہیں، یا وہ ہیں کہ سفر کا خرچ نہیں ہے، ان کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ جہاد کے لیے تبوک یا کسی اور مقام پر نہ جائیں ان کے لیے صرف ایک بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کے ساتھ مخلص ہوں یہ نیک، محسن اور حسن سلوک والے لوگ ہیں، ان پر کوئی گرفت نہیں ہے، یہ بے شک اپنے گھروں میں رہیں اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم....فھم لا یعلمون

سرکار علیہ السلام نے ایک سفر جہاد سے واپس آتے ہوئے یہ بات خود بھی فرمائی تھی جس کا یہاں قرآن پاک نے اشارہ فرمایا کہ بہت سے لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے ساتھ ہیں، ہم بلندیوں پر تھے وادیوں میں تھے جہاں بھی تھے ان کی روحیں ہمارے ساتھ تھیں، وہ وہ ہیں جن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، یا وہ بیمار تھے، اور سفر کے قابل نہیں تھے، اور وہ لوگ جو سرکار علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آئے ہیں کہ آقا ہمیں سواری دیں تو میدان جہاد میں چلے جائیں، آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں، جب وہ واپس پلٹے تو چونکہ سینے میں ایمان تھا اور پھر اس طویل سفر میں وہ آپ کے ساتھ جانا چاہتے تھے، تاکہ عشق اسلام کو پرکھا جاسکے، جب واپس پلٹے تو درد دل آنسو بن کر آنکھوں سے چھلکنے لگا، ان کے پاس اتنا خرچ بھی نہیں تھی کہ جسے راہ خدا میں خرچ کرسکتے، اگر وہ خرچ کرسکتے تو پیچھے نہ رہتے، الزام تو ان لوگوں پر ہے جو آکر اجازت طلب کرتے ہیں، حالانکہ وہ تمام دولت والے ہیں، ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے۔ اور وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے کہ وہ کتنی بڑی سعادت سے محروم ہوگئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

اختتام پارہ واعلموا ۱۰

مفسر القرآن: سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی   خادم القرآن: حافظ عرفان علی

Marfat.com

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا

وہ تمہارے سامنے بہانے بنائیں گے جب تم ان طرف لوٹ کر جاؤ گے، فرما دیجئے بہانے نہ بناؤ

لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى

ہم تم پر ہرگز اعتبار نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری خبروں سے آگاہ کر دیا ہے، دیکھیں گے

اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام تمہارا عمل پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُونَ

وہ تمہیں تمہارے اعمال پر مطلع فرمائے گا قسمیں کھائیں گے

بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا

وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی جب تم ان کی طرف لوٹو گے تا کہ تم انہیں معاف کر دو، تم منہ پھیر لو ان سے

عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا

بیشک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، یہ بدلہ ہے اس کا جو

يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن

وہ کمایا کرتے تھے وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر

تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾

تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی قوم سے راضی نہیں ہوتا

﴿٩٦﴾ الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا

اعرابی کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور حقدار ہیں کہ نہ جانیں

Marfat.com

حُدُودَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ

حدوداس کی جواللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام پر نازل فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور بڑا دانا ہے

ٱلْأَعْرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ ٱلدَّوَآئِرَ

اور کچھ بدوایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ وہ جوراہ خدا میں خرچ کرتے ہیں وہ تاوان ہے اور تمہارے لیے زمانے کی گردشوں کا انتظار کر رہے ہیں

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ ٱلسَّوْءِ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٩٨﴾ وَمِنَ

بری گردش انہیں پر ہے، اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے اور کچھ

ٱلْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَيَتَّخِذُ

دیہاتی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اور ذریعہ سمجھتے ہیں اسے جو خرچ کرتے ہیں

مَا يُنفِقُ قُرُبَٰتٍ عِندَ ٱللَّهِ وَصَلَوَٰتِ ٱلرَّسُولِ ۚ أَلَآ إِنَّهَا قُرْبَةٌ

قرب الٰہی اور رسول پاک علیہ السلام کی دعاؤں کا، جی ہاں وہ ان کے لیے قربت

لَّهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ ٱللَّهُ فِى رَحْمَتِهِۦٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٩﴾

کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ ضرور انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا یقیناً اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم.........بما کنتم تعملون

جب واپس آؤ گے تو وہ بڑی بڑی معذرتیں کریں گے محبوبؐ! انہیں فرمادینا ہے کہ معذرت کی ضرورت نہیں ہے اب ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے، ایمان کا معنی ہوتا ہے کہ حقیقت کو مان لینا، یہاں ان پر ایمان لانا اس معنی میں نہیں ہے جس معنی میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری باتیں ہمیں بتادی ہیں، اللہ تعالیٰ کے بتانے سے قبل تم ہم سے چھپے ہوئے تھے، اب ہم تمہیں اندر باہر سے خوب جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھے گا، چونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہوتی، اب اللہ تعالیٰ اعمال کو کیسے دیکھے گا، یہ نور توحید ہے جس سے اللہ کریم انہیں ملاحظہ فرمارہے ہیں اور اللہ کریم کا محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی دیکھیں گے، یہ

نور نبوت ہے جس سے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں، پھر تم غیب وشہادت جاننے والے اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ قیامت آ جائے گی، اور اللہ کریم تمہیں بتائے گا کہ تمہارے اعمال کیسے تھے۔

سیطفون باللہ لکم ....فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین

محبوبً! جب واپس جاؤ گے تو تمہارے پاس آ کے وہ بار بار قسمیں کھائیں گے کہ انہیں معاف کیا جائے، "**فاعرضوا عنهم**" ان سے آپ منہ موڑ لیں یہاں ایک لفظ صرف ایک فقرے میں دو معنوں میں استعمال ہو گیا ہے، اعراض کا معنی منہ موڑنا اور معاف کر دینا۔ "**انھم رجس**" ٥ کہ وہ پلید ہیں، یہاں شیخ الہند نے ترجمہ کیا جو الجھاؤ کا باعث ہے، تاکہ تم ان سے درگزر کرو، سوتم درگزر کرو ان سے بے شک وہ لوگ پلید ہیں، میں عرض کروں کہ دوسری جگہ معنی درگزر نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ان سے منہ موڑ لو، ناراضگی کا اظہار کرو وجہ؟ رجس علت ہے وہ ناپاک ہیں، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ یہ ان کے اعمال کی جزاء ہے، یہ قسم کیوں کھا رہے ہیں؟ یہ قسم اس لیے کھا رہے ہیں تاکہ تم راضی ہو جاؤ، مسلمانو! یاد رکھو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ فاسق قوم سے راضی نہیں ہوتا، گویا مسلمانوں کو ان کے مستقبل کی بات بتائی ہے کہ ان سے کسی صورت میں بھی راضی نہیں ہونا ہے۔

الاعراب اشد کفرا و نفاقا...واللہ سمیع علیم

یہ بدوی کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہیں، اور جہالت کی وجہ سے حدود اللہ کو نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے، لیکن سارے بدوی ایسے نہیں ہیں، کچھ بدوی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کو مانتے ہیں، اور تیسرا گروہ وہ ہے جو راہ خدا میں دیتا ہے اور اسے محض چٹی سمجھتا ہے، اور اس انتظار میں ہے کہ تم پر کوئی گردش آ جائے، اور وہ اس سے فائدہ اٹھا کر تمہارے ساتھ تعلقات ختم کر دے، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اب بری گردشوں کا چکر انہیں پر آئے گا، اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کو سنتا اور جانتا ہے۔

و من الاعراب من یومن باللہ .....ان اللہ غفور رحیم

مالی معاملات میں ہماری قوم خدا جانے کدھر جا رہی ہے، جب صدر ضیا الحق مرحوم نے بنکوں کو آرڈر دیا کہ سال کے بعد زکوٰۃ کاٹ لینی ہے تو شیعہ حضرات نے کہا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دے سکتے، ہمارے مذہبی معاملات اس سے روکتے ہیں، انہوں نے انہیں مستثنیٰ قرار دے دیا، اب ہوا یہ کہ ہمارے بے شمار مالدار لوگوں نے کاغذات جمع کرائے اور اس میں لکھا کہ ہم شیعہ ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مالی مفاد ہو اور کل کوئی ایسی حکومت آ جائے جو سکھ ہونے کے ناطے پیسے چھوڑ دے تو ہمارے معاشرے میں وہ بھی ہوں گے جو کہہ دیں گے کہ جناب ہم آج تو نہیں چار نسلیں قبل سکھ تھے، اور ہمیں بھی سکھ ہی سمجھ لیا جائے، تو یہ وہ بری باتیں ہیں جو کسی معاشرے میں پیدا ہو جاتی ہیں، تو اس معاشرے کی روح نکل جاتی ہے، میں چونکہ اسلامی نظریاتی کونسل کا ممبر بھی ہوں میں نے صدر جناب فاروق احمد لغاری سے بھی ملاقا

ت میں کہا کہ ایسی تمام باتیں ختم کی جائیں جو اسلامی معاشرے کو تباہ کرتی ہیں۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کے تین فوائد

جب لوگ اپنا مال راہ خدا میں دیں گے تو یہ قربِ خداوندی کا ذریعہ ہوگا، یہاں سے نکتہ یہ نکلا کہ راہ خدا میں جو مال دیا جاتا ہے، اس کے تین فائدے ہوتے ہیں ایک بات یہ کہ اللہ کریم کا قرب ملتا ہے، کس طرح قرب ملتا ہے؟ آپ نے راہ خدا میں جو مال دیا ہے اس سے آپ نے اپنے آپ کو مستغنی کرلیا ہے، اور استغناء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، گویا آپ نے اللہ تعالیٰ کی استغناء والی چادر کھینچ کے اپنے اوپر اوڑھ لی ہے، اپنے جسم کو اس چادر سے ڈھانپ لیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ سرکار علیہ السلام اس بات سے خوش ہونگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مطیع بندہ ہے اور میری بات مان رہا ہے، تو آپ دعا فرمائیں گے تو یقیناً یہ مال قربِ خداوندی کا ذریعہ بن جائے گا، معلوم ہوا کہ صدقے کے ساتھ دعا لازم ہوتی ہے، اب یہ بھی معلوم ہوا کہ جو صدقہ کسی مرنے والے کی طرف سے کریں گے اس کے ساتھ جو دعا آئے گی، وہی ایصال ثواب کا ذریعہ قرآن پاک سے ثابت ہوگیا، ایسے لوگوں کو اللہ کریم اپنی رحمت میں داخل فرمالیتا ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَالسَّٰبِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَٰجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ

وہ لوگ جو پہلے ایمان لائے خواہ وہ مہاجر ہیں یا انصار اور جنہوں نے

اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ

نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ کریم سے راضی ہوئے، تیار کر رکھے ہیں

لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے

ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ

یہ عظیم کامیابی ہے مسلمانو تمہارے اردگرد بدوی ہیں

مُنَٰفِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ

جو نفاق سے بھرے ہوئے ہیں، کچھ مدینے کے لوگ بھی ہیں جو اپنی منافقت پر پختہ ہو گئے ہیں، آپ تو انہیں نہیں جانتے

نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ

ہم انہیں جانتے ہیں، ہم انہیں دو دفعہ عذاب دیں گے، پھر وہ عذاب

عَظِيمٍ ﴿١٠١﴾ وَءَاخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَٰلِحًا

عظیم کی طرف پلٹا دیے جائیں گے کچھ اور ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا، انہوں نے نیک عمل ملا دیے

وَءَاخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠٢﴾

برے اعمال کے ساتھ ہو سکتا ہے کہ اللہ کریم ان کی طرف رجوع فرمائے، یقیناً اللہ کریم بخشنے والے اور رحم فرمانے والے ہیں

Marfat.com

والسبقون الاولون من المهاجرين ــــ ذلك الفوز العظيم

تمہیدی طور پر یہ بات یاد رکھی جائے کہ جب بھی کوئی تحریک اٹھتی ہے تو اسے ماننے والے لوگ تین چار حصوں میں بٹ جاتے ہیں ایک گروہ وہ ہوتا ہے جو تحریک کے بانی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے، ایک گروہ وہ ہوتا ہے جو ان سے نیچے والی سطح پر ہے لیکن وہ بھی اپنی تحریک سے بے حد مخلص ہوتے ہیں، تیسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو کچھ باتیں مان لے اور کچھ باتیں چھوڑ دے، چوتھا گروہ وہ ہے جو اس تحریک کی قوت سے ڈرتے ہوئے ظاہری مخالفت تو نہیں کرتا لیکن جب بھی موقع ملتا ہے تو لازماً وہ تحریک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، جن آیات کا اوپر میں نے ترجمہ کیا ہے ان آیات میں ان تین چار گروہوں کا ہی ذکر ہے، قرآن حکیم نے دوسرے مقام پر اس کی ایک حد بندی کر دی ہے، وہ حد بندی یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی ایمانی عظمتوں کو وہ لوگ بالکل نہیں پا سکتے جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، اگر چہ وہ بھی عظیم المرتبت انسان ہیں، یہاں پہلے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا وہ جو قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتداء میں ہی اسلام لائے تھے، وہ باقی سب لوگوں میں سے اولیت لے گئے ہیں، خواہ وہ مہاجر ہیں یا انصار ہیں، مہاجر وہ لوگ ہیں جو مکہ مکرمہ چھوڑ کے سرکار کریمؐ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں جا کر آباد ہو گئے تھے، یا وہ لوگ جو عرب کے مختلف خطوں سے اپنی برادریوں کو چھوڑ کے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ میں آ گئے تھے، یعنی مکہ والے ہی مہاجر نہیں ہیں اور خطوں کے لوگ بھی مہاجر ہیں۔ انصار وہ ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ میں سرکار علیہ السلام کے ان غلاموں کو جگہ بھی دی اور ہر انداز سے ان کی حمایت بھی کی تھی۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو حسن عمل سے، حسن سلوک سے، نیکی سے، ان دونوں طبقوں کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے پیچھے پیچھے آ رہا ہے، خواہ وہ آگے والے مہاجر ہیں خواہ وہ آگے والے انصار ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضامندی شامل حال ہے، اللہ کریم ان سے راضی ہو چکا ہے اور یہ اللہ کریم سے راضی ہو چکے ہیں۔ یہاں ماضی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ مشتمل ہے ان کی ساری زندگی پر ہے، ان کا مستقبل اسلام کے ساتھ اتنا وابستہ ہے کہ اس مستقبل کو بھی ماضی سمجھ لیا جائے، اب کسی انداز سے ان میں تبدیلی نہیں آئے گی، قرآن حکیم نے کئی جگہ یہ انداز اپنایا ہے، یعنی ماضی کو ذکر کیا ہے حال اور مستقبل کو اس کے اندر شامل کرایا ہے، اللہ کریم ان سے راضی ہو چکا اور وہ اللہ کریم سے راضی ہو چکے، اب اس رضامندی میں کمی آ جائے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تو گزشتہ لیکچر میں عربی کا ایک شعر میں نے آپ کو سنایا تھا، جس کا مفہوم یہ تھا کہ جب تیری رضا میرے ساتھ شامل ہو تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر شے مجھے دیکھ کے مسکرا رہی ہے، لیکن جب تو اپنی رضا ہٹا لیتا ہے، تو یہ ساری رعنائیاں مجھ سے اوجھل ہو جایا کرتی ہیں، ان کے لیے اللہ کریم نے باغات تیار کر رکھے ہیں، جن میں نہریں بہہ رہی ہیں، اب ایک چیز جس کا بار بار انسانوں کو خدشہ رہتا ہے، وہ یہ ہوتا ہے کہ یہ جو انعام ہے کہ کہیں ختم نہ ہو جائے، تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے وہاں

Marfat.com

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے، اور پھر خود ارشاد فرمایا کہ جس سے اللہ کریم راضی بھی ہو جائے ایسی جگہ پر قیام بھی کرا دے اور یہ قیام دائمی ہو تو یقیناً یہی سب سے بڑی کامیابی ہے، یہ اس بات کا اشتیاق دلانے کے لیے ہے کہ پھر جب یہ کامیابی ہے تو زندگی کا پھر وہ راستہ اپنایا جائے جو مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا انداز تھا۔

وممن حولکم من الاعراب منافقون......ثم یردون الی عذاب عظیم

اب وہ گروہ آگے مذکور ہے جو گروہ طاقت کو مانتا ہے لیکن جب طاقت نہ رہے یا طاقت کا رخ کسی اور طرف ہو تو پھر وہ فتنے کھڑے کر دیتے ہیں، ارشاد فرمایا مسلمانو تمہارے اردگرد بدوی رہتے ہیں وہ منافق ہیں اسلام کے ساتھ مخلص نہیں مسلمانوں میں آتے ہیں تو اسلام کا اقرار کرتے ہیں جب اپنے گھروں میں چلے جاتے ہیں تو پھر اسلام سے روگردانی کر لیتے ہیں، کچھ مدینہ والے لوگ بھی ہیں، یہ منافقت پر جم گئے ہیں پختہ ہو گئے ہیں، **"مردوا"** اس کا معنی ہے پختہ ہو جانا، اب آپ ایک عمارت بناتے ہیں تو قرآن پاک کہتا ہے!''یعنی ایسا شیشہ جسے بڑی پختگی سے لگا دیا گیا ہے وہ اپنی جگہ سے ہٹتا نہیں ہے''۔اسی طرح ریت کا ایک ایسا ٹیلا جو اپنے مقام پر بڑا پختہ ہو گیا ہے، اسے عربی میں **"مردا"** کہتے ہیں۔تو اب یہاں ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ وہ منافقت پر جم گئے ہیں اور منافقت کو چھوڑ نہیں سکتے، محبوب آپ کو ان کا پتہ نہیں ہے ہم انہیں جانتے ہیں، دوسرے مقام پر پھر ان منافقوں کا علم اپنے محبوب رحیم کو دے دیا اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ آپ ان کی آوازوں سے ہی ان کو پہچان لیتے ہیں۔ **"سنعذبهم مرتين"** ۵ ''ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے''۔ ہمارے مفسرین اور صحابہ سمیت دو عذابوں کا ذکر یوں ارشاد فرما رہے ہیں کہ ایک جمعہ کی خطبے میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک منافق کا نام لیا، نام لے لے کر کہا کہ فلاں فلاں منافق بندے اٹھ کر میری مسجد سے نکل جائیں، آج تک جو پردہ پڑا ہوا تھا آج وہ پھٹ گیا، اس طرح سے منافقوں کا مسجد نبوی سے نکالا جانا اور ان کے منافق ہونے کا ممبر پر اعلان ہونا یہ ان کی دل کی وہ سوزش تھی جو انہیں کسی لحہ بھی آرام نہیں کرنے دیتی تھی، اور دوسرا عذاب وہ جونہی قبر میں پہنچیں گے تو وہ شروع ہو جائے گا، ارشاد ہوا انہیں دو دفعہ عذاب ہوگا، اس سے پہلے کہ وہ بڑے اور اصلی عذاب کی طرف پلٹیں، یعنی جو جہنم کا عذاب ہے، تو آیت کریمہ نے تین عذابوں کا ذکر کیا، دو پہلے عذاب کی وضاحت کر کے پھر کہہ دیا کہ ان کے بعد تیسرا عذاب بھی ہے، جو عظیم عذاب ہے، اب مسجد سے نکالا جانا اور دل کا جلنا یہ چھوٹا عذاب ہے، قبر میں گلنا سڑنا یہ بھی چھوٹا عذاب ہے، اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اس کے مقابلے میں جسے اللہ کریم بڑا عذاب کہہ رہا ہے، اس کی شدتوں کا کیا عالم ہوگا، اللہ کریم جہنم کے عذاب سے بچائے، یہ وہ شدت ہے جس کی مثال نہیں ہے۔

Marfat.com

وآخرون اعترفوا بذنوبهم .... ان الله غفور رحيم

اب کچھ اور لوگ ہیں یہ وہ تیسرا گروہ ہے جن کے کچھ اعمال تو اچھے ہیں لیکن ان کا ایک آدھ عمل اچھا نہیں رہتا، ان لوگوں کے لیے قرآن پاک نے فرمایا کچھ اور لوگ ہیں جنہیں اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، انہوں نے نیک عملوں کو برے عملوں کے ساتھ ملا دیا ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ کریم ان کی طرف رجوع فرمائیں اور ان کی توبہ قبول کرلیں، اصل کیفیت یہ تھی کہ صحابہ عالی مقام میں سے دس حضرات کا یہ خیال تھا کہ ہم دو چار دن ٹھہر کے کچھ کھجوریں اتار کے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تبوک جانے سے پہلے مل جائیں گے، ہر ایک دن یہی کہتے رہے کہ کل چلے جائیں گے، دن بہت زیادہ لگ گئے کہنے لگے کہ اب ہم نہیں پہنچ سکیں گے، رحمت عالمؐ جب واپس تشریف لے آئے تو مختلف لوگ اپنے اپنے انداز سے سرکار کریمؐ کو ملے، یہ دس حضرات اس انداز سے ملے کہ جب سرکار کریمؐ مسجد میں تشریف لے گئے تو یہ مسجد کے مختلف ستونوں سے اپنے آپ کو باندھ کے بیٹھے ہوئے تھے، حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے، کہنے لگے ہم نے جرم کیا ہے اب ہم نے اپنے آپ کو ان ستونوں سے باندھ دیا ہے، ہم بھوکے پیاسے رہیں گے جس دن آپ ہمیں اپنے ہاتھوں سے کھولیں گے اس دن ہم مسجد سے نکلیں گے، اس سے پہلے جانا نہیں ہے، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک اللہ کریم کا حکم نہیں ہوگا میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے نہیں کھولوں گا، اس موقع پر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی اور اس آیتؐ میں اس بات کی اجازت تھی کہ انہیں آپ ﷺ کھول دیں، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دس آدمیوں کو کھول دیا، وہاں سے اٹھے دس کے دس حضرات نے آپس میں کہا کہ ہمارے مال نے ہمیں یہاں روکا تھا لہذا ہمارے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہمارا مال تھا، چلیں سارے کا سارا مال گھر سے اٹھاتے ہیں مسجد نبوی میں لا کے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں، کہ ہمارے اس مال کو راہ خدا میں جہاں چاہیں خرچ کردیں، کہ اس مال نے ہمیں راہ خدا سے روکا ہے، یہ سوچوں کا انداز ہوتا ہے بشرطیکہ منافقت سینے میں نہ ہو، سینے میں ایمان باقی ہو، کیونکہ یہاں ان دس آدمیوں کے سینے میں ایمان باقی تھا، اب جو عمل اچھا نہیں ہے وہ یہ ہے کہ وہ دس آدمی سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے نہیں ہیں۔ وہ بے نمازی تھے یہ بات نہیں ہے۔ وہ زکوۃ نہ دیتے ہوں یہ بات بھی نہیں ہے، وہ باقی اعمال اسلامی بجا نہ لاتے ہوں یہ بات بھی نہیں ہے، وہ سر سے پاؤں تک مسلمان ہیں لیکن سرکار کریم ﷺ کے ارشاد پر ساتھ نہ چلنا اسے اللہ کریم نے گناہ قرار دیا، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ گناہوں سے بڑا گناہ ہے، کہ سرکار کریم ﷺ جہاد کے لیے فرمائیں آدمی گھر بیٹھ جائے اب وہ دس آدمی اپنا سارے کا سارے مال لے کے مسجد نبوی میں بیٹھے ہیں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کریم نے یہ حکم دیا کہ ان کے مال کا تیسرا حصہ لے لیا جائے اور وہ راہ خدا میں صرف کردیا جائے، دو حصے انہیں واپس کردیے جائیں کیونکہ ہم نے ان کی توبہ قبول فرمالی ہے۔

Marfat.com

خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ

محبوب آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیں، انہیں پاک فرمادیں ان کا تزکیہ اس صدقے سے کریں، ان کے لیے دعا مانگیں

إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟

، یقیناً آپ کی دعا ان کے لیے ذریعہ سکون ہے، اللہ کریم سننے والا اور علم والا ہے۔ کیا ان لوگوں کو پتہ نہیں ہے

أَنَّ ٱللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ ٱلتَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِۦ وَيَأْخُذُ ٱلصَّدَقَٰتِ وَأَنَّ

کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو اپنے بندوں کی طرف سے قبول فرماتا ہے، اور ان کے صدقات کو بھی لے لیتا ہے

ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ وَقُلِ ٱعْمَلُوا۟ فَسَيَرَى ٱللَّهُ عَمَلَكُمْ

، یقیناً اللہ کریم توبہ قبول فرمانے والے بہت ہی مہربان ہیں۔ فرمادیجئے تم اپنے عمل جاری رکھو اللہ کریم تمہارے اعمال کو دیکھے گا

وَرَسُولُهُۥ وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَٰلِمِ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ

اور اس کے رسول دیکھیں گے اور مومن بھی ملاحظہ کریں گے، پھر تم غیب وشہادت کے جاننے والے اللہ کریم کی طرف پلٹائے جاؤ گے

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ وَءَاخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ

وہ ذات پاک تمہیں بتائے گی کہ تمہارے اعمال کیا تھے کچھ اور ہیں جنہیں مہلت دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کی

ٱللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾

اللہ تعالیٰ انہیں یا تو عذاب دے گا یا ان کی طرف رجوع فرمائے گا، اللہ کریم علم وحکمت والا ہے

وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًۢا بَيْنَ

۔ وہ لوگ جنہوں نے ایسی مسجد بنائی جو ضرر کے لیے تھی، کفر کے لیے تھی، اور تفریق اور پھوٹ ڈالنے کے لیے تھی

ٱلْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ مِن قَبْلُ

مومنوں کے درمیان، اور وہ گھات تھی ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑتے ہیں، اور اس سے پہلے بھی لڑ چکے ہیں

خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰٓ أَزْوَاجِنَا وَإِن يَكُن

وہ ہمارے مردوں کے لیے خالص ہے، اور ہماری خواتین کے لیے حرام ہے، اگر وہ

مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ

مردار ہوگا تو اس میں سب شریک ہوں گے، اللہ تعالیٰ انہیں ان اوصاف کا بدلہ دے گا، بے شک وہ

حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوٓا أَوْلَادَهُمْ

حکمت والا اور علم والا ہے، خسارے میں رہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو مار دیا

سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَآءً عَلَى اللَّهِ

جانیں بغیر حماقت سے، اور انہوں نے حرام کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا تھا، یہ بھی اللہ تعالیٰ پر بہتان تھا

قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۴۰﴾

وہ گمراہ ہوئے اور وہ ہدایت پانے والے لوگ نہیں تھے

وکذلک زین لکثیر من المشرکین......قد ضلوا وماکانوا مھتدین

مشرکوں کے لیے اپنے بچوں کو مارنا کہ شریکوں نے، ان بتوں نے، ان جنوں نے، ان شیاطین انس نے حسین بات بنا رکھی تھی، وہ نذر مان لیتے تھے، کہ بت کو راضی کرنے کے لیے ہم ایک بچے کی قربانی دیدیں گے یا ایک بچی کی قربانی دیدیں گے، یا اسے اپنے گھر میں نہیں رکھیں گے بتوں کے تھان پر چھوڑ دیں گے، یہ وہ طریقہ تھا جو عربوں میں بھی تھا اور ہندوؤں میں بھی بڑی کثرت سے تھا، ہندو تو اب بھی گاؤں میں چوری چھپے کسی نہ کسی بچے کو بتوں پر قربان کر دیا کرتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ یہ بات ان کے لیے بڑی خوبصورت بنی ہوئی تھی، وہ بت ایسا کیوں کراتے تھے یا ان کے شیاطین کیوں کراتے تھے یہ ان کی ہلاکت تھی، ان کا دین تباہ کرا دیتے تھے اس طریقے سے، اگر اللہ کریم چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، محبوب ﷺ آپ انہیں ان غلط باتوں

Marfat.com

وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾

وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ تو صرف بہت ہی اچھائی کا تھا اللہ کریم گواہ ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں

لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ

آپ اس مسجد میں کبھی بھی نہ ٹھہریں یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے پہلے

يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ

دن سے ہی، اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ کا قیام اس میں ہو، وہاں ایسے لوگ ہیں جو طہارت پسند ہیں

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ

اللہ کریم طہارت والوں کو پسند فرماتا ہے، کیا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد

عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ

اللہ کریم کے تقویٰ اور رضامندی پر رکھی ہو بہتر ہے یا وہ بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی رکھی ہو

عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

ایک کنارے پر جو نیچے سے کھوکھلا ہے، گرنے والا ہے، وہ انہیں جہنم کی آگ میں گرا لے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ راستہ نہیں دکھایا کرتا

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً

ظالم قوم کو سیدھا یہ ان کی عمارت جو انہوں نے تعمیر کی ہے شک وشبہ اور تردد واضطراب کا ذریعہ بنی رہے گی

فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾

ان کے دلوں میں، مگر یہ کہ ان کے دلوں کو کاٹ دیا جائے اللہ کریم علم وحکمت والا ہے

Marfat.com

خذ من اموالھم صدقۃ ......واللہ سمیع علیم

تواب جن کے کچھ اعمال اچھے تھے ایک آدھ عمل ان میں اچھا نہیں تھا انہوں نے یہ انداز اپنایا، اب اس طریقے کو اس دور میں بھی ہم ایک انداز سے اپنا سکتے ہیں، وہ یہ ہے کہ جب خلجان پیدا ہوا کسی عمل کی وجہ سے تو اس خلجان کو دور کرنے کے لیے استغفار زبانی بھی ضروری ہے، لیکن صحابی کا عمل راہ خدا میں مال دینا ہے، لہذا راہ خدا میں کچھ صدقہ دے دیا جائے اور پھر اللہ کریم سے توبہ کی جائے اس صدقے کی وجہ سے یہ توبہ قبول ہو جائے گی، محبوب آپ ان کے مال سے صدقہ لے لیں اس کا فائدہ کیا ہوگا انہیں تطہیر حاصل ہوگی، تطہیر کا مطلب یہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ جو مال کی محبت تھی یا اس مال کو سنبھالنے کے لیے سرکار کریم سے پیچھے رہ گئے تھے، وہ مال کی محبت دل سے نکل جائے گی، جب اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی حکم ہو تو مال کی محبت کو چھوڑ دینا گویا دل کو پاک کر لینا ہے، محبوبؐ یہ مال قبول کر کے راہ خدا میں دے کے آپ انہیں پاک کر دیں، ان کا تزکیہ فرما دیں، تزکیہ کا تعلق دل سے ہوتا ہے، یعنی دل کے اندر جو گناہ والی باتیں آ گئی ہیں، ان باتوں سے دل کو پاک کر دیا جائے، ان کے لیے پھر محبوب آپ دعا بھی فرمائیں، اس کے مفسرین نے دو معنے کیے ہیں، اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے کہ آپ ان کے لیے دعا کریں۔ **"ان صلوتک سکن لھم"** ٥ ''محبوب آپ کی دعا سے انہیں تسکین مل جاتی ہے''۔ ایک دو مفسرین نے کہا ہے کہ جب ایسے لوگ فوت ہو جائیں تو آپ ان کی نماز جنازہ پڑھا دیا کریں، آپ کی نماز جنازہ ادا کرنے سے انہیں تسکین مل جاتی ہے، اب نماز جنازہ کے بعد ظاہری بات ہے کہ وہ بندہ مر چکا ہے، وہ قبر میں ہے تسکین کی وہاں صورت ایک ہی بن سکتی ہے، کہ عذاب قبر اس سے ٹل جائے، تو پتہ یہ چلا کہ جب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھا دیں تو عذاب قبر ختم ہو جایا کرتا ہے، وہ کسی امتی کے حق میں دعا مانگیں تو ایسی ہی تسکین اسے بھی میسر آتی ہے، اللہ کریم سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے۔

الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ.... وان اللہ ھو التواب الرحیم

آپ کی دعاؤں کو سنتا ہے، ان کے کوائف کو جانتا ہے، انہیں معلوم ہونا چاہیے ان لوگوں کو کہ انہیں پتہ نہیں ہے کہ بندہ جب اللہ کریم کی طرف رجوع کرتا ہے ہزاروں غلطیوں کے بعد تو اللہ کریم اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے، وہ جو صدقات راہ خدا میں اور خدا کی طرف متوجہ ہو کے دیتے ہیں انہیں اللہ کریم قبول کر لیتا ہے، توبہ بھی قبول ہوتی ہے پھر رحمت کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں، اس آیت کی تشریح کے لیے آپ ایک حدیث کو ساتھ ملا لیں بات واضح ہو جائے گی۔

سرکار کریم فرماتے ہیں ''کہ بندہ ایک مرتبہ توبہ کرتا ہے، دوبارہ کرتا ہے سہ بارہ کرتا ہے پھر جب اس کے بعد بھی توبہ جاری رکھتا ہے تو اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اسے پتہ ہوتا کہ میرے بغیر کوئی بھی بخش دیتا ہے تو یہ کسی اور دروازے پر چلا جاتا لہذا یہ نہیں گیا ہے تو آپ گواہ رہیں کہ میں نے اسے معاف کر دیا ہے''۔

ایک اور حدیث پاک میں ایک بڑی ہی نفیس بات آتی ہے وہ حدیث بھی آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا"جب کسی بندے سے ایک دفعہ مانگو، دوبارہ مانگو، سہ بارہ مانگو تو وہ تنگ پڑ جائے گا، یہ اللہ کریم کی شان بے نیازی ہے کہ جتنی دفعہ زیادہ مانگتے جاؤ گے رحمت کا دروازہ اتنا ہی کھلتا چلا جائے گا، وہاں زجر (ضجر) نہیں ہے، ڈانٹ ڈپٹ بھی نہیں ہے، زجر کا معنی ہوتا ہے کسی کے بار بار سوال کرنے سے تنگ پڑ جانا"۔

جب بھی آپ ربّ کریم کی طرف بڑھیں گے تو رحمت کی وسعتیں اور اس کی پہنائیاں آپ کو اپنی آغوش رحمت میں لے کے آپ کی توبہ بھی قبول کر کے آپ کو طہارت عطا فرما دیں گی۔

وقل اعملوا فسيرى الله عملكم...... والله عليم حكيم

آگے ارشاد ربانی ہے کہ اے محبوبؐ آپ انہیں فرما دیں جو پیچھے رہ گئے تھے لیکن دل میں مخلص ہیں، کہ تم عمل کرو اللہ کریم تمہارے عمل کو دیکھے گا، اس کا رسول کریم بھی دیکھے گا، مومن بھی دیکھیں گے، یہاں مفسرین نے بڑے ہی نفیس نکتے بیان کیے ہیں میں صرف دو باتیں عرض کروں گا، کہ جو نیک عمل ہوتا ہے قرآن پاک خود کہتا ہے کہ" کہ پاکیزہ کلام اور پاکیزہ عمل اسی کی طرف اوپر کو اٹھتا ہے"۔ یہ قرآن کریم نے بات کہہ دی تو یہاں فرمایا عمل کرو، اب عمل ہوگا نیک تو وہ اوپر کو اٹھے گا، اللہ کریم اسے نور توحید سے ملاحظہ فرمائیں گے، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی روح کے نور سے اسے ملاحظہ فرمائیں گے، مومن جو انوار محمدؐ سے مستفیض ہوئے ہیں وہ اپنے نوروں سے اپنی روشنیوں سے اسے ملاحظہ کریں گے، پھر تم غیب و شہادت جاننے والے اللہ کریم کی طرف لوٹائے جاؤ گے، یعنی موت کے بعد، اللہ کریم تمہیں بتائے گا کہ تم کیا عمل کرتے تھے اور وہ عمل کس انداز سے مقبول ہے، اس کے ساتھ ایک اور حدیث پاک کو ملا لیا جائے۔

سرکار کریمؐ فرماتے ہیں کہ" جب بندہ راہ خدا میں ایک چھوٹی سی چیز دیتا ہے مثلاً اخروٹ جتنی، اللہ کریم اسے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں یعنی شہادت والی انگلی اور انگوٹھے سے پکڑ لیتے ہیں اللہ کریم کے اس پکڑنے سے اس شے میں یہ برکت آتی ہے کہ جب یہ چیز قیامت کو اس بندے کو واپس ملے گی جو اس نے راہ خدا میں دی تھی وہ اخروٹ جتنی چیز جو ب وہ پہاڑ جتنی بن ہو چکی ہوگی"۔

اصل میں یہاں خلوص ہوتا ہے اور اگلی بات یہ دیکھنی ہوتی ہے کہ اس چیز کا انسانیت پر فائدہ کس کس انداز سے مرتب ہوا ہے، اگر وہ علم ہے تو ایک آدمی نے ہزار آدمی کو پڑھا دیا ہے اگر وہ ہزار آدمی اگلی نسل میں دس دس مزید آدمیوں کو پڑھا دیں تو اس نسل میں ان کی تعداد دس ہزار ہو جائے گی، یا ایک لاکھ ہو جاتے ہیں، اس سے آگے والی نسل میں یہ بات کہاں سے کہاں جا پہنچتی ہے، اب ہم تھوڑا سا یہ سوچیں کہ امام اعظمؒ نے اپنا ایک انداز اپنایا اور شاگردوں کا ایک جال بچھایا، اگلی نسل میں ان کے شاگرد

آگے بڑھے اس سے آگے والی نسل میں اور آگے بڑھے اب جب امام اعظم ؒ کو اس دنیا سے گئے ہوئے چھتیس سینتیس نسلیں گزر چکی ہیں تو ان کا فیضان کہاں تک پہنچ چکا ہے، یہ وہ بات ہے کہ اللہ کریم انگلی میں لیتا ہے اور پھر جب دوبارہ وہ چیز قیامت والے دن بندے کو ملتی ہے تو وہ اخروٹ جتنی شے نہیں ہوتی بلکہ وہ احد پہاڑ جتنی بڑی چیز بن چکی ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ وہ غیب و شہادت جاننے والا اللہ ہے پھر اس کے پاس جاؤ گے تو اپنے اعمال کو دیکھ لو گے۔

کچھ اور لوگ ہیں جن کے لیے اللہ کریم نے معاملے کو موقوف کر دیا گیا ہے، ڈھیل دیدی گئی ہے، اللہ کریم انہیں عذاب دے یا ان کی طرف رجوع فرمائے یہ اس کی مرضی پر ہے، اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے۔

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا... واللہ یشھد انھم لکذبون

اب وہ تیسرا گروہ بڑا منظم ہو کے ہمارے سامنے آتا ہے، انہوں نے ایک مسجد بنائی جسے اسلامی تاریخ میں مسجد ضرار کہتے ہیں یہ مسجد قباء کے بالکل قریب تھی، میں گزشتہ لیکچر میں عرض کر چکا ہوں کہ ابو عامر نامی ایک بندہ مکہ کے کافروں کی حمایت کرتا تھا انہیں بار بار اکسا کے حملے کرواتا تھا فتح مکہ کے بعد بالکل مایوس ہو گیا اب وہ قیصر کے پاس پہنچا وہاں سے منافقین کو پیغام بھیجے کہ تم اکٹھے ہو کے ایک مسجد تعمیر کر دو چونکہ مسجد بنانے سے تمہیں یہ روکیں گے نہیں، جب دوبارہ میں قیصر کی فوجوں کی فتح کے بعد واپس آؤں گا تو اسے اپنا مرکز قرار دوں گا، اب یہ مسجد اس بات کے لیے بنی۔ ضرار جسے آپ عام طور پر ضرر کہتے ہیں، تو اسلام کو نقصان دینے کے لیے یہ مسجد تعمیر ہوئی تھی، ضرار کا دوسرا معنی ضد بھی ہوتا ہے، یعنی مسلمانوں کی ضد میں اسے تعمیر کیا جا رہا تھا، پہلی بات یہ ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس کی بنیاد کفر پر تھی، اطاعت خدا اور اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نہیں تھی، دوسری بات یہ تھی کہ منافق جو کو ظاہری طور پر اپنے آپ کو مومن کہہ رہے تھے وہ اس صورت میں الگ جماعت بن جاتے تھے اور مسلمانوں کو بھی وہ اپنے ساتھ ملا سکتے تھے، لہذا اس سے مسلمانوں میں تفریق آتی تھی، اب یہ مسجد نہیں ہے یہ گھات ہے، اللہ اور رسول کے ساتھ جو جنگیں کرتے رہے ہیں ان لوگوں کے لیے، اس مسجد کی قرآن پاک نے چار صفات بیان کی ہیں، یہ سراپا ضرر ہے، اس کی بنیاد کفر پر ہے، مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لیے اسے تعمیر کیا گیا ہے، یہاں وہ لوگ گھات لگا کے بیٹھیں گے جو اس سے پہلے اسلام کی مخالفت کرتے رہے، اب بھی کسی مسجد کو محض اس لیے بنایا جائے کہ مسلمان بٹ جائیں تو وہ اسی مسجد کے ضمن میں آئے گی، لہذا ایسی باتوں سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے، اب جب وہ ناکام ہو گئے ہیں تو وہ بھرپور اور ازاں قسمیں کھائیں گے، کہ ہم نے تو بھلائی چاہی تھی اس کا معنی صرف بھلائی نہیں ہے، ہمارے اکثر مترجمین یہی معنی کر رہے ہیں، "حسنیٰ" احسن کی تانیث ہے، اور احسن اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اس کا معنی اترا ما یہ کرنا ہوگا، کہ "ہم تو بہت زیادہ بہتری کے متمنی تھے"۔ لیکن وہ بات بن نہ سکی، اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

Marfat.com

لاتقم فيه ابدا.....والله يحب المطهرين

یہ بات نہیں تھی کہ وہ کوئی اچھی بات کرتے ،محبوب آپ نے اس مسجد میں جا کے ہرگز نماز نہیں پڑھنی ہے،اس میں کھڑا نہیں ہونا ہے یعنی نماز نہیں پڑھنی ہے۔

وہ مسجد جو پہلے دن سے ہی تقوی کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی ،وہ زیادہ مستحق ہے اس بات کی کہ آپ اپنے قدوم پاک سے اسے نوازیں اور وہاں جا کے نماز پڑھائیں ،یہ کون سی مسجد تھی ، یہ مسجد قبا ہے، جو مدینہ طیبہ میں آج بھی اپنی ساری رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے اب تو مجھے پتہ نہیں لیکن جب میں 1981ء میں حج کرنے کے لیے گیا تھا تو اس کے سامنے ایک پول پر ہاتھ کے اشارے سے نبی اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے طریقہ ہجرت کی طرف یا ہجرت کے راستے کی طرف ایک ہاتھ اشارہ کر رہا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا!

"طلع البدر علينا من ثنيات الودع" کہ چاند اہی ودع کی گھاٹیوں سے نکلا تھا

یعنی رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اسی طرف سے تشریف لائے تھے۔

تو اس مسجد کو کہا کہ اس کی بنیاد تقوی پر ہے،وہ مسجد اس بات کی مستحق ہے کہ آپ اس میں تشریف لے جائیں رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس آیت کی تعمیل کے لیے ہفتے میں ایک دفعہ مسجد قبا، میں نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ" جو مدینہ سے نکل کے وہاں جا کے نماز پڑھتا ہے اسے عمرے کا ثواب ملتا ہے"۔ یہ سرکار کریم کا ارشاد عالی ہے۔

آگے ارشاد ربانی ہے کہ وہاں ایسے لوگ ہیں جو طہارت پسند ہیں ،قرآن پاک نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھیوں کے لیے کتنا نفیس لفظ استعمال کیا ہے ،وہاں وہ لوگ رہتے ہیں جو طہارت پسند ہیں ،مہاجرین نے ان سے پوچھا کہ اللہ کریم نے یہاں تمہاری طہارت کا ذکر کیا ہے ،آپ یہ بتائیں کہ کوئی خاص طہارت ہے انہوں نے کہا کہ اس دور میں یہ رواج تھا کہ رفع حاجت کے لیے لوگ باہر جاتے تھے وہاں پتھروں سے صفائی کر لی اور واپس آ گئے ،اسی کو وہ کافی سمجھتے تھے اور فقہی طور پہ کافی ہے ،لیکن مدینہ طیبہ کے لوگ اس کے بعد گھر آ کے پھر پانی سے استنجا فرمایا کرتے تھے ،انہوں نے کہا کہ یہ بالکل الگ بات ہے جو باقی لوگوں سے ہٹ کے ہم کرتے ہیں ،تو اس طہارت کو اللہ کریم نے پسند کیا لیکن مسلمان کو بحیثیت قوم مجموعی جو مزاج دیا گیا ہے وہ طہارت پسندی کا ہے ،کہ پانچ نمازوں میں اگر آدمی باوضو بھی رہے تو کم از کم ان پانچ نمازوں کے لیے کم از کم وہ تین دفعہ تو لازماً وضو فرمائے گا ،ویسے روزانہ نہ سہی لیکن جمعہ کو وہ سنت سمجھ کے غسل بھی لازمی کرے گا ،تو تعلیمات نبوی کی روشنی میں اس قوم کی طہارت لازمی ہے ،ہمیں طہارت پسند ہونا چاہیے ،جنہوں نے طہارت ہم سے سیکھی تھی وہ ہم سے آگے نکل گئے ہیں ،

Marfat.com

لیکن ظاہری طہارت کے ساتھ ہمیں جس طہارت کا حکم دیا گیا ہے وہ باطنی طہارت ہے اور اس کے لیے بہت زیادہ زور دیا گیا، کہ اللہ کریم ''**متطھرین**'' کو جو طہارت کرتے ہیں انہیں پسند فرماتا ہے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نماز پڑھنے کے بعد وہاں مصلےٰ پر بیٹھ جاتے ہیں، فرشتے آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے آپ کی دعاؤں پر آمین کہتے رہتے ہیں، اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک آپ بے وضو نہیں ہو جاتے، اب آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ طہارت کی عظمت اسلام میں کیا ہے، تو یہ لوگ طہارت پسند ہیں، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی عادت شریف یہ تھی کہ باوضو ہوتے ہوئے بھی آپ ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے تھے، ایک صحابی حضرت عبداللہؓ نے سرکار کریمؐ کی خدمت میں یہ بات عرض کی تھی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم مجھے بھی آپ اجازت فرمائیں کہ میں ہر نماز کے ساتھ تازہ وضو کیا کروں، اور اس بات کی بھی اجازت فرمائیں کہ میں سدا روزہ دار رہوں، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے لیے تنگی نہ بناؤ، انہوں نے بار بار اصرار کیا اور نبی پاکؐ سے کہا کہ دو دن روزہ رکھ کے درمیان میں ایک دن کے لیے چھوڑ دیا کروں گا، حضور کریمؐ نے کہا یہ بھی نہیں، ایک دن روزہ رکھو ایک دن چھوڑ دو، فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کا طریقہ تھا اگر ایسا کرو تو ٹھیک ہے لیکن بہتر ہے کہ ایسا بھی نہ کرو، انہوں نے کہا کہ حضور آپ اجازت دیں کہ میں ایسا کیا کروں، فرمایا جب بات لمبی ہو گئی اور اللہ کریم آپ کو لمبی زندگی دے گا تو بڑھاپے میں یہ بڑی دقت کی بات ہوگی، اور ہر نماز کے ساتھ وضو بھی اس وقت مشکل لگے گا، حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اب خیال آتا ہے کہ جب چھوٹ مل رہی تھی تو میں نے وہ اجازت کیوں نہ لے لی کہ جس طرح آپ فرماتے ہیں اس طرح کروں گا، لیکن اب میں اپنی بات کو نبھاؤں گا نہیں تو قیامت کے دن اپنے محبوبؐ کو منہ کیسے دکھاؤں گا، لہٰذا اپنی بات کو ہر حال میں پورا کرنا ہے، اور اسی بات پر حضرت عبداللہؓ نے اپنی ساری زندگی گزار دی۔

افمن اسس بنینه علی تقوی من الله و رضوان...... والله علیم حکیم

تو ارشاد فرمایا کہ ایک مسجد کی بنیاد ہے تقویٰ پر اور اللہ کریم کی رضا مندی پر تو اس کی عظمتیں اس کے مقابلے میں بھلا کیسے آ سکتی ہیں، جس کی بنیاد ہی ایک کنارے پر ہے۔ ''جرف'' کا معنی یہ ہوتا ہے جب پانی آئے تو نیچے والی مٹی کو وہ اپنے ساتھ بہا کر لے جائے تو اوپر وہ کنارہ آگے سے بڑھا ہوا رہ جائے، نیچے سے تو مٹی نکل گئی اوپر والا حصہ آگے ہے، اس پر ذرا سا وزن پڑے تو یہ گر جاتا ہے، اسے عربی میں جرف کہتے ہیں، ''**ھار**'' گرنے والا، وہ ایک ایسا کنارہ ہے جو گرنے والا ہے، اس کی عظمت تو ہے ہی

Marfat.com

کوئی نہیں، وہ جہنم میں گر جائے گا، وہ خود بھی گرے گا اور اوپر اس کے ساتھ جو کھڑا ہوگا وہ بھی گر جائے گا، اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا، انہوں نے جو کام کیا تھا مسجدِ ضرار کی شکل میں اس کی تفصیلات گزشتہ لیکچر میں ہو چکی ہیں، اس کی شدت سے قرآن پاک نے تردید کی، اب جب اس عمارت یعنی مسجدِ ضرار کو جلا دیا گیا اور گرا دیا گیا تو قرآن پاک نے کہا کہ اب وہ عمارت ان کے دلوں میں کھٹکا بنی رہے گی، ان کے دل کٹ جائیں گے لیکن ان کے دلوں سے یہ کھٹکا ختم نہیں ہو سکے گا، اللہ کریم علم رکھتا ہے اور اس کے فیصلے حکیمانہ ہوتے ہیں۔

اب معاشرے کے جو وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریمؐ کا ساتھ دیا اور جب واپس آئے تو بہ کی اور اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا، ان جانثار ساتھیوں کو اگلی آیت میں بڑے حسین انداز سے یاد کیا جا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

۞ إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں

بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ ۚ يُقَٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَيَقْتُلُونَ

اور اس کے بدلے میں جنت عطا فرمادی ہے، وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں، کافروں کو مارتے بھی ہیں

وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ

اور شہید بھی کردیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے تورات میں، انجیل میں

وَٱلْقُرْءَانِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِۦ مِنَ ٱللَّهِ ۚ فَٱسْتَبْشِرُوا۟

اور قرآن میں، اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے، تو تم خوش ہو جاؤ

بِبَيْعِكُمُ ٱلَّذِى بَايَعْتُم بِهِۦ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

اپنے اس تجارت سے جو تم نے کی، اور بہت بڑی کامیابی ہے

ان الله اشترى من المومنين انفسهم واموالهم...... وذلك هو الفوز العظيم

فرمایا اللہ کریم نے مومنوں سے جانیں بھی لے لی ہیں ان کے مال بھی خرید لیے ہیں، کہ ان کے لیے جنت ہے، وجہ اس کی کیا ہے، وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں کافروں کو مارتے ہیں اور خود بھی شہید ہو جاتے ہیں، اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے، تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ساری زندگی اللہ کریم کے لیے وقف کر رکھی ہے، تو ان کے لیے تین کتابوں میں وعدہ ہے، تورات میں بھی، انجیل میں بھی اور قرآن پاک میں بھی، تو اللہ کریم سے بڑھ کے کون ہے جو اس وعدے کو پورا کر سکے، اللہ تعالیٰ وعدے کو پورا کرتا ہے، یہ لوگ اس خرید وفروخت سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اب انہوں نے کی ہے اس سے وہ بڑے خوش ہیں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے، جدید دور میں کچھ مستشرقین نے یہ بات کہی ہے کہ قرآن پاک کی (نعوذ باللہ) یہ آیت بالکل جھوٹی ہے، ایسی بات نہ کہیں تورات میں نہ کہیں انجیل میں ہے لہذا قرآن نے الزام لگایا ہے تورات اور انجیل پر، تو اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے، کہ وہ جو کچھ کہہ

Marfat.com

رہے ہیں وہ بالکل غلط ہے، تورات دیکھیں لوقا باب نمبر 12 آیت نمبر 33 اور 34 بالکل یہی مضمون جو قرآن پاک یہاں ذکر کر رہا ہے بالکل اسی طرح تورات نے یہ بات کہہ دی ہے، حالانکہ آج تورات کتنے چکروں سے ہو کے گزری ہے اور ہم تک پہنچی ہے، اب ذرا انجیل متی دیکھیں باب نمبر 19 آیت نمبر 29 اس میں بھی بالکل یہی مفہوم ہے جو تورات نے اور قرآن نے بیان کیا ہے، اب ان دونوں کو قرآن پاک کی آیت کے ساتھ ملا کے آپ پھر ہاتھ کھڑا کر کے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ جن مستشرقین نے یا مغربی محققین نے یہ بات کہی ہے کہ تورات اور انجیل میں یہ بات نہیں ہے ان کا غالباً یہ خیال تھا کہ مسلمان قوم تورات اور انجیل کو منسوخ ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھا کرتے، انہیں پتہ نہیں ہوگا تو اب انہوں نے کہہ دیا کہ قرآن پاک کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے، تو میں عرض کر رہا ہوں کہ قرآن پاک کا دعویٰ بالکل صحیح ہے اور ان نام نہاد اور بددیانت لوگوں نے جو بات کہی ہے وہ سر سے پاؤں تک غلط ہے، جو بات یہاں قرآن پاک نے کہی ہے وہی انجیل نے کہی ہے وہی تورات نے بھی کہی ہے، اور میں نے ان کے حوالے بھی آپ کی خدمت میں عرض کر دیئے ہیں۔

قرآن پاک نے مومنوں سے یہ بات کہی تھی کہ اللہ کریم نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیا ہے، صحابہ کرامؓ آپس میں بیٹھتے تھے تو کہتے تھے واہ کیا بات ہے کہ ہم بھی بیچنے والوں میں شامل ہیں، اور اللہ کریم خریدنے والوں میں شامل ہے، ہم کتنے عظیم بیچنے والے ہیں جن سے اللہ کریم نے بات خریدی ہے، اصل میں وہ لوگ بیچنے والے تھے اس لیے انہیں اس بات پر ناز تھا شاید ہم اس راستے کے لوگ نہیں ہیں اس لیے ہمیں اس بات پر ناز نہیں ہوا کرتا۔

اور قرآن پاک میں کون ہے جو اللہ کریم سے بڑھ کے اپنے وعدے کی وفا کرنے والا ہو، تمہیں بشارت ہو اس اپنی بیع کی جو تم نے بیع کی ہے، یہی عظیم کامیابی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ

یہ لوگ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت گزار ہیں، حمد وشکر کرنے والے ہیں، روزہ دار ہیں

الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے، یہ نیکی کا حکم دیتے ہیں

وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ

اور بدی سے روکتے ہیں اللہ کریم کی حدود کا تحفظ کرتے ہیں

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ

محبوب آپ مومنوں کو بشارت دیدیں نہ یہ نبی کے لیے مناسب ہے اور نہ ان لوگوں کے لیے جو صاحب ایمان ہیں کہ

يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ

وہ مشرکوں کے لیے استغفار طلب کرنے لگیں، خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، اس کے بعد کہ

مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ

انھیں بتادیا گیا ہے کہ وہ جہنمی ہیں اور نہیں تھی

اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ

ابراہیم علیہ السلام کی معافی اپنے باپ کے لیے مگر ایک وعدے کی وجہ سے، جو اس سے انہوں نے وعدہ کیا تھا

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾

جب انہیں بتادیا گیا کہ وہ اللہ کریم کا دشمن ہے تو آپ نے اس سے برآۃ کا اظہار کردیا، یقیناً ابراہیم علیہ السلام رجوع فرمانے والے اور بردبار انسان تھے

Marfat.com

میں چھوڑ کے الگ ہو جائیں، مسلمان معاشرے کو ان سے دور کر دیا جائے، اللہ کریم چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے لیکن وہ اس مسئلے کے لیے مجبور ہو جاتے تھے دین اختیاری ہے نہ کہ یہ جبری لوگوں کو مسلمان ہونے پر مجبور کرتا ہے۔

یہ جانور ہیں ان کی پشتوں پر سواری ممنوع ہے، یہ جانور ہیں انہیں ہم ذبح کرتے وقت اللہ کریم کا نام نہیں لیں گے، ہم اپنی خوشی سے انہیں ماریں گے، نہ بتوں کا نام لیں گے نہ اللہ کریم کا نام لیں گے، تو یہ وہ بات ہے جس سے اللہ کریم نے منع فرمایا ہے اور پھر ارشاد فرمایا کہ یہ افتراء ہے، اس افتراء کا انہیں بدلہ دینا ہوگا، ایک تیسری بات تھی کہ یہ جو جانور ہیں ان کے پیٹ میں جو بچہ ہے اسے صرف مرد کھا سکیں گے، خواتین کو ہم نہیں کھانے دیں گے، ہاں اگر وہ بچہ مردہ پیدا ہوتا تو اس میں وہ سب یعنی مرد اور خواتین سب شامل ہو جاتے اور مل کر کھاتے، یہ ان کی ایک خاص عادت تھی، مسلمان تو یہ کرتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوا ہے اور وہ ابھی گوشت کے قابل نہیں ہے اس لیے اسے کچھ عرصہ زندہ رہنے دیا جائے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ یہ سب سے نرم و نازک گوشت ہے جو تازہ پیدا ہوا ہے، لہذا اسے فوراً کھا لیا جائے، جانور ان کے پاس بے شمار ہوتے تھے ہماری طرح جانوروں کی قلت کا مسئلہ نہیں تھا، اب اس بچے کو فوراً کھا لیا جاتا، یہ ان کا بڑا ظالمانہ انداز تھا، یہ وہ بات تھی جو ان کی عادات میں شامل تھی، ارشاد فرمایا کہ یہ جو اوصاف انہوں نے مقرر کیے ہیں ان کا بدلہ بھی اللہ کریم انہیں دے گا، وہ حکمت والا اور جاننے والا ہے۔

جنہوں نے بلا علم اور حماقت سے اپنے بچوں کو مار دیا، وہ بھی آخرت میں خسارے میں ہوں گے، اور جنہوں نے جھوٹی باتیں بنا کے اللہ کریم کے حلال کو حرام قرار دیدیا وہ بھی خسارے میں ہیں، وہ گمراہ لوگ ہیں، وہ ہدایت یافتہ لوگ نہیں ہیں، اب یہ تین وہ انداز ہیں جو اس دور میں مروج تھے اور قرآن پاک نے ان سب کی تردید کی۔

☆☆☆☆☆

التآئبون العابدون الحامدون.....و بشر المومنين

اب مومنوں کی صفات کا ذکر آیا ہے،جن لوگوں سے یہ سودا ہوا ہے وہ کیسے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور توبہ کرنے والے لوگ ہیں،اس کا دوسرے لفظوں میں ترجمہ یہ بنے گا کہ وہ صرف توبہ پسند نہیں ہیں، بلکہ توبہ ان کی گھٹی میں پڑھ چکی ہے، ذرا ذرا سی بات پر وہ اللہ کریم کی طرف رجوع فرماتے رہتے ہیں، عبادت گزار ہیں، اللہ کریم کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں، حمد کے دو معنے ہوتے ہیں، حمد کا معنی تعریف بھی ہے اور حمد کا معنی شکر بھی ہے، کہ اللہ کریم کی تعریفیں بھی کرتے ہیں اور اللہ کریم کا شکر بھی بجالاتے ہیں، ''سائح'' کے بھی دو معنے ہیں، لہٰذا بہت سارے مفسرین نے سائحون کا معنی روزہ دار کیا ہے اور یہ بالکل ٹھیک کیا ہے، بہت سارے مفسرین نے کائنات سے بے تعلق اور اللہ تعالیٰ سے دل جوڑنے والے کیا ہے، یہ معنی بھی بالکل ٹھیک ہے۔ جو رکوع کرنے والے ہیں اور جو سجدہ کرنے والے ہیں، رکوع کا معنی عاجزی بھی ہوتا ہے، نیکی کا حکم دیتے ہیں، اور بری باتوں سے روکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حدود جو اس نے معین فرمائی ہیں ان کی حفاظت کرتے ہیں، محبوب ﷺ جن میں یہ باتیں ہوں ان مومنوں کو بشارت دیجئے ایک بات عربی گرامر کے نکتہ نگاہ سے آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں کہ ان صفات کے درمیان 'واؤ' یا اور کا لفظ ذکر نہیں کیا، وہ توبہ کرنے والے ہیں اور عبادت کرنے والے ہیں ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی، اور آگے چل کے سات صفات ذکر کرنے کے بعد یہ بات کہہ دی کہ **"والناهون عن المنكر"** یہاں 'واؤ' آ گئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے قرطبیؒ نے بڑی شاندار بات کہی ہے آپ کے سامنے میں وہ عرض کر رہا ہوں، وہ فرماتے ہیں کہ قریش کی یہ عادت تھی کہ جب صفات گنتے تھے تو عموماً حرف عطف آٹھویں صفت کے بعد جا کے ذکر کرتے تھے، تو یہ بھی سات گننے کے بعد آٹھویں کے بعد انہوں نے ذکر کی ہے، باقی مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ یہاں دو چیزیں ذکر کی ہیں امر اور نہی۔ تو چونکہ یہ دونوں مقابلے میں آتی ہیں لہٰذا یہاں واؤ آ گیا ہے اور باقی جگہ واؤ نہیں آیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں بشارت ملنی چاہیے، اور ہمیں بھی یہ آٹھ صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔

ما كان للنبى والذين امنوا ان يستغفروا....... ا ن ابراهيم لاواه حليم

آگے ارشاد ربانی ہے کہ اے محبوب ﷺ مومنوں کو بشارت دے دیں، یہاں پھر ایک قاعدہ کلیہ مذکور ہے، وہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معاشرے میں دو قسم کے لوگ ہیں، ایک حقیقی مومن ایک مشرک اور منافق، کیا ان مشرک اور منافق لوگوں کے لیے مغفرت طلب کی جائے یا نہیں، قرآن پاک نے فرمایا آپ نے ان کے لیے مغفرت طلب نہیں کرنی ہے، انہیں اپنے حال پر چھوڑا جائے، یہاں پر ایک سوال تھا، کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی تھی، تو ان کے لیے مغفرت طلب کرنا پھر سنت ابراہیمی ہوا، تو قرآن پاک نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان کا ایک وعدہ تھا ان سے اس کا ایفاء کرتے ہوئے یہ

بات انہوں نے کی تھی، اس وعدے کا قرآن پاک میں کہیں ذکر نہیں ہے کسی دوسرے مقام پر، مفسرین نے ایک بات نقل کی ہے، کہ باپ کا رشتہ ہونے کی وجہ سے آپ کا خیال تھا کہ کسی سطح پر یہ ایمان لے آئیں گے، اور آپ فرماتے تھے اس توقع کی بنیاد پر کہ میں کسی وقت آپ کے لیے مغفرت طلب کروں گا، جب وہ ایمان نہ لائے تو اس وقت آپ کو اس بات سے روک دیا گیا، مشرکین قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب یہ بات واضح ہے کہ وہ جہنمی ہیں، تو ان کے لیے مغفرت طلب کرنا جائز نہیں ہے، اب رہا یہ سوال کہ ابراہیم علیہ السلام کے وہ باپ تھے یا چچا تھے، لفظ یہاں باپ کا آتا ہے، لیکن ایک حدیث پاک اس کی تائید نہیں کرتی، چونکہ قرآن پاک سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دور میں جو بہترین انسان تھے میری روح ان میں منتقل ہوتی چلی آئی تھی، اس آیت کو دلیل بنا کے علامہ پانی پتی نے یہ بات کہی کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں چچا تھے، لہٰذا تارخ اور آزر نام کے دو بندے ہیں، ہمارے جدید مفسرین میں سے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے یہی بات کہی اپنی تفسیر میں کہ میرے نزدیک بھی یہی بات زیادہ صحیح ہے، ان کی عبارت یہ ہے زیادہ قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ آزر ان کا چچا تھا اور یہ معاملہ ان کے ساتھ پیش آیا، یہ مولانا ابوالکلام آزاد کی بات ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، اس سورۃ میں قرآنی آیت پر کوئی ایسی جرح نہیں ہوگی، جو خلاف ادب ہو، اس لیے کہ اب کا لفظ چچا پر قرآن پاک نے بھی استعمال کیا ہے اور حدیث میں بھی استعمال ہوا ہے، اور سرکار کریمؐ نے تو ارشاد فرمایا! ایک دفعہ حضرت عباسؓ تشریف لائے، تو سرکار کریمؐ نے ارشاد فرمایا! "**قوموا لابی**"o "میرے باپ کے احترام میں کھڑے ہو جاؤ"۔ تو نبی کریمؐ نے حضرت عباسؓ کو اپنا باپ کہہ کر لوگوں کو مخاطب کیا، اس سے پتہ چلا کہ باپ چچا کو بھی کہا جا سکتا ہے، یہ وہ حدیث ہے جو مفسرین نے نقل کی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہاں دو صفات آئی ہیں، "**اواہ**"۔ جو یادِ خدا میں آہ و زاری کرتا رہے اسے بھی کہتے ہیں جو نرم دل ہو اسے بھی کہتے ہیں اور جو رجوع کرنے والا ہو اسے بھی کہتے ہیں، تو قرآن پاک نے اس لفظ کے ساتھ حلیم کا لفظ بھی کہا، کہ حضرت ابراہیم حلیم تھے، اللہ کریم جب کسی قوم کو ہدایت دیتا ہے اور احکام بھی ساتھ بیان کر دیتا ہے کہ ان ان چیزوں سے بچنا ہے، اب جو بندہ نہیں بچتا اس کے لیے گمراہی کا حکم ہوتا ہے، اللہ کریم ان سب باتوں کو جانتا ہے، زمین و آسمان کا ملک اسی کا ہے اور موت و زندگی بھی اس کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا کوئی مددگار اور نہ کوئی تمہارا حمایتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَىٰهُمْ حَتَّىٰ

اللہ کریم ایسی قوم کو گمراہ نہیں کرتا جسے ہدایت دیدی گئی ہو

يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١٥﴾ إِنَّ ٱللَّهَ

جب تک ان کے سامنے وضاحت سے بیان نہ کیا جائے، جس سے انہوں نے بچ جانا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ

لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۚ وَمَا لَكُم مِّن

ہر چیز کو جانتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے آسمان وزمین کا ملک ہے وہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے، تمہارے لیے

دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١١٦﴾ لَّقَد تَّابَ ٱللَّهُ عَلَى

اللہ کریم کے مقابلے میں کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہوگا اللہ کریم نے مہربانی فرمائی

ٱلنَّبِىِّ وَٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ فِى

نبی علیہ السلام پر، مہاجرین پر، انصار پر، جنہوں نے پیروی کی

سَاعَةِ ٱلْعُسْرَةِ مِنۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ

نبی علیہ السلام کی اس گھڑی میں جو بڑی دقت کی گھڑی تھی، اس کے بعد کہ ایک گروہ کا دل غلط طرف مائل ہو رہا تھا

مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُۥ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٧﴾

پھر اللہ کریم نے ان کے طرف رجوع فرمایا بے شک اللہ کریم رءوف بھی ہیں اور رحیم بھی ہیں

وَعَلَى ٱلثَّلَٰثَةِ ٱلَّذِينَ خُلِّفُوا۟ حَتَّىٰٓ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْأَرْضُ

۔وہ تین افراد جو پیچھے رہ گئے تھے جب ان پر زمین وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی

بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوٓا۟ أَن لَّا مَلْجَأَ

ان کی جانیں ان کے لیے وبال بن گئیں، انہوں نے خیال کیا کہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے

مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ

اللہ کریم کے بغیر، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رجوع فرمایا تاکہ وہ توبہ کریں، بے شک اللہ وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

نہایت رحم کرنے والا

وما كان الله ليضل قوما....من ولى ولا نصير

اللہ کریم جب کسی قوم کو ہدایت دیتا ہے اور احکام بھی ساتھ بیان کر دیتا ہے کہ ان ان چیزوں سے بچنا ہے، اب جو بندہ نہیں بچتا اس کے لیے گمراہی کا حکم ہوتا ہے، اللہ کریم ان سب باتوں کو جانتا ہے، زمین وآسمان کا ملک اسی کا ہے اور موت وزندگی بھی اس کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا کوئی مددگار اور نہ کوئی تمہارا حمایتی ہے۔

لقد تاب الله على النبى .....ان الله هو التواب الرحيم

آگے والی آیات میں اسی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ایک اور حکم سامنے آرہا ہے، واقعہ یہ تھا کہ وہ بڑا ہی مشکل کا وقت تھا جب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جارہے تھے، تو ارشاد فرمایا کچھ لوگوں کے دل ادھر جانے کے لیے تیار نہیں تھے، لیکن اللہ کریم نے ان لوگوں کی طرف رجوع فرمایا، رحم اور کرم فرمایا ان لوگوں پر بھی رحم اور کرم کیا جو تین آدمی تھے، یہ ایک اور گروہ ہے ان تین حضرات کے نام یہ ہیں جناب کعب ابن مالک، حضرت مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ ان تین حضرات نے بھی مشورہ کیا کہ ہم سرکار کریم ؐ کو بعد میں مل جائیں گے، بعد میں یہ بھی جنگ تبوک کی طرف نہ جاسکے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ سے واپس تشریف لائے تو مختلف قسم کے منافق آئے اور انہوں نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق بہانے تلاش کیے، لیکن حضرت کعب ابن مالک جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ میرے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے، سیدھی سی بات ہے کہ میں تیار تھا لیکن جا نہیں سکا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں مسجد میں ہی یہ بات ارشاد فرمائی، کہ یہ بندہ سچ کہہ رہا ہے، باقی سب جھوٹ بول رہے ہیں، تمہارے بارے میں جو اللہ کریم فیصلہ فرمائیں گے وہ تمہیں بعد میں معلوم ہو جائے گا، یہ ان دس میں تو شامل نہیں تھے۔ یہ تینوں آدمی الگ تھے، اب نوعیت یہ ہوئی کہ ان سے موقاطعہ ہو گیا، ان سے کوئی بھی آدمی بات نہیں کرے گا، ان کے ساتھ مل کے کوئی آدمی کھانا نہیں کھائے گا، کوئی بھی ایسی بات جو معاشرے میں ضروری ہے وہ ان کے ساتھ نہیں کی جائے گی، بخاری اور مسلم میں یہ حدیث تفصیل سے آتی ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ بڑے

Marfat.com

بڑے گہرے دوست ان تینوں کو راستے پر ملتے تھے یہ تینوں ان سے بات کرتے تو لوگ کسی قسم کا انہیں جواب نہیں دیتے حتیٰ کہ سلام بھی کرتے تو سلام کا جواب بھی نہیں ملتا تھا، حضرت کعب ابن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دن تنگ آ کے میں نے اپنے چچازاد بھائی ابی قتادہ کے بارے میں سوچا کہ اسے کہیں ملوں وہ بچپن کا ساتھی ہے اور دوست بھی ہے کم از کم وہ تو میرے ساتھ کوئی نہ کوئی بات ضرور کرے گا، گھر آتا ہوں بیٹا بات نہیں کرتا بیٹی بات نہیں کرتی بیوی بات نہیں کرتی، یہ ہے اطاعت شعاری کا انداز، اور تحریکیں تبھی کامیاب ہوتی ہیں جب اسے ماننے والے اس انداز کے لوگ ہوتے ہیں، میں نے قتادہ کے گھر سے پتہ کیا کوئی بندہ بولا نہیں ہے، ایک چھوٹا سا بچہ تھا اس نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھاس کاٹنے گئے ہوئے ہیں، میں اس کے باغ میں پہنچا اسے پتہ تھا کہ کسی نہ کسی دن کعب یہاں آ پہنچے گا اس لیے اس نے اپنے باغ کے دروازے کو اندر سے کنڈی لگا کر بند کیا ہوا تھا، میں دیوار پر چڑھا چھلانگ لگائی اور باغ کے اندر چلا گیا جب میں اس کے پاس جا کے بیٹھا تو اس کے بعد میں نے سارے جتن کئے کہ وہ میرے ساتھ بات کرے میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے کبھی معافی بھی مل جائے گی اس نے جواباً صرف ایک بات کہی! ''یہ بات اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کو پتہ ہے''۔ اس کے علاوہ اس نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی، جب میں باہر نکلا تو یہ سوچ رہا تھا کہ اپنے آپ کو کسی پہاڑ پر سے گرادوں یا کسی کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں، ایک بندہ مجھے تلاش کرتا ہوا ملا اس کے پاس قیصر کا خط تھا اس میں لکھا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تیرے رسول نے تجھ چھوڑ دیا ہے تو وہاں سے بھاگ کے میرے پاس آجا تجھے بہت ہی عزت واحترام ملے گا، جو بندہ یہ خط لے کے آیا تھا کعب نے اس کے سامنے اس خط کو آگ لگا دی، کہ آج ایک کافر میرے ایمان کی قیمت لگا رہا ہے، چالیس دنوں کے بعد یہ حکم ہوا کہ آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ رہ بھی نہیں سکتے، اب ہم کدھر جائیں دس دن اسی طرح سے اور گزر گئے، اب نوعیت یہ ہے کہ پچاسویں رات آ گئی ہے پچاسویں رات میں یہ اگلی آیت نازل ہوئی، اور ان تینوں کی توبہ قبول ہو گئی جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو جس آدمی نے آ کے مجھے یہ بات بتائی کہ تمہاری توبہ قبول ہو گئی ہے تو میں نے اپنا لباس اتار کے اس کے حوالے کر دیا، اور پھٹے پرانے کپڑے، پہن لیے، دوڑا دوڑا سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا میں مسجد نبوی میں جاتا تھا اور جب میں نماز پڑھ رہا ہوتا تھا تو سرکار کریم مجھے نماز پڑھتے ہوئے تو دیکھتے تھے لیکن جب میں نماز سے فارغ ہوتا تھا تو سرکار کریم ﷺ اپنا رخ انور دوسری طرف کر لیا کرتے تھے

☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ

اے ایماندارو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ساتھ دو

ٱلصَّـٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ لِأَهْلِ ٱلْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم

سچے لوگوں کا مدینہ والوں اور ان کے اردگرد کے

مِّنَ ٱلْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُواْ عَن رَّسُولِ ٱللَّهِ وَلَا يَرْغَبُواْ بِأَنفُسِهِمْ

بدویوں کا یہ حق نہیں تھا کہ وہ رسول اقدس ؐ سے پیچھے رہ جاتے، اور نہ ہی یہ ان کا حق تھا کہ آپ ؐ کی ذات پر اپنی ذاتوں کو ترجیح دیتے

عَن نَّفْسِهِۦ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ

یہ اسی لیے ہے کہ انہیں نہ پیاس آتی ہے نہ کوئی اور تکلیف ہوتی ہے

وَلَا مَخْمَصَةٌ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ

نہ بھوک ہوتی راہ خدا میں، اور نہ ہی وہ کسی مقام کو گزرگاہ بناتے ہیں جو غیض وغضب کا ذریعہ ہو کافروں کے لیے

ٱلْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم

اور نہ ہی دشمن سے وہ کوئی بات حاصل کرتے ہیں، مگر لکھ دیا جاتا ہے

بِهِۦ عَمَلٌ صَـٰلِحٌ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾

ان سب چیزوں کے لیے ان کے حق میں عمل صالح، یقیناً اللہ کریم احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا

وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ

وہ چھوٹا بڑا کوئی خرچ راہ خدا میں نہیں کرتے اور کسی وادی کو فتح نہیں کرتے

Marfat.com

وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا

مگران کے لیے نیکی لکھ دی جاتی ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین بدلہ دے

يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾

ان کے اعمال کا

یا ایھا الذین امنوا اتقوااللہ وکونوا مع الصادقین.....

لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون

اے ایماندارو یہ سچے لوگ تھے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان سچوں کا ساتھ دو، مدینے والے ہیں اور یہ اردگرد کے بدوی لوگ ہیں، ذرہ یہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کے سوچیں جب اللہ تعالیٰ کا رسولؐ شدید گرمی میں مدینہ چھوڑ کے تبوک جا رہا تھا، تو کیا پیچھے رہ جانا ان کا حق بھی تھا، ایسی بات تو نہیں ہونی چاہیے تھی، یہ کیوں پیچھے رہ گئے؟ اپنی جانوں کو سرکار کریم کی جان پاک پر انہوں نے ترجیح کیوں دی؟ یہ میدان جہاد کی طرف بڑھتے انہیں پیاس لگتی، بھوک لگتی، تکلیف ہوتی راہ خدا میں، جب کسی ایسے مقام سے گزرتے جو کافروں کو بڑا شاق گزرتا کہ یہ یہاں سے نہ گزریں، یا دشمن کے مقابلے میں یہ کوئی کامیابی حاصل کر لیتے، تو ان سب باتوں کے بدلے میں ان کے نامہء اعمال میں نیک عمل لکھ دیئے جاتے، اور ان کی اچھائی کے اجر کو اللہ کریم ضائع نہ کرتا، چھوٹا بڑا جو بھی خرچ راہ خدا میں دیتے، کسی وادی کو بھی قطع کرتے تو یہ بات بھی ان کے لیے اجر کے طور پر لکھ دی جاتی، اور یہ بہترین عمل ہوتا، لیکن یہ ایسا نہیں کر سکے، اب ان میں سے ایک آدمی ایسا رہ جاتا ہے اس سارے گروہ سے جو یکتا اور تنہا ہے، لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ یہ آدمی یہاں نہیں ہے، سرکار علیہ السلام تو چلے گئے یہ گھر آئے تین چار دنوں کے بعد دیکھا کہ بیگم صاحبہ نے سائے میں پانی کا چھڑکاؤ کر رکھا ہے، صراحیاں ٹھنڈے پانی کی بھر کے پاس رکھی ہیں، پانی کو دیکھا اور چھڑکاؤ کو دیکھا اور ٹھنڈی ہوا کو دیکھا بیگمات کو دیکھا جو گھر بیٹھی ہوئی ہیں، دہلیز سے واپس پلٹے اور گھوڑے پر سوار ہو کے بھاگ کھڑے ہوئے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف، ان کا نام تھا حضرت ابوخیثمہؓ۔ دوپہر کا وقت ہے سواری کو بھگاتے بڑھ رہے ہیں، دھول اڑ رہی ہے، صحابہ نے کہا کہ کوئی سوار ہے جو ہماری طرف آ رہا ہے، سرکار کریم علیہ السلام نے فرمایا!'' آنے والے ابوخیثمہؓ بن جا''۔ یعنی اللہ کرے وہ ابوخیثمہ ہو، ہمارے لفظوں میں اس کا ترجمہ یہ بنے گا، صحابہ نے کہا کہ جب دھول قریب آئی تو ہم نے دیکھا کہ ابوخیثمہ آ رہے ہیں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا سناؤ کیسے آئے ہو، عرض کیا کہ حضورؐ جب میں گھر گیا تو پانی کو چھڑکاؤ

Marfat.com

تھا اور ٹھنڈی چھاؤں تھی، اور کھانے پینے کا سارا سامان میری بیوی نے وہاں رکھا ہوا تھا، مجھے یہ طویل سفر، یہ شدید گرمی اور پھر اس گرمی کی لو یہ بات یاد آئی تو میں دروازے سے پیچھے ہٹ آیا، دہلیز کو کراس کر کے گھر میں اندر نہیں گیا وہاں سے واپس پلٹا اور پھر اب آپ کی خدمت میں پہنچ گیا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بہت ساری دعائیں دیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً

ان کے اعمال کا مومنوں کے لیے یہ تو اچھا نہیں ہے کہ وہ سارے کے سارے نکل کھڑے ہوں

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

لیکن ان میں سے ایک گروہ کیوں نہ نکل کھڑا ہوا اپنے گھروں سے تاکہ دین میں تفقہ اور مہارت پیدا کرتے

وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾

،اور واپس آتے تو اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے، شاید وہ لوگ پھر اس طرح محتاط ہو جاتے

وما كان المومنون لينفروا كافة......لعلهم يحذرون

تو اب یہاں تعلیمی مقاصد جو ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ معاشرے میں جب قوم چلتی ہے تو اسے تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیے جب آپ نے دینی تعلیم حاصل کرنی ہے تو آپ سارے کے سارے مقاصد چھوڑ کے سب پڑھائی میں مصروف ہو جائیں تو دنیا کے کام رک جاتے ہیں، ایک گروہ فارغ کر دو، تاکہ وہ دین سمجھنے کے لیے جائیں، پڑھ کے واپس آئیں اور اپنی قوم کو اسلام سکھائیں، شاید اس انداز سے وہ قوم بچ جائے، اس سے پتہ چلا کہ یہ بنیاد ہے اسلامی تعلیم کی، اگر گھر کے آٹھ بندے ہیں تو ان میں سے ایک آدھ بندہ دینی تعلیم کے لیے فارغ کرنا چاہیے، تاکہ وہ واپس آ کے دین پڑھ کے آپ کو اسلام کی تعلیم دے سکے، اسلامی معاشرے نے ہمیشہ اس پر عمل کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قَٰتِلُواْ ٱلَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ ٱلْكُفَّارِ

اے ایماندارو! ان لوگوں سے جنگ لڑو جو تمہارے اردگرد کافر ہیں

وَلْيَجِدُواْ فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٣﴾

وہ تمہارے اندر سختی پائیں، جان لو کہ اللہ کریم پرہیزگاروں کے ساتھ ہے

وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِۦٓ

جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس سورۃ سے کس کا ایمان بڑھ گیا ہے

إِيمَٰنًا ۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فَزَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾

جو ایمان لائے ہیں یقیناً ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اس سے بہت بشارتیں حاصل کرتے ہیں

وَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا

جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے تو ان کی گندگی بڑھتی ہے

إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُواْ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ﴿١٢٥﴾ أَوَلَا يَرَوْنَ

گندگی کے ساتھ اور، وہ اس حال میں مرتے ہیں کہ کافر ہوں کیا وہ نہیں دیکھتے کہ

أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِى كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ

انہیں ہر سال ایک یا دو دفعہ آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پھر بھی

لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ

وہ رجوع نہیں کرتے اور نہ ہی وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں، جب کوئی سورۃ اترتی ہے تو

Marfat.com

سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَىٰكُم مِّنْ أَحَدٍ

وہ ایک دوسرے پر آنکھیں لگا دیتے ہیں کیا تمھیں کوئی اور دیکھ تو نہیں رہا

ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾

پھر چپکے سے کھسک جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے اس لیے کہ وہ بے سمجھ قوم ہے

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ

تمہارے پاس تمہاری ہی ذاتوں میں سے عظیم المرتبت رسول تشریف لائے، انہیں گراں گزرتی ہے

عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ

وہ بات جو تمھیں تکلیف دے، وہ تمہاری بھلائی کے لیے بہت ہی خواہش مند ہیں، اور مومنوں کے لیے وہ

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ

رءوف بھی ہیں اور رحیم بھی ہیں۔ اگر یہ لوگ منہ پھیر جائیں تو آپ فرمادیں کہ میرے لیے اللہ کریم کافی ہے، اس کے بغیر کوئی

إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾

معبود نہیں ہے، میرا اسی پر توکل ہے اور وہ عظمت والے عرش کا پروردگار ہے

یا یھا الذین امنوا قتلوا الذین ......واعلموا ان اللہ مع المتقین

اب ارشاد یہ ہوا کہ سب سے پہلے صاف کرنا ہے اس معاشرے کو جو مدینہ کے اردگرد کی فضائیں ہیں، لہذا ان کافروں سے جنگ لڑو جو مدینہ کے اردگرد رہتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ انہیں آپ نے کچھ نہیں کہا، آج جب انہیں پتہ چلا کہ قیصر ادھر حملہ کرنا چاہتا ہے تو مسجد ضرار بن گئی، لہذا اس اردگرد کی نجاست کو پاک کرنا ضروری ہے، اور یہ تمہارے اندر سختی پائیں تاکہ انہیں پتہ چلے کہ جب ہم ٹیڑھے ہوں گے تو سیدھا کرنے کی صلاحیت ان میں موجود ہے، لیکن اللہ کریم کے ساتھ تقویٰ والا جو رابطہ ہے اسے کسی حال میں چھوڑا نہ جائے، (ان کی عادت یہ ہے)

۵ وَهُوَ ٱلَّذِیٓ اللہ کریم وہ ذات ہے

أَنشَأَ جَنَّٰتٍ مَّعۡرُوشَٰتٍ وَغَيۡرَ مَعۡرُوشَٰتٍ وَٱلنَّخۡلَ وَٱلزَّرۡعَ

جس نے باغات پیدا فرمائے کچھ کو تم چھپروں پر چڑھا دیتے ہو، کچھ چھپروں پر نہیں چڑھائے جاتے (ویسے ہی ہوتے ہیں)، کھجوریں ہیں، کھیتیاں ہیں

مُخۡتَلِفًا أُكُلُهُۥ وَٱلزَّيۡتُونَ وَٱلرُّمَّانَ مُتَشَٰبِهًا وَغَيۡرَ

ان کا ذائقہ الگ الگ ہے، اسی طرح زیتون ہے انار ہیں، کچھ شکل میں ملتے ہیں اور کچھ نہیں،

مُتَشَٰبِهٖۚ كُلُواْ مِن ثَمَرِهِۦٓ إِذَآ أَثۡمَرَ وَءَاتُواْ حَقَّهُۥ يَوۡمَ

ان کا پھل کھاؤ جب یہ پھل لائیں، لیکن ان کے کاٹنے کے دن

حَصَادِهِۦۖ وَلَا تُسۡرِفُوٓاْۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُسۡرِفِينَ ﴿١٤١﴾

اللہ کریم کا حق بھی ادا کرو، اور فضول خرچی نہ کرو اللہ کریم فضول خرچی

وَمِنَ ٱلۡأَنۡعَٰمِ حَمُولَةٗ وَفَرۡشٗاۚ كُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ

کو پسند نہیں کرتا، جانور کچھ وہ ہیں جو بوجھ اٹھاتے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو زمین سے لگے ہوئے ہیں (اور زمین پہ لٹا کے انہیں ذبح کرتے ہو)، کھاؤ جو تمہیں

ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٞ ﴿١٤٢﴾

رزق دیا ہے اللہ کریم نے، شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

وھو الذی انشاء جنت.........انہ لکم عدو مبین

تمہارے سامنے اس کائنات میں پودے کئی قسم کے ہیں، کچھ وہ ہیں جن کو تم اپنے چھپروں پر چڑھا دیتے ہو، انگور ہے، اسی طرح سبزی کی چیزیں ہیں مثلاً توریاں ہیں، کریلے ہیں یا اسی قسم کی بیل قسم کی سبزیاں ہیں، جو اپنے سہارے کھڑی نہیں ہوسکتی ہیں، بلکہ مختلف چیزوں پر پھیل جاتی ہیں، ان پھیل جانے والے پودوں کو عربی میں معروشات کہا جاتا ہے، غیر

Marfat.com

واذا ما انزلت سورة فمنھم .....ولا ھم یذکرون

ان کا ایک مذاق ہوتا تھا مسلمانوں کے ساتھ، کوئی آیت نازل ہوتی تو کہتے کہ ان کا ایمان تو کچھ اور بڑھ گیا ہوگا، اس لیے اللہ کریم نے فرمایا کہ جو ایمان والے ہیں ان کا ایمان ضرور بڑھتا ہے، اور وہ اس آیت مقدسہ کو یا سورۃ کو پڑھ کے خوش ہوتے ہیں، اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ پہلے ہی نجس ہیں اس نجاست میں اور ہی اضافہ ہوتا ہے، اور اسی حال میں زندگی گزارتے ہوئے موت کی آغوش میں کفر کو سینے سے لگائے چلے جاتے ہیں، انہیں تو یہ سوچنا چاہیے، سال میں ایک دو دفعہ یہ کسی نہ کسی آزمائش میں آجاتے ہیں، کبھی مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں، کبھی کسی اور انداز میں انہیں مار پڑتی ہے، انہیں نصیحت حاصل کرنا چاہیے تھی اور اللہ کریم کی طرف رجوع کرنا چاہیے تھا۔

واذا ما انزلت سورة......بانھم قوم لایفقھون

جب کسی محفل کے دوران کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو اس وقت مسلمان تو اس سورۃ کو پڑھنے اور پھر اس کے بارے میں سوچنے میں محو ہو جاتے ہیں، یہ ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کر کے خاموشی سے وہاں سے نکل جاتے تھے، کوئی اور دیکھ تو نہیں رہا، بس پھر وہاں سے نکل گئے، جب نکلے خود پھرے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی پھیر دیا، یہ ناسمجھ لوگ ہیں کاش انہیں ان محفلوں میں بیٹھنے کی توفیق مل جاتی۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم .....وھو رب العرش العظیم

تمہیں کیا پتہ کہ تمہارے پاس کون سی نعمت آگئی ہے، تمہارے پاس وہ عظیم المرتبت رسول آیا ہے جو انسانی وجود میں ہے، نہ تو وہ فرشتوں کے انداز میں آئے ہیں اور نہ جنوں کی شکل میں آئے ہیں، اور اتنے مہربان رسول ہیں کہ تمہیں جو چیز تکلیف دیتی ہے اس تکلیف دہ چیز کو وہ اپنے لیے بڑا ہی ناگوار سمجھتے ہیں، انہیں اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے، تمہاری بھلائی کے لیے وہ سوچتے ہی رہتے ہیں، اس بات کی انہیں حرص رہتی ہے، کہ تمہاری بہتری ہو، انہیں حرص ہے کہ تم جنت میں جاؤ، انہیں حرص ہے کہ تم ایک اچھا معاشرہ قائم کرو، انہیں حرص ہے کہ تم کائنات کے ہادی بن جاؤ، وہ مومنوں کے لیے رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی ہیں۔

صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور مفسرین نے بھی یہاں ایک نکتے کی بات کہی ہے، وہ بات یہ ہے کہ اللہ کریم نے اپنے نام پاک سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہاں استعمال کیے ہیں، اللہ تعالیٰ کا اپنا نام ہے رؤف، اس کا معنی ہوتا ہے انتہائی شفیق، انتہائی توجہ فرمانے والا، اور رحیم کا معنی انتہائی مہربان اور سدا رحم فرمانے والا، تو یہ دو نام ہیں جو اللہ کریم نے سرکار کریمؐ کے اسمائے عالیہ میں شامل فرما دیئے ہیں، اگر اتنے مہربان رسول کے پاس سے بھی وہ منہ پھیر جائیں تو فرما دیجئے کہ میرے لیے تو اللہ تعالیٰ کافی ہے، تمہاری ضرورت نہیں ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میرا بھروسہ، میرا توکل، میرا اعتماد اسی کی ذات پر ہے، وہ عظمت والے عرش کا رب ہے، تو میں ہر وقت، ہر لحہ اور ہر گھڑی اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

سورۃ یونس کا تعارف

سورۃ یونس کے گیارہ رکوع ہیں، ایک سونو آیات ہیں، اٹھارہ سو بتیس کلمات ہیں، اور نو ہزار ننانوے حروف ہیں، یہ مکی سورۃ ہے، لہذا ابنیادی طور پر اس نے چار طرح کے الزمات جو ہیں انہیں دور کیا ہے، سب سے پہلے عقیدۂ توحید کو بڑی پختگی سے بیان کیا ہے۔

1۔ انہیں پہلا شبہ توحید پر ہوا تو آپ آگے ترجمے میں دیکھیں گے کہ انہیں توحید میں کیوں شک ہوا ہے، اس کائنات میں جو انگنت چیزیں ہیں، کیا ان میں کوئی شے تمہارے ان معبودان باطلہ نے بھی بنائی ہے، ان بتوں نے کوئی شے بنائی ہے، پھر اُدھر سے ہٹ جائیے، تمہاری سلامتی والی چیزیں ہیں ازقسم غذا، ازقسم مشروبات، ازقسم لباس، کیا ان میں سے کوئی چیز ان معبودان باطلہ نے بنائی ہے، اب اپنی ذات کی طرف آؤ تمہاری آنکھیں، تمہاری ناک، تمہارے کان، تمہاری زبان، تمہارے دانت، یہ جتنے بھی استعمال کے اجزاء آپ کو اللہ کریم نے ایک باڈی میں منتقل کر کے دے دیئے ہیں ان میں سے کوئی شے انہوں نے بنائی ہے، اگر یہ بات بھی نہیں ہے، تو پھر بتائیے اس خدا کو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا فرماتا ہے، اسے چھوڑ کے ان بتوں کی طرف جانا عقل کی بات ہے یا حماقت کی بات ہے، اس کے ساتھ اللہ کریم نے جو احسانات فرمائے ہیں ان کا ذکر ہے۔

2۔ اب انہیں دوسرا شبہ یہ تھا کہ نبی انسان نہیں ہونا چاہیے، اس کا جواب دیا کہ اگر فرشتہ ہوتا تو تم اس کے ساتھ کیسے چل سکتے، جن ہوتا تو تم اس کے ساتھ کیسے چل سکتے، لہذا نبی کا انسان ہونا ضروری ہے، تاکہ تم اس کے ساتھ چل سکو، اس شبے کا یوں ازالہ کیا۔

3۔ تیسرا شبہ یہ تھا کہ یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں ہے، اس کے لیے انہیں کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو ایسی ایک سورۃ تم بھی لکھ کے لے آؤ، اور پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے یا نہیں، پھر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہتے کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جن کو چھوڑ دیا جائے، یعنی قرآن پاک میں کانٹ چھانٹ کر دی جائے، یہ کیوں کہتے تھے؟ ذہن میں یہ بات ہوتی تھی کہ اگر ہمارے کہنے پر دو چار آیتیں چھوڑ دیں تو پھر ہم کہیں گے کہ اگر یہ خدا کا کلام تھا تو پھر آپ اللہ تعالیٰ کے نبی نہیں ہیں، کہ اسے آپ نے کاٹ دیا ہے، تو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔

4۔ چوتھا شبہ ان کا یہ تھا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی، یہ اس زندگی کا ایک چکر ہے جو اس دنیا میں چلتا رہتا ہے، تو قرآن پاک

Marfat.com

نے فرمایا کہ جس نے تمہیں پہلی مرتبہ تخلیق کیا ہے کیا وہ تمہیں دوبارہ تخلیق نہیں کرسکتا، یہ تو کوئی بات نہیں ہے، اب اس کے ساتھ کچھ ضمنی موضوعات ہیں، جو قرآن پاک نے اس سورۃ میں بیان کیے، لیکن اصولاً یہاں چار چیزیں آئیں۔

پہلی چیز عقیدہ توحید کا اثبات۔ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات۔ قرآن پاک کی عظمتوں کا اثبات۔ اور قیامت کا اثبات۔ تو یہ چار چیزیں اس سورۃ مقدسہ نے گیارہ رکوعوں اور ایک سو نو آیتوں میں جس پیارے انداز سے بیان کی ہیں، انشاءاللہ وہ تفصیل سے آپ حضرات کے سامنے اگلے خطبے میں پیش ہوں گی۔

☆☆☆☆☆

ترتيبها ١٠

سُوْرَةُ يُوْنُسَ

اٰياتها ١٠٩

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا

یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہے کہ

اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ہم نے ان میں سے ایک عظیم المرتبت انسان کی طرف وحی کی، کہ آپ لوگوں کو ڈرائیں، اور ان لوگوں کو بشارت دیں جو ایمان لائے ہیں

اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا

کہ ان کے لیے سچ کا مرتبہ ہے رب کریم کے ہاں، کافروں نے کہا کہ یہ تو

لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کھلم کھلا جادو ہے۔ بے شک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ

چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر اس نے عرش کو مطیع کیا، وہ معاملات کی تدبیر فرماتا ہے، کوئی سفارش نہیں کر سکتا

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا

اس کی اجازت کے بغیر، یہ ہے اللہ جو تمہارا پروردگار ہے، اس کی عبادت کرو، کیا تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣﴾ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ

نصیحت حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی کی طرف سب کا رجوع ہوگا اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، وہی

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

مخلوق کا آغاز کرتا ہے، پھر اس کا اعادہ کرتا ہے، تا کہ ان لوگوں کو جزاء دے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے

بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ

انصاف کے ساتھ، جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لیے کھولتا پانی ہے اور عذاب

أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾

ہے دردناک ان کے کفر کی وجہ سے

الر تلک آیات الکتاب الحکیم......ان ھذا لساحر مبین

پہلی آیت مقدسہ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب حق ہے، اور یہ آیات جو آپ کے سامنے پڑھی جارہی ہیں، یہ اسی حکمت والی کتاب کی ہیں، البتہ ابتداء میں 'الر' آپ کا جانا پہچانا لفظ ہے، یہ حروف مقطعات میں شامل ہے، جس کے لیے مفسرین کہتے ہیں کہ اس کا معنی اللہ یا اللہ کریم کا رسولؐ جانتا ہے، اور اس کے ساتھ جن لوگوں کو اللہ اپنے رسولوں کے پرتو کی وجہ سے ان کے معانی بتادیتا ہے وہ جانتے ہیں، کیا انہیں اس بات کا تعجب ہے کہ ایک عظیم المرتبت انسان یعنی نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی آئی ہے، اور وحی اس بات کے لیے آئی ہے کہ لوگوں کو بدعملی سے ڈرانا ہے، اللہ کریم کے عذاب سے ڈرانا ہے، اور ان لوگوں کو بشارت دینی ہے جن کے لیے قدم صدق ہے رب کریم کے ہاں، قدم صدق سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلے میں مفسرین نے تین چار باتوں کا ذکر کیا ہے، پہلی بات یہ ہے کہ ان کے لیے درجہ اولیٰ ہے ان کے رب کریم کے ہاں، یہ علامہ زجاج نے بات کہی ہے، باقی مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد نبی علیہ السلام کی شفاعت ہے کہ مومنوں کا توپکا اور سچا قدم ہے، وہ اس سے پھسل نہیں سکتے اور یہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت ہے، کافر کہتے ہیں کہ یہ کھلم کھلا جادو ہے، لیکن یہ الزام ہے اللہ کریم کے نبیؐ پر، ان کافروں کا یہ انداز تھا، کہ جب جواب کوئی نہیں بن پڑتا تھا تو کہتے کہ یہ جادو ہے، قرآن پاک نے بار بار اس بات کی بلیغ اندازوں سے اس کی تردید کی، کہ جادوگر جس ذلت کے انداز کا ہوتا ہے، کیا اللہ کریم کے نبی کا بھی وہی انداز ہے؟ جادوگر کے عمل کرنے کا جو انداز ہے کیا اللہ کریم کے نبی کا بھی وہی انداز ہوتا ہے اپنے اعمال کی دنیا میں؟ جب ایسی بات نہیں ہے تو تم ایسا کیوں کہتے ہو؟

ان ربکم الذی خلق السماوات والارض..... افلا تذکرون

تمہارا پروردگار تو وہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دنوں میں بنائے، میں آپ کو عرض کر چکا ہوں کہ وہاں ایک دن ہزار سال کا شمار ہوتا ہے، اور یہ کائنات کا تدریجی ارتقاء ہے، اور اس پر میں پیچھے تفصیلی گفتگو کر چکا ہوں، یہ تدریجی ارتقاء ہے جو چھ ہزار

Marfat.com

سال تک مختلف مراحل طے کرتا ہوا ایک سطح پر پہنچا، لیکن اس کے جو مستقلاً تبدیلی ہے وہ ابھی تک جاری ہے، اس جاری تبدیلی کی طرف حضرت علامہ اقبالؒ مرحوم نے بڑا نفیس اشارہ کیا تھا کہ ابھی تک کائنات سے 'کن فیکون' کی آواز آ رہی ہے، اور یہی بات ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ تبدیلی کس انداز سے آتی ہے، آج سے دو یا چار لاکھ سال جو رقبے سمندر کے نیچے تھے پھر وہ سمندر سے باہر آ گئے اور جہاں سمندر تھا وہ رقبے سامنے نکل آئے تو اس تبدیلی میں بڑا ہی لمبا وقت لگتا ہے، اور تدریجی انداز ہوتا ہے اور تدریجی عمل میں تدریجی انداز نہ ہو تو یہ کائنات وقفوں وقفوں سے تباہ ہوتی رہے، اور یہ اللہ کریم کی منشا کے خلاف ہے۔

پھر اللہ کریم کا استواء ہوا عرش پر، استواء کا لفظی معنی تو مفسرین نے بیٹھنا کہا ہے، لیکن بیٹھنا چونکہ جسم کے لیے لازم ہے، اور اللہ کریم کا جسم نہیں ہے، اس لیے یہاں امام مالکؒ نے ایک بات کہی اور جو میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، کہ استواء کا لفظ تو ہمیں معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت کا ہمیں پتہ نہیں ہے، اس کے حقیقت اللہ کریم ہی بہتر جانتے ہیں، تو عام مفسرین نے استواء کا جو معنی کیا ہے اس سے ہٹ کے ادبی نکتہ نگاہ سے فخر الدین رازیؒ مرحوم نے یا باقی ائمہء دین نے جو معنی کیا ہے اس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں، استواء کا ہم لفظی معنی کریں گے، جو کچھ آپ نے بنایا ہے اس کی جزیات اور اس کی کلیات سے اس طرح واقفیت کہ وہ پوری طرح آپ کی گرفت میں ہو، یہ استواء ہے۔ اور پھر اللہ کریم اپنی ساری حکومت پر اس طریقے سے گرفت فرما بیٹھے جس طریقے سے گرفت کرنا ان کی شان کے شایاں تھا، یہ معنی ہوگا 'استواء علی العرش' کا۔

وہ سارے معاملات کی تدبیر فرماتا ہے، اس کی تدبیر کا انداز کیا ہے؟ اس کی وسیع کائنات پر آپ نگاہ ڈالیں، انسان کا محدود سا ذہن اس کی اس وسیع کائنات میں اس طرح الجھتا ہے کہ اسے کوئی کنارہ نہیں ملتا، لیکن اتنی وسیع کائنات میں تدبیر معاملات کرنا۔ اس تدبیر معاملات میں چند موٹی سے چیزوں کی طرف میں صرف اشارے کروں گا، انہیں زندگی دینی ہے، اس تدریجی ارتقاء میں اس کی تربیت کرنی ہے، علم عطا کرنا ہے، رزق دینا ہے، رزق کے لیے بہتر فضا مہیا کرنی ہے، آپ کی گندم کو پکانے کے لیے، چاول کو پکانے کے لیے، آپ اندازہ کریں کہ اس کائنات کو کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، یہ تو آپ کی غذا ہے، اب باقی اس بھری کائنات میں جہاں فرشتے بھی ہیں، جہاں جنات بھی ہیں، جہاں پر دوسری مخلوق کے علاوہ اور کئی قسم کی مخلوقات بھی ہیں، اس پھیلی ہوئی وسیع کائنات کا تدبیر امر کرنا کس کا کام ہے؟ **"وتبارک اللہ احسن الخالقین"** وہ جو سب تخلیق کرنے والوں سے ہٹ کے ایک خصوصی قسم کا حسن رکھتا ہے، وہی ہے جو اسے تدبیر امر دے سکتا ہے، یہ مختصر سا اشارہ تھا تاکہ آپ اس کو آگے پھیلا سکیں کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی تدبیرات کس کس انداز سے چلتی ہیں...

اب اللہ کریم کے کام میں کوئی سفارش کرے اس کا اپنا انداز ہے، جب تک اس کی طرف سے اجازت نہ ملے کوئی بندہ سفارش نہیں کر سکتا، اس فقرے سے ائمہء تفسیر نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ شفاعت حق ہے، لیکن وہ ہوگی کب؟ جب اللہ کریم کی طرف

Marfat.com

سے اجازت ہوگی، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی قیامت کے دن مقام محمود پر پہنچ کے سجدے میں جانا ہے اور اس سجدے کی کیفیت میں یہ لفظ آپ ؐ کو فرمایا جائے گا کہ!" اشفع تشفع "محبوب ؐ سر مبارک اٹھائیں شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، یہ اجازت شفاعت ہے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اجازت شفاعت مجھے مل جائے گی تو پھر باقی اور لوگوں کو بھی شفاعت کی اجازت ہوگی حتیٰ کہ احادیث میں آتا ہے کہ" ایک بندہ جو بدترین قسم کے عذاب میں مبتلا ہوگا اس کے پاس سے کوئی بندہ گزرے گا جو مغفور ہے اسے کہے گا کہ میرے دوست مجھے ایک گلاس پانی تو دے دے، آپ کو یاد ہوگا کہ جب ایک دن آپ وضو کے لیے بیٹھے تھے تو میں آگے بڑھ کے آپ کو وضو کرایا تھا، اب پتہ چلا کہ وہاں کئی نیکیوں کے کام ہوں گے، جنہیں بطور وسیلہ اللہ کریم کے نیک بندوں کے سامنے پیش کیا جائے گا، کہ اللہ تعالیٰ جو آج جلال کی کیفیت میں ہیں شاید وہاں تمہارا اجمال کام آسکے، تو اللہ کریم کی اجازت سے شفاعت ہوتی ہے۔

...ذلکم اللہ ربکم فاعبدوا....

آگے والی آیت میں فرمایا کہ جس کا تعارف کرایا جارہا ہے یہ اللہ ہے، اور یہی تمہارا پروردگار ہے، اس کے علاوہ تمہارا پروردگار کوئی نہیں ہے۔ تو جب کائنات کا خالق بھی وہ ہے، تمہارا اور تمہارے وجود کے اندر موجود قوت کا خالق بھی وہ ہے، تو پھر اسے چھوڑ کے کسی اور کی عبادت کرنے کا جواز کیا رہ جاتا ہے، یہ الفاظ عقل سے اپیل کرتے ہیں کہ پھر اللہ کریم کو چھوڑ کے کسی اور کی عبادت نہیں ہوسکتی، کیا تم اس بات کی طرف دھیان بھی نہیں دیتے ہو اور اس سے نصیحت بھی حاصل نہیں کرتے ہو، دیکھیں کہ توحید کے سلسلے میں کتنا نفیس انداز بیان ہے، جو اس مقام پر قرآن حکیم بیان کر رہا ہے۔

الیہ مرجعکم جمیعا.....بما کانوا یکفرون

یاد رکھو اس کائنات نے ہمیشہ نہیں رہنا، تم نے پلٹ کے ادھر ہی جانا ہے، یہ اللہ کریم کا وعدہ ہے، کہ قیامت قائم ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے، اس میں کسی مقام پر ملاوٹ نہیں ہوتی، لیکن ایک بات؛ تم دیکھو، یہ جو مخلوق اپنی عظمتوں اور وسعتوں کے ساتھ تمہارے سامنے ہے، اس کا آغاز کس نے فرمایا تھا، اب یہ واضح بات ہے کہ یہ نہ تو لات کی بنی ہوئی ہے نہ منات کی نہ عزیٰ کی اور نہ کسی اور کی، اس کا آغاز اللہ کریم نے کیا ہے، تو جس نے آغاز کیا ہے اس کی قوت میں اس کا اعادہ ہے، لہذا قیامت حق ہے، چونکہ جس نے کائنات کو بنایا ہے وہ تمہیں بتا رہا ہے کہ میں نے اسے بنایا ہے اور اس نے ایک مرتبہ تکمیل کو پہنچنا ہے، اس کے بعد ختم ہونا ہے، اور اس کے بعد دوبارہ اس کا اعادہ ہوگا، کیوں اعادہ ہونا ہے، اس کے پیچھے یہ فلسفہ کام کر رہا ہے تاکہ جزا و سزا دی جاسکے اعمال نیک اور اعمال بد پر، تو جنہوں نے ایمان کی دولت

Marfat.com

لوٹی ہے اور نیک اعمال کیے ہیں انہیں انصاف سے بدلہ ملے گا، جو کافر ہیں انہیں بھی بدلہ ملنا ہے، بدلے کی نوعیت الگ الگ ہے، ان کے پینے کے لیے کھولتا پانی ہے، اور ان کے کفر کی وجہ سے دردناک عذاب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ زیادتی نہیں فرمارہے بلکہ جو کچھ انہوں نے بویا ہے، اسی کو کاٹنے کا وقت آ گیا ہے، اللہ تو وہ ہے، صفاتِ ربانی مختلف اندازوں سے بیان ہو رہی ہیں، لیکن ایک بات میں کئی دفعہ کہتا ہوں اور آج پھر اعادہ کر رہا ہوں کہ اللہ کریم اپنی صفات سے اپنا تعارف کراتے ہیں، اس لیے کہ ذات تک نہ ہمارے ذہنوں کی رسائی ہے اور نہ کسی اور انداز سے ہم وہاں تک پہنچ سکتے ہیں، تو آیئے مناظر فطرت میں اسے ایک اور منظر سے آپ کے سامنے قرآن پاک ذکر کر رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

جمال الایمان فی تفسیر القرآن

جلد چہارم

مؤلف

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

جامعۃ الزہراء اہل سنت

ضیاء العلوم پبلی کیشنز
راولپنڈی
پاکستان

Marfat.com

معروشات وہ ہیں جو پھیلتی نہیں بلکہ اوپر کو اٹھتی ہیں ان میں سے تین چار کے اللہ کریم نے نام بھی لے دیئے ہیں، مثلاً کھجور ہے، یہ کھیتیاں ہیں، ان کے پھل الگ الگ ہیں، اکل جسے کھایا جاتا ہے درخت کا وہ حصہ جو پھل ہے، اسی طرح زیتون کا درخت ہے، اناروں کی شکلیں یا زیتون کی شکلیں ایک جیسی ہیں، لیکن ان کا ذائقہ الگ الگ ہے

....و اتوا حقه یوم حصاده....

ان کا پھل کھاؤ جب ان پر پھل لگے، ان کے کاٹنے کے دن ان کا حق بھی دینا ہے، یہاں کچھ مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد عشر ہے، لیکن میں یہ بات ٹھیک نہیں سمجھتا، اس لیے کہ یہ آیت مکی ہے، اور اس وقت تک عشر کے احکام نہیں آئے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں کاٹنے لگو اور کوئی سائل آجائے تو اس میں سے اسے کچھ دے دیا کرو، پھل ہے تو اس میں سے کچھ اسے دیدیا جائے، کھیتی ہے تو اس میں سے اسے کچھ دے دیا جائے، پہلے دیہاتوں میں یہ بات ہوتی تھی کہ زمیندار جب فصل کاٹ رہا ہے تو مانگنے والے لوگ آجاتے تھے، وہ تھوڑی تھوڑی گندم انہیں دے دیتا تھا، وہ گھر اکٹھی کر کے گھر میں گندم کے خوشے کوٹ کے اس کے دانے نکال لیتے تھے، یہ مانگنے والے اس طرح تین چار من گندم اکٹھی کر لیا کرتے تھے، ابھی بھی آپ سرگودھا یا اس سے آگے والے دیہاتی علاقوں میں نکلیں اور کسان فصل کاٹ رہے ہوں تو گنا کاٹنے والے انہیں دو چار گنے دے دیتے ہیں، بلکہ عام رواج یہ ہے کہ رستہ چلنے والا بندہ رستہ چلتے چلتے وہاں سے ایک گنا اٹھا کے چوسنا شروع کر دے گا، اسے روکا نہیں جاتا تو یہ ہے وہ بات اسلامی معاشرے میں جو قرآن پاک کے اس فقرے کے بعد پیدا ہوئی تھی، کہ جب فصل کاٹنے لگو تو اس کا حق دیدیا کرو، لیکن اسراف نہ کرو، اب آپ اندازہ کریں کہ جب نیکی میں اسراف کی اجازت نہیں ہے تو بدی میں اسراف کی کہاں اجازت ہوگی، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اسی لیے وضو میں بھی پانی حد سے زیادہ بہانے کی اجازت نہیں ہے۔ غسل میں بھی حد سے زیادہ پانی نہ بہایا جائے، اس باریک فرق کو آپ دیکھیں کہ آپ پانی استعمال کر رہے ہیں، اس کائنات میں پانی آہستہ آہستہ استعمال سے اور دھوپ سے خشک ہو کے کم ہو رہا ہے، لہذا پانی پر آنے والی نسلوں کا حق ہے، آپ اسے تباہ کرنے کی کوشش نہ کریں، اسلام اس سلسلے میں بھی اسراف کی اجازت نہیں دیتا۔

....ومن الانعام حمولة و فرشا....

اب جانور آپ کے سامنے ہیں ایک طرف تو درخت بتا دیئے زمین سے اگنے والا سبزہ بتا دیا، کہ اسے دیکھو تو تمہیں اللہ کریم تک پہنچنے میں مدد ملے گی، اگلی آیت میں بتایا کہ یہ جو جانور ہیں، ان میں سے کچھ تو تمہارا بوجھ اٹھا کے پھر رہے ہیں، گدھے ہیں، بیل ہیں، گھوڑے ہیں، ہاتھی ہیں، یہ آپ کا بوجھ اٹھا کے پھر رہے ہیں، کچھ وہ ہیں جن کو آپ زمین پر لٹا کر ذبح کر دیتے ہیں، اس میں چڑیا، بٹیر، تیتر، مرغ، ان سے لے کے بڑے جانوروں تک کو آپ زمین پر لٹا لٹا کر ذبح کر رہے ہیں، اور انہیں کھانے کے کام

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ وہ، وہ ذات ہے جس نے سورج کو

ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ

چمک دمک دی اور چاند کو روشنی عطا کی، اور اس کے لیے منازل کا اندازہ فرما دیا، تا کہ تم سالوں اور حساب کے اعداد کو جان سکو

وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ

اللہ تعالیٰ نے اسے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ آیات تفصیل سے بیان کرتا ہے

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ

علم والی قوم کے لیے یقیناً رات اور دن کے ادل بدل میں اور جو پیدا فرمایا ہے

اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿٦﴾

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو، اس میں ڈرنے والوں کے لیے آیات ہیں

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا

یقیناً وہ لوگ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے، اور دنیوی زندگی سے راضی ہو گئے ہیں، اور اس پر مطمئن ہیں

بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ﴿٧﴾

اور وہ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں

أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨﴾

ایسے لوگوں کا ٹھکانہ آگ ہے، ان کے ان اعمال کی وجہ سے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا یقیناً جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ۖ تَجْرِي مِنْ

اور نیک کام کیے ان کے ایمان کی وجہ سے ان کا پروردگار انہیں سیدھا راستہ بتائے گا

Marfat.com

تَحۡتِهِمُ ٱلۡأَنۡهَٰرُ فِي جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴿٩﴾ دَعۡوَىٰهُمۡ فِيهَا سُبۡحَٰنَكَ

جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں یہ نعمتوں والے باغات ہیں وہاں ان کی دعائیں سبحنک

ٱللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمۡ فِيهَا سَلَٰمٌۚ وَءَاخِرُ دَعۡوَىٰهُمۡ أَنِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ

اللھم ہے اے اللہ تو ہی پاک ہے، اور ان کی ملاقات کے سلام ایک دوسرے کو سلام کہنا ہے، اور ان کی دعا کا اختتام ''الحمد لله

رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٠﴾ رب العلمين'' پر ہوگا۔

هوا لذی جعل الشمس ضیاء ..... لقوم یعلمون

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ وہ ہے، جس نے سورج کو ضیاء بنا دیا ہے، اور چاند کو نور بنا دیا ہے، ضیاء اور نور میں فرق یہ ہے کہ ضیاء ذاتی روشنی کو کہتے ہیں، اور نور عطائی روشنی کو کہتے ہیں، سائنس نے تو اب آ کے ہمیں یہ بات کہی کہ چاند روشن ہے سورج کے انعکاس سے، قرآن پاک نے چودہ سو سال پہلے لفظ ہی وہ استعمال کر دیا جس نے مستقبل میں جا کے حل ہونا تھا، کہ سورج کی روشنی ضیاء ہے جو ذاتی ہے، اور چاند کی روشنی ذاتی نہیں ہے، بلکہ وہ نور ہے جو انعکاس سے آپ کے سامنے روشن معلوم ہو رہا ہے، پھر اس کی منازل بنا دی ہیں، یہ منازل بارہ ہیں، اور ہر منزل میں چاند کا قیام اڑھائی دن ہوتا ہے، اور یہ تیس دن پورے ہو جاتے ہیں، اب اس کے دو فائدے ارشاد فرمائے، کہ ایک تو سالوں کی تعداد تمہیں معلوم ہو جائے گی، یہ فائدہ ہے، ایک تم حساب کر سکو گے، کہ فلاں بات تین ماہ کے بعد کرنی ہے، تو دونوں کیلنڈر اسلام نے ذکر کیے تھے، میں گزشتہ لیکچر میں یہ بات بتا آیا ہوں کہ ایک وہ نظام ہے جو شمس کے ساتھ وابستہ ہے، ایک وہ نظام ہے جو قمر کے ساتھ وابستہ ہے، لیکن مسلمانوں نے اپنے کیلنڈر کی بنیاد قمر پر رکھی تھی، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت کو سامنے رکھ کے، اور اس کا آغاز محرم سے کیا تھا، یہ جتنی بھی تخلیق ہے یہ ساری کی ساری درست انداز سے ہوئی ہے یعنی یہ حسن اتفاق بھی نہیں ہے اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ اس کے پیچھے مدبرانہ غور وفکر کام نہ کر رہا ہو، اس کے پیچھے بڑا مدبرانہ غور وفکر بھی کام کر رہا ہے اور یہ جو کچھ ہے یہ بالکل ٹھیک انداز سے چل رہا ہے۔ اللہ کریم بڑے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں ان قوموں کے لیے جو علم کی طرف جاتی ہوں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن پاک نے تدبر کا حکم دیا اور تفکر کا حکم بھی دیا، حصول علم کے لیے مختلف زاویہ ہائے بیان اور پیرایا ہائے وضاحت آپ کے سامنے کھول کھول کے رکھ دیئے۔

ان فی اختلاف الیل والنھار....لقوم یتقون

پھر فرمایا کہ تم یہ منظر بھی روز دیکھتے ہو کہ رات اور دن یکے بعد دیگرے آنے کی ایک بات ہے، اور دوسری بات کہ ان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، کبھی رات دن کو کھا رہی ہے اور کبھی دن رات کو کھا رہا ہے، آج کا سیزن جس سے ہم گزر رہے ہیں مئی کے آخری دن یا جون ابھی تک رات نے دن کو کھانے کا پروگرام بنایا ہوا ہے کہ رات چھوٹی ہوتی جا رہی ہے، اکیس جون سے یہ انداز بدل جائے گا، پھر رات بڑھنے لگ جائے گی، اب دو سٹیجیں ایسی آتی ہیں کہ رات اور دن برابر ہو جاتے ہیں، ادھر ستمبر کی اکیس کو یہ بات ہوگی، آگے چل کے اکیس دسمبر کو چل کے دن سب سے چھوٹا ہوگا اور رات نے اسے جتنا کھانا ہے کھا چکی ہوگی، پھر اکیس مارچ کو جا کے رات اور دن برابر ہو جائیں گے، یہ وہ تبدیلی ہے جو ہمارے سامنے مشاہداتی طور پر روزانہ آتی ہے، تو ارشاد فرمایا کہ آپ نے کبھی اس پر نظر نہیں ڈالی، کیا یہ کسی مدبر کی تدبیر کا نتیجہ ہے، یا یہ کسی بخت و اتفاق کی بات ہے، بخت و اتفاق قدیم فلسفیوں کا ایک لفظ ہے، یعنی کائنات کے پیچھے کوئی سوچ کام نہیں کر رہی اور نہ ہی کہیں خدا کو وجود ہے، (نعوذ باللہ) یہ اچانک ایک شے موجود ہوگئی، جدید سائنس کے بہت سارے سائنسدان بھی 1950ء تک تقریباً اس بات کی پرچار میں تھے کہ اچانک ایک دھماکے سے اس کائنات کو وجود ہوا ہے، اسی طرح ایک دھماکے سے یہ ختم ہو جائے گی، دیکھیں کتنی سادہ سی بات ہے، کہ اس دھماکے کے اسباب بھی تو کسی نے تخلیق کیے ہوں گے، اسباب کے بغیر وہ دھماکہ کیسے ہوا، اور پھر جب دوبارہ دھماکہ ہوگا تو اس کے پیچھے بھی تو کوئی اسباب ہوں گے، وہی جو جہاں جا کے اسباب کا خاتمہ ہوتا ہے، وہ ذات ربانی ہے، جو ان سب اسباب کی خالق ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین میں جو بھی پیدا کیا ان میں نشانیاں بھری پڑی ہیں، اس قوم کے لیے جو تقویٰ شعار ہو، وہ قوم جس کے دل میں اللہ کریم کا خوف ہو۔

ان الذین لا یرجون لقاء نا .....بما کانوا یکسبون

گروہ دو ہیں، ایک گروہ وہ ہے جو اللہ کریم سے ملنے کی امید نہیں رکھتا، یہ استعاراتی لفظ ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ قیامت کو یقینی نہیں مانتا، وہ اس دنیوی زندگی میں بڑے خوش ہیں، بڑے مطمئن ہیں، اور ہماری آیات سے وہ غافل ہیں، آیات سے مراد قرآن پاک کی آیات بھی ہیں، اور اس کائنات میں بکھری آیات بھی ہیں، ایک ہے کائنات قوم، ایک ہے کائنات قرآن، تو یہ کائنات قوم بھی اللہ تعالیٰ کی آیات سے بھری پڑی ہے، اور قرآن حکیم جو ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی آیات سے بھرا پڑا ہے، وہ ہماری آیات سے غافل ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، یہ اس لیے نہیں کہ ہمیں جہنم کو بھرنے کا شوق ہے، اس لیے کہ ان کے اعمال ہی ایسے تھے، کہ وہ وہاں ہی جا کے سجتے ہیں، دوسرا گروہ وہ ہے جو ایمان بھی لایا ہے، نیک اعمال بھی کیے ہیں، 'الصلحت' میں ذرا وسعت ہے، جو عام مفسرین نے انداز اپنایا اس سے آپ تھوڑے آگے بڑھ جائیں، عام مفسرین کا انداز تو یہ ہے کہ جو آپ یہ نیکیاں

Marfat.com

کرتے ہیں، پھر انہوں نے نیکیاں چند چیزوں میں محدود کردی ہیں، آپ نماز پڑھ لیں، روزہ رکھ لیں، پڑوسی سے حسن سلوک سے پیش آئیں، زکوۃ دے دی، لیکن جب قرآن پاک 'الصلحت' کا لفظ استعمال کرتا ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے معنی میں بے حد وسعت ہے، ہر وہ چیز جو اس بات کی صلاحیت رکھتی ہے، کہ انسانیت کی یہ دنیا بھی اچھی ہو جائے اور وہ دنیا بھی اچھی ہو جائے، وہ صالحات ہے، اب آپ اس میں دیکھ لیں گے کہ بے پناہ وسعت آ جائے گی، معاشرے کو اچھے انداز سے چلانا، سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کو بھرپور انداز سے چلانا تاکہ آپ کا علم ان تک پہنچے تاکہ جتنا کچھ آپ نے تحقیق و تجسس کیا ہے اس کے نور کو ان لوگوں کے ذہنوں میں بھر دیں، اور پھر جب وہ آگے بڑھیں اور جہاں تک آپ انہیں لے گئے تھے اس سے آگے نکل کے آگے والی نسل کو اس سے اور آگے بڑھا دیں، اگر یہ طریقہ چلے گا تو آپ یقین مانیں کہ چند نسلوں کے بعد انسانیت کے گلشن میں بہار آ جائیگی، اور یہی وہ بات ہے جسے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسان کے دل و دماغ میں ڈالنا چاہتے ہیں، اور یہی وہ بات ہے جسے قرآن پاک نے لفظ صالحہ سے تعبیر کیا ہے، اور اس کی جمع صالحات ہے، اگر سوچوں کے دھارے اس طرح بہہ پڑیں تو انسانیت پر بہار آنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

ان الذین امنوا و عملوا الصالحات..... وآخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین

تو ان کی ایمان کی وجہ سے اللہ کریم انہیں راستے دکھا دیتا ہے، اس فقرے پر خصوصی توجہ درکار ہے، یعنی ایمان میں یہ قوت ہے کہ وہ نیکی کے راستے کو، اچھائی کے راستے کو، عظمت کے راستے کو اور فلاح کے راستے کو بذات خود واضح کرتا چلا جاتا ہے، وہاں جس مقام پر انہوں نے جانا ہے وہاں نہریں بہہ رہی ہیں، یہ نعمتوں والے باغات ہیں، جن میں انہوں نے رہنا ہے۔

اس آخرت کا انداز کیا ہوگا، ایک تو وہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کریں گے، آپ سب اس بات پر غور فرمائیں کہ دوسری دنیا میں سب سے بڑی چیز جو بیان کرنی ہے، وہ طہارت اور اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی ہے، آپ سوچیں گے کہ یہ بات وہاں فوراً کیوں ہوتی ہے، اس لیے کہ جنت خالص پاکیزگی کی جگہ ہے، اور آپ بڑا طویل سفر کر کے اس دنیا کی مختصر زندگی کے بعد برزخی دنیا میں خدا جانے کتنے اربوں سال کا آپ سفر کر کے روح کی طہارت حاصل کر کے وہاں پہنچے ہیں، تو جب آپ وہاں پہنچے ہیں تو واضح بات ہے کہ آپ ایسی ذات کی نگاہوں میں چلے گئے ہیں، جو مجسمہ تقدس اور جو مجسمہ طہارت ہے، لہذا آپ کی زبان بھی وہاں طہارت کے نغمے گانے لگ گئی ہے، اور جب یہ آپس میں وہاں ملیں گے تو ایک دوسرے کو سلام کہیں گے، اب دیکھیں کہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سبق یہاں ہی یاد کرا دیا ہے، کہ جب انہوں نے جنت میں ایک دوسرے کے لیے سلامتی سلامتی کہنا ہے تو یہاں بھی جب یہ ایک دوسرے سے ملیں تو کہہ دیں 'السلام علیکم'۔ ارشاد فرمایا کہ جو سلام میں پہل کرتا ہے وہ جنت کی طرف گویا پہلے جا رہا ہے، مولائے کائنات سامنے سے آ رہے تھے دوسری طرف سے جناب فاروق اعظم جا رہے تھے

Marfat.com

، فاروق اعظمؓ چاہتے تھے کہ وہ پہلے سلام کہیں ، اور حضرت علیؓ چاہتے تھے کہ وہ سلام پہلے کہیں ، فاروق اعظمؓ نے کہا کہ میں نے آپ کو پہلے سلام نہیں کہا کہ میں عمر میں بڑا ہوں اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو عمر میں بڑا ہوا سے چھوٹی عمر والا پہلے سلام کہے ، میں نے اس لیے پہلے سلام نہیں کہا ، پھر حضرت حیدر کرارؓ نے کہا کہ میں نے پہلے سلام اس لیے نہیں کہا کہ میں چاہتا تھا کہ آپ پہلے سلام کریں اور جنت میں پہلے چلے جائیں ، دیکھا یہ ہے ایثار کہ کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں میں وہ ایک دوسرے کے لیے کتنی نفیس باتیں سوچتے تھے ۔ اب اس دور میں جب کوئی سلام کہے تو ہاتھ اٹھا کے یا سر ہلا کر جواب دیدیا جاتا ہے ، یہ وہ بدعات ہیں جو ہم نے اِدھر اُدھر سے حاصل کرلی ہیں ، سلام کا جواب سلام سے ہی واپس دیا جائے ، اور جب ساری باتیں ہو چکیں گے اور آخری جو بات ان کی زبان پر آتی ہے وہ کہتے ہیں **"الحمد للّٰہ ربّ العلمین "** ۔ یہاں سے ایک اور بات آپ کے ذہن میں آجانی چاہیے ، کہ جنت میں سب سے آخر میں جو آپ نے فقرہ کہنا ہے جب گلشن قرآن میں داخل ہوتے ہیں تو سب سے پہلے وہ فقرہ کہتے ہیں ، آپ آغاز کرتے ہیں **"الحمد للّٰہ ربّ العلمین "** سے ، تاکہ پتہ چلے کہ ہماری زندگی کا آغاز الحمد سے ہوا ہے اور جنت میں تکمیل بھی جا کے حمد پر ہوگی ، لہٰذا یہ بات زبان پر اکثر رہنی چاہیئے ۔

☆☆☆☆☆☆☆

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے جلدی کرتا شرکی

اسْتِعْجَالَهُم بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِينَ

جس طرح وہ خیر کی جلدی چاہتے ہیں تو ان کا عرصہ پورا ہو جاتا، ہم چھوڑ دیتے ہیں

لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١﴾ وَإِذَا مَسَّ

ان لوگوں کو جو ملنے کی توقع نہیں رکھتے کہ وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں پھرتے رہیں۔ جب انسان کو چھوتی

الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا

کوئی تکلیف ہوتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، کبھی پہلو پر پڑا ہوا کبھی بیٹھا ہوا کبھی کھڑا ہو کے، جب ہم اس کا ضرر دور کرتے ہیں

عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ

، وہ یوں گزرتا ہے گویا اس نے ہم کو کسی چھونے والے ضرر کی طرف بلایا ہی نہیں تھا، اسی طرح مزین ہیں

لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ

اسراف کرنے والوں کے لیے جو ان کے اعمال ہیں یقیناً ہم نے ہلاک کیا تم سے پہلے کئی صدیوں کے لوگوں کو

مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا

جب انہوں نے ظلم کیا، ان کے رسول واضح نشانیاں لے کے آئے تھے، مگر وہ

لِيُؤْمِنُوا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ

اس پر ایمان نہ لائے اسی طرح مجرم قوم کو بدلہ ملتا ہے پھر ہم نے تمہیں

خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

زمین میں جانشین کیا ان کے بعد تا کہ ہم دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہیں

Marfat.com

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ

جب ان کے سامنے ہماری آیتیں واضح واضح پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے

لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي

ہم سے ملنے کی کہتے ہیں، اس قرآن پاک کے علاوہ اور قرآن لے آیئے یا اسے تبدیل کر دیجئے، فرما دیجئے کہ یہ میرا تو حق نہیں ہے

أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي

کہ میں اسے اپنی طرف سے تبدیل کر ڈالوں، میں تو اس کی پیروی کرتا رہتا ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے، مجھے

أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَوْ شَاءَ

خوف ہے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں ایک بڑے دن کے عذاب کا فرما دیجئے کہ اگر چاہتا

اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ

اللہ تو میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت نہ کرتا، اور نہ تمہیں اس بات کی خبر کرتا، میں رہ چکا ہوں

فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾

تم میں ایک عمر اس سے پہلے کیا تمہیں عقل بھی نہیں ہے

ولو یعجل اللہ للناس الشر..... فی طغیانھم یعمھون

آگے انسانی فطرت کا اظہار ہو رہا ہے، چونکہ وہ معاشرہ خالص کافرانہ معاشرہ تھا، جس میں قرآن پاک خطاب کر رہا ہے، فرمایا لوگ [illegible] جلدی اپنے لیے اچھائی چاہتے ہیں، اور کرتے برائی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان کی برائی پر اتنی جلدی ہی گرفت کرے تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ عرصہ تو یہاں ہی پورا ہو جائے گا، لیکن ہم ان لوگوں کو مہلت دے دیتے ہیں، جو قیامت کے منکر ہیں، اور ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہیں، کہ اپنی سرکشی میں سرگرداں پھرتے رہیں، انہوں نے کہاں تک پھرنا ہے، آپ دیکھیں کہ کائنات میں جو زندگی کی وسعت ہے، اس کا ہم ایک پرزہ ہیں، اور کائنات کی ساری زندگی میں اس پرزے کی حیثیت محدود وقت جیسی ہے، اب یہ محدود وقت والے لوگ یہ سمجھیں کہ ہم ایسا انقلاب لا دیں گے کہ کائنات کو تبدیل کر کے رکھ دیں گے، یا منشاء خداوندی پنپ اور ہو گا اور اسے ہم کسی اور انداز سے چلا لیں گے

واذا مس الانسان الضر.....کذلک زين للمسرفين ما کانوا يعملون

تو ارشاد فرمایا کہ انہیں پھرنے دو کب تک یہ پھریں گے، لیکن انسان کی فطرت یہ ہے کہ جب اسے تکلیف ہوتی ہے تو پھر ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ اسلام کی خواہش ہے، جب قوی بھی کام کرتے ہیں تو تیں بھی ٹھیک ٹھاک ہیں، عقل و شعور کی دولت بھی بالکل ٹھیک ٹھاک ہے، حالات بھی بڑے خوش گوار ہیں، ان حالات میں اللہ کریم سے رابطہ کیا جائے، جب مصیبت آجائے تو اس وقت جو رابطہ ہوتا ہے وہ اضطراری اور مجبوری کا ہوتا ہے، اور اضطراری انداز کے بغیر جو بات ہوتی ہے اس کا لطف ہی کچھ اور ہے، تبھی تو مولائے کائنات حضرت حیدر کرارؓ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سارے پردے ہٹا کے میرے سامنے بھی آجائے تب بھی میرے ایمان میں ذرا بھی اضافہ نہیں ہوگا، یعنی اسے بن دیکھے اتنا پختہ ایمان رکھ لیا ہے کہ اب اس ایمان میں اضافے کی ضرورت باقی نہیں رہی، تو یہ وہ بات ہے کہ جب خوشحالی ہے، جب عقل و شعور کام کر رہا ہے، مصیبتیں نہیں ہیں، ادھر تعلق قائم کیا جائے جب وہ بات آجائے گی تو پہلو پر جب وہ پڑا ہوتا ہے تو تب بھی ہم اسے یاد رکھتے ہیں، بیٹھا ہوتا ہے تب بھی یاد رکھتے ہیں، لیکن اس کی دوستی بڑی کچی ہے، پھر ہوتا کیا ہے، وہ تکلیف جاتی رہی سزائے موت ختم ہوگئی، قید ختم ہوگئی، کوئی بیماری تھی وہ ختم ہوگئی، ادھر ختم ہوئی تو اللہ کریم ادھر فرماتے ہیں وہ ایسے گزرتا ہے گویا اس نے ہمیں کسی ضرر کے وقت عاجزی سے پکارا ہی نہیں تھا، تو یہ ناشکرا پن ہے، چونکہ قرآن پاک اس ناشکرے پن کو انسانی زندگی سے نکال دینا چاہتا ہے، چونکہ یہاں تو کافروں کو خطاب ہے، لہذا مسلمان قوم کو اس مرض سے بچنا چاہیے، جس مرض میں کافر مبتلا ہیں، یہ جو ہر معاملے میں بے باک ہیں، حد سے آگے بڑھنے والے ہیں، اسراف کرنے والے ہیں، ان کے سامنے ان کے عمل بڑے مزین ہو کے پیش ہوتے ہیں، لیکن یہ کبھی نہیں کہتے کہ یہ سب کچھ توفیق خداوندی کی وجہ سے ہے، جب کوئی بندہ کوئی تحقیق کرتا ہے کوئی اچھا کام کیا ہے تو وہ اس کام کو اپنی طرف منسوب کر کے پھولے نہیں سماتا، کبھی تھوڑی سے یہ بات نہیں سوچی کہ آپ کے اندر یہ قوت پیدا کس نے کی تھی، کہ جس کی جہ سے یہ کام ہوگیا ہے، اگر یہ قوت کسی کی پیدا کی ہوئی ہے پھر آپ تو مستری کا ایک اوزار ہی ہیں، آپ کی اپنی حیثیت پھر کیا ہوئی، آپ کو چلانے والے نے چلایا، چلانے والے کی انگلی کو نہ دیکھے گا بلکہ کہے گا کہ میں نے فلاں آدمی کو قتل کر دیا ہے، تو اس کے پیچھے وہ انگلی تھی جو کام کر رہی تھی، اور اس نے اس کارتوس کو چلا دیا تھا۔

اس لیے ارشاد ہوا کہ یہ ساری قوتیں تو تمہاری اپنی نہیں ہیں، یہ کسی اور کی عطا فرمودہ ہیں، تو کسی کی قوت سے کام کر کے ناز کرنا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، آپ کو تو یہ کہنا چاہیے کہ اے اللہ کریم آپ کا شکر ہے کہ تو نے ہمیں یہ توفیق مراحمت فرمادی، یہ قوتیں عطا فرمادیں، یہ حالات پیدا فرمادیئے جن کی وجہ سے ہم اس بات پر قادر ہوگئے۔

Marfat.com

والقد اھلکنا القرون من قبلکم.....لننظر کیف تعملون

تم سے پہلے بھی بے شمار قومیں تھیں، مختلف عرصوں میں وہ ظلم کر کے اس دنیا میں ہلاک ہو کر رہ گئیں، ان کے پاس بھی واضح نشانیاں اور آیات لے کے رسول آئے تھے لیکن وہ ایمان سے منہ موڑ گئے، مجرم قوموں کی پھر وہی جزا ہوتی ہے، جو جزاء انہیں ملی تھی، اے قریش مکہ، اے عرب کے مشرکو! پھر تم ان کے جانشین بن گئے، ہم نے دیکھنا ہے کہ تمہارے اعمال کس انداز سے چلتے ہیں، اگر تمہاری ایک فطرت ہے اگر تم اسے نہیں چھوڑ سکتے تو قانون قدرت کا بھی ایک انداز ہے وہ بھی اپنے انداز کو نہیں بدلا کرتا، جو ظلم کرے گا وہ اپنی بنائی ہوئی چکی میں خود پس جائے گا۔

واذا تتلیٰ علیھم ایاتنا بینات ....ربی عذاب یوم عظیم

جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں، تو جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے وہ ایک بات کہتے ہیں، انہوں نے ایک چال چلی تھی، چال یہ تھی کہ تمہارا یہ قرآن تو ہم نے سنا ہے کوئی اور قرآن لے آئیں، اگر ایسا نہیں تو اس کے کچھ حصے تبدیل کر دیں جن میں ہمارے بتوں کے خلاف باتیں لکھی ہیں، ان آیات کو بیچ میں سے نکال دیں، جب یہ تھوڑی سی تبدیلی کریں گے تو ہم کہیں گے کہ تم رسول نہیں ہو، اگر رسول ہوتے تو اللہ کی کتاب کو کیسے بدلتے، اب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواباً انہیں ارشاد فرمایا کہ میں اسے اپنی مرضی سے تبدیل نہیں کر سکتا یہ وحی ہے جو اللہ کریم کی طرف سے نازل ہوتی ہے، اگر میں اسے توڑ دوں یا چھوڑ دوں یا بدل دوں، تو عذاب کا مستحق قرار پاؤں گا، اور یہ بات فطرت کے خلاف ہوگی، اس جواب نے وہ سارے راستے بند کر دیئے جو وہ سازش کے تانے بانے وہ بُن رہے تھے، کہ نہ تو یہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا بنایا ہوا ہے، نہ وہ اسے تبدیل کرتے ہیں، نہ اس کے کچھ اجزاء کو چھوڑتے ہیں، یہ رب کریم کی کتاب ہے جو ان پر نازل ہوئی ہے۔

قل لو شاء اللہ ماتلوتہ علیکم......افلا تعقلون

ارشاد فرمایا کہ کچھ سوچو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہوتی تو ان آیات کی تلاوت میں تمہارے سامنے نہ کرتا، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے خبردار کرتا، اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ تمہیں ہدایت ملے، میں ایک عمر تم میں گزار چکا ہوں، چونکہ اعلان نبوت تو چالیس سال کے بعد ہوا تھا، چالیس کی عمر کھلی کتاب کی طرح تمہارے سامنے کھلی پڑی ہے، کیا کبھی میں نے اس میں تمہارے سامنے قرآن پاک پیش کیا تھا، نہیں پیش کیا تو اب اسی وقت پیش کیا ہے جب وہ مجھ پر نازل ہوا ہے، اب اسے میں تبدیل کیسے کر سکتا ہوں، کچھ عقل کی بات کرو۔

☆☆☆☆☆

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ

اس سے بڑھ کے کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑے یا اس کی آیات کو جھٹلائے، یقیناً

لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٧﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

مجرم فلاح نہیں پائیں گے اب وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے

مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا

ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے پاس نہ ضرر ہے نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں

عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا

اللہ تعالیٰ کے ہاں، فرمادیجئے تم اللہ تعالیٰ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ آسمانوں اور زمین میں جانتا نہیں ہے

فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ وَمَا كَانَ

وہ پاک ہے اور تمہارے ان شرکوں سے برتر و اعلیٰ ہے اور

النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

لوگ تو صرف ایک گروہ ہی تھے لیکن پھر آپس میں کے اختلاف کرنے لگے، اگر بات پہلے

سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٩﴾

رب کریم کی طرف سے کوئی نہ ہو چکی ہوتی، تو ان کے درمیان فیصلہ ہو جاتا ان اختلافات کا

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا

۔وہ کہتے ہیں اس پر رب کریم کی طرف سے کوئی آیت نازل کیوں نہیں ہوتی، فرمادیجئے

الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾

غیب کی دنیا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کر رہا ہوں

Marfat.com

لا رہے ہیں، جو اللہ کریم نے تمہیں رزق دیا ہے اسے تم کھاؤ، خواہ وہ گوشت کی شکل میں ہے خواہ وہ فروٹ کی شکل میں ہے خواہ وہ غلے کی شکل میں ہے، لیکن جب ہم سب کچھ تمہیں دے رہے ہیں، دینے والے ہم ہیں اور چل تم شیطان کے پیچھے پڑتے ہو، کیا یہ کوئی اچھا طریقہ ہے، وہ تو تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے اس کے پیچھے تم مت جاؤ۔

ثَمَٰنِيَةَ أَزْوَٰجٍ مِّنَ ٱلضَّأْنِ ٱثْنَيْنِ وَمِنَ ٱلْمَعْزِ ٱثْنَيْنِ

جانوروں میں آٹھ جوڑے تمہارے پاس ہیں، بھیڑوں میں سے دو ہیں بکریوں میں سے دو ہیں، فرمائیں

قُلْ ءَآلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ ٱلْأُنثَيَيْنِ أَمَّا ٱشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

کہ دونوں میں نر حرام ہیں یا دونوں مادائیں حرام ہیں، یا وہ حرام ہے جو

أَرْحَامُ ٱلْأُنثَيَيْنِ نَبِّـُٔونِى بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٤٣﴾

ماداؤں کے پیٹ میں ہے، علم کے ذریعے بتاؤ اگر تم سچے ہو،

وَمِنَ ٱلْإِبِلِ ٱثْنَيْنِ وَمِنَ ٱلْبَقَرِ ٱثْنَيْنِ قُلْ ءَآلذَّكَرَيْنِ

اونٹوں میں سے ایک جوڑا ہے، گائیوں میں سے ایک جوڑا ہے

حَرَّمَ أَمِ ٱلْأُنثَيَيْنِ أَمَّا ٱشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ ٱلْأُنثَيَيْنِ

فرمائیں کہ کیا نر حرام ہیں، یا مادائیں حرام ہیں، یا وہ حرام ہیں جو ماداؤں کے پیٹ میں ہیں،

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ وَصَّىٰكُمُ ٱللَّهُ بِهَٰذَا فَمَنْ

کیا تم گواہ تھے جب اللہ کریم نے تمہیں اس بات کی وصیت کی تھی، کون

أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ ٱلنَّاسَ بِغَيْرِ

زیادہ ظالم ہے اس سے جو اللہ کریم پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے، تا کہ بغیر علم لوگوں کو گمراہ کرے

عِلْمٍ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٤٤﴾

بے شک اللہ کریم ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا

وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ

جب ہم لوگوں کو رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں تکلیف کے بعد جو پہلے آ چکی ہوتی ہے، تو پھر وہ بڑی چالیں چلتے ہیں

ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ ٱللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾

ہماری آیات کے اوپر، فرما دیجئے اللہ تعالیٰ تو خفیہ تدابیر میں سب سے آگے نکلنے والے ہیں ہمارے قاصد لکھ رہے ہیں جو تم مکر کرتے ہو

فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا......سبحان اللہ عما یشرکون

اب اللہ تعالیٰ پر جو جھوٹے بہتان باندھتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے اس سے بڑھ کے اور کون ظالم ہے یہ تو مجرم ہیں، اور مجرم کبھی فلاح نہیں پایا کرتے، یہ لوگ جن کی عبادت کر رہے ہیں، ان کے اختیار میں نہ ضرر ہے نہ نفع ہے، پھر وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ہمارے شفاعت کنندہ ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں!

کیا یہ دونوں باتیں کہ یہ معبود بھی ہیں اور شفیع بھی ہیں، کیا ان دو باتوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان کر رہے ہو یہ دونوں زمین و آسمان میں موجود نہیں ہیں، یہ کہہ کے تم اللہ تعالیٰ کے علم میں اضافہ کرنا چاہتے ہو، تو یہ کتنی احمقانہ بات ہوگی، اللہ تعالیٰ تو تمہارے ان شرکوں سے پاک ہے، لیکن ایک اور انداز سے اس فقرہ پر غور فرمائیں، ایک بات یہ ہے کہ وہ ان بتوں کی عبادت کر رہے ہیں تو سوال یہ ہے کہ جس کی عبادت کی جائے وہ تو معبود ہے اور وہ خدا ہے، اب یہ بت شفاعت کس کے پاس جا کے کریں گے، اگر یہ خدا خود ہیں تو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں نظریئے ایک دوسرے کی ضد ہیں، اگر وہ معبود ہیں تو پھر شفیع نہیں ہیں، اگر شفیع ہیں تو پھر معبود نہیں ہیں، یہ ایسی واضح بات ہے جو انسانی شعور میں فوراً بیٹھ جاتی ہے۔

وما کان الناس الا امة واحدة...... انی معکم من المنتظرین

آگے ارشاد ہوا کہ ابتداء میں سارے لوگ تو ایک جیسے تھے، پھر آپس میں اختلاف کیا، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات نہ ہوتی کہ فلاں وقت جا کے اس کائنات نے ختم ہونا ہے، تو ان کے آپس کے اختلاف کا فیصلہ اسی دنیا میں ہو جاتا، اب ایک اور بات ہوتی ہے کہتے ہیں کہ ان پر رب کریم کی طرف سے کوئی آیت نازل کیوں نہیں ہوتی، یعنی جن پر اتنا طویل قرآن پاک نازل ہو گیا ہے ان پر اب تک کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، اگر آیت سے مراد معجزہ ہے تو جن کا اشارہ پا کے ڈوبا سورج واپس آ گیا ہے، آسمان

پر چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، درخت آپ کی خدمت میں بھاگے آرہے ہیں، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو رہے ہیں، خشک کنوؤں میں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھوک مبارک ڈالا جاتا ہے تو ان میں ہمیشہ رہنے والا پانی آ جاتا ہے، آنکھوں پر لگایا جاتا ہے تو آئی آنکھیں ٹھیک ہو جاتی ہیں، سانپ کے زہر پر لگایا جاتا ہے اس کے زہر کا اثر ختم ہو جاتا ہے، پسینہ ہے تو اس میں وہ مہک ہے جو کسی کستوری میں نہیں ہے، وہ چلتے ہیں تو زمین ان کے قدموں سے لپٹ لپٹ کر پیچھے کی طرف نکلتی ہے، اگر یہ آیات نہیں ہیں تو پھر اور آیات کہاں سے آئیں گی، یعنی ہٹ دھرمی کی کوئی انتہاء بھی ہوتی ہے، قرآن پاک اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ فرما دیجئے کہ غیب کی دنیا اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے، تمہیں پتہ نہیں ہے تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کر رہا ہوں، آیات آجائیں گی۔

واذا اذقنا الناس رحمة منا ..... انا رسلنا یکتبون ما تمکرون

ایک اور انسان کی فطرت ہے کہ جب تکلیف کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی اور رحمت آجائے تو رحمت کے وقت پھر شکر ادا نہیں کرتے، پھر آیات ربانی کو توڑنے موڑنے کی کوشش کی جاتی ہے، فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیریں بہت جلد آنے والی ہیں، تمہارے ساتھ ہم نے لکھنے والے مقرر کر رکھے ہیں، تمہارے اعمال اور ان سب مکاریوں کو وہ لکھ رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

هُوَ ٱلَّذِى يُسَيِّرُكُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى ٱلْفُلْكِ

وہ وہ ذات ہے جو تمہیں صحراؤں میں اور سمندروں میں چلاتا اور پھراتا ہے، جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو

وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا۟ بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ

اور ان لوگوں کو وہ کشتیاں لے کے چلتی ہیں، ہوا ساز گار ہوتی ہے، انہیں بڑی خوشی ہوتی ہے، تو جب اچانک تند ہوا آتی ہے

وَجَآءَهُمُ ٱلْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا۟

ہر طرف سے پانی کی موجیں اٹھتی ہیں اور انہیں خیال ہوتا ہے کہ انہیں تو گھیر دیا گیا ہے، اس وقت پکارتے ہیں

ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ

بڑے خلوص سے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہوئے اگر تو نے ہمیں اس بات سے نجات دیدی تو ہم ہو جائیں گے

ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ أَنجَىٰهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ

شکر گزار۔ جب اللہ کریم انہیں نجات فرمادیتے ہیں تو وہ زمین میں بغاوت اور شرارت پر اتر آتے ہیں

ٱلْحَقِّ ۗ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَٰعَ ٱلْحَيَوٰةِ

بلاوجہ، اے لوگو! یہ تمہاری بغاوت تمہاری جانوں کے خلاف ہے، یہ ساز و سامان ہے

ٱلدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾

دنیا کی زندگی کا جس سے تم نفع اٹھاتے ہو، پھر تم نے پلٹ کے ہمارے پاس آنا ہے، ہم تمہیں بتائیں گے کہ تمہارے اعمال کیسے تھے

إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ

دنیوی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں، اس کے ساتھ اگتی ہے

نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ

زمین سے گھنی سبزی، جسے لوگ بھی کھاتے ہیں اور جانور بھی، جب زمین پا لیتی ہے

Marfat.com

زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ

اپنی تزئین سازی اس پر ہوجاتی ہے، لوگ سمجھتے ہیں اب یہ ان کی گرفت میں ہے

أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ

، تو رات یا دن کو ہمارا حکم آجاتا ہے، ہم اسے کٹا ہوا ڈھیر بنادیتے ہیں، گویا وہ یہاں موجود ہی نہیں تھا

بِٱلْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَٱللَّهُ

کل، اسی طرح ہم آیات غور وفکر کرنے والی قوم کے سامنے کھول کھول کے بیان کرتے ہیں

يَدْعُوٓا۟ إِلَىٰ دَارِ ٱلسَّلَٰمِ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾

اللہ کریم سلامتی والے گھر کی طرف بلاتے ہیں، اور جسے چاہتے ہیں سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہیں

ھوا لذی یسیر کم فی البر والبحر.....فننبئکم بما کنتم تعملون

تم ذرا دیکھو تو سہی تم صحراؤں میں چلتے ہو، میدانوں میں، پہاڑوں میں یعنی ساری خشکی کی جگہ کو تم عبور کرتے ہو، پھر سمندر میں بھی تم چلتے رہتے ہو، وہاں بھی تمہاری کشتیاں چلتی ہیں، کشتیاں چلتی ہیں ہوا راس ہوتی ہے بڑے خوش ہوتے ہیں، پھر اچانک بڑا تیز جھکڑ آجاتا ہے، سمندری لہریں اس جہاز یا کشتی سے ٹکرانے لگتی ہیں، ان کا خیال ہوتا ہے کہ ہم مصیبت میں پھنس چکے ہیں چاروں طرف سے مصیبت ہی مصیبت ہے، وہاں عبادت خالص اللہ تعالیٰ کی کرکے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دے گا تو ہم شکرگزار بندے بن جائیں گے، نجات مل گئی، اب زمین میں بلاوجہ شرارت اور بغاوت کرتے ہیں۔ اب کیفیت یہ ہے نجات کے بعد شکر ہونا چاہیے تھا جس سے انہوں نے منہ موڑ لیا ہے، فرمایا یہ جو تم نے بغاوت کی ہے اللہ تعالیٰ سے منہ موڑا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کو تو کوئی نقصان نہیں ہوگا، یہ تمہاری دنیوی زندگی کی استعمال کی چیزیں ہیں جنہیں تم استعمال کررہے ہو اس بغاوت کا ردعمل تمہاری اپنی جانوں پر ہوگا، پھر تم نے ہمارے پاس واپس آجانا ہے، ہم بتائیں گے کہ تمہارے اعمال کیسے تھے۔

Marfat.com

انما مثل الحیاۃ الدنیا ..... ویھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

یہاں پھر قرآن پاک نے انسانی زندگی کی مثال دی ہے۔ارشاد فرمایا آسمان سے پانی اترتا ہے، بارش ہوتی ہے، پھر زمین سے گھاس وغیرہ گھنی ہو کے نکلتی ہے، اس میں مختلف قسم کی گھاس ہوتی ہے،لیکن اس ساری گھاس کا بیج وہی ہوتا ہے، اور پانی سب کو وہی ملتا ہے جو بادل سے برساہے، ایک مخصوص انداز ہے اللہ کریم کا جس انداز سے وہ بارش برساتا ہے، اس سے جو نکلا ہے اسے لوگ بھی کھار ہے ہیں جانور بھی کھار ہے ہیں، اب یہ نکلنے والی چیز دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، جو اس کی روح ہے وہ انسان کھا رہا ہے، اور جو اس کی روح نہیں ہے وہ جانوروں کے حصے میں آرہی ہے، مثلاً گندم اگی ہے اس کے ساتھ تنا ہے بھوسہ ہے اسے تو جانور کھا رہا ہے لیکن جو اس کی اصل ہے جو اس کی روح ہے یعنی دانہ ہے وہ انسان کی غذا بن رہا ہے۔ زمین سے درخت اگا اس کی ٹہنیاں اور پتے تو جانور کھار ہے ہیں لیکن جو اس پر پھل لگا ہے وہ انسان کے حصے میں چلا گیا ہے، اب بارش ایک تھی اس نے اثرات الگ الگ پیدا کیے، اسی طریقے سے وعدہ ربانی ایک ہے، اس سے اکتساب فیض کے انداز الگ الگ ہیں، کوئی اس سے پھل کھاتا ہے تو صدیق اکبرؓ بن جاتا ہے، کوئی اس سے پھل کھاتا ہے تو فاروق اعظمؓ بن جاتا ہے، کوئی اس سے پھل کھاتا ہے تو عثمان وحیدرؓ بن جاتے ہیں، کوئی پھل کھاتا ہے تو غوث اعظمؒ بن جاتا ہے، کوئی اسی پھل سے منہ موڑتا ہے تو پھر اس کے حصے میں دھتورا آتا ہے، یہ چیزیں اس کے حصے میں نہیں آتیں۔

ارشاد فرمایا کہ زمین سے یہ نکلی سبزی مختلف اندازوں سے ملی جلی تھی اور بڑی گھنی تھی، **"فاختلط به نبات الارض"**۔ بڑا ہی لطیف اور بڑا ہی بلیغ فقرہ ہے، عربی جانتے ہوں تو روح وجد کرنے لگ جاتی ہے، یہ اتنا بلیغ فقرہ ہے، اب میں اس کے دو ترجمے کرتا ہوں تا کہ آپ بھی اس سے لطف اندوز ہوسکیں۔ ''اس پانی کے ساتھ مل جل جاتی ہے زمین کی سبزی''۔ دوسرا معنی۔ ''زمین کی سبزی اس پانی کی وجہ سے بڑی گھنی ہو کے نکلتی ہے''۔ اشارہ کس بات کی طرف ہوگیا کہ یہ جو کچھ زمین سے نکلا ہے اس کا آپ نے کوئی بیج رکھا ہوا تھا اس کا جواب ہے نہیں، اس پانی کی وجہ سے مختلف چیزیں رلی ملی نکلی ہیں اور بڑی گھنی ہو کے نکلی ہیں، اشارہ اس بات کی طرف ہو گیا کہ پانی ان مختلف چیزوں کا بیج ہے، یہ تخلیق بیج بھی کرتا ہے اور پھر اس تخلیق [illegible] انہیں پیدا بھی کرتا ہے، قرآن پاک نے دوسری جگہ اسے یوں بیان کیا، ''ہر زندہ چیز پانی کے ذریعے زندگی پاتی ہے''۔

سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ کو ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنی عدالت میں طلب فرمایا، کہ یہ خط ہے جو قیصر کی طرف سے آیا ہے اس کا جواب لکھنا ہے، قیصر نے لکھا ہے چھوٹی سی بوتل دے کے ''کہ کائنات کی ہر شے کا بیج اس میں ڈال دو کیوں کہ تم کہتے ہو کہ نبی وحی تم پر آئی ہے تو آج تمہارا علم ساری کائنات سے آگے ہونا چاہیے، اس میں ہر شے کا بیج ڈال دو''۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اس کا جواب لکھیں اور جہاں کوئی الجھن پیش آئے تو مجھ سے مشورہ کر لیا جائے، حضرت ابن عباسؓ

نے کسی قسم کا مشورہ نہیں کیا اور ساری باتوں کا جواب آپ نے لکھ دیا، اور وہ جو اس نے چھوٹی سی شیشی بھیجی تھی کہ اس میں ہر شے کا بیج ڈال دیں آپ نے اسے پانی سے بھر دیا، اور جب وہاں یہ بات گئی تو اس نے کہا کہ تم کہتے ہو کہ وہ تو صحرائی علاقہ ہے وہاں کوئی یونیورسٹی نہیں کوئی کالج نہیں، کوئی سکول نہیں وہ تو ان پڑھ اور جاہل ہیں، کیا یہ ان پڑھوں کا انداز ہوتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ حماقت کرتے ہوئے اس شیشی میں پچاس ساٹھ چیزوں کے بیج ڈالیں گے تو شیشی بھر جائے گی تو میں کہوں گا کہ یہ تو ساری چیزوں کے بیج نہیں ہیں، انہوں نے کہہ دیا ہے کہ یہ ساری چیزوں کا بیج ہے، صحابہ عالی مقام ؓ نے ابن عباس ؓ سے پوچھا کہ آپ نے کہاں سے قرآن سے یہ بات سمجھی کہ پانی ساری چیزوں کا بیج ہے، تو ابن عباس ؓ نے یہی فقرہ پیش کیا تھا! **"وجعلنا من الماء کل شیء حیّ"**۔ ایسے مدبر لوگ مر گئے ہیں، پھر مسلمان وہ آ گئے جو ناقل تو بڑے اچھے ہیں لیکن جن میں تحقیقی مادہ ختم ہو چکا ہے، اور لے دے کے آج بحث یہ رہ گئی ہے کہ یہ جو موجودہ اسمبلیاں ہیں انہیں اجتہاد کا حق دے دیا جائے، یعنی گیدڑ بیٹھے را کھے ککڑی کے وہ ان کی اچھی طریقے سے رکھوالی کریں گے، تو یہ وہ بات ہے جو قرآن پاک نے اشارۃً کہی، کہ زمین کی نباتات اس پانی کی وجہ سے خلط ملط ہو کے گھنی ہو کے نکلتی ہے، یہاں بھی اشارہ ہو گیا کہ بیج یہ پانی ہی ہے، پھر کیا ہوا زمین پر ملمع سازی ہو گئی، ملمع سازی کا مطلب یہ ہے کہ چیز کوئی اور ہے اس کے اوپر آپ نے سونے کا پانی چڑھا دیا ہے، اسے زخرف کہتے ہیں، اسی طرح زمین کی سطح پر مختلف بیل بوٹوں نے آ کے زمین کی کیفیت بدل دی، اور زمین بڑی خوبصورت لگنے لگ گئی، لوگوں نے سمجھا کہ کیا بہار ہے کیا فضا ہے، کیا رنگ ہے اس نے باقی رہنا ہے، جب انہوں نے یہ سمجھا تو پھر رات کو یا دن کو ہمارا حکم آ گیا پھر اس سب کو پیس کے رکھ دیا۔ ''حصید'' اس فصل کو کہتے ہیں جو کٹ جاتی ہے ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، زمیندار کہتا ہے کہ فصل پک گئی ہے کل کاٹنے جائیں گے اور پھر اسی دفعہ اپریل کے دنوں میں مختلف خطوں پر رات کو ژالہ باری ہوئی جب صبح کسان صاحب اپنے کھیت میں گئے وہاں نام بھی نہیں تھا، اب اگر فصل کچی ہے تو اس کے کچھ ٹکڑے نیچے پڑے ہوئے ہوں گے، اگر بالکل پکی ہے تو پھر ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کچھ تھا ہی نہیں، میرا اپنا مشاہدہ ہے کوٹ مومن سے تقریباً ایک میل میں باہر نکلا تو آسمان کے تھوڑے سے حصے پر ایک چھوٹی سی بدلی تھی اور نیچے چھوٹے سے ٹکڑے پر گندم کی فصل تھی اور وہ بھی پکی ہوئی تھی، ہمارے پہاڑی علاقے میں گندم پیلی پڑ جائے تو کسان کاٹ لیتے ہیں، سرگودھا یا آگے والے علاقوں میں فصل کھڑی رہتی ہے اور مہینہ دو مہینے کے عرصے تک اسے آہستہ آہستہ کاٹتے رہتے ہیں، ابھی وہ بھی ایسے ہی بالکل پکی ہوئی فصل کھڑی تھی، میں جاتے ہوئے اس کے پاس سے گزرا تھا اللہ کریم کی قدرت کہ وہ صرف اسی گندم والے علاقے میں ژالہ باری ہوئی اور جب میں واپس آیا تو وہاں اس فصل کا ایک تنکا بھی موجود نہیں تھا، جڑوں تک بالکل اڑ کے رہ گئی تھی، تو یہ وہ کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے انداز سے اس کائنات کو چلاتا ہے، اور باتیں جو بادلوں میں ہو رہی ہوتی ہیں، چونکہ ہم اندر سے نابینا ہو گئے ہیں، ظاہری

Marfat.com

نظریں تو ہمارے پاس ہیں، اندر سے نابینا ہو گئے ہیں۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک صحابی اپنے کھیتوں پر کام کرنے کے لیے جا رہے تھے کہ بادل سے آواز آ رہی ہے کہ رخ موڑ دے اور وہاں چلا جا جہاں فلاں بندے کی زمین ہے، اور آج تو نے وہاں جا کے برسنا ہے، بادل کا رخ اُدھر ہو گیا، اور بادل کا پانی اسی زمین میں برسا جس زمین کا نام بادل سے آ رہا تھا، تو اب یہ جو کائنات چل رہی ہے ایک نظام کے تحت اس نظام کی جڑ تک پہنچنے کے لیے صرف ظاہری آنکھیں کام نہیں دیتیں، ان کے اندر ایک اور بھی کیفیت ہوتی ہے اور اس کیفیت کو اقبالؒ نے بڑی حسرت سے کہا تھا کہ!

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے　　مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

تو اب جو راکھ کا ڈھیر ہے اس میں سے پھر چنگاریاں کہاں سے نکلیں گی، ارشاد فرمایا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کل کھیتی تھی ہی نہیں، ہم اسی طرح آیات سوچنے والی قوم کے سامنے کھول کھول کے بیان کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ تو سلامتی کے گھر جنت کی طرف بلاتا ہے، جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف لے جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ

ان لوگوں کے لیے جو نیکوکار ہیں بہت زیادہ اچھائی ہے، ان کے چہروں پر نہ سیاہی ہوتی ہے

وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ

نہ ذلت ہوتی ہے، یہ جنت والے لوگ ہیں اور وہاں انہوں نے ہمیشہ رہنا ہے، جن لوگوں نے

كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُمْ مِنَ

برائیاں کمائی ہیں انہیں برائی کی سزا ملے گی اس میں، اور ان پر ذلت چھا جائے گی نہیں ہیں

اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ

اللہ کریم کی طرف سے انہیں بچانے والے کوئی، گویا ان کے چہروں پر رات کے تاریک ٹکڑے چھا گئے ہیں

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ

یہ جہنمی لوگ ہیں اور وہاں ہمیشہ رہیں گے، جب ہم اکٹھا کر کر لیں گے ان سب کو

جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا

پھر ان لوگوں کو کہیں گے جنہوں نے شرک کیا تھا، اپنی جگہ پر خود بھی ٹھہر واپنے ان شریکوں کو بھی ٹھہرالو، اب ہم فرق کر دیں گے

بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ

ان کے درمیان، ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کافی ہے

شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾

گواہ ہمارے اور تمہارے درمیان اور ہم تو تمہاری عبادت سے غافل تھے

هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ

وہاں ہر جان جانچ لے گی کہ اس نے پہلے کیا بھیجا تھا؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے

Marfat.com

اَلْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾

جوان کے حق سچ کا مولا ہے۔ ان سے وہ سب چیزیں ہٹ جائیں گی جو وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے

للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادہ..... ھم فیھا خالدون

جو لوگ نیکو کار ہیں ان کے لیے بہت ہی بہتری ہے، بہت ہی بہتری یہ تفضیل کا صیغہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مہربانی کرتے ہوئے اس کے ساتھ آگے زیادہ کا لفظ کہہ دیا، کہ اس بہتری میں اور زیادہ اضافہ ہوگا، ان کے چہروں پر نہ تو غبار ہوگا نہ ذلت ہوگی، چہرہ خوف سے سیاہ ہو جاتا ہے، طویل سفر ہے اور برزخ سے گزر کے وہاں تک پہنچے ہیں قیامت کے میدان میں غبار بھی پڑا ہوا ہوگا، ذلت کی نشانیاں بھی موجود ہوں گی، لیکن جو نیک ہیں ان کے چہرے پر نہ تو وہ غبار ہے نہ سیاہی ہے نہ ذلت ہے، یہ جنتی لوگ ہیں اور انہوں نے وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

والذین کسبوا السیئات.....ھم فیھا خالدون

جنہوں نے برائیاں کی ہیں تو انہیں برائی کی جزا ایسی ہی برائی جیسی ملے گی، ان پر تو اس طرح ذلت ہوگی جو انہیں ڈھانک لے گی یا ان پر چھا جائے گی، آج انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی بت نہیں ہوگا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے چہروں پر تاریک رات کا کوئی ٹکڑا پڑ گیا ہے، کتنی نفیس تشبیہ ہے، یہ جہنمی ہیں انہوں نے وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

و یوم نحشرھم جمیعا..... و ضل عنھم ما کانوا یفترون

ہم ان سب لوگوں کو قیامت کے دن اکٹھا کر لیں گے، پھر کہا جائے گا کہ اے مشرکو تم بھی ٹھہرو اور جنہیں تم نے شریک بنایا تھا انہیں روکو، پھر ہم ان میں فیصلہ کر دیں گے، تو ان کے شریک وہاں کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے، اللہ کریم گواہ ہے ہمارے اور تمہارے درمیان کہ ہم تو تمہاری عبادت سے غافل تھے اور ہم چونکہ بے جان تھے، ہم میں شعور نہیں تھا، ہمیں عقل نہیں تھی ہمیں کیا پتہ کہ تم ہماری عبادت کرتے رہے ہو، اب سب جانوں کو پتہ چلے گا کہ انہوں نے آگے کیا بھیجا ہے، تو ہر ایک آدمی جو بھیجا ہے اس کا منتظر ہوگا، اب انہیں اللہ کریم کے سامنے پیش کیا جائے گا، جو ان کے حق اور سچ کا آقا و مولا ہے، اب ان سے وہ ساری چیزیں بھاگ جائیں گی، جو وہ جھوٹے افترا باندھا کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُم فرمادیجئے تمہیں کون رزق عطا کرتا ہے

مِنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَمَن يُخْرِجُ

آسمان اور زمین سے، یا کون مالک ہے تمہارے کانوں کا اور تمہاری آنکھوں کا، کون نکالتا ہے

ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ

زندہ کو مردہ سے اور مردے سے زندہ کو، معاملات کی تدبیر کون کرتا ہے

فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾ فَذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمُ ٱلْحَقُّ

وہ کہیں گے کہ یہ ساری باتیں اللہ کرتا ہے۔ تو پھر کیا تم تقویٰ شعار اب بھی نہیں ہوتے، وہی اللہ جس کی بات کر رہے ہو تمہارا پروردگار ہے حق سچ کا

فَمَاذَا بَعْدَ ٱلْحَقِّ إِلَّا ٱلضَّلَٰلُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴿٣٢﴾ كَذَٰلِكَ

حق کے بعد گمراہی ملتی ہے تم کدھر بہکے پھر رہے ہو
اسی طرح

حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى ٱلَّذِينَ فَسَقُوٓا۟ أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾

حق ہیں تمہارے رب کریم کے کلمات، ان لوگوں کے لیے جو فاسق ہیں اور ایمان نہیں لائیں گے

قُلْ هَلْ مِن شُرَكَآئِكُم مَّن يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ قُلِ ٱللَّهُ يَبْدَؤُا۟

،فرمادیجئے کہ اگر تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جس نے آغاز بھی خلق کا کیا ہو اور اسے دوبارہ پیدا بھی کر دے، فرمادیجئے اللہ کریم آغاز بھی کرتا ہے

ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٣٤﴾ قُلْ هَلْ مِن شُرَكَآئِكُم مَّن يَهْدِىٓ

خلق کا اور اس کا اعادہ بھی کرتا ہے، خدا جانے تم کدھر بہکے پھر رہے ہو، فرمادیجئے کہ تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو بتلائے حق کا راستہ

إِلَى ٱلْحَقِّ قُلِ ٱللَّهُ يَهْدِى لِلْحَقِّ أَفَمَن يَهْدِىٓ إِلَى ٱلْحَقِّ أَحَقُّ أَن

،فرمادیجئے کہ اللہ کریم حق کا راستہ بتلاتا ہے، کیا جو حق کا راستہ بتلاتا ہے زیادہ بہتر ہے کہ

Marfat.com

ثمنیة ازواج......ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین

آٹھ جوڑے تمہارے سامنے جانوروں کے ہیں، ان میں سے کسی کو تم حرام قرار دیتے ہو، اور کسی کو حلال قرار دیتے ہو، تین باتیں تمہارے سامنے آتی ہیں، ان آٹھ جوڑوں میں سے، آٹھ جوڑے یوں ذکر کیے، بھیڑ اور مینڈھا، بکری اور بکرا، گائے اور بیل ،اونٹنی اور اونٹ۔ ان جوڑوں میں سے دیکھو کیا ان میں سے نر حرام ہیں، کیا مادائیں حرام ہیں، یا مادہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ حرام ہے، انہیں تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، اگر نر حرام ہیں تو جنس کے حساب سے مادائوں کو بھی حرام ہونا چاہیے، اگر مادائیں حرام ہیں تو پھر ان کے پیٹ میں جو بچہ ہے اسے بھی حرام ہونا چاہیے، لیکن ان کو مجموعی طور پر لیے بغیر تم ان میں سے ایک کو کس طرح حرام قرار دیتے ہو، ان میں سے کسی ایک کو بھی حرام قرار دینے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے، کیا جب اللہ کریم نے یہ بات کہی تھی تو ساتھ تمہیں وصیت کی تھی یا تم وہاں موجود تھے، اگر وہاں نہیں موجود تھے تو یہ جھوٹی بات کیوں کہتے ہو، جھوٹی بات جو گھڑتا ہے وہ بہت بڑا ظالم ہے، اس طرح لوگ گمراہ ہوتے ہیں جانے بغیر، اور ظالم قوم کو اللہ کریم راستہ نہیں دکھایا کرتا۔

اس طرح جانوروں کو الگ الگ تقسیم کر کے اللہ کریم نے یہ بتا دیا کہ ان سے تم فائدہ حاصل کرتے ہو ان پر تم سوار ہوتے ہو، انہیں ذبح کر کے تم کھاتے ہو، وہ تمہارا سامان اٹھا کے مختلف جگہوں پر جاتے ہیں، جہاں کسی اور ذریعے سے تم نہیں جا سکتے۔

قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُۥٓ إِلَّآ أَن يَكُونَ

فرمادیجئے کہ میں تو نہیں پاتا اس وحی میں جو میری طرف آتی ہے، کوئی شے حرام کسی کھانے والے پر جسے وہ کھائے، مگر یہ کہ وہ

مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُۥ رِجْسٌ أَوْ

مردار ہو یا ذبح کرتے وقت بہنے والا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، یہ ناپاک ہے، یا

فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِۦ ۚ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ

وہ فسق جسے اللہ کریم کے نام کے بغیر ذبح کیا جائے، جو بے اختیار ہو جائے لیکن وہ بغاوت کرنے والا نہ ہو، اور زیادتی کرنے والا نہ ہو، تو بے شک

رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۴۵﴾ آپ کا رب کریم بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

قل لا اجد فی ما اوحی الی......فان ربک غفور رحیم

اے محبوب آپ ایک بات ارشاد فرمادیں کہ کھانے والے پر یہ چیزیں حرام ہیں، مردار، اللہ کریم کا نام لیے بغیر ذبح کیا جائے، یا طبعی موت مر جائے، یا آپ ذبح کر رہے ہیں اور اس کا جو خون نکلا ہے وہ، اسی طرح خنزیر کا گوشت رجس (پلید) ہے، یا وہ چیز جسے ذبح

يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْ إِلَّآ أَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۗ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾

اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود راستہ نہیں پاتا جب تک اسے راستہ بتایا نہ جائے، تمہیں کیا ہو گیا، کیسے فیصلے کر رہے ہو

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ

،ان میں سے اکثریت صرف گمانوں کے پیچھے ہے، اور گمان حق کے مقابلے میں کوئی شے نہیں ہے، بیشک اللہ تعالی

عَلِيْمٌ ۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں

قل من یرزقکم من السماء و یخرج المیت......فقل افلا تتقون

اب ایک اور انداز سے عقیدہ توحید بیان کیا جا رہا ہے، کہ آسمان سے یا زمین سے تمہیں رزق کون عطا کرتا ہے، وہ یقینا تمہارا خالق ہے، پھر یہ تمہارے کان انہیں وہ بند کر دے اور تمہاری نگاہیں وہ بند کر دے، تو یہ کون کر سکتا ہے، یہ اللہ تعالی کے کام ہیں کہ اس نے تمہیں کان بھی دیئے ہیں اور آنکھیں بھی دے دی ہیں، یہ بتاؤ کہ زندہ چوزہ نکل رہا ہے مردہ انڈے سے، اسی طرح مختلف اشیاء ہیں جن میں حقیقی جان نہیں ہے، ان سے اللہ تعالی زندگی کی کونپلیں نکال رہا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور بھی ایسی بات کر سکتا ہے، تدبیر معاملات کوئی اور بھی کر سکتا ہے اگر کوئی اور نہیں کر سکتا تو کہہ دو کہ اللہ تعالی ہی کرتا ہے، تو پھر اللہ کریم سے ڈرو۔

فذلکم اللہ ربکم الحق.....فانی توفکون

وہی تمہارا اللہ ہے، وہی پروردگار حق ہے، حق کے بعد تو گمراہی ہے اسے چھوڑو نہیں، اسے چھوڑ نے ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ہے، محبوب آپ کے پروردگار کے کلمات اسی طرح حق ہیں لیکن یہ فاسق ایمان لانے والے نہیں، یہ بت جو تم نے اکٹھے کر رکھے ہیں بتاؤ تو سہی ان میں سے کوئی ہے جس نے مخلوقات کی ابتداء کی ہے، اور پھر اس کے خاتمے کے بعد اس کو دوبارہ زندگی دیدے، یہ باتیں جب اللہ تعالی کرتا ہے تو پھر اللہ تعالی کو چھوڑ کے ان کے پیچھے تم کیوں پڑے ہوئے ہو۔

Marfat.com

قل هل من شركائكم من يهدى الى الحق... ان الله عليم بما يفعلون

ایک اور بات بتاؤ حق کی طرف راستہ کون دکھاتا ہے، اللہ تعالیٰ حق کا راستہ دکھاتا ہے، تو جو حق کا راستہ دکھاتا ہے، وہ اس بات کا حق دار ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جائے، یا وہ اس بات کا حقدار ہے جو خود راستہ نہیں پاتا جب تک اسے راستہ دکھایا نہ جائے، تو یہ تمہارے معبود تو کسی کام کے نہیں ہیں، تمہیں کیا ہو گیا ہے، یہ فیصلے کیسے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے ان کے پیچھے دوڑ پڑے ہو، یہی ہے وہ عقیدۂ توحید جس کی طرف قرآن پاک بار بار دعوت دیتا ہے، کہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھی جائے، ان میں سے اکثریت تو صرف گمان کی پیروکار ہے، لفظ **"ظن"** قرآن پاک نے تین چار معنوں میں استعمال کیا ہے، ایک ظن کا معنی یقین ہے، قرآن پاک نے پہلے پارے کے پہلے پاؤ میں کہا ہے، "کہ وہ یقین کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا"۔ تو وہاں ظن کا لفظ یقین کے معنی میں استعمال ہوا ہے، دوسرا اس کا معنی شک ہوتا ہے، تیسرا اس کا معنی تہمت ہوتا ہے، چوتھا اس کا معنی ہوتا ہے وہم و گمان۔ یہاں اس آیت میں ظن کا لفظ وہم وگمان کے معنی میں استعمال ہوا ہے، تو یہ وہم وگمان حق کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ لوگ جو باتیں کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَمَا كَانَ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانُ أَن يُفْتَرَىٰ مِن دُونِ

یہ قرآن ایسا نہیں جو کوئی اور گھڑ کے پیش کر دیتا اللہ تعالیٰ

ٱللَّهِ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ ٱلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ ٱلْكِتَٰبِ لَا رَيْبَ

کے بغیر، یہ تو تصدیق ہے اس کی جو اس سے پہلے کتابیں ہیں، کتاب میں خود تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ

فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٣٧﴾ أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِسُورَةٍ

اسے عالمین کے رب نے نازل کیا، کیا وہ یہ بات کہتے ہیں، کہ مصطفیٰ علیہ السلام نے اسے گھڑ لیا ہے، فرمائیے کہ کوئی ایک سورۃ گھڑ کے لے آؤ

مِّثْلِهِۦ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣٨﴾

ایسی، اور ان کو بھی بلا لو اللہ تعالیٰ کے بغیر جنہیں بھی بلا سکتے ہو، اگر تم سچے ہو

بَلْ كَذَّبُوا۟ بِمَا لَمْ يُحِيطُوا۟ بِعِلْمِهِۦ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُۥ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ

بلکہ انہوں نے جھٹلا دیا اس چیز کو جسے علم کے احاطہ میں لائے نہیں تھے، اور اس کی حقیقت اور انجام انہیں معلوم نہیں ہے، اسی طرح جھٹلایا

ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٣٩﴾

ان لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے تھے، محبوب آپ ملاحظہ تو فرمائیں کہ ظالموں کا انجام کیا ہے

وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِۦ وَمِنْهُم مَّن لَّا يُؤْمِنُ بِهِۦ ۚ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ

کچھ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور کچھ ایمان نہیں رکھتے، آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے

بِٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٤٠﴾

مفسدوں کو

وما کان ھذا القرآن لیفتری...... و ربک اعلم بالمفسدین

یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور ایسی کتاب گھڑ لے ایسا نہیں ہو سکتا، اس کی تین چار صفات ہیں، ایک بات یہ کہ یہ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، یہ بہت مفصل کتاب ہے، اس نے ایسی کوئی بات نہیں چھوڑی جس کی ضرورت ہو

اور بیان نہ ہوئی ہو، پھر یہ لاریب کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، اے محبوب ان کا اگر یہ خیال ہے کہ آپ نے خود اسے گھڑ لیا ہے تو انہیں کہہ دیجئے کہ ایک ایسی سورۃ لے آؤ، پھر جسے اپنی مدد کے لیے بلا سکتے ہو اسے بلا لو، میں ابتدائی لیکچر میں یہ بات کہہ چکا ہوں کہ قرآن پاک نے کہا کہ قرآن کے مقابلے میں قرآن لے آؤ، نہ ہوا تو پھر فرمایا دس سورتیں لے آؤ، نہ ہوا تو پھر فرمایا کہ ایک سورۃ لے آؤ، وہ نہ ہوا تو فرمایا کہ ایک آیت لے آؤ، جب کوئی جواب نہیں بن سکتا تو یہ کیوں کہتے ہو کہ یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے، کچھ لوگ کہتے تھے کہ یہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بنایا ہے، کچھ لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے نہیں بنایا بلکہ سلمان فارسیؓ نے بنایا ہے، وہ لکھا پڑھا آدمی ہے وہ شہزادہ ہے ایک مہذب قوم سے آیا ہے تو یہ سلمان فارسیؓ کا کام ہے، قرآن پاک نے یہاں اس بات کی تردید کی ہے کہ سلمان فارسیؓ کی زبان ہی عربی نہیں ہے، تم ایسے بدھو ہو کہ سلمان فارسیؓ جو عربی نہیں جانتا اور جو اس کی مادری زبان نہیں ہے وہ یہاں آ کے عربی زبان میں ایسی کتاب لکھ دے کہ اس کا کوئی دوسرا جواب نہ لکھ سکے، یہ تو بالکل بدھوانہ حرکت ہے، تم اس کو اس کے ذمہ لگا رہے ہو جو عربی بالکل نہیں جانتا اور نہ وہ اس کی مادری زبان ہے، ہم بھی بحیثیت قوم بدھو ہیں، ہم نے بھی جب آئین بنایا تھا تو ایک بندہ باہر سے بلایا تھا کہ اسے ہمیں انگریزی میں ٹرانسلیٹ کر دے، چار سو سال سے ہم انگریزی کی پوجا کر رہے ہیں، لیکن ہم میں یہ خوبی پیدا نہیں ہو سکی کہ اس کی نوک پلک سنوار سکیں، تو وہاں پر بھی یہی اعتراض تھا، ان کے علم نے قرآن پاک کا احاطہ نہیں کیا اور اسے جھٹلا دیا، انہوں نے قرآن پاک کو پڑھا تو ہے نہیں، جس کی وجہ سے اس کی حقیقت انہیں معلوم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے بارے میں ان سے پہلے کے لوگ بھی ایسی ہی باتیں کرتے تھے، ان ظالموں کا انجام میرے محبوبؐ آپ ملاحظہ فرمائیں، مطلب یہ ہے کہ وہ آندھی جس نے انہیں اپنی لپیٹ میں لیا ہے اب ان پر بھی آنے والی ہے، یہ مطلب ہے ملاحظہ فرمانے کا، اب کچھ تو قرآن پاک پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ مومن نہیں ہیں، فسادیوں کو اللہ کریم جانتا ہے، جو ایمان والے ہیں وہ اپنے ایمان میں بڑے پختہ ہیں

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ

اگر وہ آپ کو جھٹلا دیں تو فرمائیے میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لیے ہے

أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٤١﴾ وَمِنْهُم مَّن

تم بری ہو اس سے جو میں کام کرتا ہوں اور میں بری ہوں اس سے جو تم کرتے ہو، کچھ ان میں سے وہ لوگ ہیں

يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ أَفَأَنتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٢﴾

جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں، کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں، اگر چہ ان میں عقل بھی نہ ہو

وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ إِلَيْكَ أَفَأَنتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا

، کچھ وہ ہیں جو آپ کی طرف نظریں گاڑتے ہیں، کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھا سکتے ہیں، اگر چہ وہ

لَا يُبْصِرُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ

دیکھتے نہ ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کرتا، لیکن

النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٤﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا

لوگ اپنی جانوں پر زیادتی کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ انہیں محشر کے دن اکٹھا کرے گا، انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ وہ ٹھہرے تھے

سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ

دن کی ایک ساعت ہی ایک دوسرے کو وہ پہچان رہے ہوں گے، وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تکذیب کی تھی

وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے، اگر ہم آپ کو دکھا دیں جو ہم نے وعدے کیے ہیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں

فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ

تو محبوب ان سب نے ہمارے پاس پلٹنا ہے، پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے ان باتوں پر جو یہ کرتے رہے ہیں، ہر قوم کے لیے

Marfat.com

أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ

ایک رسول ہم نے بھیجا جب رسول آیا، ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ ہوا اور ان سے

لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٤٨﴾

زیادتی نہیں ہوئی، وہ پھر کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہے اگر مسلمانو تم سچے ہو

قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَآءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ

فرمادیجئے میں ذاتی طور پر اپنی جان کے ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہاں جو اللہ تعالیٰ چاہے، ہر امت کا ایک

أَجَلٌ إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَـْٔخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾

وقت مقرر ہے جب وہ آجاتا ہے تو ایک ساعت نہ تاخیر ہوتی ہے نہ تقدیم

وان کذبوک فقل لی عملی......ولو کانوا لا یبصرون

اگر محبوب یہ آپ کو جھٹلا دیں تو آپ کسی کی بات نہ کریں اور کہہ دیں کہ میرا عمل میرا ہے اور تمہارا عمل تمہارا ہے، میرے اعمال کی پوچھ تم سے نہیں ہوگی، تمہارے اعمال کی پوچھ مجھ سے نہیں ہونی ہے، لہذا تم اپنے راستے پر چلو، ہم اپنے راستے پر چل رہے ہیں، انجام سامنے آئے گا تو پتہ چل جائے گا کہ کون ہدایت یافتہ ہے، اب جب وہ محفل رسول میں آتے تھے تو ان کا ایک خاص انداز ہوتا تھا، آج بھی تصنع (بناوٹ) کرنے والے لوگوں کا یہی انداز ہوتا ہے، باقی سارے لوگوں سے آگے بڑھ کے اور کان ٹیڑھا کر کے اس آدمی کی آواز کی طرف کریں گے تا کہ پتہ چلے کہ لیڈر صاحب کے خاص وزیر ہیں، بڑی توجہ سے سن رہا ہے، وہ بھی جب سرکار کریم علیہ السلام کی محفل میں آتے تھے تو آگے کان لگاتے تھے، اللہ کریم نے کہا کہ یہ بہرے ہیں اور عقل کی دولت ان کے پاس نہیں ہے کیا آپ ان بہروں کو سنائیں گے، اب دیکھو وہ بہرے نہیں ہیں لیکن کان انہوں نے استعمال نہیں کیے اس غرض کے لیے جس غرض کے لیے کانوں کو استعمال کرنا چاہیے تھا، تو اللہ کریم نے انہیں بہرہ کہہ دیا ہے، کچھ اسی طرح سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بڑے توجہ سے دیکھتے رہتے تھے، ارشاد فرمایا اب دیکھنے دیکھنے میں فرق ہے، وہ دیکھ رہا ہے اور قرآن پاک کہہ رہا ہے کہ محبوب کیا آپ اندھوں کو بھی راستہ دکھاتے ہیں، اگر چہ وہ دیکھتے نہ ہوں، دیکھ رہے ہیں لیکن قرآن

Marfat.com

پاک نے کہا کہ وہ دیکھتے نہیں ہیں، اب دیکھنے میں کتنا فرق ہے یہ بھی ٹکٹکی باندھ کے دیکھ رہا ہے تاکہ مسلمانوں کو یقین ہو جائے کہ یہ ہم سے بڑا مومن ہے، اور ادھر صحابی بھی دیکھنے بیٹھا ہے، ایک صحابی جتنی دیر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل میں بیٹھے رہتے ہیں وہ آنکھیں نہیں جھپکتے تھے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ جلوۂ حسن مصطفیٰ ﷺ کے لیے آنکھ جھپکنا یہ مہلت بھی گویا انہیں گوارا نہیں تھی، تو ان کے دیکھنے کا بھی انداز ہے، صحابہ کے دیکھنے کا بھی انداز ہے، یعنی ان دیکھنے والوں کو رب کریم نے کہا کہ یہ دیکھتے نہیں ہیں یہ نابینا ہیں، تو محبوب نابینوں کو راستہ دکھانے کی آپ کی ڈیوٹی نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ راستہ قبول نہیں کریں گے، اور اسلام کی طرف نہیں آئیں گے، تو یہ عجیب بات ہے کہ پاس بیٹھے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں لیکن پہچانتے نہیں ہیں، جب اللہ کریم محروم کر دیں تو کیسی عجیب کیفیت ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا یہ کرنی چاہیے کہ اللہ کریم اپنے جلوؤں سے اور محبوب کی رحمتوں سے محروم نہ کرے، جو محروم ہو جاتے ہے بات بگڑ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر زیادتی نہیں کرتا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر زیادتی کرتے ہیں، جب قیامت آئے گی تو انہیں معلوم ہوگا کہ دن کا ایک لمحہ تھا ایک گھڑی تھی جو ہم دنیا میں گزار کے آئے ہیں، دیکھیں کہ اگر برزخی دنیا میں جو آدم علیہ السلام سے برزخ میں پڑے ہیں آج کبھی سائنس نے کہا کہ چار لاکھ سال ہو گئے ہیں اب وہ چار لاکھ کا نظریہ بھی غلط ہو گیا اب وہ کہتے ہیں کہ سولہ سترہ لاکھ سال ہو گئے ہیں، تو جو اس مدت سے برزخ میں اور ظاہری زندگی جو ان کی ستر یا اسی سال تھی تو جب آپ ان دونوں کا موازنہ کریں گے اور ابھی قیامت آئی نہیں ہے، ابھی یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ قیامت نے کتنے لاکھ سال اور ابھی نہیں آنا ہے، جب ان دونوں کا آپس میں موازنہ کریں گے تو یہ زندگی آپ بھول چکے ہوں گے، لہذا ارشاد یہ فرمایا کہ قیامت کے دن یہ کہیں گے کہ ایک لمحہ تھا جو ہم دنیا میں بیٹھے تھے۔

ان اللہ لا یظلم الناس شیئا....شھید علی ما یفعلون

اب خسارے میں ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا تھا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے ملنا نہیں ہے اور قیامت نہیں ہوگی، اور انہوں نے ہدایت نہیں پائی، محبوب اگر ہم آپ کو دکھا دیں جو ہم مکہ کے کافروں سے وعدے کر رہے ہیں یا آپ کو ہم اپنے دربار سدا بہار میں بلا لیں تو کوئی بات نہیں، یہ نہ خوش ہوں کہ محبوب تو چلے گئے ہیں اور ہم پر وہ آفت نازل نہیں ہوئی جس کا انہوں نے وعدہ فرمایا تھا، تو کوئی بات نہیں انہوں نے واپس تو ہمارے پاس ہی آنا ہے، اللہ کریم گواہ ہے ان کے اعمال کا، کتنا وسیع نظریہ ہے کہ اگر آپ کی نیکی کا پھل یہاں نہیں ملا تو آپ گلہ تب کر سکتے تھے کہ یہی زندگی ہوتی اگر آپ نے دیکھا کہ کوئی ظالم آپ پر ظلم کر گیا اور اسے اس ظلم کا بدلہ اس دنیا میں نہیں ملا تو آپ گھبرائیں نہیں، اگر یہی دنیا ہوتی اور اس پر اس کی کہانی ختم ہو جاتی، پھر تو آپ کو یہ کہنے کا حق تھا، اس کے بعد ایک اور دنیا ہے جو جزاء وسزا کی اصلی دنیا ہے۔

ولکل امة رسول فاذا جآء رسولهم.... فلا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون

ہر قوم کے پاس ہم نے رسول بھیجا ہے، رسول آیا، اب اللہ تعالیٰ اسی کی تعلیمات کو سامنے رکھ کے فیصلہ کرے گا اور ان پر زیادتی نہیں ہوگی، کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو، ان کا خیال یہ تھا کہ ہم آنے ہیں اس دنیا میں باپ موجود تھا اور جا رہے ہیں بیٹا موجود ہے تو تین پشتوں میں قیامت آئی نہیں ہے تو کب آئے گی، یعنی قیامت ایک تماشا ہے کہ جب یہ چاہیں تو اس وقت قیامت آجائے، انہیں نہیں پتہ کہ اس کی تدبیر کرنے والی ایک اور ہستی ہے اس نے اسے اپنی تقدیر سے بنایا ہے، اور اسی انداز سے قیامت آنی ہے جب اس نے اجازت دینی ہے، تو محبوب آپ فرما دیجئے کہ میں تو ذاتی طور پر اپنی جان کے لیے نفع اور ضرر کا مالک نہیں، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہی ساری بات ہوتی ہے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مرضی کو مرضی ربانی میں فنا فرما دیا، تو اللہ کریم انہیں کیا کیا عطا فرماتے ہیں، وہ ساری آیات ملاحظہ کریں جو شان رسولؐ میں آئی ہیں اور قرآن پاک میں بھری پڑی ہیں، **"وما ارسلنک الا رحمت للعالمین"** - **"یاایھا النبی ان ارسلنک شاھدا ومبشرونذیرا"** - **"تبرک الله ....وھو علی کلی شی ء قدیر"** - **"تبرک الذی نزل الفرقان علیٰ عبده لیکون للعالمین نذیرا"** - قرآن پاک شان رسول کی آیات سے بھرا پڑا ہے۔ اب یہاں اس آیت کا سادہ سا ترجمہ کر کے نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں ہوتی رہتی ہیں، کہتے ہیں کہ نبی کے پاس نہ ضرر ہے نہ نفع، ہمیں وہ کیا دے گا، تو یہ وہ احمقانہ باتیں ہیں جو عوام کو بھی نہیں کرنی چاہیں اور وہ جو عالم ہیں اور دستار فضیلت کے مالک ہیں ان جبہ و دستار کے مالکوں کو مقام نبی واضح کرتے ہوئے ان سب آیات کو سامنے رکھنا چاہیے، یہ اہل سنت کا پہلے دن سے عقیدہ ہے کہ ضرر اور نفع ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، اب وہ نفع جس سے کسی کو دلاتا ہے وہ کتنا سارا نفع دلا دیتا ہے اب دور حاضر میں آپ سمجھ لیں کہ ایک چھوٹے سے انسان سے اس نے آپ کو کتنا نفع دلا دیا ہے وہ آپ کا سائنسدان جس نے یہاں پاکستان میں ایٹمی ریسرچ کر کے ایٹم بم بنا دیا ہے، اب 1971ء کے بعد انڈیا آپ پر حملہ کیوں نہیں کرتا، تو جب آپ ضرر اور نفع کے مالک نہیں ہیں تو آپ اس کے لیے بھی یہ کہیں گے تو یہ کتنی ناشکری ہوگی، اصل بات یہ ہے کہ ضرر اور نفع کا اللہ کریم مالک ہے، لیکن اپنے کسی بندے کے ہاتھوں بے شمار وہ منافع بھی دیدیتا ہے اور کسی بدکار انسان کے ہاتھوں ملت انسانیہ کو بے حد نقصان بھی دلا دیتا ہے، جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَتَـٰكُمْ عَذَابُهُۥ بَيَـٰتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ

فرمادیجئے بھلا دیکھو تو سہی اگر رات کو یا دن کو اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے تو اس سے پہلے

ٱلْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ ءَامَنتُم بِهِۦٓ ۚ ءَآلْـَٔـٰنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِۦ

مجرم کیا کر سکتے ہیں، تو کیا جب وہ آ گیا تو تب اس پر یقین کرو گے، تمہیں پہلے تو اسے بلانے میں

تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْخُلْدِ

جلدی تھی، پھر ان لوگوں کو کہا جائے جنہوں نے ظلم کیے ہیں، کہ چکھو دائمی عذاب،

هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾ ۞ وَيَسْتَنۢبِـُٔونَكَ

تمہیں صرف تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا آپ سے وہ پوچھتے ہیں کہ محبوب کیا یہ بات

أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِى وَرَبِّىٓ إِنَّهُۥ لَحَقٌّ ۖ وَمَآ أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٣﴾

حق ہے کہ قیامت نے آنا ہے، فرمادیجئے ہاں میرے پروردگار کی مجھے قسم ہے کہ یہ بات حق ہے، اور تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کے لانے سے عاجز نہیں کر سکتے ہو

قل ارئیتم ان اتاکم عذاب اللہ........ وما انتم بمعجزین

لوگو! یہ تو بتاؤ اگر تمہارے پاس عذاب رات کو آجائے یا دن کو آجائے تو اس وقت مجرم جلد بازی کیسے کریں گے، ابھی آپ کو پتہ ہے کہ پچھلے مہینے کی تیرہ تاریخ کو شام کے وقت زلزلہ کے چند جھٹکے آئے تھے، یہ اللہ کریم کا احسان تھا کہ وہ 6.5 تک تھا باقی علاقوں میں جہاں اس سے اوپر گیا ہے بھارت میں اس سے اوپر ہوا ہے تو وہاں شہروں کے شہر ملبہ کے ڈھیر ہو گئے ہیں، ایران میں آیا تو شہر ملبہ کے ڈھیر ہو گئے، جب بھی وہ 6 سے اوپر ہوتا ہے تو وہ خطرے کی علامت ہے، 1935 میں جب کوئٹہ میں آیا تھا تو وہ اس سے زیادہ نہیں تھا لیکن اس کی تباہی کتنی زیادہ تھی، تو ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ جب اس کی گردت رات کو یا دن کو آجائے تو اس وقت آپ یہ نہیں کہتے کہ عذاب جلدی آجائے اب جب وہ نہیں آیا ہے تو تمہیں کیوں جلدی ہے کہ وہ جلد سے جلد آجائے، جب آئے گا تو اس وقت ایمان لاؤ گے، اس وقت کا تو ایمان نہیں مانا جاتا، فرعون بھی جب غوطے کھا رہا تھا تو کہنے لگا کہ اب میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا پر ایمان لے آیا ہوں، تو قرآن پاک نے فرمایا!''اب ایمان لائے ہو، تم اس سے پہلے نافرمانی کر چکے ہو

''۔وہ مٹی کا بڑا سا روڑا لیا جناب جبرائیل نے اور پوری قوت سے اس کے منہ پر دے مارا، کہ اب یہ پچھ بول ہی نہ سکے کیونکہ اب وقت گزر چکا ہے۔ جب عذاب سامنے آجائے تو اس وقت اس کے ماننے کا فائدہ کوئی نہیں ہونا، اب چھت نے تو نیچے گرنا ہے اب جس نے اس کے نیچے آنا ہے اس نے ضرور نیچے آنا ہے، لہذا اللہ کریم سے توبہ کرنے کے بھی مواقع اور زندگی تو بہ سے عبارت ہونی چاہیے، رجوع الی اللہ سے عبارت ہونی چاہیے، اب جب عذاب آگیا تب مان رہے ہو پہلے تو تمہیں جلدی تھی کہ یہ آئے اب جب آگیا ہے تو پھر توبہ کیوں کرتے ہو۔

پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب دائمی عذاب چکھو یہ تو تھوڑا سا عذاب ہے، یہ جزاء ہے تمہارے اعمال کی، آپ سے محبوبؑ پوچھتے ہیں کہ کیا قیامت حق ہے؟ تو آپ فرمادیں، اب دیکھیں نا قیامت کے حق ہونے پر قرآن پاک نے بے شمار پیرائیہ ہائے بیان اپنائے، میں سمجھتا ہوں کہ جتنی وضاحت قرآن پاک نے قیامت کے حق ہونے پر بیان کی ہے کسی بھی اور آسمانی کتاب میں اتنی وضاحت نہیں ہے، اب یہاں ایک خاص انداز سے بیان ہے، نبی رحمت کا مقام ملاحظہ ہو، ان کی شان ملاحظہ ہو، اور پھر یہ بات دیکھیں کہ آپ سے محبوب پوچھتے ہیں کہ کیا قیامت حق ہے؟ فرمادیجئے جی ہاں، مجھے اپنے پروردگار کی قسم کہ قیامت یقیناً حق ہے۔ ہمارے محبوبؐ نے کس نفیس انداز سے قیامت کے حق ہونے پر ارشاد فرمایا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کی قسم کھا کے کہا کہ مجھے میرے رب کریم کی قسم، وہ نبی جس میں اللہ کریم نے اپنی ساری رحمتیں اکٹھی کردی ہیں، وہ فرما رہے ہیں کہ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ قیامت حق ہے اس نے ضرور آنا ہے، تم سارے جتن کرلو قیامت کے آنے کو روک نہیں سکتے ہو اللہ کریم کو عاجز نہیں کرسکتے ہو، طریقہ یہ ہے کہ قیامت کے لئے تیاری کرو، تاکہ وہاں سرخرو ہوسکو۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

کرتے وقت آپ کسی اور کا نام لے لیں تو وہ چیز آپ پر حرام ہے، علامہ ابوبکر جصاص نے فرمایا ہر وہ چیز جسے ذبح کرتے وقت اللہ کریم کا نام نہ لیا جائے کسی اور کا نام لیا جائے وہ حرام ہے، اب رہی یہ بات کہ جانور زندہ تھا اس کی نسبت آپ نے ثواب کے لیے کسی اور طرف کردی تھی، اور ذبح اللہ تعالیٰ کے نام پر کیا تھا تو کیا وہ حلال ہوگا یا حرام؟ تو اس پر امت کا اجماع ہے کہ وہ حلال ہے حرام نہیں ہے، یہاں اس بات کی طرف قرآن پاک نے دوبارہ اشارہ کیا، لیکن دو باتیں قرآن پاک نے اور کہہ دیں، اگر آپ کے پاس اس حرام چیز کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور آپ کے اندر اسلام کے خلاف بغاوت کے جذبات بھی نہیں ہیں اور نہ ہی آپ زیادتی کررہے ہیں مثلاً حرام چیز اتنی آپ استعمال کر سکتے تھے کہ آپ کی جان بچ سکتی تھی، آپ نے اسے بہت زیادہ مقدار میں کھانا شروع کردیا ہے تو یہ زیادتی ہے، اللہ کریم بخشنے والے رحم فرمانے والے ہیں، تم اس کی حدود سے آگے نکلنے کی کوشش نہ کرو۔

وَعَلَى ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ حَرَّمْنَا وہ لوگ جو یہودی ہیں ہم نے ان پر ہر جانور حرام کردیا تھا

كُلَّ ذِى ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ ٱلْبَقَرِ وَٱلْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

جو ناخن والا ہو، گائے ہے، بھیڑیں بکریاں ہیں ہم نے حرام کی تھیں ان پر

شُحُومَهُمَآ إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَآ أَوِ ٱلْحَوَايَآ أَوْ مَا

ان کی چربی ہاں جو چربی پشت کے اندر یا انتڑیوں کے ساتھ

ٱخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَٰهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ ﴿١٤٦﴾

یا ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو وہ جائز تھی، ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا تھا ان کی بغاوت کا ہم ضرور سچے ہیں

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَٰسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ

محبوب اگر یہ آپ کو جھٹلادیں تو آپ فرمادیں کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے

بَأْسُهُۥ عَنِ ٱلْقَوْمِ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾

اس کا عذاب مجرم قوم سے لوٹایا نہیں جاسکتا

Marfat.com

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسَرُّوا

اگر ہر ایسی جان جس نے ظلم کر رکھا ہے، اسے مل جائے جو کچھ زمین میں ہے سارے کا سارا، تو وہ اسے بطور فدیہ دے ڈالے، وہ مخفی طور پر

النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ وَهُمْ

پچھتائیں گے جب دیکھیں گے، ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ ہوگا ان کے

لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٤﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ

ساتھ زیادتی نہیں ہوگی آگاہ رہو جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اللہ کریم کا ہے، یہ بھی جان لو کہ

وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچ ہے لیکن اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے

وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٥٦﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ

،اسی کی طرف تمہیں پھرایا جائے گا، اے لوگو ارب کریم کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی ہے

مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ

سینوں کے مرضوں کی شفاء ہے، مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا

فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل پر خوش ہونا چاہیے، یہ بہتر ہے ہر چیز سے جو وہ

يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ

اکٹھی کر رہے ہیں۔ فرما دیجئے تم دیکھو تو سہی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رزق اتارا

فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ ۖ أَمْ عَلَى اللَّهِ

تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال قرار دے دیا، فرما دیجئے کہ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اجازت دی ہے یا اللہ تعالیٰ پر

تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

بہتان باندھ رہے ہو کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹے بہتان باندھتے ہیں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ

قیامت کے دن، یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

ناشکرے ہیں

ولو ان لکل نفس ظلمت ..... وھم لا یظلمون

پہلی آیت میں ہمیں یہ بات سمجھائی گئی ہے اگر بالفرض قیامت کے میدان میں وہ جانیں جنہوں نے ظلم کیا ہے اپنے آپ پر، اور کفر وشرک یا گناہوں کی گھڑیوں کے ساتھ وہاں پہنچے ہیں، اگر ساری کائنات بھی انہیں مل جائے تو وہ چاہیں گے کہ یہ فدیہ لے لیا جائے اور ہمیں چھوڑ دیا جائے، وہ ندامت کو دل ہی دل میں محسوس کریں گے کاش ہم نے ایسا نہ کیا ہوتا جب وہ عذاب کو سامنے پائیں گے، یہاں مسئلہ یہ ہے کہ ندامت ہے کیا؟ عام طور پر ہماری اردو لغت میں ندامت کا مطلب شرمندگی لیا جاتا ہے، لیکن عربی میں جو اس کا صحیح معنی ہے اس پر غور کرلیا جائے ''الندامة'' ندامت یہ ہے کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ یہ کام ہو اور ساری جدوجہد کے بعد وہ کام نہیں ہوتا، تو اس کی وجہ سے جو خلش ہوتی ہے دل کے اندر وہ ندامت ہے۔ یا وہ چاہتا ہے کہ یہ کام نہ ہو اور دعائیں کر کے تھک جاتا ہے لیکن وہ کام ہو جاتا ہے اس سے بھی جو دل میں خلش پیدا ہوتی ہے وہ ندامت ہے۔ اب اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ آپ کام کے ہونے یا نہ ہونے کو اللہ کریم کے حوالے کر دیں، اس کی رضا پر راضی ہو جائیں تو اس ندامت کی وادی سے گزرنا نہیں پڑے گا، یہ ہے وہ اصول جو اسلام نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے، تو ارشاد ربانی ہے کہ جب یہ لوگ عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو ان کو ندامت آنے گی، ندامت کس بات کی، کاش ہم نے نبیوں کی بات مانی ہوتی، تو آج ہم اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے، انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوگا، کسی پر ناجائز زیادتی نہ ہوگی۔

الا ان للہ ما فی السماوات و الارض.... و الیہ ترجعون

انہیں اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ کریم کا ہے، اس نے جو وعدے فرمائے ہیں وہ حق اور سچ ہیں، لوگوں کی اکثریت اس بات کو سمجھتی نہیں ہے، یہ آیت مقدسہ یا اس کے ہم معنی الفاظ قرآن پاک میں انگنت مواقع پر استعمال

Marfat.com

ہوئے ہیں، انسان کو ان فکروں میں اس طرف توجہ دلانا مقصود ہوتی ہے کہ اس کائنات کا نہ تو خالق ہے نہ اس کی تخلیق میں تیرا حصہ ہے، تو بھی اس کائنات کا ایک پرزہ ہے جس طرح باقی پرزے ہیں، لہذا تیرا کمال اس میں ہے کہ ایک پرزہ ہونے کے حساب سے منشائے ربانی کے پیچھے چلے، منشائے ربانی کو روکنے کے لیے آگے بڑھ کے ایسی باتیں نہ کی جائیں جس سے یہ ثابت ہو کہ اس کائنات کی تخلیق میں شاید تیرا بھی حصہ ہے، تجھے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ زندگی بھی اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے اور موت بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، تو نہیں تھا تو ہوگیا، تیرا والد نہیں تھا ہوا اور پھر تیرے سامنے مرگیا، تیرا دادا تیرے سامنے مرگیا، تو موت و زندگی اور عظمت و ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسی کے پاس لوٹ کے واپس جانا ہے، اگر اس ساری زندگی کی ریل وہاں چل پڑی اور اس نے یقیناً چلنا ہے، تو پھر کہاں کہاں حسرت ہوگی۔

یا ایھا الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم....وھدی و رحمة للمو منین

لوگو! تمہارے پاس رب کریم کی طرف سے نصیحت آگئی ہے، یہاں یہ قرآن پاک کی صفات ہیں، پہلی بات رب کریم کی طرف کہی ہے کہ یہ نصیحت ہے، سینوں کی بیماریوں کی یہ شفاء ہے، مومنوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے، مفسرین نے یہاں چار باتیں کہی ہیں، **"موعظة من ربکم"**۔ کہ تمہارا ظاہر اس طریقے سے ہونا چاہیے جس طریقے سے قرآن پاک کہتا ہے، **"وشفاء لما فی الصدور"**۔ سینے کے اندر کے مرضوں کی شفاء ہے، مطلب یہ ہے کہ تمہارا باطن اس طریقے سے ہونا چاہیے جس طریقے سے اللہ کریم چاہتے ہیں، اور تیسری بات یہ ہے کہ یہ ہدایت ہے یعنی عقائد حقہ اور عقائد فاضلہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرو یہ ہدایت ہے۔ تو ظاہر و باطن کی جب درستگی ہو جاتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ رحمت خداوندی کا ظہور ہے، یہ امام فخر الدین رازی نے بڑی ہی طویل بحث فرمائی ہے، اس طویل بحث کو میں ایک فقرے میں سمیٹنے کی کوشش کروں گا، انہوں نے فرمایا! کہ رب کریم کی طرف سے یہ نصیحت ہے اس کا اشارہ شریعت کی طرف ہے جو بھی سینے میں بیماریاں ہیں انہیں دور کر دیتا ہے قرآن پاک، اور یہ حقیقت کی طرف اشارہ ہے، ہدایت ہے یہ نبوت کی طرف اشارہ ہے، اور جب نبوت چلی جاتی ہے تو پیچھے رحمت چھوڑ جاتی ہے اور یہ خلافت کی طرف اشارہ ہے، تو یہ چار باتیں ہیں جو امام فخر الدین رازی نے بڑی تفصیل سے بیان کی ہیں۔

قل بفضل اللہ و برحمتہ..... ھو خیر مما یجمعون

فرمادیجئے کہ یہ اللہ کریم کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اب اللہ کریم کے فضل سے مراد ہے قرآن پاک۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد ہے اسلام۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فضل سے مراد نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے، اور رحمت سے مراد اسلام ہے۔ تو تمہیں خوش ہونا چاہیے ان دونعمتوں پر، کہ اللہ تعالیٰ کا فضل بھی تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی تمہارے ساتھ ہے۔ یہاں "فلیفرحوا" سے ایک بات بتائی، کہ اللہ کریم کا جو انعام ہوتا ہے اس انعام کو پا کے انسان کو خوش ہونا

Marfat.com

چاہیے، اب اللہ تعالیٰ کا فضل قرآن پاک ہو تب بھی ہم خوش ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہو تب بھی ہم خوش ہیں، اور رحمت سے مراد اسلام ہے تب بھی ہم خوش ہیں، قرآن پاک نے خود سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمت قرار دیا ہے، اگر اس سے مراد سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے پھر بھی ہم خوش ہیں لیکن قاعدہ یہ نکلا کہ جہاں بھی نعمتِ خداوندی ہو وہاں خوشی کا اظہار کیا جائے، اب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر یا نزول قرآن کی تاریخ پر خوشی کرنا یہ اس آیت سے ثابت ہے، یہ سورۃ یونس کی آیت نمبر 58 ہے، یہ خوشی ہر اس شے سے جو تم ساری زندگی اکٹھی کرتے ہو افضل ہے، اس لیے کہ یہ اللہ کریم کا انعام ہے، اور اللہ کریم کا انعام آپ کی ساری زندگی کی مساعی سے بہتر ہے۔

قل ارئیتم ما انزل اللہ....ولکن اکثرھم لا یشکرون

محبوب مکہ کے ان مشرکوں سے یہ پوچھیئے کہ اللہ کریم نے جو چیزیں حلال کی ہیں تمہیں حرام کرنے کی اتھارٹی کس نے دی ہے، پیچھے آپ اس کی مختلف قسمیں پڑھ چکے ہیں چھٹے اور ساتویں پارے میں بحیرہ ہے، وصیلہ ہے، وہ مختلف جانوروں کی قسمیں ہیں، جانوروں کی آٹھ قسمیں انہوں نے شمار کر کے حرام قرار دے دیا، باقی قسموں کو حلال قرار دیا۔ یہ پیچھے تفصیل گزر چکی ہے، تو یہاں ارشاد فرمایا کہ یہ حق تمہیں آخر کس نے دیا ہے، کیا اللہ کریم نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے، یا اللہ تعالیٰ پر یہ جھوٹے بہتان گھڑ رہے ہو، اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے تو اسے تورات میں ہونا چاہیے، انجیل میں ہونا چاہیے، زبور میں ہونا چاہیے، قرآن پاک میں ہونا چاہیے، جب ان میں سے کسی میں نہیں ہے، تو یہ بہتان ہے، اب جب یہ بہتان ہے تو پھر ایک بات بتاؤ، جب جھوٹے بہتان اللہ تعالیٰ پر گھڑ رہے ہو تو قیامت کے متعلق پھر تمہارا کیا خیال ہے، یعنی وہاں کیا جواب دو گے، اللہ تعالیٰ مہربانی کے دروازے تمہارے سامنے کھول چکے ہیں، لیکن اکثریت انسانوں کی ناشکری ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِن قُرْءَانٍ

محبوب آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ ہی قرآن پاک کا کوئی حصہ آپ پڑھتے ہیں

وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ

اور اے لوگو تم کوئی عمل نہیں کرتے ہو مگر ہم وہاں موجود ہوتے ہیں جب تم اس کام میں مصروف ہوتے ہو

فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

آپ کے پروردگار سے ذرا برابر بھی کوئی چیز مخفی نہیں نہ زمین میں اور نہ

السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾

آسمان میں، نہ اس سے چھوٹی نہ اس سے بڑی مگر سب کتاب مبین میں موجود ہے

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

۔یادرکھو اللہ تعالیٰ کے ولی ان پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غم کھائیں گے

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ

وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ تقویٰ شعار تھے ان کے لیے بشارت ہے

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ

دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بھی، اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے

ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ

،یہی عظیم کامیابی ہے۔ محبوب آپ کو مغموم نہ کرے ان کی کوئی بات بھی۔ یقیناً

الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ

عظمت، اور عزت قوت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ساری کی ساری، وہ سننے والا اور علم والا ہے سنو سنو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے

Marfat.com

مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیۡنَ

جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور جس کے پیچھے یہ پڑے ہوئے ہیں

یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ شُرَکَآءَ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا

اور ان کی عبادت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے شریک بنا کے، یہ صرف تابع ہیں

الظَّنَّ وَاِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ﴿۶۶﴾

گمان کے، اور یہ صرف اندازے لگا رہے ہیں

وما تکون فی شان وما تتلوا منه ....الا فی کتاب مبین

محبوب آپ جس حال میں بھی ہوں اور قرآن پاک کا جو حصہ بھی آپ تلاوت فرما رہے ہوں یہ دو باتیں سرکار کریم کے متعلق ہیں، تیسرا فقرہ ساری انسانیت کے لیے ہے، کہ تم جو عمل بھی کر رہے ہوتے ہو ہم وہاں گواہ ہوتے ہیں جب اس معاملے میں اس کی ادائیگی کے لیے گھس رہے ہوتے ہو، یہاں ہمارے مفسرین نے بڑے نفیس نکتے پیدا کئے ہیں، صاحب روح المعانی بڑی نفیس بات کہتے ہیں کہ انسانیت کو اللہ کریم نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا، جو انسانیت کی چوٹی تھی وہ نبی پاک ہیں، ان کے لیے تو ارشاد فرمایا! کہ آپ جس کیفیت میں بھی ہوں اور قرآن پاک کا جو حصہ بھی پڑھ رہے ہوں اس صورت میں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہوتے ہیں، اس سے یہ پتہ چلا کہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعمال کی بقا مقصود ہے، اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال عام نہیں ہوتے، ان کا جو فعل ہے وہ مہتم بالشان ہے، اور امت کے لیے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر فعل کی پیروی ضروری ہے، آپ آیات قرآنی پڑھتے ہیں تو قرآن پاک تو اپنے مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے لیکن اسے پڑھنا سنت مصطفوی ثابت ہوتا ہے، جو مستمرہ اور دائمہ ہے، لہذا یہ ضروری ہے میں آپ کو خاص طور پر یہ بات کہوں گا کہ زیادہ نہ بھی ہو سکے تو سویرے نماز کے بعد قرآن پاک کھول لیا جائے، کہ زیادہ وقت نہیں ہے تو قرآن پاک کی پانچ یا سات آیات پڑھ لی جائیں تا کہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ جو دائمی سنت ہے اس پر عمل ہو سکے، اگر یہ نہ ہو سکے تو ایک آیت پڑھ لی جائے، کسی محکمے کا ایک اعلیٰ افسر مجھے کہہ رہا تھا کہ مجھے میری ماں کہتی ہے کہ بیٹا صبح جب گھر سے نکلو تو قرآن پڑھنے کا اگر تمہارے پاس وقت نہیں ہے تو کم از کم اسے اٹھا کے بوسہ دے کے رکھ جایا کرو، میں نے اسے کہا کہ تمہاری ماں پرانی خواتین

میں سے کوئی رہ گئی ہیں جو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت دائمہ اور قائمہ کو اگلی نسل میں پھیلانے کی خواہش مند ہیں، یہ وہ بات ہے جسے قرآن کریم نے تاکیداً کہا، ساتھ ارشاد فرمایا کہ کائنات کے سارے انسانو تم بھی سن لو کہ ان کے اعمال تو اس انداز کے ہیں کہ ان اعمال نے مینار نور کی حیثیت سے باقی رہنا ہے، اور تمہارے اعمال ایسے ہیں جو ہم سے مخفی نہیں ہیں جب تم کر رہے ہوتے ہو، یہ یاد رکھو کہ ذرہ برابر کوئی چیز زمین میں ہے یا آسمان میں ہے، اس سے بڑی ہے یا اس سے چھوٹی ہے اس میں سے کوئی شے نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو، کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے، تو ہر شے اللہ کریم کے علم میں ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو، میں لوگوں کے بڑے بڑے عجیب عقائد مثال کے طور پر آپ کے سامنے پیش کرنے لگا ہوں، تاریخ انسانی کا بہت بڑا افاضل دور اول میں ایک آدمی ایسا گزرا ہے جسے ارسطو کے نام سے آپ جانتے ہیں، منطق کی زبان میں اسے استاد اول کہا جاتا ہے، ان حضرت استاد اول کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بارے میں تو علم ہے، لیکن کائنات کے بارے میں علم نہیں ہے، اسے کوئی پتہ نہیں کہ کائنات کدھر جا رہی ہے، کیا کر رہی ہے، بالکل کوئی پتہ نہیں ہے، اس کی دلیل سنیں تو آپ کہیں گے کہ اس کو ہم نے عقل کے تخت پر بٹھا رکھا ہے اور آج تک یورپ اور مشرقی دنیا کہتی ہے کہ جدید جمہوریت کے ڈانڈے ارسطو کے افکار سے ملتے ہیں، ذرا اللہ تعالیٰ کے علم نہ ہونے کی دلیل ملاحظہ فرمائی جائے، وہ کہتا ہے کہ کائنات گھٹیا ہے، تو گھٹیا شے کا علم جو اعلیٰ ہے اللہ اسے کیسے ہو، لہٰذا اعلیٰ اللہ کو گھٹیا شے کا علم نہیں ہونا چاہیے، اب اس پر چھوٹا سا اعتراض پڑتا ہے، کہ جناب ارسطو کو اس دنیا کے ڈھیروں کا علم ہے یا نہیں، جناب ارسطو کو دھتورے کا علم ہے یا نہیں، تو پھر ارسطو بذات خود ان ذلیل چیزوں کے علم کے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے، جن ذلیل چیزوں کے علم سے وہ خدا کے لیے منکر ہے، وہ خود ایسا کیوں کرتا ہے، اب دوسری طرف آپ اسلامی دنیا میں آجائیے، میں اکثر حوالے دیتا ہوں بوعلی سینا کے، بوعلی سینا تاریخ اسلامی کا مایہ ناز وزیر اعظم گزرا ہے، اپنے فنون کا زبردست ماہر تھا، اس کی فلسفے اور طب کی کتابیں مغرب کی بنیادی کتابیں ہیں جن پر مغرب کا جدید نظام استوار ہوا ہے، اب ذرا اپنے مسلمان مفکر سے پوچھیے، وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کلیات کا علم تو ہوتا ہے جزیات کا علم نہیں ہوتا، یہ آپ کے خیر سے بوعلی سینا ہیں، انہیں استاد ثانی کہا جاتا ہے یا استاد ثالث کہا جاتا ہے، فارابی کو استاد ثانی کہتے ہیں، یہ منطق اور فلسفے کے تین ستون ہیں، ارسطو [illegible] اور فارابی، اور یہ تینوں استاد اول، استاد ثانی اور استاد ثالث کے نام سے جانے جاتے ہیں، آپ سمجھ [illegible] میں تین امام اول، امام ثانی اور امام ثالث۔ آپ کے یہ تینوں بڑے فلاسفروں کو یہ بات سمجھ نہ آسکی اور ایک کہتا ہے کہ جزیات کی معلومات اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ ایک دماغ میں سما نہیں سکتیں، اس نے اللہ تعالیٰ کے دماغ کو اپنے مختصر اور محدود دماغ پر قیاس کر لیا ہے، تو خدا جانے تاریخ نے کتنے کتنے بڑے اور عظیم لوگ پیدا کیے ہیں لیکن جب افکار کی دنیا میں آتے ہیں تو بالکل بندر ثابت ہوتے ہیں، اب یہ بہت بڑے آدمی ہیں لیکن جب بندہ یہ بات کہے کہ فلاں فلاں باتیں اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں ہیں۔

Marfat.com

بڑی پرانی بات ہے میں ایک مناظرے میں تھا اور جو بندہ مناظرہ کر رہا تھا اس کے استاد گرامی نے قرآن پاک کی تفسیر میں یہ بات لکھ دی جو بوعلی سینا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جزیات کا علم نہیں ہوتا ہے جزیات ہو چکتی ہیں تو تب اللہ تعالیٰ کو پتہ چلتا ہے، تو وہ مناظرے میں بڑی بُری طرح پٹ رہے تھے، میں نے ہنس کے کہا مولانا آپ تشریف لے جائیں کیوں کہ آپ کے اللہ کو ابھی پتہ نہیں ہے کہ آپ پر کیا بیت رہی ہے، جب شام کو اللہ کو رپورٹ ملے گی تو اس کے بعد اللہ کو علم ہوگا۔ جب آپ کا اتنا ناقص عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں تو پھر آپ کو امداد کہاں سے ملے، آپ کو مار کھاتے ہوئے آٹھ گھنٹے ہو گئے ہیں کیوں مار کھاتے ہو، اب بہتر یہی ہے کہ آپ تشریف لے جائیں، تو یہ ہے وہ نظریہ جس کی قرآن پاک نے یہاں بھرپور انداز سے تردید کر دی۔

ارشاد فرمایا! بالکل سادہ سی بات ہے اس پر آپ غور کریں کہ ہر شے کا وجود کسی موجد کا محتاج ہوتا ہے، اب اگر یہ کائنات کسی کی ایجاد ہے تو اس کا وجود محتاج ہے اس بات کا کہ اس کے بنانے والا اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہو اور اسے جانتا ہو، اگر وہ اسے جانتا نہیں ہے تو اس کی بقا اسی وقت ختم ہو جائے گی، اس بات کو ذہن میں رکھا جائے یہ اسلام کا نظریہ زندگی ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون.... ذالک ھو الفوز العظیم

اب ارشاد فرمایا! سنو اگر یہ نظریہ زندگی ہے تو پھر کچھ لوگ اس کے محافظ ہیں، ان محافظین کو ولی کہا جاتا ہے جس کی جمع اولیاء ہے، اس لفظ کا میں تھوڑا سا تجزیہ کر دوں گا، 'ولی' مصدر ہے اس کا اس کا معنی ہوتا ہے قریب ہونا، پاس ہونا، پاس ہونے کو عربی میں دُلو کہتے ہیں، پاس پاس بیٹھے ہونا، اس میں صفت مشبہ یا اسم فاعل آئے جو بھی کہیں وہ ولی ہے، اس کا لغت میں معنی جو لکھا ہے وہ یہ ہے، قریب، محبت کرنے والا، دلی دوست اور مددگار، یہ چار معنے ہیں ولی کے، اب اس میں جو قریب آیا ہے اس کا مفہوم کیا ہوگا، تو قرب کی دو قسمیں ہیں، ایک میں ابھی کہہ رہا تھا، کہ اگر خالق کے ساتھ مخلوق کا قرب نہیں ہے تو مخلوق باقی نہیں رہ سکتی، وہ فنا ہو جائے گی، یہ وہ قرب ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کی وجہ سے ہے، یہ کائنات کی ہر اچھی اور بُری شے کو حاصل ہے، ورنہ اس کا وجود ختم ہو جائے، دوسرا قرب وہ ہے جو خاص بندوں کو حاصل ہوتا ہے، یہ علمی قرب نہیں ہوتا ہے یہ محبت کا قرب ہے، یعنی وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے تو اس چاہت کی اللہ کریم قدر فرماتے ہیں، تو یہ قرب جو ہے اس کے بے شمار درجے ہیں، انسان کے جتنے مجموعی سانس ہیں اتنے اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجے ہیں، میں ایک حدیث کا ترجمہ کر رہا ہوں چونکہ یہ بات جس طرح سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سمجھائی ہے۔ اس طرح ہم نہیں سمجھا سکتے، ہمارا علم بڑا محدود ہے، تو یہ قرب وہ ہے جس کے لئے حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے!'' فرائض کی ادائیگی کے بعد نفل عبادتوں کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پھر اس سے میری الفت اور چاہت ہو جاتی ہے، تو جب

Marfat.com

میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کے کان پھر میں بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں پھر میں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے''۔ (بخاری شریف اور دوسری سب حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث شریف موجود ہے)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا کر دی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مظہر بن گیا ہے، اب جب وہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اس کے قریب اور بعید کی کوئی بات نہیں رہتی، جب وہ اللہ تعالیٰ کے کان سے سنتا ہے تو اس کے قریب اور بعید کی کوئی بات نہیں ہوتی، یہ عام بندے کی بات ہے یہ رسول علیہ السلام کی بات نہیں ہے، ان کے عظیم مقام پر تو عام بندہ پہنچ ہی نہیں سکتا، خواہ وہ نبی ہو یا کوئی ولی ہو، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ان سب کی حیثیت عوام جیسی ہے۔

اب ارشاد فرمایا، کہ ایک طرف تو یہ بات ہے اب یہ مقامات بڑھتے جاتے ہیں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام آتا ہے سب سے آخر میں اور سب سے اعلیٰ و اولیٰ۔ کیا وہ مقام ایسا ہے جہاں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچ کے آگے نہیں بڑھ رہے، آیئے دیکھتے ہیں کہ شریعت کی اس سلسلے میں رائے کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے: ''سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراتب میں اوپر اٹھتے چلے جاتے ہیں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مراتب کہیں ختم نہیں ہوتے، دائمی پورے عرصے تک جس کی حد نہیں ہے، یہ مراتب بڑھتے چلے جائیں گے''۔ مصنف تفسیر مظہری اسی آیت کے نیچے لکھتے ہیں، اب ہم پلٹ کے آتے ہیں اولیاء امت کی طرف، آپ بتائیں کہ صوفی ہوتا کیا ہے؟ آپ نے صوفی اور صوفیا کی جو بات شروع کر رکھی ہے جسے ہم ولی کہتے ہیں اسے اگر آپ صوفی کہتے ہیں تو کون ہوتا ہے، ارشاد فرمایا کہ صوفی وہ ہوتا ہے جو شب و روز ذکر خداوندی میں مستغرق ہوتا ہے، تسبیح و تحلیل میں دن رات مصروف رہتا ہے، اس کے دل میں غیر کی جگہ نہیں ہوتی، ہر وقت عبادات میں مصروف ہوتا ہے، اگر ایک طرف اسلام آجائے اور دوسری طرف ماں باپ، بہن بھائی، بیوی اور بچے جو بھی آجائیں تو وہ توجہ الی اللہ کو ترجیح دے گا، اور ان کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوگی، اس کی کسی انسان سے محبت ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے، اور اسی طرح کسی انسان کے ساتھ اس کی عداوت ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے، ولی کی کسی کے ساتھ ذاتی محبت بھی نہیں ہوتی اور ذاتی عداوت بھی نہیں ہوتی، یہ سب اللہ کریم کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کا کام یہ ہے کہ جو بھی اس کی محفل میں آئیں انہیں صاف کرتا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت غوث اعظم کا ایک فقرہ میں آپ کے سامنے نقل کرتا ہوں، آپ ارشاد فرماتے ہیں: ''جو صاف ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اور جو گندے ہیں وہ میرے ذمہ ہیں کہ میں انہیں صاف کر کے آگے بھیجوں''۔ یہ ہے اصل منشا جو اس گروہ کی زندگی کا معیار ہوتا ہے۔

یہ مقام کہاں سے ملتا ہے، نبی علیہ السلام کے انوار مومن کے دل پر پڑتے ہیں، اگر اس مقام تک نہیں پہنچا تو محفل اولیاء سے دل میں یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل تک پہنچا دیتے ہیں،، میں نے اکثر عظیم اولیاء کے الفاظ پڑھے تو انہوں نے یہ بات کہی کہ بھائی ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں، ہم مصطفیٰ علیہ السلام کے راستے کے ڈاکیے ہیں، یا دوسرے لفظوں میں لیٹر بکس ہیں، کہ جو ہم تک آتا ہے یہ لیٹر بکس آگے پہنچانے کے لیے دیتے ہیں، ایک بات میں آپ سے اور کہتا ہوں اس امت میں نہیں ساری امتوں میں نبیوں سے بعد سب سے افضل ذات سیدنا صدیق اکبرؓ کی ہے، ان سے لے کر اس دور تک کسی ولی کو دیکھیں کسی غوث کو دیکھیں، کسی قطب کو دیکھیں کسی امام کو دیکھیں کسی کو بھی دیکھیں، ان میں سے کسی نے بھی لوگوں کو اپنی طرف دعوت نہیں دی، ان میں سے ہر ایک نے لوگوں کو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راستہ بتایا ہے، پتہ چلا کہ یہ وہ مرتبہ ہے کائنات میں جو رحمت عالمؐ کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہے، ہمارا کمال یہ نہیں ہے کہ ہم پی ایچ ڈی کر جائیں ہمارا کمال یہ ہے کہ کسی گوشے میں سرکار کریمؐ کے قرب جوار میں جگہ مل جائے اس لڑی میں پرو دیئے جائیں جس لڑی میں خدام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پروئے گئے تھے، آپ یہ سمجھیں کہ پہلی صف میں نہ سہی دس ہزار صفیں پیچھے سہی لیکن محفل تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے، یہ بات ہے۔

اب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں جو ارشاد فرمایا کہ اس محفل مین بندہ پہنچتا کس طریقے سے ہے! ''ہر شے کو صیقلی کرنے والی چمکانے والی کوئی شے ہوتی ہے اور دل کو چمکانے والا اللہ کریم کا ذکر ہے، آپ جتنا یہ زیادہ کریں گے دل میں اتنے ہی انوار زیادہ آئیں گے''۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں یہ حدیث بخاری، مسلم اور باقی سب کتابوں میں بھی ہے، اور یہاں میں صرف ترجمہ ہی پیش کروں گا۔ ''میں نے رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں میری محبت لازم اور واجب ہے، ان دو آدمیوں کے بارے میں جو ایک دوسرے سے محض میری خاطر محبت کرتے ہیں''۔

اب اللہ کریم کی خاطر محبت کرنے والے دو آدمی کونسے ہیں، کسی کامل آدمی کا ہاتھ پکڑنے والے دو پیر بھائی ہیں، جن کو ایک دوسرے سے بے پناہ محبت ہوتی ہے، یا پیر اور مرید ہیں جن کی ایک دوسرے سے محض اللہ کے لیے محبت ہوتی ہے، میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ کسی کامل آدمی سے اگر آپ کا واسطہ ہے تو آپ اس کے پیر بھائی نہیں ہیں پیڑ بھائی ہیں، یعنی اس کا درد آپ کا درد ہے اسی طرح آپ کا درد اس کا درد ہے، تو جب یہ مقام آتا ہے تو یہ وہ محبت ہے جو صرف اللہ کریم کے لیے پیدا ہوتی ہے، ارشاد فرمایا سرکار کریمؐ نے کہ دوسری بات یہ ہے کہ وہ مل کے محض اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر بیٹھے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے یہاں مل کے بیٹھنے کو قبول کر لے، کیا ہمارا اللہ تعالیٰ کے علاوہ یہاں اکٹھا ہونے کا کوئی اور بھی سبب ہے، اگر یہ ایک سبب ہے تو اللہ اپنے

Marfat.com

وعلى الذين هادوا حرمنا.... ولا يرد باسه عن القوم المجرمين

کسی شے کے حرام ہونے کے لیے دو باتیں ہوتی ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ وہ جسمانی طور پر آپ کے لیے مضر ہو، دوسری بات یہ ہے کہ وہ روحانی طور پر آپ کے لیے مضر ہو، یہ دو باتیں بنیاد ہیں کسی شے کے حرام ہونے کی، تیسری صورت یہ ہے کہ سزا کے طور پر کوئی شے کسی پر حرام قرار دے دی جائے، یہاں جو سزا کے طور پر حرام ہے اس کا ذکر آگے قرآن پاک نے کر دیا ہے، اسرائیلی خود کچھ چیزیں حرام کر بیٹھے تھے، تو اللہ کریم نے پھر سزا کے طور پر انہیں کہہ دیا کہ جو جانور بھی ناخنوں والا ہے وہ تمہارے لیے حرام ہے، گائے ہے، بھیڑ بکری ہے، ان کی چربی اللہ کریم نے ان پر حرام کر دی تھی، ہاں جو پشت کے ساتھ لگی ہوئی چربی ہے، انتڑیوں کے ساتھ لگی ہوئی ہے، یا ہڈی کے اندر ملی ہوئی ہے وہ حرام نہیں ہے، باقی چربی ان سب پر حرام تھی، ناخن والے جانور ان پر حرام تھے، یہ کیوں حرام تھے، انھوں نے بذات خود انہیں حرام کرنے کی کوشش کی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بغاوت کا یہ بدلہ دیا۔

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہم جو کہہ رہے ہیں وہ سچی بات ہے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ وہ پرندہ جو پاؤں سے اپنا شکار پکڑ کے نوچ کے کھاتا ہے وہ تمہارے لیے حرام ہے، وہ درندہ جو چیر پھاڑ کے کھاتا ہے اپنی داڑوں سے وہ تمہارے لیے حرام ہے، اور جس پر اللہ کریم کا نام نہ لیا جائے، اور اسے ذبح کر دیا جائے وہ بھی تمہارے اوپر حرام ہے، اس کی تفصیلات میں پیچھے عرض کر چکا ہوں، تو یہ تین باتیں ہوتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

محبوبؐ کے ان مقدس لفظوں کے صدقے ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کر لے جن کے لیے تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے، کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مل کے بیٹھے ہوتے ہیں وہ لوگ ایسے لوگوں میں شامل ہیں جن پر اللہ کریم کی نظر کرم ہوتی ہے، تیسری بات یہ ہے کہ ''جو محض میری ذات کا لحاظ کرتے ہوئے ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے جاتے ہیں''۔

دوسری حدیث میں آتا ہے۔ جب آپ کسی نیک بندے کو ملنے کے لیے جاتے ہیں کہ وہاں سے کوئی اچھی بات ملے گی، کسی عالم دین کو ملنے کے لیے جاتے ہیں کہ وہاں سے کوئی اچھی بات ملے گی، میرے خاندان کا بڑا ہے اس کے پاس جانے سے مجھے اچھی بات ملے گی، میرا بڑا محبوب بھائی ہے وہ مجھے کوئی اچھی بات بتائے گا تو یہ ایک دوسرے سے جو ملاقات ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے، اگلی بات یہ ہے جو محض میری ذات کے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، تو یہ وہ لوگ ہیں، جن کے لیے اللہ کریم نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے میری محبت لازم وواجب ہے، میرے لیے ضروری ہے کہ میں ان لوگوں سے چاہت اور الفت کا رشتہ رکھوں، مطلب یہ ہوا کہ آپ محب بنیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام محبوبیت پر پہنچا دیا ہے، تاریخ میں آپ دیکھ لیں کہ حضرت محبوب الٰہی کو ساری دنیا محبوب الٰہی کیوں کہتی ہے یہی مقام محبت ہے، اب اللہ کریم نے اس سلسلے میں ڈاکٹر کفیل صاحب کو اور ان کی مسز کو یہ شرف بخشا ہے کہ یہ ہم سب کے لیے خرچ کرتے ہیں، اللہ کریم ان کی اس کوشش جمیلہ کو قبول فرمالے۔

سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل میں صحابہ کرامؓ بیٹھے ہیں، عام لوگوں نے اس حدیث کا ترجمہ کچھ اور کیا ہے، میں ایک نیا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ بات پتہ چل جائے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ **یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف تقول رجل**۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا اس آدمی کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو کسی قوم سے محبت تو رکھتا ہے لیکن ان کے درجے کو نہیں پا سکتا، تو ارشاد فرمایا کہ جس سے آدمی کو محبت ہوتی ہے وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے''۔

اس حدیث پاک کا بیک گراؤنڈ یہ ہے کہ صحابہ سوچتے تھے آج یہاں مسجد نبوی میں تو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہیں جنت میں جو گھر ہے جزا کا جہاں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں گے وہاں جناب خلیل علیہ السلام بھی نہیں جاسکتے، ہم کہاں ہوں گے اور سرکار کریم کہاں ہوں گے، پھر یہ دنیا قائم رہے تو زیادہ بہتر ہے، جب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ آپ اس بات کی فکر نہ کرو، جن کے ساتھ تمہاری محبت ہے تم ان کے ساتھ ہوگے، صحابہ کرامؓ یہ بات سن کے بہت خوش ہوئے یہ ظاہری الفاظ کا معنی ہے، میں اس کی ایک اور حقیقت سمجھتا ہوں، مطلب یہ ہے کہ

Marfat.com

کامل لوگ جن کی ہم محفل میں بیٹھے تھے ان کے اعمال اتنے اونچے ہیں کہ ہم ان تک نہیں پہنچ سکتے، تو ارشاد فرمایا کہ تم اس بات کی فکر نہ کرو، پاک لوگوں کے ساتھ جو تمہاری محبت ہے اگر چہ اعمال کے حساب سے تو تم ان تک نہیں پہنچ سکتے لیکن اس محبت کی وجہ سے تمہیں ان سے دور نہیں کیا جائے گا، اب اللہ کریم کے ولیوں کے بارے میں تو یہ الفاظ آگئے ارشاد یہ ہوا کہ ان کی قسمیں دو ہیں، ایک تو طلب گار ہے، ارادتمند ہے، محبّ ہے، دوسرا ان مقامات سے آگے بڑھ کے مطلوب، مراد اور محبوب بن گیا ہے، مثلاً حضرت عمرؓ ہیں، وہ سرکار کریم کی مراد ہیں، آپؐ نے ہاتھ اٹھا کے دعا مانگی اے اللہ اسلام کو عزت دے اور عمر کو ہماری گود میں ڈال دے، اب وہ مرید نہ رہے بلکہ مراد بن گئے، اسی طرح اولیاء بھی دو گروہوں میں بٹ جاتے ہیں، کچھ مرید ہیں کچھ مراد ہیں، تو یہ اوپر والی ساری باتیں ان کے لیے ہیں --------- جبرائیل علیہ السلام اعلان کردو کہ فلاں بندہ ہماری چاہت میں آگیا ہے، جبرائیل علیہ السلام اعلان فرماتے ہیں، آسمان پر کھڑے ہو کے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے کو محبوب سمجھتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، پھر قبولیت زمین میں پھیل جاتی ہے۔ غوث اعظمؒ کو کبھی بھی اشتہار لگانے کی ضرورت پیش نہیں آئی، حضرت شمس العارفین سیالوی کو اشتہارات کی ضرورت پیش نہیں آئی، یہ اشتہاری مجرم اور گروہ ہوتا ہے، ان کی شہرت اللہ کریم خود پھیلاتا ہے، یہ وہ مہک ہے جس کو چھپایا نہیں جاسکتا، تو جس سے اللہ تعالیٰ بغض کرتا ہے اس کا بھی اسی طرح اعلان ہوتا ہے کہ اے جبرائیل علیہ السلام آپ بھی اس سے بغض کریں اور باقی لوگوں کو بھی کہیں کہ اس کے ساتھ بغض رکھا جائے، لہذا پھر ساری دنیا اس سے بغض رکھنے لگ جاتی ہے، اب سرکار کریمؐ نے جو خصوصیت فرمائی ہے اولیاء امت کی وہ یہ ہے کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجاتا ہے، یہ پہلی نشانی ہے، ان کے انوار دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک سرکار کریمؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نور حاصل کرنے کی صلاحیت اور دوسرا اسے آگے تقسیم کرنے کی صلاحیت، اس کا انداز وہی ہے جب آپ ہنڈیا میں پانی ڈال کے چولہے پر رکھ دیتے ہیں، آگ کا کام اپنا اثر پہنچانا ہے اس ہنڈیا سے پانی تک، اگر درمیان سے وہ دیگچا نکل جائے تو پانی پھر آگ کو بجھا دے گا، لہذا درمیان وہ کیفیت ہونی چاہیے کہ آگ کا اثر قبول کر کے وہ آگے پانی تک پہنچا سکے، پھر آگے وہ اثر پہنچے گا اسی طرح ولی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ سے اور رسول علیہ السلام سے وہ انوار لے کس طریقے سے رہا ہے، اور پھر ان انوار کو آگے کس انداز سے پہنچا رہا ہے، تو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو کچھ لوگ ایسے ہوں گے، جو نبی بھی نہیں ہیں، شہید بھی نہیں ہیں لیکن ان کے اس انداز کو دیکھ کے انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے، کہ اطاعت کا کیا جذبہ ہے، کہ یہ لوگ میدان محشر میں آئے ہیں، اور کتنا اونچا مقام اللہ کریم نے انہیں دے دیا ہے، صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لوگوں کے متعلق ہمیں بتائیے وہ کون سے لوگ ہیں، ارشاد ہوا ان کے جسمانی رشتے نہیں ہوتے، روحانی رشتے ہوتے ہیں، ان کا ایک دوسرے سے تعلق مالی انداز سے بھی نہیں ہوتا، بلکہ دل کے انداز سے ہوتا ہے، ان کے چہرے نورانی ہیں، وہ نور

کے ممبروں پر بیٹھے ہوئے ہیں، جب لوگوں پر خوف طاری ہوگا ان پر خوف نہیں ہوگا، لوگوں پر حزن ہوگا ان پر حزن نہیں ہوگا، لوگ ڈر رہے ہوں گے یہ ڈر نہیں رہے ہوں گے، پھر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کہہ کے یہی آیت پڑھی، جواب زیر بحث ہے اور یہ پس منظر ہے، اب آیت کی طرف ہم بڑھتے ہیں، فرمایا سنو لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں نہ ان پر خوف ہے نہ ان پر حزن ہوگا، خوف اپنے لیے ہوتا ہے اور حزن دوسروں کے لیے ہوتا ہے، نہ انہیں اپنا خوف ہے نہ اپنے ساتھیوں کا خوف ہے، ان کی صفتیں قرآن پاک نے یہ بیان کی ہیں، ایمان میں پختہ، تقویٰ ان کی عادت ہے، اس دنیوی زندگی کے لیے بھی انہیں بشارت ہے، آخرت میں بھی ان کے لیے بشارت ہے، اب بشارت کی دو تین قسمیں ہیں، خواب میں انہیں خود بشارت ہوجاتی ہے، یا خواب میں ان کے لیے کسی اور کو بشارت دیدی جاتی ہے، تیسری بات یہ ہے کہ انہیں فرشتے بذات خود آوازیں دے کے بتادیتے ہیں کہ تم پر خوف اور غم نہیں ہے تمہیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، ان کا توکل اللہ تعالیٰ پر اس حد تک ہوتا ہے کہ صحابی عالی مقام رضی اللہ عنہ گھر میں ہیں، ان کی چھوٹی سی بچی صحن میں جھاڑو پھیرتی ہے، اندر آتی اور کہتی ہے کہ ابا جی مجھے آواز آتی ہے کہ "**السلام علیکم یا اهل البیت**"۔ ''او گھر والو تم پر سلام ہو''۔ میں دوڑ کے دروازہ کھولتی ہوں بندہ کوئی نہیں ہوتا، اتنے تک دوسری طرف سے یہی آواز آتی ہے، انہوں نے فرمایا بیٹی یہ فرشتے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے پھر رہے ہوتے ہیں، اور جب کہیں ایسی بات آتی ہے تو وہ وہاں سلام کے لیے پیش ہوجاتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں، اسی طریقے سے ایک صاحب گزرے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب سے دیکھا دروازہ کھلا اور اندر سے چکی کے چلنے کی آواز آرہی تھی، اندر داخل ہوا کہ سحری کا وقت ہے اگر اندر کوئی کھانے کی چیز ملی تو میں بھی روزہ رکھ لوں گا، اندر گیا تو چکی چل رہی ہے لیکن اسے چلانے والا کوئی نہیں ہے، چکی آٹا پیس رہی ہے، لیکن چکی چلانے والا نظر کوئی نہیں آتا، دوسری طرف سے دانے اٹھا اٹھا کے اس کے اندر ڈالے جارہے ہیں لیکن ہاتھ کوئی نہیں ہے، سویرے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ بات پوچھی کہ حضرت آج سویرے مجھ پر ایک بڑی عجیب واردات گزری، چکیاں بھی اپنے آپ چلتی ہیں، اپنے آپ دانے اٹھ اٹھ کے چکی کے اندر گرتے رہتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ والوں کے گھر سیاح فرشتے جب گزرتے ہیں تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ فلاں کام نہیں ہو رہا ہے تو وہ کام کر کے چلے جاتے ہیں، یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے تو بڑا پریشان ہو رہا ہے، ایسا بندہ بن جا تو پھر تیرے دروازے پر یہ کام ہوجایا کرے گا۔

سعدی شیرازی واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک بندہ شیر کی پشت پر سوار ہے اور اس کے ہاتھ میں زندہ سانپ ہے، اور چابک کے طور پر اس شیر کو مار رہا ہے، تو جونہی میری نگاہ پڑی تو میں ٹھٹک گیا، اس نے کہا سعدی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیا سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک نہیں پڑھی ہے۔ ''کہ جو اللہ کا ہوجاتا ہے ساری کائنات اس کی ہوجاتی ہے''۔ آپ بھی اس مقام پر کھڑے ہوجائیں تو سانپ پکڑ کے آپ بھی شیر کی پشت پر سواری کرسکتے ہیں۔

اب ہمارا حال کیا ہے، میں تفصیل میں اس لیے نہیں جاتا کہ میرے پاس تفصیل بیان کرنے کا وقت نہیں ہے، علامہ اقبال نے ایک شعر میں ہمارے حال کا سارا نقشہ کھینچ کے رکھ دیا ہے، وہ فرماتے ہیں!

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اب راکھ کے ڈھیر سے وہ شعلہ بار چنگاری کہاں سے نکلے، جو ان ساری باتوں کو کنٹرول کر سکتی ہو۔

ولا یحزنک قولھم ....وان ھم الا یخرصون

محبوب آپ ان لوگوں کی پرواہ نہ کریں، ان کی باتیں آپ کو مغموم نہ کریں، یقین ہے اس بات کا کہ ساری عزتیں، ساری عظمتیں اور ساری قوتیں اللہ کریم کے لیے ہیں، وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے، آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اس کا ہی ہے۔

یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا کے ان کی عبادتیں کر رہے ہیں یہ تو گمان کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، یہ صرف اندازے اور تخمینے لگا رہے ہیں، درخت پر پھل ہے آپ کہتے ہیں یہ دس من پھل ہوگا، یہ اندازہ ہے، اسے خرچ کہتے ہیں، عربی زبان میں اسے حارص کہتے ہیں، ارشاد فرمایا یہ تک بندی ہے صرف، ادھر حقیقت کوئی نہیں ہے، اقبالؒ کا ترجمہ ہے!

مشامِ تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشاں اس کا ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری

یہ جو ظن و تخمین کی وادی میں بھٹکتے پھر رہے ہیں، انہیں نہیں پتہ کہ حقیقت کیا ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ

وہ ،وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے بنائی

ٱلَّيْلَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَٱلنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِى ذَٰلِكَ

رات تا کہ اس میں تم سکون پاؤ، اور دن بنایا تا کہ تم اس میں دیکھو، یقیناً اس میں

لَءَايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدًا ۗ

سننے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے

سُبْحَـٰنَهُۥ ۖ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ۖ لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ

وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

إِنْ عِندَكُم مِّن سُلْطَـٰنٍۭ بِهَـٰذَآ ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا

وہ اسی کا ہے، تمہارے پاس کیا اس بارے میں کوئی دلیل ہے، کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ کہتے ہو

لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ قُلْ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ

جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ فرمادیجئے یقیناً وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹے بہتان باندھتے ہیں

لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ مَتَـٰعٌ فِى ٱلدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ

وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا نفع ہے اور تھوڑا سا برتاؤ ہے، پھر تم نے واپس ہمارے پاس آجانا ہے، پھر

نُذِيقُهُمُ ٱلْعَذَابَ ٱلشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

ہم ان لوگوں کو شدید عذاب چکھائیں گے ان کے کفر کی وجہ سے

Marfat.com

ھو الذین جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ.....لقوم یسمعون

اللہ وہی ہے اگر تم نہیں پہنچانتے تو ایک اور اس کی صفت دیکھ لو، اس نے رات بنائی تا کہ تمہیں اس میں سکون ملے، دن بنایا کہ کائنات کو کھلی آنکھوں سے تم دیکھو، اس میں نشانیاں ہیں سننے والی قوم کے لیے، اب ہم نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو اور بدل دیا ہے، کہ رات کو دو بجے تک ٹی وی کے پاس بیٹھے رہو، صبح ٹی بی کے مریض کی طرح بارہ بجے سے پہلے اٹھنا نہیں ہے، یہ وہ انداز ہے جو آیات کو بدلنے کا انداز ہے۔

قالوا اتخذ ا اللہ ولدا....بما کانوا یکفرون

آگے والی آیت میں آتا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا بچہ بنالیا ہے، وہ تو پاک ہے، وہ غنی ہے، ان باتوں کی اسے ضرورت نہیں ہے، یہ جنہیں اس کی اولاد کہہ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے، تو آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اس کا ہے، وہ اس کی ملکیت ضرور ہیں لیکن اس کی اولاد نہیں ہیں، کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے، بچے کے لیے بیوی کا ہونا ضروری ہوتا ہے، تو پھر بیوی اللہ تعالیٰ کی کون ہوگی، کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں ہے، محبوب آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ جو جھوٹے بہتان گھڑتے ہیں انہیں فلاح نہیں ہوگی، صرف دنیا میں چند دن اسے استعمال کرنے کا انہیں اختیار دیا گیا ہے، پھر واپسی ہمارے پاس ہوگی، پھر شدید عذاب چکھیں گے، لیکن ظلم کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے کفر کی وجہ سے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم

محبوب اُن کے سامنے نوح علیہ السلام کا واقعہ پیش کیجئے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اگر تمہیں گراں گزرتا ہے

مَّقَامِي وَتَذْكِيرِي بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَعَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوٓاْ

میرا ٹھہرنا اور یہاں نصیحتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی آیت کے ذریعے تو میں اللہ تعالیٰ پر متوکل ہوں تم مجتمع کرلو

أَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ ٱقْضُوٓاْ

اپنے سارے معاملات کو اور شریکوں کو بھی ساتھ ملالو، پھر اس معاملے میں تمہیں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے، پھر فیصلہ کردو

إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ ﴿٧١﴾ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ إِنْ

میرے خلاف جو چاہتے ہو اور بالکل مہلت نہ دو اگر تم منہ پھیر جاؤ تو میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿٧٢﴾

میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہو جاؤں

فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ فِي ٱلْفُلْكِ وَجَعَلْنَٰهُمْ خَلَٰٓئِفَ

انہوں نے جناب نوح علیہ السلام کو جھٹلا دیا، ہم نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو کشتی میں نجات دی، اور جانشین بنا دیا

وَأَغْرَقْنَا ٱلَّذِينَ كَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَا فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾

انہیں پہلوں کا، ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا محبوب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ڈرائے ہوئے لوگوں کا پھر انجام کیا ہوا

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهِۦ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَآءُوهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ

ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بہت سارے رسول اپنی قوموں کے پاس بھیجے، وہ واضح نشانیاں لے کے آئے

فَمَا كَانُواْ لِيُؤْمِنُواْ بِمَا كَذَّبُواْ بِهِۦ مِن قَبْلُ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ

جسے وہ پہلے جھٹلا چکے تھے بھلا وہ اس پر کیسے ایمان لاتے، اسی طرح ہم مہر کر دیا کرتے ہیں دلوں پر

Marfat.com

اَلْمُعْتَدِيْنَ ﴿٧٤﴾ سرکشوں اور حد پھلانگنے والوں کے

واتل عليهم نبا نوح.....كذالك نطبع على قلوب المعتدين

محبوبؐ یہ آج کی بات نہیں ہے کہ یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں، ان کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ پیش کیجئے، نوح علیہ السلام نے اپنے قوم کے سامنے جو لیکچر دیا تھا، آپ ذرا اس پر غور کریں، وہ اکیلے ہیں قوم ساری ایک طرف ہے، نبی کا یہی مقام ہوتا ہے وہ اکیلا ہوتا ہے، اور پوری کائنات پر چھاجاتا ہے اللہ تعالیٰ کی عطاء سے۔

انہوں نے فرمایا ''اے میری قوم میرا یہاں ٹھہرنا، اللہ تعالیٰ کی آیات کو پڑھنا اگر تمہارے لیے بڑا بوجھ ہے، تو سن لو میری بات، میرا توکل اللہ تعالیٰ پر ہے، میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے، تم اپنی ساری قوتیں اکٹھی کرلو، اپنے جھوٹے معبودوں کو بھی ساتھ شریک کرلو پھر اپنے معاملے میں ذرا بھی شک نہ ہو کہ میں وہ بات نہیں مانتا جو تم کہہ رہے ہو، اس میں ذرا بھی شک نہ کرو، پھر اس کے بعد کیا کرو، پھر میرے خلاف جو کر سکتے ہو وہ کرلو، مجھے بالکل مہلت نہ دو''۔

آپ ان تین چار فقروں پر غور کر کے اندازہ لگائیں، کہ جس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں نہ ہو کیا وہ اس قسم کی للکار پیدا کر سکتا ہے، اگر تم میری طرف پشت کر کے مڑ ہی گئے ہو تو میں تم سے اجر نہیں مانگتا اپنی اس تبلیغ کا، میرا اجر دینے والا اللہ ہے، مجھے حکم یہ دیا گیا ہے کہ میں مطیع لوگوں میں شامل ہو جاؤں، چونکہ میں مطیع ہوں، اب جو تم کر سکتے ہو کرو، یہ ڈائیریکٹ بات ہے حضرت نوح علیہ السلام کی، اور ان ڈائیریکٹ خطاب ہے مکہ کے مشرکین سے، کہ نوح علیہ السلام ایک محدود دستی قوم کے امام اور نبی تھے، میں لامحدود انسانیت کا قائد ہوں، اگر نوحؑ نے یہ بات کہی ہے تو میں نے کیا کہنا ہوگا، جو کر سکتے ہو پھر کرلو، انہوں نے جھٹلا دیا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انہیں بھی نجات دی اور کشتی میں ان کے ساتھ جو لوگ تھے انہیں بھی نجات دی، کشتی کا سارا حدود اربعہ میں پچھلے ایک لیکچر میں بیان کر چکا ہوں، ہم نے پھر انہیں پہلوں کا جانشین بنا دیا، کافروں کو غرق کر دیا۔

محبوبؐ آپ ملاحظہ تو فرمائیں، کہ جنہیں ڈرایا گیا تھا ان کا پھر انجام کیا ہوا، کوئی یہاں ڈوب گیا کوئی وہاں ڈوب گیا، ان کے بعد اور بہت سارے رسول آئے اپنی اپنی قوموں کے پاس، اور واضح نشانیاں لے کے آئے، تو جنہیں وہ جھٹلا چکے تھے آج بھلا وہ کیسے مانتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے، جناب لوط علیہ السلام آئے، حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے، جناب اسحٰق علیہ السلام آئے، یہ سب جناب نوح علیہ السلام کے بعد ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ وَهَٰرُونَ إِلَىٰ

پھر ہم ان رسولوں کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور

فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهِۦ بِـَٔايَٰتِنَا فَٱسْتَكْبَرُوا۟ وَكَانُوا۟ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٧٥﴾

اس کے سرداروں کے پاس اپنی آیات دے کے بھیجا، وہ بھی غرور کرنے لگے وہ تو مجرموں کی قوم تھے

فَلَمَّا جَآءَهُمُ ٱلْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوٓا۟ إِنَّ هَٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٦﴾

جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق آگیا تو کہنے لگے یہ تو کھلم کھلا جادو ہے

قَالَ مُوسَىٰٓ أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ أَسِحْرٌ هَٰذَا وَلَا يُفْلِحُ

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم حق کو جب آگیا ہے تو کہتے ہو کہ یہ جادو ہے، حالانکہ جادوگر تو ناکام ہوا کرتے ہیں

ٱلسَّٰحِرُونَ ﴿٧٧﴾ قَالُوٓا۟ أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَا

وہ بولے کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ اس سے ہم منہ موڑ دیں جس پر ہم نے اپ[illegible]ادے کو پایا ہے

وَتَكُونَ لَكُمَا ٱلْكِبْرِيَآءُ فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ﴿٧٨﴾

تم دونوں بھائیوں کی عظمت زمین میں ہو، ہم تمہاری بات ماننے والے نہیں ہیں

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ٱئْتُونِى بِكُلِّ سَٰحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ ٱلسَّحَرَةُ

فرعون نے کہا کہ میرے پاس بڑے ماہر قسم کے جادوگر لے آؤ جب جادوگر آگئے

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰٓ أَلْقُوا۟ مَآ أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ أَلْقَوْا۟ قَالَ

موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا تم ڈالو جو ڈالنا چاہتے ہو جب انہوں نے جو ڈالنا تھا ڈال دیا، تو موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے

مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ ٱلسِّحْرُ إِنَّ ٱللَّهَ سَيُبْطِلُهُۥٓ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُصْلِحُ

یہ جو تم نے پیش کیا یہ تو جادو ہے، اللہ کریم ابھی اسے باطل قرار دے دیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ سنوارتا نہیں ہے

عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَٰتِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ

مفسدوں کے عمل کو اللہ تعالیٰ حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کردے گا، خواہ مجرم اسے

الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾ فَمَآ ءَامَنَ لِمُوسَىٰٓ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِۦ عَلَىٰ

ناپسند ہی کریں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے، مگران کی قوم کے کچھ نوجوان انہیں، فرعون اور

خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ ۚ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ

اس کے سرداروں کا خوف تھا کہ وہ انہیں فتنے میں نہ ڈال دے، یقیناً فرعون ایک سرکش تھا

فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُۥ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾

زمین میں، اور وہ اسراف کرنے والے لوگوں میں سے تھا

ثمہ بعثنا من بعد ھم موسیٰ.....ولو کرہ المجرمون

پھر جناب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام آتے ہیں، فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس، وہاں بھی آیات تھیں، انہوں نے تکبر کیا چونکہ یہ مجرموں کی قوم تھی، جب حق آ گیا کہ لاٹھی سانپ بن گئی، ہاتھ سورج کی طرح چمکنے لگا، کہ اے سورج کے پجاری مصریو، سورج بذات خود موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر چمکا کرتا ہے، یہ وہ بات ہے جو تمہیں سمجھ نہیں آتی، تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلم کھلا جادو ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جب حق آ گیا تو تم اسے جادو کہتے ہو۔ کیا یہ جادو ہے؟ جادوگر تو کامیاب نہیں ہوتا اور وہ فلاح نہیں پاتا، اور یہاں بات اس کے الٹ ہے، کہ یہاں تو وہ کلیم اللہ ہے، اور کوئی دلیل نہ ملی تو کہنے لگے آپ اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے باپ دادے کا مذہب چھڑا دیں ایک فرد جرم، دوسری فرد جرم یہ ہے کہ اسرائیلیوں کو نجات دلا کے ہمیں خراب کر کے اقتدار چھیننا چاہتے ہو، "**وتکون لکما الکبریآء فی الارض**" ۔ زمین میں تمہیں عظمت مل جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خراب ہو جائیں، اسرائیلی تم دو بھائیوں کی وجہ سے برسر اقتدار آ جائیں، ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے، فرعون نے کہا کہ یہ جادو کر رہے ہیں لاٹھی پھینک کے، ماہر جادوگر بلالو، جادوگر آ گئے، موسیٰ علیہ السلام میدان میں آئے، فرمایا جو ڈالنا ہے ڈال کے دیکھو، اسے ترجمہ کرتے ہوئے ہمارے پرانے پنجابیوں نے لکھا کہ "جہڑا اسپ کڈھنا اے کڈھ لو"۔ اب انہوں نے

Marfat.com

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا وہ لوگ کہیں گے جو مشرک ہیں

لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ

کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شریک نہ کرتے اور نہ ہمارے آباؤ اجداد مشرک ہوتے، اور نہ کوئی چیز ہم حرام کرتے

كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا

اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھوٹ بولا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا

قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا

فرما دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے، تو اسے ہمارے سامنے پیش کرو، تم صرف گمان کے پیچھے بھاگے جا رہے ہو

الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۸﴾ اور تم صرف انکل لڑا رہے ہو

قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾

فرما دیجئے کہ پوری دلیل تو اللہ کریم کے پاس ہے، اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا

سیقول الذین اشرکوا.... وان انتم الا تخرصون

اگر محبوب ﷺ اس کے بعد بھی آپ کو جھٹلا دیں تو فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بڑی وسیع ہے، اگر تم خود تنگی کرو گے تو اللہ کریم تمہارے لیے ایسی باتوں کو تنگ کر دیں گے، مشرک کہیں گے ایک اور بات کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراتے، اور نہ ہمارے آباؤ اجداد شرک کرتے، نہ ہم کسی شے کو حرام کرتے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنی دیر سے جو ہم بات کر رہے ہیں تو اللہ کی یہ پسندیدہ بات ہے تبھی تو ہمیں کچھ نہیں کہا جاتا، ایک بات تو یہ تھی، دوسری بات یہ تھی کہ ہم مجبور ہیں، اس لیے ایسی بات کر رہے ہیں، اللہ کریم نے ان دونوں باتوں کا یہاں جواب دیا ہے۔

Marfat.com

اپنے اپنے سانپوں کو زمین پر ڈالا، وہ حقیقی سانپوں کی طرح الٹ پلٹ ہونے لگے میں اس کی تفصیل پیچھے بتا آیا ہوں، یہ ایسی بات کوئی نہیں ہے، جب آپ بھی چاہیں تو سانپ چل سکتے ہیں، انہوں نے وہ سانپ بنائے ڈال دیئے پھر جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جادو ہے، اب دیکھو کہ اللہ کریم اسے باطل کیسے کرتا ہے، فسادیوں کے عمل کو اللہ تعالیٰ اصلاح کبھی نہیں دیتا، حق غالب آجائے گا اللہ تعالیٰ کے کلمات سے خواہ مجرموں کو یہ بات ناپسند ہو، اب جتنے بھی ان کے سانپ تھے جناب موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے انہیں ایک ہی بار میں نگل لیا۔

فما امن لموسیٰ الا ذریة...و انه لمن المسرفین

جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے کچھ نوجوان لوگ، ذریہ، اصل چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں، لیکن محققین زبان عربی نے کہا ہے کہ چھوٹے بڑے سب جو ہیں وہ اس میں شامل ہو جاتے ہیں، یہاں مراد نوجوان ہیں، بوڑھے چونکہ سمجھدار ہوتے ہیں اس لیے وہ پھونک پھونک کے قدم رکھتے ہیں، بچہ ناتجربہ کار اور ناسمجھ ہوتا ہے، اور نوعمر جو ہوتے ہیں وہ جذباتی ہوتے ہیں، جب جناب موسیٰ علیہ السلام کی ایسی باتیں دیکھیں تو ان کی قوم کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے، یا فرعون کی قوم کے کچھ نوجوان یہ باتیں دیکھ کے مسلمان ہو گئے، تو بوڑھوں نے انہیں کہا کہ ذرا ڈر و اس بات سے کہ فرعون تمہیں فتنے میں ڈال دے گا یا جیل میں ڈال دے گا یا سزا دے گا، اور قرآن پاک کہتا ہے کہ فرعون عظمت پسند تھا اس زمین پر، غرور کو پسند کرتا تھا، قرآن پاک نے یہاں ہمیں یہ بتانا چاہا کہ حاکم نے قوم کے بیڑے کو کنارے لگانا ہوتا ہے، وہ صرف غرور کی گھوڑی پر سوار ہو کے سیاست کے میدان میں اڑتا رہے، تو نتائج اس کے حق میں کبھی نہیں جایا کرتے، اور بے شک وہ مسرف ہے، مطلب یہ ہے کہ اس نے لوگوں پر ہاتھ چھوڑے ہوئے ہیں، جو بھی اس کے ہتھے چڑھتا ہے اسے چھوڑتا نہیں ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان باتوں سے بالکل نہیں ڈرنا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس پر توکل کرو، اگر تم صاحب اسلام ہو، وہ نوجوان بولے ہمارا توکل اللہ تعالیٰ پر ہے، اے اللہ یہ قوم ہے اس کے لیے ہمیں فتنہ نہ بنا، مطلب یہ ہے کہ ہمیں یہ فتنے میں مبتلا نہ کریں، کہ ہمارے انجام کو دیکھ کے لوگ اسلام سے بھاگ جائیں، یا ہمیں فتنہ نہ بنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم فتنے میں ثابت قدم نہ رہ سکیں گے، یہ دونوں معنیٰ اس کے ہو سکتے ہیں، اے اللہ ہمیں اپنی رحمت سے کافروں کی قوم سے بچالے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَقَالَ مُوسَىٰ يَٰقَوْمِ إِن كُنتُمْ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے میری قوم اگر تم

ءَامَنتُم بِٱللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوٓا۟ إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ﴿٨٤﴾ فَقَالُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ

اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو، تو اس پر توکل کرو اگر تم صاحب ایمان ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر

تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٨٥﴾

توکل ہے، ہمارے پروردگار ہمیں ظالم قوم کے لیے فتنہ نہ بنا

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٦﴾ اپنی رحمت سے ہمیں اس کافر قوم سے نجات دیدے

وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کی طرف یہ وحی کی

أَن تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَٱجْعَلُوا۟ بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً

کہ تم اپنی قوم کو مصر میں اچھے انداز سے گھر بنا کے دو، اپنے گھروں کی سمت قبلہ کی طرف رکھو

وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ ۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ

نماز قائم کرو، مومنوں کو بشارت دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا

رَبَّنَآ إِنَّكَ ءَاتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُۥ زِينَةً وَأَمْوَٰلًا فِى ٱلْحَيَوٰةِ

اے ہمارے پروردگار آپ نے فرعون اور اس کے ساتھی سرداروں کو زینت بھی دے رکھی ہے اور اس دنیوی زندگی میں مال بھی عطا فرما رکھا ہے

ٱلدُّنْيَا ۖ رَبَّنَا لِيُضِلُّوا۟ عَن سَبِيلِكَ ۖ رَبَّنَا ٱطْمِسْ عَلَىٰٓ أَمْوَٰلِهِمْ

اے پروردگار نتیجتاً یہ تیرے راستے سے لوگوں کو ہٹا دیتے ہیں، اے اللہ ان کے مالوں کو مٹا دے

وَٱشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا۟ حَتَّىٰ يَرَوُا۟ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾

ان کے دلوں پر سختی فرما، یہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب دیکھ نہ لیں

Marfat.com

قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ

اللہ کریم نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہے، تم ثابت قدم رہو، ان لوگوں کے پیچھے

الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۸۹﴾

نہ چلو جن کے پاس علم نہیں ہے

وقال موسیٰ یقوم ان کنتم.....برحمتک من القوم الکافرین

ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی، کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ، اور اپنے گھروں کی سمت قبلہ کی طرف رکھو، نماز قائم کرو، یہ ایک سرکاری آڈر کے بعد بات ہوئی تھی، فرعون نے کہا کہ جو بھی ان کی عبادت گاہیں ہیں انہیں گرا دیا جائے، وہ گر گئیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ نماز کہاں پڑھیں، ارشاد ہوا کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو، اور ان گھروں کا رخ اس طرح کر لو کہ تمہارا رخ قبلہ کی طرف ہو جائے، اس وقت ان کا قبلہ بیت المقدس تھا، نماز قائم کرو، موسیٰ ان مومنوں کو بشارت دے دو۔

وقال موسیٰ ربنا انک آتیت فرعون....سبیل الذین لا یعلمون

جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے اللہ آپ نے فرعون کو اور اس کے ساتھیوں کو دنیا کی بڑی زیبائش دے رکھی ہے، دنیا کا مال بھی دے رکھا، اے پروردگار انجام کار وہ لوگوں کو آپ کے راستے سے ہٹا دیں گے، یہاں بھی ترجمہ نیچے مترجم نے غلط کیا ہے، اور ہمارے اکثر مترجمین نے یہاں ترجمہ غلط کیا ہے، اے اللہ تو نے انہیں اس لیے مال دیا ہے کہ وہ لوگوں کو تیرے راہ سے بہکائیں، تو یہ بات نہیں ہے بلکہ حضرات یہ لام انجام کا ہے، آپ نحو کی بڑی بڑی کتابیں پڑھیں ان میں انجام کے لیے اور نتیجے کے لیے لام ہی آتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ انجام کار جس راستے پر یہ لوگ چل رہے ہیں وہ گمراہی کا راستہ ہے، تو پوری قوم کو آخر کار یہ گمراہی کی طرف لے جائیں گے، یہ مطلب ہے اس آیت کا، اے اللہ تو ان کے مالوں کو ختم کر اور ان کے دلوں اور سخت کر کیونکہ یہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ یہ شدید عذاب کی گرفت میں نہیں آتے، اللہ کریم نے فرمایا کہ تمہاری دعوت تو قبول ہوئی لیکن فوری قبول نہیں ہے، یہ قرآن پاک کے اندر سے جو مفہوم ہے وہ نکلتا ہے، وجہ کہ قرآن پاک نے کہا **"فاستقیما"** ۔"ثابت قدم رہنا اس کے لیے ضروری ہے"۔ اگر فوراً بات قبول ہو جاتی پھر تو بات ہی ختم ہو جاتی، تمہیں اس کا انتظار کرنا ہوگا ثابت قدم رہ کے، اور اس دعا کی قبولیت دس سال کے بعد جا کے ظاہر ہوئی، ہم صبح کہتے ہیں کہ اعمال جو ہمارے ہیں وہ ہمیں پتہ ہے صبح دعا مانگتے ہیں اور دوپہر کو خدا سے ناراض ہو کے بیٹھے ہوتے ہیں کہ دس واری شاہ جی میں نے خدا نو یاد

کیتا، پرمینڈی گل خدا نہی منی، گویا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نعوذ باللہ ان لوگوں کا چوکیدار ہے، کہ دس دفعہ کہنے کے باوجود چوکیدار نے بات نہیں مانی اس کے بعد اسے چوکیداری سے ہٹا دیا جائے، یہ وہ باتیں ہیں جو بالکل زبان پر نہیں آنی چاہیں، ان سے ایک تو ناشکری کی بو آتی ہے اور دوسری کفر کی بو آتی ہے، اللہ کریم آپ کا خالق ہے، اس کی مرضی ہے وہ مانے یا نہ مانے، آپ کا کام سوال کرنا ہے، حکم چلانا نہیں ہے، اللہ کریم کی بارگاہ میں گردن جھکا کے اور عاجزی سے سوال کرنا ہے پھر اس کو قبول کرنا یا نہ کرنا اگر قبول کرنا ہے تو اس کو کس وقت کرنا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی اپنی مرضی ہے اور دوسرا یہ کہ وہ بہتر جانتا ہے کہ فلاں کام ہمارے لیئے کس وقت زیادہ فائدے مند ہے اور کس وقت وہی کام ہمارے لیے باعث نقصان ثابت ہوسکتا ہے، آپ نے استقامت رکھنی ہے اور دعا بھی کرتے رہنا ہے، ان لوگوں کے راستے پر نہ چلیں جو صاحب علم نہیں ہیں۔

☆☆☆☆☆

۞ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ٱلْبَحْرَ
ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتار دیا

فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُۥ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَدْرَكَهُ
فرعون اور اس کی فوج بغاوت اور سرکشی سے پیچھے آئی، جب انہیں

ٱلْغَرَقُ قَالَ ءَامَنتُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱلَّذِيٓ ءَامَنَتْ بِهِۦ بَنُوٓاْ إِسْرَآءِيلَ
غرق ہونے نے آلیا فرعون کہنے لگا، میں اس بات پر ایمان لایا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی جس پر یہ بنی اسرائیل ایمان لا چکے ہیں

ءَآلْـَٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿۹۱﴾
میں بھی مسلمانوں میں شامل ہوں۔ کیا اب تو تو اس سے پہلے نافرمانی کر چکا تھا، اور تو فسادیوں میں شامل تھا

فَٱلْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ
آج ہم تیرے بدن کو نجات دیدیں گے، تاکہ آنے والے لوگوں

خَلْفَكَ ءَايَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ عَنْ ءَايَٰتِنَا لَغَٰفِلُونَ ﴿۹۲﴾
کے لیے تو نشانی قرار پائے، اور یقیناً بہت سارے لوگ ہماری آیات سے غافل ہیں

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ
ہم نے بنی اسرائیل کو پسندیدہ جگہ عطا فرمائی، پاکیزہ رزق انہیں عطا کیا

فَمَا ٱخْتَلَفُواْ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ
انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس وقت جب علم آ گیا، بے شک آپ کا پروردگار ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا

فِيمَا كَانُواْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۹۳﴾ فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ
جن جن باتوں میں ان کا اختلاف تھا اگر اے سننے والے تجھے شک ہے جو ہم نے اپنے محبوبؐ کے ذریعے تجھ پر اتارا ہے

Marfat.com

فَسْـَٔلِ ٱلَّذِينَ يَقْرَءُونَ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ

تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتابیں پڑھتے تھے، تیرے پاس تو آ گیا

ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾

تیرے رب کریم کی طرف سے حق تجھے شک والوں میں ہرگز شامل نہیں ہونا چاہیے

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٩٥﴾

اور تجھے ہرگز ان لوگوں میں شامل نہیں ہونا چاہیے جنہوں نے اللہ کریم کی آیات کو جھٹلا دیا ہے اگر تو ایسا کرے گا تو یہ خسارے کی بات ہوگی

إِنَّ ٱلَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾

یقیناً وہ لوگ جن پر تیرے رب کریم کے کلمات حق ثابت ہوئے ہیں وہ ایمان نہیں لائے

وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ ءَايَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا۟ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَلِيمَ ﴿٩٧﴾

اگر ان کے پاس ہر قسم کی آیتیں بھی آ جائیں جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھیں

و جاوزنا ببنی اسرائیل البحر..... فیما کانوا فیہ یختلفون

پھر کیا ہوا اسرائیلی دریا کے پار چڑھ گئے، پیچھے پیچھے آ رہے تھے فرعونی یہ چونکہ واقعہ پیچھے کئی دفعہ گزر چکا ہے، فرعون آیا اس کی فوجیں آئیں بغاوت اور سرکشی کرتے ہوئے، اسرائیلی جب پار چڑھ گئے لیکن فرعونی جب دریا کے قریب پہنچے دریا تو خشک تھا لیکن جب یہ دریا کے قریب پہنچے تو پانی پھر آپس میں مل گیا جب پانی آپ میں مل گیا تو فرعونی غرق ہو گئے، غرق ہونے لگے تو فرعون نے ایک بات کہی کہ! "**قال امنت**" کہنے لگا میں ایمان لایا ہوں، ایک دفعہ ایمان لایا ہوں پھر ایمان کی دلیل کیا ہوتی ہے "**لاالہ الااللہ**" پڑھنا پھر اس نے آگے "**لاالہ الااللہ**" بھی پڑھ لیا، وہ بھی دہرا ایمان ہو گیا تیسری دفعہ اسے شک تھا کہ اللہ تعالیٰ کو شاید پتہ نہیں کہ ایمان کیا ہوتا ہے، جو بنی اسرائیل کا ایمان ہے میں ایسا ایمان لایا ہوں، موسیٰ علیہ السلام کے مریدوں کا جو ایمان ہے وہی ایمان میرا بھی ہے، تین دفعہ مختلف پیرائیوں سے ایمان کا اعلان کیا، چوتھی دفعہ اس نے کہا کہ جب میں تین دفعہ ایمان لا چکا ہوں اس لیے میں اول درجے کا مسلمان ہوں، اب مجھے غرق نہیں ہونا چاہیے،'' آلئن'' کیا اب۔ تو وہی ہے نا جو اس سے پہلے نافرمانی کیا کرتا تھا، اور تو فسادی تھا، یہاں سے ایک مسئلہ اخذ ہوا کہ جب عذاب نازل ہونے لگ جائے تو پھر تو یہ قبول

Marfat.com

نہیں ہوتی، وہ وقت گزر چکا، آج تیرے بدن کو ہم نجات دے دیں گے، تاکہ آنے والوں کے لیے، تو نشانی رہ جائے، یہاں دو باتیں قابل غور ہیں، لوگوں نے کہا کہ فرعون ڈوبا نہیں ہوگا پیچھے نکل گیا ہوگا، دریا کی ایک لہر آئی اسے اٹھا کے باہر ایک بڑے سے پتھر پر پھینک دیا، اسے آج بھی جبل فرعون کہا جاتا ہے جہاں اسے لہر نے پھینکا تھا یعنی فرعونی پہاڑ، اب ایک بات تو یہ ہے کہ اسرائیلیوں نے دیکھ لیا کہ ہمارے بادشاہ سلامت تو یہاں پڑے ہوئے ہیں، دوسری بات اور یہی زیادہ صحیح بات ہے، وجہ؟ تاکہ تو آنے والوں کے لیے نشانی بن جائے، بڑی دیر تک لوگوں کو قرآن پاک کی یہ پیش گوئی پتہ نہیں تھی وہ پہلا معنی ہی مراد لے رہے تھے، اب آنے والوں کے لیے وہ نشانی کیسے بنی ان لوگوں کو زمین میں دفن کیا جاتا تھا مکان بنا کے سارے ساز وسامان سمیت، البتہ چین والوں کا نمبر پہلا تھا، یہ شاہ کی خواتین کو بھی زندہ اندر بٹھا دیتے تھے، دروازہ چن دیتے تھے، کھانے پینے کا سامان ساتھ رکھ دیتے تھے، کہ جب ضرورت ہوگی تو بادشاہ سلامت اٹھ کے اسے کھا لیا کریں گے، ادھر قیامت کا انکار ہے اور بادشاہ کے لیے کھانے کا سارا سامان وہاں موجود ہوتا تھا، اسی طرح وہ بے کس خاتون جو کل تک ملکہ تھی یا خاتون اول تھی، وہ بے چاری اسی طریقے سے کوٹھری میں مر جایا کرتی تھی، تو اس فرعون کو بھی اسی طریقے سے رکھا گیا تھا، جناب موسیٰ علیہ السلام کے دور میں کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ یکے بعد دیگرے تین بادشاہ بدلے تھے، کچھ کا خیال ہے دو تھے، یہ دوسرا تھا یا تیسرا تھا، آپ اس کی شکل کو دیکھیں وہاں جو مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی ہے، بڑا چوڑا چکلا سینا بھاری کندھے اور عربوں کے رواج کی طرح سر کے نیچے تک لمبا سارومال ڈالا ہوا ہے، یہ اس کی کیفیت ہے بڑی لمبی گردن ہے، جب یہ 1907ء میں نکلا تو اب اسے نکلے ہوئے نوے سال ہو گئے ہیں، اللہ کریم نے مغربی قوموں کے ہاتھ سے نکلوا کے اپنی پیش گوئی کو یوں پورا کرایا کہ آنے والوں کے لیے تو نشان عبرت بن جائے گا، اب جو اس کے اوپر انہوں نے سامان لگایا تھا وہ مغربی لوگوں نے اتارا، تاکہ اس کا جسم گلے نہیں، اس کا مطلب یہ تھا کہ اس دور میں لوگ سائنس میں اتنے آگے نکل چکے تھے کہ جسم کو محفوظ رکھنے کے مسالے ان کے پاس موجود تھے، جب اوپر سے وہ مسالے اتارے تو جس نے اتارے تھے وہ کہنے لگا او مائی گاڈ یہ کیا تماشا ہے کہ اس کے جسم کے ساتھ وہ جو سمندر کا نمک ہے وہ ابھی بھی چمٹا ہوا ہے، پتہ یہ چلا کہ یہ وہی صاحب ہیں، جو خیر سے سمندر میں ڈوب گئے تھے، اور یہی فرعون بے عون ہے، جس نے اللہ کریم کے کلیم کو چیلنج کیا تھا اور پھر اس کا یہ نتیجہ نکلا۔ بہت سارے لوگ ہماری آیات سے غافل ہیں، اس کا مطلب یہ نکلا کہ اب جب وہ آپ کے سامنے نکل آیا ہے اب تو مان لو۔ ہم نے بنی اسرائیل کو پسندیدہ جگہ عطا کی، اور ہم نے انہیں پاکیزہ رزق دیئے، جب علم آ گیا تو اختلاف شروع ہو گئے، جس طرح آج کل ہمارے ملک میں ہر بات پر اختلاف پایا جاتا ہے، اللہ کریم قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا ان کے اختلافی مسائل میں۔

Marfat.com

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک......... حتی یروا العذاب الالیم

آگے ارشاد ہوا! ''اے مخاطب اگر تجھے شک ہے جو ہم نے تجھ پر اپنے محبوب کے ذریعے اتارا''۔ میرے اس ترجمے پر ذرا غور فرمائیں، لفظ ہے، **"فان کنت فی شک مما انزل الیک"** ۔ میں ترجمہ کررہا ہوں کہ ''اے مخاطب اگر تجھے شک ہے اس بات سے جو ہم نے تجھ پر اپنے محبوب کے ذریعے اتاری ہے، تو ان لوگوں سے پوچھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے رہے ہیں''۔ یہ حق ہے جو تیرے پاس قرآن پاک کی شکل میں آ گیا ہے، تجھے شک نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اگر براہِ راست سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہ بات کہیں، تو پھر سرکار کریم کو قرآن پاک پر شک ہو جائے گا اور میں یہ ترجمہ نہیں کرسکتا، ادھر حضرت نے ترجمہ کیا ہے کہ ''سو اگر تو ہے شک میں اس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے''۔ پتہ چلا کہ سرکار کریم کو قرآن پاک پر شک تھا، مجھے شک ہو تو میں کافر ہو جاتا ہوں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شک ہو اور ایسا ترجمہ کر کے یہ کہہ دیا جائے کہ ہم شیخ القرآن ہیں، ''سو اگر تو ہے شک میں اس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے وہ تجھے بتا دیں گے''۔ علامہ اقبال نے انتہا کر دی وہ فرماتے ہیں!

قرآن سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھ پر نازل ہو رہا ہے، اور اس کا خطاب براہ راست مجھے ہے، اے مخاطب ان لوگوں میں شامل نہ ہو جا آیات کو جھٹلاتے ہیں، اگر یہ بات ہو گی تو یہ خسارے والی بات ہو گی، ان لوگوں پر تو اللہ کریم کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے خواہ جتنی بھی آیات آ جائیں، ہاں جب عذاب سامنے دیکھیں گے تو پھر وہی بات ہو گی فرعون والی، کہ چار انداز بدا ا کے کہہ رہا ہے کہ میں مومن ہوں۔ سن لو! جب اللہ کریم کا عذاب نازل ہوتا ہے تو پھر اس وقت ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ ءَامَنَتۡ فَنَفَعَهَآ إِيمَٰنُهَآ إِلَّا قَوۡمَ يُونُسَ لَمَّآ

کسی قوم کو ایمان نے نفع نہیں دیا جو ایمان لائی سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے جب

ءَامَنُواْ كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ ٱلۡخِزۡيِ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنَٰهُمۡ

وہ ایمان لائے تو انہوں نے ان سے دور کر دیا دنیوی زندگی میں رسوائی کا عذاب، اور ہم نے انہیں فائدہ پہنچایا

إِلَىٰ حِينٖ ﴿۹۸﴾ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَأٓمَنَ مَن فِي ٱلۡأَرۡضِ كُلُّهُمۡ

ایک وقت تک اگر آپ کے پروردگار چاہے تو جو بھی ہے زمین میں سارے کے سارے ایمان لے آتے

جَمِيعًاۚ أَفَأَنتَ تُكۡرِهُ ٱلنَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُواْ مُؤۡمِنِينَ ﴿۹۹﴾ وَمَا

کیا محبوب آپ لوگوں پر جبر کریں گے کہ وہ مومن ہو جائیں اور نہیں

كَانَ لِنَفۡسٍ أَن تُؤۡمِنَ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ وَيَجۡعَلُ ٱلرِّجۡسَ

ہو سکتا کسی جان کے لیے یہ کہ اللہ کریم کے اذن کے بغیر وہ ایمان کی طرف بڑھیں، اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے رجس اور گندگی

عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يَعۡقِلُونَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ ٱنظُرُواْ مَاذَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ

ان ناسمجھوں کے حصے میں فرما دیجئے تم دیکھو جو آسمان اور زمین میں ہے

وَٱلۡأَرۡضِۚ وَمَا تُغۡنِي ٱلۡأٓيَٰتُ وَٱلنُّذُرُ عَن قَوۡمٖ لَّا يُؤۡمِنُونَ ﴿۱۰۱﴾

آیات اور ڈرانے والی چیز بے ایمان قوم کو فائدہ نہیں دیا کرتے

فَهَلۡ يَنتَظِرُونَ إِلَّا مِثۡلَ أَيَّامِ ٱلَّذِينَ خَلَوۡاْ مِن قَبۡلِهِمۡۚ

وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر بھی ایسی ہی بات آئے جیسی پہلوں پر آئی تھی

Marfat.com

قُلْ فَانْتَظِرُوٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّیْ

فرما دیجئے پھر انتظار کرو میں بھی انتظار کر رہا ہوں۔ پھر ہم نجات دیتے ہیں

رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾

اپنے رسولوں کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو، ہمارا دستور ہی یہ ہے، ہم پر حق ہے یہ کہ ہم مومنوں کو نجات دیں

فلو لا کانت قریۃ امنت ...... کذلک حقا علینا ننج المومنین

صرف کائنات میں ایک قوم ایسی ہے جو قوم یونس ہے، وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے اس دنیوی زندگی میں رسوائی کا عذاب دور کر دیا، جناب یونس علیہ السلام نے کہا کہ عذاب آ رہا ہے، انہوں نے کہا نہیں آ رہا، جب آثار معلوم ہوئے کہ عذاب آ رہا ہے تو اس کے آنے سے پہلے وہ سجدے میں گر گئے، اٹھے نہیں ہیں، اللہ کریم نے اس عذاب کو ٹال دیا، تو یہاں سے مسئلہ یہ نکلا کہ جب عذاب شروع ہو جائے تو پھر ایمان کا فائدہ نہیں ہوتا، لیکن جب تک ابھی عذاب شروع نہیں ہوا ہے اس کی علامات ہیں کہ آنا ختم ہے تو اس سے پہلے توبہ کر لیں، تاکہ رخ بدل جائے، پھر وہ ایک وقت تک اس دنیا میں فائدہ اٹھاتے رہے، محبوب ہم چاہیں تو ساری دنیا کے لوگ ایماندار ہو جائیں، لیکن وہ جبری ایمان ہوگا، تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کر کے ایمان کی دعوت دیں گے، جبری ایمان قبول نہیں ہے، اللہ کریم کے اذن کے بغیر کسی کو ایمان نہیں ملتا، ان کافروں پر تو اللہ کریم کی طرف سے رجز، عذاب اور گندگی پڑ رہی ہے، محبوب آپ انہیں کہیں کہ آسمان و زمین میں آیات ہیں انہیں غور سے دیکھو، لیکن یہ آیات اور ڈرانے والے پیغمبران سے کافروں کو فائدہ نہیں ہوتا، انہیں انتظار ہے کہ پہلے لوگوں پر جس طرح عذاب نازل ہوتا تھا ان پر بھی ایسا عذاب آ جائے، تو پھر فرمایئے کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کر رہا ہوں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کریم کے نبیوں کو نجات ملتی ہے اور ان کے ساتھیوں کو بھی، کیونکہ ہم مومنوں کو امداد دیا کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِينَ فرمائیے لے آؤ اپنے گواہوں کو جو ہیں

يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ

یہ گواہی دیں کہ اللہ کریم نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، اگر وہ گواہی دیں تو محبوب آپ پھر بھی ان کے ساتھ گواہی نہیں دیں

مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ

گے، ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے، جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا ہے

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُم بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۰﴾

اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ کریم کے برابر اوروں کو بھی قرار دیتے

قل هلم شهداء کم ــــــ بربهم يعدلون

پہلے لوگ بھی ایسی ہی غلط باتیں کرتے تھے اس لیے پھر ان پر عذاب آ گیا، اگر کوئی علم ہے جو اللہ کریم نے تمہیں دے رکھا ہے، کہ دیر تک تم نے غلط بات کی ہے تو وہ بات جائز ہوگئی ہے تو بتا دو، تم صرف گمان کے پیچھے پڑ رہے ہو، کامل دلیل تو وہ ہے جو اللہ کریم پیش کریں، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرما دیتا، لیکن اللہ تمہیں ہدایت جبراً دیتا تو یہ ہدایت نہ ہوتی، پھر تم اپنے گواہوں کو لے آؤ جو یہ گواہی دیں کہ اللہ کریم نے ان باتوں کو حرام کیا ہے، لیکن اگر یہ کہہ بھی دیں تو ان کی گواہی قابل قبول نہیں ہے، مسلمانو! پھر تم نے ان کے ساتھ گواہی نہیں دینی، اور ان کی خواہشات کی پیروی بھی نہیں کرنی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دیا ہے، آخرت پر بھی ان کا ایمان نہیں ہے، بتوں وغیرہ کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دے رکھا ہے، یہ تین قسم کے شرک ہیں، آخرت پر ایمان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں ہے، اللہ کریم کے ساتھ کچھ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیدیا ہے، تو یہ ساری کی ساری باتیں قابل تردید ہیں ان میں سے کسی کو مانا نہیں جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ

فرمادیجئے اے لوگو! اگر تمہیں شک ہے میرے دین کے بارے میں تو یہ نوٹ کرلو کہ میں ان کی ہرگز عبادت نہیں کرتا جن کی

تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ وَأُمِرْتُ

تم اللہ کریم کو چھوڑ کے عبادت کر رہے ہو، میں تو اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں اپنی طرف اٹھالیتا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے

أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۴﴾ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا

کہ مومنوں میں شامل رہوں اور مجھے حکم ہے کہ تو اپنا چہرہ سید ھا دین کے لیے رکھ

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ

اور مشرکوں میں ہرگز شامل نہیں ہونا ہے محبوب آپ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے ان کی عبادت نہ کریں

مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۰۶﴾

جن کے پاس نفع اور ضرر نہیں ہے، اگر آپ ایسا کریں گے تو یہ زیادتی کی بات ہوگی

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن

اے مخاطب اگر اللہ تجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو اس کے بغیر اسے دور کرنے والا اور کوئی نہیں ہے، اگر وہ

يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

تیرے ساتھ بھلائی چاہے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا بھی نہیں ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے دے دیتا ہے

وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ

وہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی فرمادیجئے لوگو! تمہارے پاس آگیا ہے

الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن

رب کریم کی طرف سے حق، جو سیدھے راستے پر چلتا ہے تو اپنی جان کے لیے اس راستے کو اختیار کرتا ہے، اور جو

ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ

گمراہ ہوتا ہے تو اس کی گمراہی بھی اس کی اپنی جان پر پڑتی ہے، میں کوئی تمہارے لیے کارساز نہیں ہوں، محبوب آپ پیروی فرمائیں

مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

اس کی جو آپ کی طرف وحی ہو رہی ہے، اور صبر فرمایئے یہاں تک کہ اللہ کریم فیصلہ فرمادے، یقیناً اس کا فیصلہ سب فیصلے والوں سے برتر واعلیٰ ہوتا ہے

قل یا یھا الناس ان کنتم فی شک......وامرت ان اکون من المومنین

لوگو! سن لو میرے دین کے بارے میں تمہیں شک ہے تو میں اعلان کر رہا ہوں، جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو لوگوں کو پستیوں سے عظمتوں کی طرف اٹھاتا ہے ایک معنی، دوسرا معنی یہ کہ جو تمہیں موت دیتا ہے، مجھے حکم یہ ہے کہ میں مومنوں میں شامل ہو جاؤں ہمارا کتنا بڑا اعزاز ہے، کہ ہم ایمان لائے ہیں تو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں شامل ہو جاؤں، دوسری جگہ پر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ ''محبوب آپ ان غلاموں سے کسی اور طرف اپنی نگاہ نہ پھیریں''۔ جو بندہ یہ کہتا ہے کہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں پتہ کہ میں کیا ہوں، اسے شاید اس جملے کی عظمتوں کا پتہ نہیں ہے، کہ اللہ کریم نے فرمایا کہ محبوب ان سے اپنی نگاہوں کو نہیں ہٹانا، یہ ساری کائنات سے چیدہ قوم ہے، ان سے نگاہ نہ ہٹانا، اور بندہ کلمہ پڑھ کے کہے کہ میں انہیں نظر نہیں آتا تو مجھے آپ بتائیں کہ یہ ایمان ہے یا بے ایمانی ہے،

و اقم وجھک للدین حنیفا....وھو الغفور الرحیم

محبوب آپ اپنی ذات اقدس کو دین کے لیے سیدھا سیدھا رکھیے، شرک پسند لوگوں سے آپ کا تعلق نہیں ہے، اللہ کریم کو چھوڑ کے ان بتوں کی عبادت کرنا جن کے پاس نہ نفع ہے نہ ضرر یہ سب بے معنی ہے، جو بھی ایسا کرے گا وہ ظالم ہے، اے لوگو! اگر تمہیں اللہ تعالیٰ ضرر دینا چاہے تو اس ضرر کو اللہ ہی دور کر سکتا ہے، اور اللہ کریم خیر دینا چاہے تو اسے کوئی دوسرا روک نہیں سکتا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے الفاظ میں اس کی شرح یہ ہے، ایک صحابی کے بقول، ''اگر ساری کائنات تجھے ضرر دینے کے لیے اکٹھی ہو جائے تو یاد رکھ کہ جب تک تیرا خالق تجھے ضرر دینا نہیں چاہے گا یہ سب کچھ بھی نہیں کر سکتے، اور اگر اللہ کریم تجھے انعام

Marfat.com

دینا چاہے تو ساری کائنات اکٹھا ہو کے تجھے اس انعام سے محروم نہیں کرسکتی، یہ وہ مقام قرب الٰہی ہے جس پر بندہ مصطفیٰ علیہ السلام کے فیضان سے کھڑا ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یہ باتیں اسے دے دیتا ہے، وہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔

قل یایھا الناس قد جاء کم الحق من ربکم....وھو خیر الحاکمین

فرمادیجئے لوگو! تمہارے پاس ربّ کریم کی طرف سے حق آ گیا، قرآن پاک بھی حق اور مصطفیٰ علیہ السلام بھی حق، جو اس حق کی طرف آتا ہے اپنی جان کے لیے آتا ہے، جو اس حق سے منہ موڑتا ہے یہ گمراہی اپنے سر پر خود لے رہا ہے، میں نہیں ہوں تمہارا کارساز۔ کارساز ہونا اللہ کریم کی صفت ہے ایک معنی، انہوں نے معنی کیا ہے کہ "میں نہیں ہوں تم پر مختار" یہ ترجمے کے حساب سے سو فیصد غلط ہے، کارساز کسی حد تک ٹھیک ہے، لیکن سب سے زیادہ صحیح معنی یہ ہے کہ "تم کفر پر رہو اور میں تمہاری طرف سے وکالت کروں یہ میرا مشن نہیں ہے"۔ اور یہی معنی ہے جسے صحیح معنی کہا جاسکتا ہے، محبوبؐ جو آپ پر وحی ہوتی ہے آپ نے اس کی پیروی کرنی ہے اور پھر غلاموں نے آپ کی پیروی کرنی ہے، آپ صبر کریں، اللہ کریم کا فیصلہ آنے والا ہے، وہ بہترین فیصلہ فرمائے گا"۔

☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

(سورۃھود کا تعارف)

اس سورۃ مقدسہ کا نام سورۃ ھود ہے،اس میں ایک سوتیئس (123) آیات ہیں،سولہ سو(1600) کلمات ہیں،نو ہزار پانچ سوستاسٹھ (9567) حروف ہیں،اس کا زمانہ نزول سورۃ یونس کے فوراً بعد آتا ہے،کافر دیکھ رہے تھے کہ ہماری ساری کوششوں کے باوجود اسلام کفر کی مختلف چوٹیاں سر کرتا ہومیرا آگے بڑھتا جارہا ہے،انہوں نے بھی اسی نسبت سے اسلام کی مخالفت میں تیزی کردی،وہ عقائد جواسلام کے مخصوص عقائد ہیں انہیں اس سورۃ طیبہ نے تفصیل سے ایک نئے زاویہ سے بیان کیا ہے،آپ دیکھیں گے کہ مکے کی سورتوں میں سب سے زیادہ ان چیزوں پرزور دیا جاتا ہے جوایمانیات کے لیے لازم ہیں، یعنی توحید کا عقیدہ،رسالت کا عقیدہ،اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے حق ہونے کا عقیدہ اور آخرت کے حق ہونے کا عقیدہ،جہاں بھی سورۃ مکی ہوگی بنیادی طور پر یہ عقائد آئیں گے،اس کے ساتھ پھر اخلاقیات کا درس ہوتا ہے،اس سورۃ مقدسہ میں بھی انہی مضامین کو بیان کیا گیا ہے،اب اس کے پہلے دو جو رکوع ہیں اس میں اسلام کے عقائد بیان ہوئے ہیں،پھر للکارا ہے کہ اگر قرآن پاک رب کریم کی کتاب نہیں ہے تو کم از کم دس جو آخری چھوٹی چھوٹی سورتیں ہیں ان جیسی سورتیں لے آؤ،آگے ایک مقام پر قرآن پاک نے کہا کہ ایک سورۃ لے آؤ،گہرا مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ ایک آیت لے آؤ،یہ آخری للکار تھی،میں قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر شروع کرنے سے پہلے جو چند لیکچر دیئے تھے ان میں ترتیب وار یہ چیزیں میں نے ذکر کی تھیں،اب سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اللہ نے آگے سابقہ امتوں کا ذکر کیا ہے،اوران کی ہلاکتوں کے اسباب کیا تھے اور جن لوگوں نے جھٹلایا ان کا انجام کیا ہوا،یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ ایسی باتیں قریش مکہ یا مشرکین مکہ بھی کریں گے،ان کا انجام بھی وہی ہونا ہے جو سابقہ امتوں کا انجام ہو چکا ہے،قانون فطرت ایک ہی انداز سے چلتا ہے،یہ ختم ہوجائیں گے،اب مختلف لوگوں کی مختلف عادات کا ذکر اس لیے کیا ہے،کہ ساری قوموں کی جتنی بھی مکروہ عادات ہیں وہ انسانیت میں جب بھی آئیں تو اب چونکہ انسانیت کا ہادی صرف ایک ہے،لہٰذا وہ ساری باتیں ان کی تعلیمات میں آجائیں،اب یہ واقعات ذکر کرکے ایک بات سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور فرمائی،کہ یہ ساری باتیں اس لیے ہیں کہ آپ کا دل مبارک قرار پائے،کہ سابقہ انبیاء عالی مقام کے راستے میں بھی یہ دقتیں کس کس انداز سے پیش ہوتی رہی ہیں،سورۃ مقدسہ کا یہ مختصر سا تعارف تھا۔

Marfat.com

ترتیبہا ۱۱ — سُوۡرَۃُ ھُوۡدٍ — آیاتہا ۱۲۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ﴿۱﴾

ال،ر یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات بہت ہی محکم پھر وہ کھول کے بیان ہوئی ہیں ایک حکیم اور خبر رکھنے والے کی طرف سے

اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیۡ لَكُمۡ مِّنۡهُ نَذِیۡرٌ وَّبَشِیۡرٌ ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا

اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو، میں تمہارے لیے اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دینے والا ہوں یہ کہ معافی مانگو

رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡهِ یُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤۡتِ

اپنے رب کریم سے (گناہوں کی) اس کے سامنے متوجہ ہو جاؤ، وہ تمہیں بہت اچھے انداز سے مستفید فرمائے گا، ایک مقررہ مدت تک عطا کرے گا،

كُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡكُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ

اور ہر بہتر عمل کرنے والے کو اس کی بہتری کا اجر، اگر تم مڑ جاؤ مجھے خوف ہے کہ عذاب تم پر مسلط ہوگا

كَبِیۡرٍ ﴿۳﴾ اِلَی اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ

ایک بڑے دن کا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تمہاری واپسی وہ ہر چیز پر قادر ہے، سنو وہ

یَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ لِیَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ ؕ اَلَا حِیۡنَ یَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِیَابَهُمۡ

اپنے سینے کو دہرا کرتے رہتے ہیں، تا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے آپ کو چھپالیں، سن لو جب وہ اپنے کپڑے اوڑھ لیتے ہیں

یَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۵﴾

سونے کے لیے تب بھی وہ جانتا ہے، جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، وہ سینے کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے

Marfat.com

الٓرٰ کتاب احکمت ایاته ثم.... اننی لکم منه نذیر و بشیر

ابتداء میں پھر وہی حروف مقطعات ہیں "الـرٰ" سے ان کا مطلب مفسرین نے فرمایا کہ اللہ جانے یا اللہ تعالیٰ کا رسولؐ جانے یا وہ لوگ جو اصحاب باطن ہیں اور جن پر براہ راست نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار مقدسہ پڑتے رہتے ہیں، وہ لوگ جانتے ہیں، اس کو جس فلسفیانہ انداز سے امام بیضاوی نے ذکر کیا ہے، ترجمے کے آغاز میں بیضاوی کے نظریات میں بیان کر چکا ہوں، ایک صاحب تشریف لائے چند سال پہلے ہمارے ادارے میں، تو انہوں نے کہا کہ کمپیوٹر نے یہ کر دیا ہے یہ کر دیا ہے، اور ان الفاظ کو ہم نے اس انداز سے جانچا ہے، میں نے کہا کہ عربی زبان سے آپ کو واقفیت نہیں ہے، آپ ایک اعلیٰ سرکاری عہدے دار ضرور ہیں یہ ساری باتیں اس آدمی نے کہہ دی تھیں جس کا دماغ کمپیوٹر تھا، اور اسے آپ بیضاوی کے نام سے جانتے ہیں، ابھی آپ نے بہت ساری باتیں ذکر نہیں کی ہیں جو امام بیضاوی اپنی کتاب کے مقدمے میں ذکر کر گئے ہیں، تو ہمارے عظماء جس سمت بھی بڑھے ہیں حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے سکے بٹھا دیئے ہیں، اب اگلی آیت مبارک یہ ہے "کتٰب" یہ وہ عظیم المرتبت کتاب ہے، میں کئی دفعہ آپ کو عرض کر چکا ہوں کہ کبھی کبھی دو زبریں، دو زیریں یا دو پیشیں عظمتِ شان کے لیے ہوتی ہیں، تو یہاں اسی بات کے لیے ہیں، یعنی یہ وہ شان والی کتاب ہے جس کا وعدہ تھا کہ آخری نبیؐ پر ایک عظیم المرتبت کتاب آئے گی، اس کی آیات بڑی ہی محکم ہیں، محکم کا معنی پختہ ہوتا ہے، اب جب آپ قرآن پاک کا مطالعہ کرنے بیٹھتے ہیں تو یہ کس کس انداز سے پختہ ہے انسانی عقل دھنگ رہ جاتی ہے، یہ الفاظ کے حساب سے پختہ ہے کہ اتنی شاندار بلاغت والی کتاب آج تک کوئی نازل نہیں ہوئی، یہ معانی کے حساب سے پختہ ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ میں اتنے حقائق چھپے ہوئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک لفظ کے نیچے سے نہریں پھوٹ رہی ہیں، اور کہاں تک وہ سیراب کر رہی ہیں یہ ہماری بات نہیں ہے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل میں ایک صاحب آئے جنہیں مکہ والوں نے اپنا نمائندہ بنا کے بھیجا تھا، جب وہ واپس گئے، سرکار کریم نے کچھ بھی نہیں کیا، چند قرآن پاک کی آیات اپنی زبان اقدس سے پڑھ کر اسے سنا دیں، اب آپ ذرا اس محفل میں جا پہنچیں جہاں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے ہیں، اور سامنے ایک بندہ آئے، حقیقت اسلام دریافت کرنے لیے، آپؐ اس زبان مبارک میں قرآن پاک سنائیں جس زبان مبارک نے سب سے پہلے قرآن پاک ادا کیا ہے، اس وقت اس آدمی کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی، وہ آدمی واپس گیا کہنے لگا کہ ہم دور بیٹھ کے جتنے بھی ان پر الزام لگاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی سچا نہیں ہے، اللہ کریم کی قسم اس نے میرے سامنے جو کچھ بھی پڑھا، اس کا اوپر والا حصہ بھی روشنی ہے، درمیان میں بھی مٹھاس ہے اس کا نیچے جو ترچھٹ رہ جاتا ہے وہ بھی ترچھٹ نہیں ہے، وہ بھی انوار کی لہریں ہیں، جو دلوں کو روشن اور منور کرتی چلی جا رہی ہیں، انہوں نے اس کی جب یہ باتیں سنی تو کہنے لگے کہ اچھا سفیر بنا کے بھیجا ہے جو واپس آئے مرتد ہو گیا ہے، تو یہ قرآن پاک کی عظمت تھی، اس لیے

Marfat.com

قرآن پاک دلوں پر چھا جاتا تھا، تو یہی وہ بات ہے جس کو قرآن پاک کہتا ہے "احکمت آیتہ" اس کی آیات محکم ہیں، الفاظ کے حساب سے محکم ہیں، معانی کے حساب سے محکم ہیں، بیان کے انداز سے محکم ہیں، اپنے مقاصد کی وضاحت کے حساب سے محکم ہیں، اس انداز سے یہ محکم ہے کہ کبھی بھی اس کی محکمیت میں فرق نہیں آئے گا، اب یہ تو وہ بات ہے جو عمومی انداز سے میں کہہ رہا ہوں، ایک اس کا خصوصی انداز ہے، خصوصی انداز یہ ہے کہ محکم ان آیات کو کہا جاتا ہے جن سے اسلامی معاشرہ کے بے شمار مسائل اخذ ہوتے ہیں، وہ آیات محکم آیات ہیں، لیکن میں یہاں وہ مراد نہیں لیتا، اس لیے مراد نہیں لیتا، کہ قرآن پاک کا ہر جملہ ہر فقرہ اپنے انداز سے محکم ہے، اس کی کہیں مثال نہیں ہے، ارشاد فرمایا کہ جو کتاب محکم ہوتی ہے اس میں اختصار کی وجہ سے مشکل پیدا ہو جاتی ہے، آپ ایک لمبے مضمون کو چھوٹی عبارت میں بیان کرنے لگیں تو اس کو سمجھنے میں دقت پیدا ہو جائے گی، تو کیا قرآن میں بھی یہ خامی ہے، جب اختصار اور محکمیت پیدا ہوتی ہے تو اس میں بھی ایسی بات آجاتی ہے کہ جو سمجھ نہ آئے، تو قرآن پاک نے اس کی تردید کر دی، کہ یہ تو بڑی مفصل کتاب ہے، یہ محکم ہوتے ہوئے مفصل ہے، خلاصہ ہوتے ہوئے بھی اس میں جامعیت ہے، اور کیوں نہ ہو کہ یہ دانا کی طرف سے نازل ہوئی ہے، اور کیوں نہ ہو کہ یہ دلوں کی خبر رکھنے والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

وان استغفروا ربکم ثم....وھو علی کل شئی قدیر

دلوں کے مرضوں کا علاج کیا ہے، تو سن لو یہ کتاب یہ پیغام لے کے آئی ہے، کہ اللہ کریم کے بغیر کسی اور کی عبادت نہ کرو، میں تمہارے پاس آیا ہوں خصوصی طور پر دو صفات لے کے پہلی بات یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے نافرمانوں کو ڈراؤں، دوسری بات یہ ہے کہ جو اس راستے پر چل پڑے جو راہ خدا ہے تو انہیں کہوں کہ میں تمہارے لیے بشارتیں لے کے آیا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بارشیں اس دنیا میں بھی اور آخرت کی دنیا میں بھی ان پر برستی رہیں گی، ایک بات یاد رکھو کہ جو آج تک تم نے جرم کیے ہیں اے مکہ والے مشرکو! اپنے رب کریم سے مغفرت طلب کرتے ہوئے توبہ کرو، مغفرت طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو بخش دے، اور توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اس راستے پر چل پڑنا اور دائیں بائیں نہیں ہونا ہے، رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہوتا ہے، دو باتیں ہوئیں۔

...یمتعکم متاعا حسنا...

آگے ارشاد فرمایا پھر تمہیں بڑا ہی شاندار انداز زندگی ملے گا "متاع" اصل میں وہ چیز ہوتی ہے جس سے آپ اس دینا میں فائدہ حاصل کریں تو ارشاد فرمایا کہ یہ بڑا حسین انداز کا فائدہ ہوگا، جو تمہیں دیا جائے گا، لیکن یہ مقررہ عرصے تک ہے، یعنی جب تک تم نے اس ظاہری دنیا میں رہنا ہے، یہاں سے ہمیں ایک بات کا پتہ چلا کہ جب اللہ کریم کی ذات سے رابطہ ہو جاتا ہے،

Marfat.com

اور اس پر ٹھوس عقیدہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اس بندے کو وہ سکون ملتا ہے جو کسی اور انداز زندگی میں ملتا نہیں ہے، اب اس سکون کے ساتھ مادی منافع بھی ضرور ہوتے ہیں چونکہ قرآن پاک نے یہ بات کہی کہ آپ نے اس دنیا میں اپنا حصہ بھولنا نہیں ہے، یہ مادی منافع اس کے ساتھ ہوتے ہیں، مادی منافع تابع ہیں اور آپ متبوع ہیں فرق صرف یہ ہے، کافر منافع کے پیچھے بھاگتا ہے، جبکہ وہ منافع مسلمان کے پیچھے پھر رہے ہوتے ہیں، لیکن اس کا جو اطمینان قلبی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے رابطے کی وجہ سے ہوتا ہے، تو یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذرائع کے طور پر حاصل ہوتی رہتی ہیں، ارشاد فرمایا کہ یہ بات تمہیں ملے گی، یہ دنیا ایک خاص وقت تک تمہارے ساتھ ہوگی، پھر تم نے اس سٹیشن کو چھوڑ کے نکل جانا ہے، لیکن یاد رکھو جو فضیلت میں اور آگے بڑھے گا، اللہ تعالیٰ کا فضل اس پر اور زیادہ ہوتا جائے گا، مطلب یہ ہوا کہ تمہاری زندگی اعمال سے عبارت ہے، تو اعمال کی کثرت ہونی چاہیے، جتنے زیادہ اعمال ہوں گے اتنے ہی زیادہ انعامات ہوں گے، لیکن اگر کوئی منہ موڑ لیتا ہے تو محبوب علیہ السلام کی اپنی زبان سے اللہ کریم نے کہلوایا کہ پھر یاد رکھو کہ مجھے خوف ہے کہ ایک بڑے دن کا عذاب تم پر آ جائے گا، وہ بڑا دن پچاس ہزار سال کا ہونا ہے لہٰذا اس کی بڑائی کو اس انداز سے بیان کیا، اللہ تعالیٰ کے پاس پھر تمہاری واپسی ہوگی، تو کیا اس طریقے سے قیامت قائم ہو جائے گی، کیا یہ ساری دنیا تباہ ہو جائے گی، ایک چھوٹے سے جملے میں ان ساری باتوں کا جواب دیدیا، کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اسی نے اسے بنایا ہے اور وہی اس کو ختم کر دے گا۔

الا انهم يثنون صدورهم.... انه عليم بذات الصدور

سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل میں جو پیچھے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے ان کا ایک عجیب انداز ہوتا تھا، تھے وہ منافق، نیچے جھک جاتے تھے، اس لیے نیچے جھک جاتے تھے کہ وہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہوں سے بچنا چاہتے تھے، کہیں ہمیں دیکھ کے کوئی بات نہ کہہ دیں، اسے عربی میں کہتے ہیں **"یثنون صدورھم"**۔ اپنے سینوں کو دہرا کر لیتے، تا کہ محبوب علیہ السلام کی نگاہوں سے چھپ جائیں، کیا نرالا انداز انہوں نے سوچا ہے، کہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہوں سے چھپتے ہیں، اور اس چھپنے کا انداز کیا ہے کہ جسم کو دہرا کر لو تا کہ ان کی نظر نہ پڑے، اب آپ دیکھیں کہ انسانیت دو حصوں میں بٹی پڑی ہے، ایک وہ ہے جو کہتا ہے کہ ان کی نگاہ مجھ پر پڑ جائے، میری زندگی کی متاع یہی ہے، ایسے لوگوں کے لیے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی زبان اقدس سے ترمذی میں یہ حدیث پاک آتی ہے" کہ آج تو میں تمہارے درمیان بیٹھا ہوں، ایک دور وہ آئے گا کہ اگر ساری کائنات ایک طرف ہو اور ایک بندے کو کہا جائے کہ دو باتیں ہیں چاؤس تیرا ہے، یا ساری کائنات لے لے یا ایک سرسری سی نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام پہ ڈال لے، دونوں میں سے کون سی بات لینی ہے، تو سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سوچے گا نہیں وہ ایک لمحے میں کہے گا کہ مجھے ساری کائنات کی ضرورت نہیں ہے، محبوب علیہ السلام کی ذات پر مجھے ایک نگاہ

Marfat.com

ڈالنے دی جائے، یہ ایک نگاہ کیا ہوگی، یہ سرکار کریم کا اپنا ارشاد پاک ہے، آپ اندازہ لگائیے کہ یہ تو سر کو نیچے کیے بیٹھے ہیں، کہ سرکار کریم ہمیں دیکھیں نہیں، کون نہ دیکھے جن کی نگاہوں کے سامنے کسی شے کا پردہ نہیں ہے، جنہوں نے ارشاد فرمایا **"لایخفی علی رکوعکم ولا سجودکم ولا خضوعکم انی ازی خلفی کما ازی امامی"** ۔ بخاری سے لے کے سب حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث پاک موجود ہے، کہ "جب میں نماز پڑھا رہا ہوتا ہوں، تو نہ تمہارا رکوع مجھ سے چھپا ہوا ہوتا ہے اور نہ تمہارا سجدہ مجھ سے چھپا ہوا ہوتا ہے، اور وہ جو تمہارے دل میں عاجزی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ بھی مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہوتی"۔ اب رکوع اور سجدے کا تعلق تو جسم کے ساتھ ہے، تمہاری دل کی کیفیت بھی مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہوتی اور اسے چھپنا بھی نہیں چاہیے، اس لیے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو صفت آئی ہے وہ یہ ہے کہ **"ویزکیھم"** ۔ وہ دلوں کو پاک کرتے ہیں، اب اگر دل کا یا اس کے وساوس کا علم ہی نہ ہو تو وہ پاک کیسے ہوگا، لہذا پاک ہونے کے لیے غلاموں کے دلوں کے اندر بھٹکنے والی باتیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوتی ہیں، ارشاد فرمایا کہ جب تم میرے پیچھے ہوتے ہو کوئی بات تمہاری مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہوتی، قسم بخدا میں پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے دیکھتا ہوں، یہاں محدثین نے بہت ساری وجوہات ذکر کی ہیں، میں یہ نہیں کہتا جو ان میں سے اکثر حضرات نے کہی ہیں کہ نبی کے سر کے پیچھے بھی آنکھیں ہوتی ہیں جن سے وہ دیکھتا ہے میں نے یہ بات نہیں کہنی ہے، یہ دلوں کی دنیا ہے، اور جب دل کے اندر یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر خدا جانے دل کہاں کہاں پہنچ جاتا ہے، تو جو نبی کا دل ہوتا ہے اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے اس کے لیے نہ ہمارے پاس الفاظ ہیں اور نہ ہم ان حقائق تک پہنچ سکتے ہیں، جو نبی کے دل کی عظمتیں ہوتی ہیں، صحابہ ظاہری انداز کو دیکھتے ہوئے بڑی نرالی بات کہتے ہیں، کہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جب بیٹھتے تو آپ کے دل مبارک سے اس طرح کی آواز آتی تھی جس طرح کی آواز ہنڈیا ابل رہی ہو تو ہمیں آتی ہے، اب جس دل پر یوں انوار ربانی گرر ہے ہوں اس دل کی کیفیت ہمارے پاس الفاظ کے ذریعے کیسے واضح ہو سکتی ہے، یا زبان اور الفاظ کی تنگ دامانی ان عظمتوں کا ساتھ کیسے دے سکتی ہے، اب اس کا طریقہ ایک ہے کہ آپ اپنے دل کو بیدار کر کے اس دل سے منسلک کر دیں، پھر بات بنے گی کہ دل کیا ہوتا ہے اور دل کی کیفیات کیا ہوتی ہیں؟

آگے ارشاد فرمایا کہ انہیں بتا دیا جائے کہ وہ یہاں چھپنا چاہتے ہیں تم کپڑے لپیٹ کے رضائیاں لپیٹ کے جب سو جاتے ہو تو چھپی ہوئی اور ظاہری باتوں کو میرا اللہ کریم جانتا ہے، سینے کے اندر کے بھید اسے معلوم ہیں۔

تکمیل پارہ ۱۱ والحمدللہ رب العلمین

جمعرات ۲۰ رمئی ۲۰۰۴

مفسر: سیدمحمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

کمپوزنگ: حافظ عرفان علی (ایم۔ اے)

Marfat.com

وَمَا مِن دَآبَّةٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزۡقُهَا وَيَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا

کوئی بھی زمین پر چلنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے، وہ اس کی جائے قرار کو بھی جانتا ہے

وَمُسۡتَوۡدَعَهَاۚ كُلّٞ فِي كِتَٰبٖ مُّبِينٖ ۝٦ وَهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ

اور جہاں اسے سونپا جاتا ہے اسے بھی جانتا ہے، سب چیزیں ایک بیان کرنے والی کتاب میں موجود ہیں وہ وہ ذات ہے جس نے پیدا فرمایا

ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٖ وَكَانَ عَرۡشُهُۥ

آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں، اور اس کا تخت

عَلَى ٱلۡمَآءِ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗاۗ وَلَئِن قُلۡتَ

پانی پر تھا، تاکہ تمہاری آزمائش کرے تم میں سے کس کے اعمال اچھے ہیں، اگر محبوب ﷺ آپ فرمائیں

إِنَّكُم مَّبۡعُوثُونَ مِنۢ بَعۡدِ ٱلۡمَوۡتِ لَيَقُولَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ

موت کے بعد تم نے جی اٹھنا ہے تو یقیناً کافر کہیں گے

إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا سِحۡرٞ مُّبِينٞ ۝٧ وَلَئِنۡ أَخَّرۡنَا عَنۡهُمُ ٱلۡعَذَابَ إِلَىٰٓ

کہ یہ تو کھلم کھلا جادو ہے اگر ہم ان سے عذاب موخر کر دیں

أُمَّةٖ مَّعۡدُودَةٖ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحۡبِسُهُۥٓۗ أَلَا يَوۡمَ يَأۡتِيهِمۡ لَيۡسَ

محدود مدت تک تو وہ کہہ اٹھیں گے کہ اسے کس شے نے روک لیا ہے

مَصۡرُوفًا عَنۡهُمۡ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ ۝٨

آگاہ رہو ایک دن اس نے آنا ہے، وہ ان سے الگ نہیں ہوگا، اور انہیں وہی چیز گھیر لے گی جس کا یہ مذاق اڑاتے ہیں

Marfat.com

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ

فرما دیجئے کہ آؤ میں تمہارے سامنے پڑھوں جو تمہارے رب نے تمہارے اوپر چیزیں حرام کی ہیں اللہ کریم کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ،

شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ

اور ماں باپ سے حسن سلوک کرو، اور، نہ قتل کرو اپنی اولاد کو

اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ

بھوک کے خوف سے، ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی فواحش کے قریب بھی نہ جاؤ

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ

خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی، اور مت قتل کرو اس نفس (انسانی جان) کو جسے

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

(مارنا) اللہ نے حرام کیا ہے سوائے حق کے، اس بات کی اللہ تعالیٰ تمہیں وصیت کرتا ہے تاکہ تم سمجھو

قل تعالوا اتل ما حرم ...... لعلکم تعقلون

کچھ مفسرین کو یہ بھول لگی ہے کہ اوپر والی اس آیت میں جس کا نمبر 146 ہے اس میں چار چیزیں حرام کی گئی ہیں، مردار ہو، دم مسفوح ہو یا خنزیر ہو، اور چوتھی وہ جس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے، تو باقی کی ساری کی ساری چیزیں اس آیت کے ذریعے حلال ہوگئی ہیں، جب انہوں نے سارے قرآن پاک کا مطالعہ نہیں کیا اس ایک جز کا مطالعہ کر کے یہ بات کہہ دی تو یہ بات غلط ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ چار باتیں حرام قرار دی گئی ہیں، باقی آیات میں اور چیزیں حرام ہیں، یہ وہ بات ہے جو قرطبی نے یہاں تفصیل سے لکھی ہے، اور تیسری بات جو میں آپ کو یہاں عرض کر رہا ہوں وہ قرطبی میں بھی نہیں ہے، کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا!'' جسے اللہ کریم کا رسول ؐحرام قرار دیدے وہ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ کسی شے کو حرام قرار

وما من دآبۃ فی الارض۔۔۔کل فی کتاب مبین

اور یادرکھو کہ صرف علم تک بات محدود نہیں ہے، اس کائنات میں جو بھی چلنے والا ہے، اسے اللہ کریم رزق عطا فرماتے ہیں، وہ جس نوع سے ہے وہ جس جنس سے ہے، وہ جس وطن سے ہے وہ جس علاقے سے ہے، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھوس پتھر کے اندر جو کیڑا موجود ہے، ظاہری دنیا میں اس کو رزق پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس رزاق کی رزاقیت پر کروڑ دفعہ جان قربان جو اسے وہاں بھی رزق عطا فرماتا ہے، اس کو یہ بھی پتہ ہے کہ وہ کہاں ٹھہرا ہوا ہے، سمندر کی تہہ میں ہے، پہاڑ کے دامن میں ہے، یا پہاڑ کے اندر کسی تہہ میں ہے، یا زمین کی کسی تہہ میں ہے، اللہ کریم سے کوئی شے بھی مخفی نہیں، آپ کو پتہ ہے کہ میں گزشتہ سے پیوستہ لیکچر میں کہہ چکا ہوں، کہ ارسطو نے اپنے جب دماغ سے بات چلائی تو وہ کتنا عاجز ہو گیا، اور کتنی گھٹیا بات علم الٰہی کے بارے میں کہہ گیا، ہمارے بوعلی سینا، حکیم اعظم تاریخ اسلام کا سب سے بڑا فلاسفر وہ بھی یہاں الجھ کے رہ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کو کلیات کا علم تو ہوتا ہے جزیات کا علم نہیں ہوتا، قرآن پاک نے کس لطیف انداز سے بات کی، کہ اس کو غذا دینے کا بھی پتہ ہے، اس کی تربیت کا بھی پتہ ہے، اسے پتہ ہے کہ وہ کہاں ٹھہرا ہوا ہے اور اسے پتہ ہے کہ مرنے کے بعد اس نے قبر کی کہاں جگہ پکڑنی ہے، یہ ساری باتیں اس کے علم میں ہیں، یہ وہ عظمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقائد کی دنیا میں قرآن پاک پیش کرتا ہے، یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ لوح محفوظ میں یہ ساری لکھی پڑی ہیں، اب ایک بات کہہ دوں کہ لوح محفوظ نگاہ رسول ﷺ سے چھپ نہیں سکتی، ہم نے جب اللہ تعالیٰ کے باکمال لوگوں سے سنا انہوں نے بڑی نفیس بات کہی وہ فرماتے ہیں کہ ولی ولایت تک پہنچتا ہی نہیں جب تک اس کی نگاہ لوح محفوظ تک نہ ہو، تو یہ وہ کمالات ہیں جن کے دروازے کھلے پڑے ہیں اور ہمارے اسلاف وہاں تک پہنچے ہیں، انہوں نے وہاں کی باتیں بتائی ہیں، اس کی کیفیات کا ذکر کیا ہے، رحمت عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب لوح محفوظ پر قلم چلتی ہے تو اس کے چلنے کی آواز میں اپنے گھر میں بیٹھا سن رہا ہوتا ہوں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام جب اس راستے پر سے گزرے تو ان پر بھی ایسی وارداتیں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے گزرتی رہیں، اب دور حاضر میں ہماری خرابی یہ ہے کہ مغرب کی دنیا نے مادیت کی یلغار سے ہمیں مادیت پرست بنا دیا ہے، اور روحانی اقدار کو ہم نے اپنے پاؤں کے نیچے مسل کے آگے بڑھنے کی کوشش کی ہے، اقبالؒ اسی مقام سے گزرتے ہوئے بار بار کہتا ہے کہ

مشام تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشاں اس کا
ظن وتخمین سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری

جس کو تو ڈھونڈنے چلا ہے تیری قوت مشام سونگھنے کی قوت تیز ہونی چاہیے، تیز ہوگی تو پھر کیا ہوگا تو ظن وتخمین کی دنیا سے گزر رہا ہے، تو آہوئے تاتار تو ایک استعارہ ہے، ذات ربانی ظن تخمین کی دنیا میں نظر نہیں آیا کرتی، اس تک پہنچنا ہے تو ظن وتخمین کے سمندر کو چیر کے یقین اور ایمان کی دنیا تک پہنچنا ہوگا، اگر پھر وہ نظروں میں نہ آئے تو پھر اقبالؒ پر گلہ کر دینا، ایک اور ہمارے صوفی ہیں، بوعلی قلندر وہ کہتے ہیں کہ بات چھوٹی سی ہے آنکھیں بھی بند کر لے ناک بھی بند کر لے، زبان بھی بند کر لے، کان بھی بند کر لے، ہمہ تن دل کی دنیا کھول کے بیٹھ جا، یہ ظاہری دنیائیں بند کر دے۔ گر نہ بینی نور حق برمن بخند

اگر پھر بھی نور حق نظر نہ آئے تو میرا مذاق اڑانے کی پھر کوشش کرنا، تو یہ وہ بات ہے جو ہمیں راہ خدا پر چلنے والے لوگوں سے ہمیں پتہ چلتی ہے، فرمایا یہ سب چیزیں کتاب مبین میں ہیں

وهو الذی خلق السماوات والارض فی ستة.....

وحاق بهم ماكانوا به يستهزء ون

وہی ذات ہے جس نے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا، دو تین جگہ پر میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ وہاں دن ایک ہزار سال کا ہے تو اس سے مراد چھ ادوار ہیں، جو تدریجی ارتقاء کو چاہتے ہیں، جدید سائنس نے اس بات کی تائید کی ہے۔

اس سے پہلے اس کی حکومت اور تخت پانی پر تھا، جدید سائنس نے بھی یہ بات بتائی، کہ ہزار ہا سال مسلسل زمین پانی کے نیچے رہی، اور وہاں سے نکلنے کے بعد یہ اس قابل ہوئی کہ اس پر انسان آباد ہو سکیں، سب سے پہلے کون سا خطہ پانی سے نکلا تھا وہ غار حرا والی چوٹیاں تھیں، جو سب سے پہلے پانی سے باہر آئی تھیں، تو یہ وہ کیفیت تھی جو آبادی کا روز اول تھا، ارشاد فرمایا اللہ کریم نے تمہیں اس دنیا میں بھیج کے یہ جانچنا ہے کہ تمہارے اعمال کیسے ہیں اور کن لوگوں کے اعمال اچھے ہیں، اس کو ایک اور پیرائے بیان دیتے ہوئے اقبالؒ نے کہا کہ!

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی　　　یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

کہ یہ ایک سفید کاغذ ہے اس سفید کاغذ پر وہی تحریر ہوگی جو اپنے اختیار سے آپ لکھ دیں گے، اللہ کریم نے آپ کے اچھے اعمال کو جانچنا ہے، محبوب آپ انہیں کہہ دیں کہ تم نے موت کے بعد اٹھ کھڑا ہونا ہے تو یہ کافر کہیں گے کہ یہ بھی کوئی جادو بیانی ہے، بھلا مر کے بھی کوئی اٹھا، ایسی بات نہیں ہو سکتی، اگر ایک مخصوص عرصے تک ہم عذاب دور کر دیں تو یہ کا ر بول اٹھتے ہیں کہ یہ عذاب کیوں رک گیا ہے، محبوب آپ انہیں ارشاد فرمادیں کہ جلد بازی نہ کرو، جس دن اس نے آنا ہے اسے پھر آپ لوگ روک نہیں سکیں گے اور آج جو تم یہ مذاق اڑا رہے ہو یہ مذاق تمہیں خود گھیر لے گا۔

☆☆☆☆☆☆

وَلَئِنْ أَذَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَٰهَا مِنْهُ إِنَّهُۥ

اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے نعمت عطا فرمادیں پھر وہ نعمت واپس لے لی جائے،

لَيَـُٔوسٌ كَفُورٌ ﴿٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ

تو وہ بڑا ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے، اگر ہم اسے نعمت عطا کرتے ہیں کسی تکلیف کے بعد

مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ ٱلسَّيِّـَٔاتُ عَنِّىٓ ۚ إِنَّهُۥ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ﴿١٠﴾

جو اسے آلیتی ہے، وہ کہتا ہے میرے گناہ ختم ہو گئے ہیں پھر وہ بڑا خوش ہوتا ہے اور فخر کرتا ہے

إِلَّا ٱلَّذِينَ صَبَرُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ

مگر وہ لوگ جو صابر ہیں اور نیک اعمال والے ہیں، ان کے لیے مغفرت بھی ہے

وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١١﴾ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ

اور بہت بڑا اجر بھی ہے تو کیا آپ وحی کا کچھ حصہ چھوڑ دیں گے

وَضَآئِقٌۢ بِهِۦ صَدْرُكَ أَن يَقُولُوا۟ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ أَوْ جَآءَ

اور اس سے دل تنگ پڑ جائیں گے، اگر وہ یہ بات کہیں کہ اس کے ساتھ خزانہ کیوں نہ نازل ہوا یا کیوں نہ آیا

مَعَهُۥ مَلَكٌ ۚ إِنَّمَآ أَنتَ نَذِيرٌ ۚ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٢﴾

اس کے ساتھ کوئی فرشتہ، محبوب آپ اللہ کریم کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کارساز ہے

أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِۦ مُفْتَرَيَٰتٍ

کیا وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے افتراء کیا ہے یا گھڑ لیا ہے، فرمادیجئے تم ایسی ہی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ

وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٣﴾

، اور جسے چاہو بلا لو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے اگر تم سچے ہو

ولئن اذقنا الانسان رحمة.....لھم مغفرة و اجر کبیر

آگے دو انسانی مناظر ہیں جو قرآن پاک نے بیان کیے ہیں، انسان کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ عطیہ ملتا ہے اور پھر وہ ختم ہو جاتا ہے، صحت ملی تھی ختم ہو گئی، دنیوی مال ملا تھا ختم ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے جاہ جلال عطا فرمایا تھا وہ جاتا رہا، تو پھر یہ اس کی فطرت ہے، کہ بے حد مایوس ہو جاتا ہے، اور پھر یہ نہیں سوچتا کہ ساٹھ سالوں سے پہلے پچاس سال جو گزرے ہیں وہ کس ناز و نعمت سے گزرے ہیں، تو آج اگر اسی ناز و نعمت دینے والے نے زندگی کا ایک اور ورق پلٹ دیا ہے، اور آزمائش کی دنیا سے گزار رہا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ شکریہ ادا کرے اور صبر کرے، بے حد ناشکرا ہو جاتا ہے، اور ویسے کیفیت بھی ہوتی ہے عام انسانیت کی کہ وہ زندگی کا جو ایک انداز متعین کر چکا ہوتا ہے اس انداز کو نہیں پاتا تو عجیب قسم کے اللہ تعالیٰ سے شکوے کرنا شروع کر دیتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کوئی بے حد احسانات کیے ہوئے تھے اور وہ احسانات کا دفتر کھول کے بیٹھ گیا ہے، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا یہ انداز بہتر نہیں، لیکن اگر دوسری کیفیت ہے کہ کچھ دن مشکلات کے تھے پھر دفعتاً نعمتوں کی بارش ہوئی تو پھر بھی شکریہ ادا نہیں کرتا، عبادت میں اضافہ نہیں کرتا، پھر چھلانگیں مارتا پھر رہا ہے کہ ہمارے گناہ ختم ہو گئے ہیں اور آج سے ہم تو معصوم بن گئے ہیں، بڑا خوش ہوتا ہے اتراتا ہے، تو یہ دونوں انداز غلط ہیں۔

ارشاد فرمایا تیسرا گروہ وہ ہے جو مشکلات پر صبر کرتا ہے، عبادت پر بھی صبر کرتا ہے، اکتاتا نہیں، جو زندگی کا انداز اپنایا ہے اس میں اضافہ کرتا جاتا ہے کمی نہیں کرتا، اعمال صالح دن بدن بڑھاتا چلا جاتا ہے، یہ تیسرا گروہ معیاری اور انسانی عظمتوں والا گروہ ہے، ان کے لیے بخشش بھی ہے اور اجر عظیم بھی ہے۔

فلعلک تارک بعض ما یوحیٰ الیک.....واللہ علیٰ کل شئی قدیر

اب وہ بار بار آکے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ جو آپ پر کتاب نازل ہوئی ہے، اس میں تھوڑی سی نرمی کریں، اور وہ نرمی یہ ہے کہ ہمارے بتوں کے خلاف جو فقرے آگئے ہیں انہیں کاٹ دیا جائے، ہمارے دلوں کو پرچانے کے لیے کچھ ہماری باتیں بھی اس میں درج ہو جائیں، تو پھر مصالحت ہو سکتی ہے۔ یہ وہ خالص سیاسی انداز ہے، جس طرح وہ سیاستدان ٹیبل پر گفتگو کرنے بیٹھتے ہیں تو ان کا نظریہ ہوتا ہے کہ کچھ لو اور کچھ دو، انہوں نے انبیاء علیہ السلام کو بھی کچھ لو اور کچھ دو کے مقام پر لا کھڑا کیا تو اے محبوبؐ اگر آپ اس طرح کی کوئی بات کر دیں تو بات بن سکتی ہے، تو اللہ کریم نے فرمایا کہ محبوبؐ اگر آپ کے دل میں تنگی آتی ہے ان کی باتیں سن کے تو کیا اس سے وحی کا کچھ حصہ چھوڑا جا سکتا ہے، یہ بات تو نہیں ہے، ان کا پھر یہ خیال ہوتا تھا کہ بات اتنی ساری ہے کہ اگر ان کے پاس بہت سارا خزانہ ہوتا تو ہم ان کے پاس آ جاتے، ان کے پاس خزانہ تو نہیں ہے اور ان کے پاس جو آتے ہیں وہ بھی فقیر ہیں، تو ہم ان کے پاس جا کے کیا کریں گے، یہ خالص دنیوی سوچ ہے، اگر چلو پیسے نہیں مل رہے تھے

Marfat.com

تو ایک اور بات تو ہو جانی چاہیے تھے، کہ ان کے ساتھ کوئی فرشتہ لگا ہوا ہوتا جب بھی ہم ان کے پاس جاتے تو وہ فرشتہ ہم سے بات کرتا، اور پھر ہم مان لیتے کہ ٹھیک ہے جی کہ ہماری اور ان کی فطرت میں بڑا سارا فرق ہے لہٰذا ان کی بات مان لی جائے، تو ارشاد فرمایا اے محبوب آپ انہیں کہہ دیں کہ آپ صرف انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لیے آئے ہیں، ساری باتوں کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، جس طرح وہ چاہیے گا اس طرح وہ کرے گا۔

ام یقولون افترٰیہ قل فاتوا بعشر.....ان کنتم صادقین

یہ، یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے یہ قرآن پاک گھڑ لیا ہے، سرکار کریمؐ پر مختلف الزامات تھے، قرآن پاک کے بارے میں چار پانچ باتیں تھیں، جو مختلف مقامات پر آتی ہیں، وہ کہتے تھے کہ یہ ان کا خود ساختہ کلام ہے اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے، اس سے آگے بڑھتے تو کہتے کہ سلمان فارسیؓ نے یہ لکھایا ہے، یہ ان کی اپنی ذہنی عظمت کی نشانی نہیں ہے، آگے بڑھتے تو کہتے کہ یہ جنون کی کیفیت ہے جو ان پر طاری ہوتی ہے تو کہہ دیتے ہیں، طفل تسلی کے لیے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں، تو قرآن پاک نے ان ساری باتوں کی تردید کی ہے، اور للکار کا انداز یہ ہے کہ جتنی تم باتیں کرتے ہو ان کا تعلق دنیا کے علوم سے ہے، اگر یہی بات ہے تو تم بھی گھڑ لو دس سورتیں، اور قرآن پاک کے مقابلے میں لے آؤ، اور پھر یہ نہیں کہ کوئی ایک گھڑ لو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے جہاں تک بھی جا سکتے ہو، اپنے امدادیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

مکہ کے لوگوں نے ایک دفعہ شعراء کو بلایا تھا کہ پانچ چھ مہینے ہم ایک جگہ مل کے بیٹھتے ہیں اور اس کا جواب لکھ لیں گے، یہ عاجز آ جائیں گے، آگے وہ آیت آ رہی ہے حضرت نوح علیہ السلام کے واقع میں، جب وہ ساری کوششیں کر کے اپنی طرف سے تیاری کر بیٹھے کہ میں اس موضوع پر لکھوں گا میں فلاں موضوع پر لکھوں گا، ایک مقام سے گزرے تو ایک سادہ سا صحابی بڑے پیارے انداز سے یہی سورۃ ھود پڑھ رہا تھا، ابھی وہ آگے آیت مقدسہ آ رہی ہے، جو اس بارے میں ہے کہ پھر بارش کس طریقے سے رکی جناب نوح علیہ السلام کے دور میں، جب وہ آیت اس بندے نے تلاوت کی تو انہوں نے کہا کہ جو آپ نے لکھا ہے وہ اس بندے کی نظر کرو، اس ایک آیت کا جواب بلاغت کے حساب سے ہمارے پاس نہیں ہے بس کرو۔

عباسیوں کے دور میں ایک فتنہ ارتداد چلا تھا، ایک تو اس دور میں فلسفے اور منطق کا اثر تھا کہ کچھ کتابوں کو عربی میں ٹرانسلیٹ کر دیا گیا تھا، یہ ہمارا تاریخی علمی المیہ ہے کہ تیسری صدی ہجری میں یہی آیات بچے نے پڑھیں باپ نے واپس آ کے اپنے سٹینو کو بلایا، کہنے لگا کہ آج تک میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ لے آؤ، وہ لے آیا، پڑھ کے مجھے سناؤ، جب پڑھ کے سنایا تو کہنے لگا کہ جاؤ اور پانی لے آؤ، جب وہ پانی لے آیا تو اسے کہا کہ اسے پانی کے اندر پھینک دو، یار اس ایک آیت کا جواب قیامت تک مجھ سے نہیں بن سکتا، تو میں قرآن پاک کا کیسے جواب لکھوں گا، تو قرآن پاک کی للکار کو مختلف انداز سے معطل کرنے کے لیے تاریخ

Marfat.com

میں بے شمار کوششیں ہوئیں، لیکن اس کا جو وہ محکمانہ انداز تھا اب جس کے بارے میں میں نے اشارہ کیا ہے وہ نہ تو کسی کتاب کو مل سکا اور نہ کسی قلم کی نوک پر وہ بات آسکی، لہذا قرآن پاک جس طرح نزول کے وقت بے مثل تھا اسی طرح ابن مقفع کے دور میں بے مثل تھا، اسی طرح موزے تنگ کے دور میں بے مثل تھا، اور اسی طرح آنے والے ادوار میں بے مثل رہے گا، البتہ ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اسے ہر دور میں ایسے ترجمان ملتے رہیں جو اس کی عظمت کو ہر عظمت پر غالب کرتے چلے جائیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ

اگر تمہاری اس دعوت کا وہ جواب نہ دے سکیں، مسلمانوں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق کتاب اتری ہے اس کے بغیر کوئی

إِلَّا هُوَ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿۱۴﴾ مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ

معبود نہیں، کیا تم یہ حکم مان لو گے۔ جو چاہتا ہے دنیا

الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿۱۵﴾

کی زندگی اور زیبائش کو تو اسے اسی دنیا میں اس کے اعمال پورے پورے دے دیے جاتے ہیں، کوئی کمی نہیں کی جاتی

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ

لیکن ایسے لوگوں کو آخرت میں آگ کے بغیر اور کوئی حصہ نہیں، اور برباد ہو جائے گا

مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ أَفَمَن كَانَ

جو کچھ اس دنیا میں انہوں نے کیا ہے، اور ان کے اعمال بھی ختم ہو جائیں گے کیا وہ جو

عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ

اپنے رب کریم کی طرف سے ایک واضح اور صاف دلیل پر ہو اور اس کے ساتھ ایک گواہ بھی ہو، اس سے پہلے کتاب

مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ

موسیٰ علیہ السلام کی بھی آچکی ہو، جو امام اور رحمت ہے، تو یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں

مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ

اور جو بھی ان گروہوں میں سے انکار کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اے مخاطب تجھے کسی شک میں نہیں ہونا چاہیے یہ

Marfat.com

مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾

تیرے رب کریم کی طرف سے حق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لایا کرتے

فا لم يستجيبوا لكم فاعلموا انما انزل......و باطل ما كانوا يعملون

ارشاد فرمایا کہ اگر سچے ہو تو لے آؤ، اگر وہ جواب نہ دے سکیں، تو آپ مسلمانوں کو بتا دیجئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق نازل ہوا ہے اور اس کے بغیر کوئی معبود نہیں، کافرو کیا تم اب بھی اس بات کو مان سکتے ہو کہ نہیں، جو دنیوی زندگی اور زیبائش چاہتا ہے، تو اسی دنیا میں اس کے اعمال کا معاوضہ بلا کم و کاست دے دیا جاتا ہے، یہ تو ایک حسین پیرائیہ بیان ہے، ورنہ جو اللہ کریم نے انعامات کیے ہیں، اس کے کسی ایک انعام کے مقابلے میں بھی ہمارے اعمال مقابلہ کرتے ہوئے پورے نہیں اتر سکتے، حدیث پاک میں ایک بڑا نفیس واقعہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ!

''اسرائیلیوں میں سے ایک آدمی جوں ہی ہوش سنبھالی تو نکل کھڑا ہوا، سمندر کے اندر ایک چٹان نکلی ہوئی تھی اس پر بیٹھ کر ساری زندگی اس نے گزار دی، پتے کھالیتا تھا، سبزہ کھالیتا تھا، بلا غذا ساری زندگی اس نے وہاں گزاری، مرنے کے بعد جب اسے اللہ کریم کی سرکار میں پیش کیا گیا تو اللہ کریم نے اس سے سوال کیا کہ کیا میں تجھے اپنے فضل سے بخش دوں، یا تیرے اعمال کی وجہ سے بخشوں، اس نے کہا کہ مجھے میرے اعمال کی وجہ سے بخشا جائے، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ ترازو رکھو، اس کے اعمال ایک طرف رکھو اور جو میں نے اسے بینائی دی تھی اسے دوسری طرف رکھو، ایک بینائی اس کی زندگی کے سارے اعمال پر غالب آ گئی، اللہ کریم نے فرمایا کہ چونکہ اس نے انصاف مانگا ہے اس لیے اسے اٹھا کے جہنم میں پھینک دو، چیخنے لگا اے اللہ مجھے بخش دے اپنے فضل سے بخش دے میرے اعمال سے نہ بخش''۔

میرے بھائیو عزیزو، بہنو اور بچیو! اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہاتھ نہیں پکڑے گا تو ہمارے اعمال ہیں کیا؟ چوبیس گھنٹے میں اگر ہم پانچ نمازیں پڑھیں تو وہ ایک گھنٹہ بنتی ہیں، اس کا مطلب ہے کہ تیئس (23) گھنٹے تو ہم غفلت میں ڈوبے رہے، اگر یہی بات ہے تو تیئس گھنٹے غالب آئیں گے یا ایک گھنٹہ غالب آئے گا، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا مانگ رہے ہیں کہ " اللهم انی اسئلک من فضلک و رحمتک "۔''اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل اور رحمت مانگتا ہوں''۔ صحابہ کرام نے کہا کہ سرکار آپ تو معصوم ہیں، امام الانبیاء ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت

کی مجھے ضرورت ہے، تمہاری بخشش کا بندوبست تو میں نے کرانا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کی ضرورت تو مجھے زیادہ ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جو دنیوی زندگی چاہتا ہے اور اسی میں کھو جاتا ہے تو آخرت میں اس کا ٹھکانہ آگ ہی ہے، جو بھی یہاں اعمال کیے ہیں چونکہ ان میں روحانیت نہیں تھی، صرف مادیت کی حد تک وہ اعمال تھے، وہ تو باطل ہو جائیں گے، جب اس کے اعمال باطل ہو جائیں گے تو پھر وہاں وہ خالی ہاتھ ہی پہنچے گا۔

افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ..... ولکن اکثر الناس لا یومنون

محبوبؐ انہیں فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے واضح دلیل بیان کر رکھی ہے، میں سمجھتا ہوں یہاں واضح دلیل سے مراد وہ عقل ہے جو سیدھے راستے پر چلنا جانتی ہے، اور یہ واضح دلیل اللہ کریم نے ہر انسان کو عطا کی ہے، اور اس کے ساتھ اسے گواہ بھی ملا ہو، گواہ سے مراد سرکار کریم لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس بھی ہے، قرآن پاک بھی ہے، جناب جبرائیل بھی ہیں، مختلف مفسرین نے وضاحت کی ہے، لیکن ہمارا براہ راست رابطہ سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک سے ہے، اگر ابھی وہ اسلام میں داخل نہیں ہوا تو اس سے پہلے ایک کتاب اور بھی گزر چکی ہے، جو کتاب موسیٰ کہلاتی ہے وہ امام اور رحمت ہے، تو یہ لوگ ان سب پر ایمان لاتے ہیں، جو گروہ ان کتابوں کو چھوڑ کے کسی اور طرف جاتے ہیں تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

آگے ارشاد ربانی ہے کہ اے مخاطب تجھے شک نہیں ہونا چاہیے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے، جو قرآن پاک کی شکل میں تیرے پاس ہے، اکثر لوگ ایمان کی طرف نہیں آتے۔

☆☆☆☆☆

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ

اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے، یہ جو رب کریم کے سامنے پیش کیے جائیں گے

عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ

اور گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تکذیب کی تھی رب کریم کی۔

رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿۱۸﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ

ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں

عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿۱۹﴾

اور چاہتے ہیں راستہ ٹیڑھا ہو جائے، اور آخرت کے بھی وہ منکر ہیں

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن

وہ اللہ تعالیٰ کو اس زمین میں تھکا نہیں سکتے، اور ان کا حمایتی بھی کوئی نہیں ہے

دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ

اللہ تعالیٰ کے بغیر انہیں دگنا عذاب ہوگا، وہ استطاعت نہیں رکھتے تھے

السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿۲۰﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

سننے کی اور نہ وہ دیکھتے تھے (حق کو) وہ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈال دیا

أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ

اپنی جانوں کو اور ان سے کھو گیا جو وہ افتراء باندھتے تھے (اللہ پر) اس میں شک نہیں کہ وہی ہیں

فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿۲۲﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

جو آخرت میں نقصان اٹھائیں گے
جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے

Marfat.com

دیدے''۔تو اب یہاں تین چیزیں ہمارے سامنے آئیں ،ایک اس آیت کی حرام شدہ چیزیں اور دوسری وہ جو قرآن پاک نے دوسرے مقامات پر حرام قرار دیدی ہیں،تیسری وہ جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام قرار دیدی ہیں۔

اب یہاں ان آیات کا ذکر ہے جو اللہ کریم نے ناجائز قرار دیدی ہیں،ان آیات میں بے شمار احکام آ گئے ہیں،پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا ہے،دوسری بات یہ کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے چونکہ وہ معاشرے کی بنیاد ہیں،تیسری بات یہ ہے بھوک کے خوف سے اپنی بچوں کو ماردو ایسا مت کرو،اس لیے کہ تمہارا اور ان کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے تمہارے ذمہ نہیں ہے، بے حیائی کی باتوں کے قریب نہ جاؤ، ہروہ بات جو ناپسندیدہ ہے وہ فواحش میں آجاتی ہے، نہ ان بری باتوں کو ظاہری طور پر کرنا ہے نہ چھپ کے کرنا ہے،کسی جان کو مارنا حرام ہے،اللہ کریم تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہے تا کہ تم سمجھو۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

نیک اور اپنے رب کی طرف مائل ہوئے وہی لوگ ہیں جنتی

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، دو گروہوں کی مثال، دونوں گروہوں کی مثال اندھے

وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

بہرے اور بالکل مقابل دیکھنے اور سننے والے کی ہے، کیا یہ مثال میں برابر ہوسکتے ہیں، کیا وہ نصیحت حاصل نہیں کرتے

ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا.....و ھم بالآخرۃ ھم کافرون

جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتا ہے، وہ تو بہت بڑا ظالم ہے، جب یہ رب کریم کے سامنے پیش ہوں گے، گواہ کہیں گے، وہ گواہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے نبی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اے رب تجھے جھٹلا دیا تھا، تو وہاں پھر یہ اعلان ہوگا کہ ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے، جو راہ خدا سے روکتے ہیں اور ان کی خواہش یہ ہوتی ہے، خود نہیں بدلتے، خواہش یہ ہوتی ہے کہ جس طرح ہم چلتے جائیں راستہ بھی اللہ تعالیٰ کا اسی طرف مڑتا چلا جائے، یہ معنی ہے "ویبغونھا عوجا" کا، کہ راہ خدا بھی ٹیڑھا ہو جائے کیونکہ ہم ٹیڑھے ہیں، چونکہ سیدھے راستے سے ہم گزر نہیں سکتے، اسے ٹیڑھا ہو جانا چاہیے، پھر آخرت کا وہ انکار کرتے ہیں، آج آخرت اپنی جبروت اور تمام رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے۔

اولئک لم یکونوا معجزین... وفی الآخرۃ ھم الاخسرون

کیا یہ اللہ تعالیٰ کو اس زمین میں عاجز کر سکتے تھے، تھکا سکتے تھے، جب کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کے ساتھ اور کوئی حمایتی بھی موجود نہیں ہے، ایسے لوگوں کے لیے دوگنا عذاب ہوگا، یہ ایسے لوگ تھے کہ کان رکھتے ہوئے بھی کان استعمال نہیں کر سکتے تھے، آنکھیں رکھتے ہوئے انہوں نے اپنے آپ کو نابینا بنا رکھا تھا، یہ اپنی جانوں کو خسارے میں مبتلا کر چکے ہیں، آج وہ سارے افتراء انہیں چھوڑ کے نکل گئے ہیں، تو آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ ایسے ہی لوگوں کو ہوگا۔

Marfat.com

ان الذین امنوا و عملوا الصلحات... وھم فیھا خالدون

جو ایمان والے ہیں، اور ایمان کے ساتھ ان کے پاس عمل صالح بھی ہے، اور جو رب کریم کے سامنے بے حد عاجزی سے کام لیتے ہیں یہ جنتی لوگ ہیں اور یہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے، اس عاجزی کا ذکر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی مواقع کے اندر ارشاد فرمایا، ایک بات جو آپ کے گوش گزار کرنی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں عاجزی کو شعار بنا لینا چاہیے، گفتگو میں نرمی، معاملات میں گرمی نہ ہو وہاں بھی نرم مزاجی ہو، تربیت میں نرمی، جب یہ چیزیں مل جاتی ہیں تو زندگی باغ و بہار بن جایا کرتی ہے، سرکار کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنتی لوگ وہ ہیں کہ وہ بات کرتے ہیں تو ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ ان کی باتیں کاٹ دیتے ہیں یعنی ان پر توجہ ہی کوئی نہیں دیتا، کسی کے دروازے پر جاتے ہیں تو ان کے لیے بیٹھک کے دروازے نہیں کھلتے، اور ان کے لیے کوئی ایسی بات نہیں کرتا کہ انہیں کوئی اہمیت دی جائے، اس انداز سے وہ زندگی گزار دیتے ہیں، یہ بالکل عوامی اور سادہ زندگی ہوگی، فرمایا آخرت انہی لوگوں کے لیے ہے، جنتوں میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔

مثل الفریقین کالاعمی والاصم....افلاتذکرون

اب فریق دو ہیں، ایک طرف والا جو ہے وہ نابینا بھی ہے اور بہرا بھی ہے، مقابل والا دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے، تو کیا یہ دونوں برابر ہیں، ارشاد ہوا برابر نہیں ہیں، اس پر غور تو کرلو کہ بہرا اور نابینا اُس کے برابر ہوسکتا ہے جو دیکھتا ہو اور سنتا بھی ہو، یہ برابر نہیں ہیں، اور جب ایک بندہ یہ پڑھ کے کہہ دے کہ میں اور نبی برابر ہیں تو مجھے اس پر بڑا ترس آتا ہے کہ بیچارے غریب کی اس سوچ پر کہ کتنی گھٹیا ہے اس کی سوچ، بینا اور نابینا بڑا تھوڑا فاصلہ ہے، نبی میں اور آپ میں جو بُعد ہے اللہ تعالیٰ کے قرب کے حساب سے وہ بے حد لمبا بُعد ہے، ارشاد فرمایا اب واقعات شروع ہوئے پہلے دور کو ع آگئے ہیں جو عقائد تھے، توحید، رسالت اور قیامت کو قرآن پاک نے بڑی تفصیل سے بیان کر دیا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾

ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہیں کھلا ڈر سنانے آیا ہوں

أَن لَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾

کہ تم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے خوف ہے کہ تم پر دردناک عذاب ایک دن آ جائے گا

فَقَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَوْمِهِۦ مَا نَرَىٰكَ إِلَّا بَشَرًا

ان سرداروں نے کہا جو اس کی قوم سے کافر تھے کہ تو ہماری طرح کا ایک انسان ہے

مِّثْلَنَا وَمَا نَرَىٰكَ ٱتَّبَعَكَ إِلَّا ٱلَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِىَ

اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے پیروکار صرف وہ لوگ ہیں جو ظاہری نظر میں ہمارے گھٹیا لوگ ہیں

ٱلرَّأْىِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَٰذِبِينَ ﴿٢٧﴾

ہم تمہاری اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے، بلکہ ہمارا خیال ہے کہ تم سب جھوٹے ہو

قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَءَاتَىٰنِى رَحْمَةً

انہوں نے فرمایا میری قوم دیکھو تو سہی اگر میں صاف راستے پر ہوں اپنے رب کریم کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے مجھے خصوصی نعمت عطا فرمادی ہو

مِّنْ عِندِهِۦ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَٰرِهُونَ ﴿٢٨﴾

اور تم اسے دیکھ نہ سکتے ہو (اور وہ تم پر مخفی رہ جائے، تو کیا ہم جبراً وہ تم پر مسلط کر دیں گے) جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو

وَيَٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ ۚ وَمَآ

اے قوم میں اس پر تم سے مال نہیں مانگتا، میرا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اور نہ ہی

أَنَا۠ بِطَارِدِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ۚ إِنَّهُم مُّلَٰقُوا۟ رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّىٓ أَرَىٰكُمْ

میں دور کرنے والا ہوں ایمان والے لوگوں کو، وہ اپنے رب کریم سے ملنے والے ہیں، میں تمہیں پاتا ہوں

Marfat.com

قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِي مِنَ اللّٰهِ إِنْ طَرَدْتُّهُمْ

جاہلوں کی قوم اے میری قوم کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے اگر میں انہیں اپنے پاس سے اٹھادوں

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ

کیا تم نصیحت حاصل نہیں کر سکتے، میں تمہیں نہیں کہتا ہے میرے پاس اللہ تعالیٰ کے مخفی طور پر خزانے ہیں، یا میں

أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَّلَآ أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِيٓ

اپنے آپ غیب جانتا ہوں، اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، اور نہ ہی میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے لیے جنہیں حقیر اور ذلیل سمجھتی

أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ إِنِّيٓ إِذًا

ہیں تمہاری آنکھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں خیر عطا نہیں فرمائے گا، اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو ان کے جی میں ہے، اگر میں ایسا کروں گا تو

لَّمِنَ الظّٰلِمِينَ ﴿۳۱﴾

یہ زیادتی کی بات ہوگی

ولقد ارسلنا نوحا الیٰ قومه......بل نظنکم کذبین

ارشاد فرمایا نوح علیہ السلام بھی اپنی قوم کے پاس آئے تھے، انہوں نے بھی کہا تھا کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں، یہ فقرہ مشترک ہے، سب انبیاء میں پورے قرآن پاک میں، اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو، فرمایئے یہی بات سرکار کریمؐ نے بھی کہی تھی، یہی بات سیدنا نوح علیہ السلام بھی فرمار ہے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ ایک دن آئے گا، اور وہ بڑا دردناک دن ہوگا، سرکار کریمؐ نے فرمایا وہ دن بڑا السبادن ہوگا، انہوں نے فرمایا وہ بڑا دردناک دن ہوگا، ان کی قوم کے سردار بولے، بات اتنی ساری ہے کہ تو بھی ہمارے جیسا بشر ہے، جیسے ہم بشر ہیں ایسا تو بھی بشر ہے، اور تیرے ساتھی وہ ہیں جو ظاہری نگاہ ڈالیں جلدی بندہ دیکھ لیتا ہے کہ یہ بڑے گھٹیا لوگ ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ اوپر والا جو طبقہ ہے ان کی ہر دور میں ایسی ہی سوچ ہوتی ہے، یہی بات نوح علیہ السلام کے دور کے درباری کہہ رہے ہیں، اور یہی اس دور تک درباریوں کے جو مخصوص فقرے ہیں وہ بالکل اسی انداز کے ہوتے ہیں، فلاں تو بھائی بڑا گھٹیا آدمی ہے، کیوں یہ گھٹیا آدمی ہے؟ جی جو میں سوچتا ہوں میری ان سوچوں میں وہ میرا ساتھ نہیں دیتا، انہوں نے کہا ایک تو تو ہمارے جیسا عام آدمی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ تیرے جو ساتھی ہیں ان پر جونہی نظر ڈالیں تو پتہ چلتا

Marfat.com

ہے کہ یہ بڑے گھٹیا لوگ ہیں، تیسری بات یہ ہے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وحی نازل ہونی تھی تو قصر صدارت پر نازل ہوتی، وحی کو نازل ہونا تھا تو وزیر اعظم ہاؤس کو تلاش کرتی، وہاں سے نکلی تھی کسی گورنر کے گھر جاتی کسی کمشنر کے دروازے پر دستک ہوتی، ہم سب کو چھوڑ کے وحی جا پہنچی ہے نوح علیہ السلام کے پاس، جن کے پاس شام کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا، اس کے ساتھیوں کے پاس جا پہنچی ہے جو معاشرے میں سب سے پست لوگ ہیں، تو یہ تھا وہ اعتراض جو انہوں نے کیا، آخری فیصلہ کن چوتھی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں تو خیال یہ ہے کہ تم جھوٹے لوگ ہو۔

قال یقوم ارء یتم ان کنت علیٰ بینة....افلا تذکرون

جناب نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فرماؤ کہ جب رب کریم نے مجھے دلیل دے کے بھیجا ہے اور خصوصی رحمت سے مجھے نوازا ہے تو یہ تمہارا اقتدار یہ تمہارے پیسے یہ تمہارے ہاؤسز کیا اس کے سامنے ان کی کوئی قدر و قیمت بھی ہے، اور پھر اب چیزوں کو تمہارے آنکھیں نہ دیکھ سکتی ہوں تو کیا میں جبراً پھر تم پر ٹھونس سکتا ہوں۔ جب تمہیں یہ باتیں ناپسند ہوں ایک بات تم مجھے بتاؤ کہ تم جو کام بھی کرتے ہو اس کے پیچھے مالی منفعت ہوتی ہے، کیا پیغام خدا دینے میں مجھے بھی کوئی مالی منفعت ہے، ہر نبی نے یہ بات کہی ہے، کہ مالی منفعت کے لیے یہ بات نہیں ہوگی، میرا اجر میرے رب کریم نے دینا ہے، اب میرے پاس تھرڈ کلاس لوگ ہیں، یہ گھٹیا قسم کے لوگ ہیں تو یاد رکھو اور کان کھول کے سن لو یہ دلوں میں ایمان کی دولت بھر کے بیٹھے ہیں، میں انہیں اپنے پاس سے اٹھا نہیں سکتا، نوح علیہ السلام نے فرمایا انہیں میں اپنے پاس اٹھا نہیں سکتا، تو محبوب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن پاک نے فرمایا، محبوب یہ غریب جو آپ کے پاس بیٹھے ہیں ان سے آنکھ اٹھا کے کسی اور پر ڈالیں ہی نہیں، یہ ہے وہ انداز جو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا، اور میں بسا اوقات کہا کرتا ہوں کہ اے اللہ تیرے محبوب کی نگاہ ہم سے ہٹے نہیں، اگر تیرے محبوب کی نگاہ ہم سے ہٹ گئی تو بالکل یقیناً ہمارا ایمان مشتبہ ہو جائے گا، اس لیے کہ ہمارے ایمان پر کوئی گواہ نہیں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کے بغیر۔ جناب نوح نے فرمایا کہ میں انہیں اپنے پاس سے نہیں اٹھا سکتا اس لیے کہ رب کریم کو ملنے والے ہیں، اور تم اللہ تعالیٰ سے بے خبر لوگ ہو، یہاں جاہل سے مراد یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتے، ارشاد فرمایا یہ باغ ہے جو میرے اردگرد پھول کھلے ہوئے ہیں کتنی پیاری بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرما دی ہے حضرت نوح علیہ السلام کے حوالے سے، کہ یہ اردگرد تو حسن وخوبی کا باغ ہے جو کھلا ہوا ہے، کیا اسے میں اٹھا کے کانٹوں میں جا بیٹھوں، تم تو کانٹے ہو راہ انسانیت کے، ایسا نہیں ہو سکتا، اگر میں انہیں اپنے پاس سے اٹھا دوں تو مجھے رب کریم سے چھڑائے گا کون؟ کتنا پیارا فقرہ ہے ان ایمان والوں کے لیے، کہ نبی کہہ رہا ہے اگر میں ان غریبوں کو اپنے پاس سے اٹھا دوں جن کے دل میں خدا بستا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے مجھے چھڑائے گا کون؟ کیا تم میں عقل وشعور نہیں ہے؟

ولا اقول عندی خزائن اللہ.... انی اذا لمن الظالمین

رہی یہ بات کہ تمہارے پاس پیسے ہیں اور میرے پاس پیسے نہیں ہیں، میرے پاس خزانے نہیں ہیں، نہ میں اپنی طرف سے غیب کو جانتا ہوں، اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، اور نہ میں یہ بات کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تمہاری نگاہیں گھٹیا سمجھ رہی ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازے کھول کے خیر و دولت عطا نہیں فرمائیں گے یہ باتیں بالکل میں نہیں کہتا، اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے جو ان درویشوں اور فقیروں کے دلوں میں ہے، اگر میں یہ بات کروں تو یہ ظلم اور زیادتی کی بات ہوگی، اب یہاں اس پر ایک دفعہ پھر غور فرمائیں، کہ نظریہء زندگی کیا ہے، کہ کائنات کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، تمہیں پیسے کی شکل میں دی ہیں اور ہمیں وحی کی شکل میں دی ہیں، ان خزانوں کا الگ الگ انداز ہے، جو میرے پاس ہے وہ تمہارے پاس نہیں ہے، جو تمہارے پاس ہے وہ ہاتھوں کی میل ہے، وہ ڈھلتی چھاؤں ہے آج ہے تو کل نہیں ہے، تو کیا جس نے دائما رہنا ہے وہ افضل ہے یا جو آج ہے اور کل نہیں ہے اور جس کی وجہ سے ہر وقت چوروں کا دھڑکا لگا رہتا ہے اور ہر سونے والا سمجھتا ہے کہ پیسے تو گھر پڑے ہیں یا نہیں بھی پڑے تو انہیں خیال ہے کہ بڑے گھروں میں رہ رہے ہیں اور رات کو وہ آئے منہ لپیٹا ہوا اور کہہ دے اچانک ہینڈز اپ تو کیا بتایئے تمہیں اس پر ناز ہے، میرے پاس جو ہے اسے نہ چور لے جاسکتا ہے نہ کوئی ڈاکو لے جاسکتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا اصل خزانہ ہے، باقی رہی یہ بات کہ میں ذاتی طور پر غیب جانتا ہوں یہ بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے بتانے سے سب کچھ پتہ چلتا ہے، میں فرشتہ بھی نہیں ہوں، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ فرشتہ تو ان راستوں پر سے گزر بھی نہیں سکتا جن سے نبی گزر کے جارہا ہوتا ہے، جنہیں تم گھٹیا سمجھ رہے ہو یہ نظریاتی لوگ ہیں میں انہیں اپنے پاس سے اٹھا نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو جانتا ہے اگر میں انہیں اپنے پاس سے اٹھادوں تو یہ بڑے ظلم کی بات ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قَالُوا يٰنُوحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ

وہ بولے اے نوح آپ نے ہمارے ساتھ جھگڑا کیا، اور یہ جھگڑا دور تک پھیل گیا

جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿۳۲﴾ قَالَ

لے آ ہمارے پاس جس کا وعدہ ہے عذاب کا اگر تو سچا ہے فرمایا

إِنَّمَا يَأْتِيكُم بِهِ اللّٰهُ إِن شَآءَ وَمَآ أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنفَعُكُمْ

وہ تو اللہ تعالیٰ لائے گا جب وہ چاہے گا، اور تم اللہ تعالیٰ سے بھاگ کے کہیں جا نہیں سکتے تمہیں نفع

نُصْحِيٓ إِنْ أَرَدتُّ أَنْ أَنصَحَ لَكُمْ إِن كَانَ اللّٰهُ يُرِيدُ أَن يُغْوِيَكُمْ

میری نصیحت نہیں دے گی اگر میں چاہوں بھی کہ تمہارے ساتھ خلوص برتوں، اور اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنا چاہتا ہو

هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۴﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰىهُ

وہ تمہارا پروردگار ہے اسی کے پاس واپس پلٹ کے جانا ہے کیا وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس کا افتراء کیا ہے

قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿۳۵﴾

فرما دیجئے کہ اگر میں نے اس کا افتراء کیا ہے تو یہ جرم میرا ہے، اور میں اس جرم سے بری ہوں جو تم کرتے رہے ہو

وَأُوحِيَ إِلٰى نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ

نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم سے کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا جو ایمان لا چکے ہیں ان کے بغیر

فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

آپ غمگین نہ ہوں جو وہ کر رہے ہیں

Marfat.com

وَٱصۡنَعِ ٱلۡفُلۡكَ بِأَعۡيُنِنَا

آپ کشتی ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے بنائیں

وَوَحۡيِنَا وَلَا تُخَٰطِبۡنِي فِي ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ إِنَّهُم مُّغۡرَقُونَ ﴿۳۷﴾

،ان کے بارے میں ہمارے ساتھ بات بھی نہ کریں جو ظالم ہیں، وہ تو اب ڈوبنے والے ہیں

وَيَصۡنَعُ ٱلۡفُلۡكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيۡهِ مَلَأٞ مِّن قَوۡمِهِۦ سَخِرُواْ

وہ کشتی بنا رہے تھے، جب بھی ان کی قوم کا کوئی سردار پاس سے گزرتا تو وہ سارے مل کے ان کا مذاق اڑاتے

مِنۡهُۚ قَالَ إِن تَسۡخَرُواْ مِنَّا فَإِنَّا نَسۡخَرُ مِنكُمۡ كَمَا تَسۡخَرُونَ ﴿۳۸﴾

آپ فرماتے کہ آج اگر تم مذاق اڑا رہے ہو تو ہم بھی تمہارا ایک دن مذاق اڑائیں گے جیسا تم کر رہے ہو

فَسَوۡفَ تَعۡلَمُونَ مَن يَأۡتِيهِ عَذَابٞ يُخۡزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيۡهِ عَذَابٞ

تمہیں پتہ چل جائے گا، کہ جس پر عذاب آتا ہے اسے رسواہ کر دیتا ہے، اور پھر ایسا عذاب آئے گا

مُّقِيمٌ ﴿۳۹﴾

جو ہمیشہ قائم رہے گا (ختم نہ ہوگا)

قالوا یانوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا...... و انا بری مما تجرمون

وہ بولے نوح بس جھگڑا کافی ہو گیا جس عذاب کے آنے کا وعدہ ہے اسے لے آ اگر تو سچا ہے، دیکھیں پھر بھی نبی نے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی، فرمایا وہ تو اللہ تعالیٰ خود لائے گا اور جب چاہے گا اسے لے آئے گا، اگر وہ چاہے کہ تم پر عذاب نہ آئے تو نہیں آئے گا، لیکن جب عذاب آیا تو پھر تم اسے روک نہیں سکتے، میری نصیحت جو میں کر رہا ہوں اگر میں چاہوں بھی کہ تم اسے قبول کرلو

Marfat.com

اور اللہ کریم نہ چاہے تو اس نصیحت کا فائدہ نہیں ہوسکتا، میں تمہارا رب نہیں ہوں، تمہارا رب اللہ کریم ہے۔ تم اس کی مخلوق ہو، وہ چاہے تو تمہیں ہدایت دے وہ چاہے تو ہدایت نہ دے، تمہیں وہاں واپس پلٹ کے جانا ہے یہ بات یقینی ہے، جب وہاں جاؤ گے تو پھر وہاں تمہیں بھگتنا ہوگا اپنے اعمال سے۔ اب وہ یہ کہتے کہ جناب نوح علیہ السلام نے بھی باتیں گھڑلی ہیں، جیسا سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار مکہ کہہ رہے تھے کہ آپ نے یہ سب باتیں اپنے پاس سے گھڑلی ہیں، انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے گھڑی ہیں، قرآن پاک نے کہا کہ پھر تم بھی ایسی باتیں گھڑ کے لے آؤ، جناب نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں نے یہ اپنے پاس سے گھڑی ہیں تو مجرم ہوں تمہارا تو اس جرم میں حصہ کوئی نہیں ہے، لیکن جو جرم تم کرتے ہو میں اس سے بَری ہوں۔

و اوحی الیٰ نوح .... فلا تبتئس بما کانوا یفعلون

جناب نوح علیہ السلام کو وحی کی گئی اب وقت آگیا اللہ تعالیٰ کے نبی نے طویل عرصے تک مشکلات کی وادیوں سے گزر کے، خاردار راہوں سے گزر کے انسانیت کو دعوت دی اللہ تعالیٰ کے حق اور سچ کے دین کی لیکن وہ مانی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان سے آگے بات نہیں ہوگی، ان کے اعمال سے آپ مایوس بھی نہ ہوں، غمگین بھی نہ ہوں، اب ان کے کیے کی سزا کا وقت آگیا ہے، یہ اسی یا چوراسی آدمی تھے جو اس سارے عرصے میں ایمان لائے تھے۔

واصنع الفلک باعیننا و وحینا.... انھم مغرقون

اب ایک بات ہے کہ آپ کشتی بنائیں ہمارے روبرو اور ہمارے حکم کے مطابق کشتی بنانی ہے، یہاں سے دو باتیں پتہ چلیں کہ نوح علیہ السلام معمار تو ہیں نہیں، اب یہ کشتی ہمارے سامنے بناؤ، ہمارے حکم سے بناؤ، وحی جس طریقے سے کہے اس طرح اسے بنانا ہے، تورات میں اس کی تفصیلات ہیں، قرآن پاک اس کی تفصیلات کی طرف نہیں گیا کیونکہ جو نصیحت کرنی ہے اس کی طرف بات کو موڑ دیا ہے، تورات میں ہے کہ پہلے انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے پودے لگائے، درخت لگائے، بیس سال میں یہ درخت جوان ہوئے، ٹھیک لکڑی بن گئے، اب انہیں کاٹا، ان سے کشتی تیار کی، اب ان درختوں کو کتنا تقدس حاصل ہے، انہیں جناب نوح علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے لگایا، پھر کتنا تقدس حاصل ہے کہ انہیں خود پالا، انہیں پانی ڈالا ہے، بیس سال کے بعد انہیں راہ خدا میں صرف کرنے لگے ہیں، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی، خاندان نبوت اور صحابہ نے بھی جو کھجوریں لگائیں تھیں، اگلی امت انہیں بے حد محترم سمجھتی تھی کیونکہ انہیں نسبت سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تھی، پتہ چلا کہ جو نوح علیہ السلام نے درخت لگائے تھے وہ عام درختوں جیسے نہیں تھے، تو پھر نوح علیہ السلام عام امتیوں جیسے کیسے ہوسکتے ہیں، جو درخت نبی لگائے وہ عام درختوں جیسے نہ ہوں وہ نبی عام امتیوں جیسا کیسے ہوسکتا ہے، لیکن اے نوح ایک بات یاد رکھیں کہ ان ظالموں نے ایک طویل عرصے تک آپ کو خراب کیا ہے، لہذا ان کی شفاعت آپ نے نہیں کرنی، انہوں نے پانی میں ڈوب جانا ہے۔

Marfat.com

ويصنع الفلك وكلما مر عليه ملا من قومه.....ويحل عليه عذاب مقيم

اب اس قوم کی حالت کیا ہے، آپ کشتی بنا رہے ہیں، جب بھی سرادار وہاں سے گزرتے تھے تو مسخریاں کرتے تھے، کہتے کیا تھے سبحان اللہ کل تک تو نوح علیہ السلام نبی تھے آج بڑھئی ہیں، سبحان اللہ پانی کا سینکڑوں میلوں تک نشان نہیں ہے، اور خشکی پر کشتی چلانے کے لیے یہ سارے جتن کیے جا رہے ہیں، یہ کس سمندر میں چلے گی، اور اس سمندر تک آپ اسے کھینچ کے کیسے لے جائیں گے، یہ وہ باتیں تھی جو وہ بطور مذاق حضرت نوح علیہ السلام سے کرتے تھے، نوح علیہ السلام جواب میں فرماتے تھے کہ آج تم مسخری کرلو اور ایک دن آرہا ہے جس دن ہم تم سے مسخری کریں گے، مطلب یہ ہے کہ جب تم غوطے کھا رہے ہو گے تو ہم بھی پوچھیں گے کہ بتاؤ آج ہمیں کشتی کام آئی ہے کہ نہیں، اسے اوپر اٹھانے والا پانی بھی مل گیا ہے کہ نہیں تمہیں پتہ چلے گا جس پر عذاب آتا ہے اسے رسوا کر دیتا ہے، وہ ایسا عذاب ہو گا جو پھر دامن چھوڑے گا نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ

یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے اچھے طریقے کے، یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا

ماپ تول پورا کرو انصاف کے ساتھ، ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے اس کی طاقت سے بڑھ کے

وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ

جب تم کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو، خواہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہ جائے، اور عہد

اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۲﴾

اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو، اللہ تعالیٰ اس بات کی وصیت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ

اور بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی (ورنہ)

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ

وہ جدا کر دیں گے تمہیں اللہ کے راستہ سے، یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں جن کا تا کہ تم

تَتَّقُونَ ﴿۱۵۳﴾ متقی بن جاؤ

ولا تقربوا مال اليتيم ......لعلكم تذكرون

اگلی بات یہ ہے کہ یتیم کے مال کو تباہ نہ کرو، اگر اس کے مال کو استعمال کرنا ہے تو بڑے اچھے انداز سے تا کہ مال بڑھتا چلا جائے اور یہ مال اس کے حوالے نہ کرو جب تک کہ وہ جوان نہ ہو جائے، یہاں ائمہ نے جوانی کو کافی نہیں سمجھا، انہوں نے اشد سے مطلب یہ لیا ہے کہ اس مال کو استعمال کرنے پر اسے قدرت حاصل ہو جائے اور کام کرنے کا شعور بھی آ جائے، امام اعظمؒ کے

Marfat.com

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا

پھر ہمارا حکم آ گیا تنور اُبل پڑا، ہم نے کہا اس میں لا دلیں

مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ

ہر قسم کا ایک جوڑا بھی (اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کشتی میں بٹھالیں ،) ان لوگوں کو نہیں جن پر پہلے بات ہلاکت کی گزر چکی ہے

وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾ وَ قَالَ ارْكَبُوْا

،ایمانداروں کو بھی ساتھ رکھ لیں ،ان پر ایمان لانے والے بڑے تھوڑے تھے حضرت نوح علیہ السلام بولے سوار ہو جاؤ

فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَ هِيَ

اس میں ،اس کا چلنا اور اس کا لنگر انداز ہونا اللہ تعالیٰ کے نام پر ہے ، یقیناً میرا پروردگار غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے ۔ وہ کشتی

تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَ نَادٰى نُوْحُ ا۟بْنَهٗ وَ كَانَ

انہیں لے کے چل رہی تھی ، ایسی موجوں پر جو پہاڑوں جیسی تھیں ،نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بلایا وہ

فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

ایک کنارے پر تھا اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا ان کافروں کو ساتھ نہ دے

قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ

اس نے کہا کہ میں پناہ لے لوں گا ایک پہاڑ کے اوپر اور وہ مجھے پانی سے بچالے گا ،فرمایا بچانے والی نہیں ہے

الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ

آج اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوئی بات ،سوائے ان لوگوں پر جن پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوگا ،اسی گفتگو کے درمیان ان دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی اور وہ

Marfat.com

مِنَ ٱلْمُغْرَقِينَ ﴿٤٣﴾ وَقِيلَ يَٰٓأَرْضُ ٱبْلَعِى مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ

لڑکا غرق ہونے والوں میں شامل ہو گیا کہا گیا اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان

أَقْلِعِى وَغِيضَ ٱلْمَآءُ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ وَٱسْتَوَتْ عَلَى ٱلْجُودِىِّ وَقِيلَ

اب تھم جا، اور پانی کو خشک کر دیا گیا، معاملہ ختم ہوا، اور کشتی جودی (پہاڑ) پر ٹھہر گئی، اور کہا گیا کہ

بُعْدًا لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُۥ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ

ہلاکت ہے ظالم قوم کے لیے۔ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کریم کو پکار کے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار

ٱبْنِى مِنْ أَهْلِى وَإِنَّ وَعْدَكَ ٱلْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ ٱلْحَٰكِمِينَ ﴿٤٥﴾

یہ میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے، آپ کو وعدہ سچ ہے اور آپ سب سے بڑے حاکم ہیں

حتیٰ اذا جاء امرنا وفار التنور ..... وما امن معه الا قلیل

پھر حکم آ گیا، تنور ابل پڑا، اس تنور کے بارے میں بہت سارے نظریات ہیں، یہ تنور کیا تھا؟ اکثریت مفسرین کی اس بات کی طرف گئی ہے کہ اس سے مراد سطح ارضی ہے، جناب ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہاں ایک چشمہ تھا اس کا نام بھی تنور تھا، حیدر کرارؓ فرماتے ہیں نہیں اس کا معنی ہے پھر پو پھوٹ پڑی مشرق کی طرف سے، یہ معنی ہے اس کا، بہت سارے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ان کے گھر کا تنور ہے، اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ جب آپ کے گھر کا تنور ابلے گا تو یہ عذاب کا آغاز ہے، اور پھر مفسرین کی اکثریت ادھر ہی گئی، کہ گھر کا تنور پھر ابل پڑا، پھر ہر طرف پانی ہی پانی آ گیا، اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے، کہ وہ کشتی کتنی بڑی تھی، اس کی کتنی منزلیں تھیں، یہ میں پیچھے بیان کر چکا ہوں، لیکن امام فخر الدین رازیؒ نے اور یہ سب میں تورات کے حوالے سے عرض کیا تھا، امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ ہمیں تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے، کہ قرآن پاک کتاب ہدایت ہے ہم نے کشتی کو ماپ تول کے کیا کرنا ہے اب ارشاد فرمایا، کہ آپ ایسا کریں اے نوحؑ ہر شے کا ایک ایک جوڑا رکھ لیں، یہاں تورات قرآن پاک کا ساتھ نہیں دے رہی ہے، اور تورات کا نظریہ اور جو انداز بیان ہے وہ بھی غیر حکیمانہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کہیں راستے میں گڑبڑ ہو گئی ہے، تورات نے کہا کہ ہر شے کے دو دو جوڑے لینے ہیں، ایک جگہ یہ ہے، یہ پیدائش کے باب کی

Marfat.com

آیت نمبر 7، دوسرے مقام پر ہے یہ باب ششم ہے آیت نمبر 19 ہے، کہ سات سات جوڑے لیں، تیسرے مقام پر ہے، کہ جناب نوح علیہ السلام نے دو دو جوڑے اٹھا لیے، یہ دو جوڑے کا جواب تو آسانی سے مل سکتا ہے، یہاں ہمارے مترجمین نے بھی بہت بڑی غلطی کی ہے، کسی شے کا جوڑا ہو تو اسے زوجین کہتے ہیں عربی زبان میں، ایک ہو تو زوج ہے، دو ہوں تو زوجین ہے، یہاں قرآن پاک نے کہا "زوجین اثنین" زوجین جس میں دو دو ہوں تو جوڑا ایک ہوا، ہمارے مترجمین بھی اس کو دو جوڑے کہہ دیا، اصل بات یہ ہے کہ تورات والوں کے ذہن میں دو جوڑے تھے جب وہ ادھر آئے تو انہوں نے ادھر بھی بات غلط ملط کر دی، جوڑا صرف ایک ہے، زوجین ایک جوڑے کو کہتے ہیں، اس کی قرآن پاک نے تاکید کر دی، وہ دو دو افراد پر مشتمل تھے، ایسے جوڑے لے لیے جائیں، ایک بات تو یہ ہے، اپنے گھر والوں کو بٹھا لیں، ہاں جس پر پہلے فیصلہ ہو چکا ہے وہ آپ کی کشتی میں نہیں آئے گا، ایمان والوں کو بھی اس کشتی میں بٹھا لیں، ایمان والے تو بڑی تھوڑے تھے، میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ سارے اسی یا چوراسی آدمی تھے، انہیں سب سے اوپر والی منزل میں بٹھایا گیا۔

وقال ارکبوا فیھا بسم اللہ مجرھا...... وانت احکم الحاکمین

اب یہ کشتی کون چلائے گا؟ جناب نوح علیہ السلام نہ معمار تھے نہ ملاح تھے، یہ دونوں باتیں نہیں تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ اس میں سوار ہو جاؤ، جناب نوح علیہ السلام نے فرمایا یا اللہ کریم نے فرمایا دونوں طرف یہ بات ہو سکتی ہے، لیکن قرآن پاک کا سیاق و سباق کہتا ہے کہ جناب نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس میں بیٹھ جاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر چلتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر ہی لنگر انداز ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ چلے گی جب ہم پڑھیں گے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"۔ اور رک جائے گی جب ہم پڑھیں گے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"۔ ضمناً یہ بات نکلی کہ اگر زبان پاکیزہ ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکتیں کہاں تک پہنچتی ہیں، کہ کشتی بسم اللہ سے چل رہی ہے، اور کشتی بسم اللہ سے رک رہی ہے، بے شک میرا پروردگار غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے، کشتی لے کے انہیں چل رہی تھی کیا پانی دریا کی طرح تھا، فرمایا نہیں، اس میں تو لہریں تھیں پہاڑوں جیسی، ایسی کیفیت میں

...ونادی نوح ابنہ وکان فی معزل...

Marfat.com

جناب نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا جو ایک طرف کھڑا تھا، بیٹا ہمارے ساتھ آ جاؤ، کافروں کا ساتھ نہ دو، اس نے کہا کہ میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا پانی وہاں تک نہیں جا سکے گا، فرمایا آج اس پانی سے کوئی نہیں بچ سکتا، وہی بچے گا جسے اللہ تعالیٰ بچائے گا، درمیان وہ ٹھاٹ آئی، اور نوح علیہ السلام کا بیٹا ڈوب گیا، یہ ہے وہ آیت جس کے مقابلے سے کہنے والے بھی عاجز آ گئے، اور ابن مقفع جو کچھ لکھ بیٹھا تھا اسے پانی میں دھو بیٹھا، "وقیل یارض ابلعی ماء ک ویسمآ ء اقلعی وغیض المآ ء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظلمین" ٥ (سورة ھود۔۔44) اگر میں چاہوں تو بلاغت کے حساب سے اس پر دس بارہ لیکچر ہو سکتے ہیں، لیکن چونکہ علم بلاغت ایک مستقل فن ہے، اور وہ آپ نہیں جانتے، اس لیے ان لیکچروں کا فائدہ نہیں ہوگا، لہذا میں یہی کہتا ہوں کہ قرآن پاک کی بلاغت کو جب بلیغ لوگوں نے دیکھا تو اس آیت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے، اس کا مطلب صرف یہ کچھ ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے کہا اوز مین جو پانی چھوڑا ہے اسے نگل لے، او بادلو او آسمان تم بھی اب بس کرو، پانی خشک ہو گیا"۔ اس میں کافی (سارا تورات کے مطابق) بہت سارے دن لگ گئے، ایک سو پچاس دنوں کے بعد پانی میں کمی آئی، ساتویں ماہ کی سترہ تاریخ کشتی کی پہاڑیوں پر ٹک گئی، ارارات، اس سارے رقبے کو کہتے ہیں جس میں کوہ ہندوکش یا اس قسم کے باقی سلسلے پہاڑ ہیں، ایسے پہاڑوں کا ایک سلسلہ تھا جس میں ایک چھوٹی سی چوٹی تھی جس کا نام جودی تھا، یہ ارارات پہاڑیوں میں موجود ہے، اور یہ پہاڑیاں موصل کے علاقے میں ہیں، اور کافی بلندی ان پہاڑیوں کی، وہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جا کے رک گئی، معاملے کا فیصلہ ہو گیا جودی پہاڑ پر کشتی رک گئی، کہا گیا ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار اور دوری بڑھ گئی، نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بھی یہ بات عرض کی، کہ یہ میرے گھر کا ایک بندہ ہے اور آپ نے فرمایا تھا کہ گھر والے بچ جائیں گے، آپ کا وعدہ تو بالکل سچا ہے، آپ کا حکم سب حاکموں سے اونچا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

قَالَ يٰنُوحُ إِنَّهُۥ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُۥ عَمَلٌ غَيْرُ صٰلِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ

انہوں نے کہا اے نوح یہ آپ کے گھر والوں میں شامل نہیں ہے اس لیے کہ اس کے عمل درست نہیں ہیں، آپ مجھ سے وہ چیز نہ پوچھیں

مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۖ إِنِّىٓ أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ ٱلْجٰهِلِينَ ﴿٤٦﴾

جس کی حقیقت کا آپ کو پتہ نہیں، میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ ان بے خبروں میں شریک نہ ہوں

قَالَ رَبِّ إِنِّىٓ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِى بِهِۦ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا

عرض کیا اے میرے پروردگار میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ایسا سوال کروں جس کی حقیقت کا مجھے علم نہیں ہے، اگر

تَغْفِرْ لِى وَتَرْحَمْنِىٓ أَكُن مِّنَ ٱلْخٰسِرِينَ ﴿٤٧﴾ قِيلَ يٰنُوحُ

آپ مجھے بخشیں گے نہیں اور مجھ پر رحم نہیں فرمائیں گے تو یہ میرے لیے خسارے کی بات ہوگی فرمایا گیا اے نوح

ٱهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰٓ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ ۚ

ہماری طرف سے سلامتی لیتے ہوئے اور برکتیں لیتے ہوئے جو تیری ذات پر ہیں اتر جائیے، اور ان لوگوں پر بھی یہ سلامتی اور برکتیں ہیں جو آپ کے ساتھ ہیں

وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٨﴾

کچھ آگے ایسی قومیں ہوں گی جنہیں ہم کچھ دیر کے لیے اس دنیا کے فائدے پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں دردناک عذاب ہوگا

تِلْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ

محبوب ﷺ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرما رہے ہیں، آپ

وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هٰذَا ۖ فَٱصْبِرْ ۖ إِنَّ ٱلْعٰقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٩﴾

یا آپ کی قوم کو اس سے پہلے اطلاع نہیں تھی، آپ صبر فرمائیے، یقیناً عاقبت پرہیزگاروں کے لیے ہوتی ہے

قال یانوح انہ لیس من اھلک .....ثم یمسھم منا عذاب الیم

رب کریم نے فرمایا یہ آپ کے گھر کا بندہ نہیں ہے، دیکھا یہ ہے نظریے کی بات، اس نے بات مانی نہیں ہے، اس کا عمل غیر صالح ہے، تو جس کا آپ کو علم نہیں ہے وہ بات نہیں اچھی، میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں کہ ایسا سوال نہ ہو، یہ بات آئی تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے فوراً کہا، میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں کوئی ایسا سوال کروں، مجھے بخش دے مجھ پر رحم کر اگر ایسی بات نہیں ہوگی تو یہ بڑی خسارے والی بات ہوگی، اب نوح اترنے کا وقت آیا ہے، آپ پر بھی سلامتی آپ پر بھی برکتیں اور ان گروہوں پر بھی جو اس کشتی میں بیٹھے ہیں، میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کے بارے میں قرآن پاک نے دو باتیں کہیں، ایک تم پر سلامتی ہے، اور جب رب کریم کہے کہ سلامتی ہے تو ان کے لیے اس دنیا میں بھی سلامتی ہے اور آخرت میں بھی سلامتی ہے، یہ دو سلامتیاں ایک ساتھ اکٹھی ہو جاتی ہیں، برکتیں ہی برکتیں ہیں، برکات کے لفظ کو نکرہ استعمال کیا ہے، تا کہ وہ محدود نہ ہو غیر محدود برکتیں ہیں تم پر، تو کشتی نوح میں جو نوح کے ساتھ ہیں ان پر سلامتی بھی ہے اور برکتیں بھی ہیں۔ اب جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان کا مقام کیا ہوگا، اور پھر خاص طور پر ان دو انسانوں کا جو سبز گنبد کے نیچے نبی رحمت علیہ السّلام کے ساتھ سو رہے ہوں، ان کا مقام رفیع کیا ہوگا، ہاں تمہاری اگلی نسلوں میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو جائیں گے، جنہیں دردناک عذاب آنے والا ہے۔

تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک..... ان العاقبۃ للمتقین ؏

اب چونکہ یہ واقعات نوح علیہ السلام سے وابستہ ہیں، مکہ کے قریش کو اور مشرکین کو بالکل علم نہیں تھا، اس لیے کہ وہ صاحب تورات بھی نہیں تھے، اور پہلے کوئی کتاب بھی نہیں تھی، فرمایا محبوب ﷺ یہ ساری غیب کی باتیں ہیں، جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، اب جب یہ وحی ہوئی تو اس غیب میں ہم بھی شریک ہو گئے، جنہیں پتہ نہیں تھا، انہیں اس وحی کی وجہ سے پتہ چل گیا، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کچھ غیب وہ ہیں جو نبی کے صدقے میں امتیوں کو بھی مل جایا کرتے ہیں، اور ان کی حد کیا ہوتی ہے، یہ اپنے اپنے دامن سے پوچھ لیں، کہ آپ کے دامن میں وسعت کتنی ہے، جتنی دامن میں وسعت ہوگی اتنے ہی انوار نبی کے واسطے سے امت پر پڑتے چلے جائیں گے، آپ یا یہ کے والی قوم اس سے پہلے انہیں معلوم بھی نہیں تھا کہ یہ واقعات کیا ہیں، محبوب ﷺ صبر فرمایئے جس طرح نوح علیہ السلام کے دشمن غرق ہو گئے تھے اسی طرح آپ کے مخالف بھی مٹ جائیں گے، اور قائدہ کلیہ کیا ہے کہ انجام نیک لوگوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے آخرت ان کی ہے، یہاں ایک شبہ ہے اس کا ازالہ کر کے میں ختم کر رہا ہوں، شبہ یہ ہے کہ جناب نوح علیہ السلام تو اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے تو کوئی کسی کو کیسے بچا سکتا ہے، اس فرق پر کسی نے توجہ نہیں دی کہ بیٹا آ کے آہ وزاری کرتا کہ مجھے بچائیں اور نوح علیہ السلام نہ بچاتے تو یہ سوال ٹھیک تھا، نوح علیہ السلام

Marfat.com

پھر بھی ہاتھ پھیلا رہے ہیں کہ میرا بیٹا بچ جائے، نبی کی یہ عادت ہوتی ہے، اور ہم لوگ جو ہیں اللہ اور اللہ کے رسول سے دوری کا کام لیتے ہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ ٹھاٹھ آرہی ہے اور ہم بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ جائیں گے، امت میں سے کسی ایک نے یہ بات کہی ہے تو میرے سامنے پیش کریں، اگر کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی تو ہمیں نوح علیہ السلام کے بیٹے پر قیاس نہ کیا جائے، نوح علیہ السلام کی عظمتوں کو سلام، نوح کے بیٹے کا تعلق ان کی عظمت سے وابستہ نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم

اور عاد کی طرف ہم نے اُن کی برادری کے حضرت ھود کو بھیجا، انھوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے بغیر

مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ۖ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿۵۰﴾

کوئی معبود نہیں ہے، تم تو محض جھوٹ گھڑ رہے ہو۔

يَٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱلَّذِى فَطَرَنِىٓ ۚ

اے میری قوم! میں کوئی معاوضہ نہیں مانگ رہا۔ میرا اجر تو اُس رب کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا،

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۵۱﴾ وَيَٰقَوْمِ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ

کیا تم میں شعور نہیں ہے؟ اے قوم! اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو، اُسی کی طرف رجوع کرو۔

يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ

وہ آسمان سے تمہیں موسلا دھار بارش عطا کرے گا۔ اور تمھاری پہلی قوت میں اور

قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا۟ مُجْرِمِينَ ﴿۵۲﴾

قوت کا اضافہ کرے گا۔ اور مجرم بن کر نہ مڑو (اور مجرم بن کر روگردانی نہ کرو)

Marfat.com

قَالُوا يٰهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيٓ اٰلِهَتِنَا

کہنے لگے اے ھود! آپ ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہیں آئے۔ ہم اپنے معبودوں کو

عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

تیری بات پر چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہی ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔

والی عاد اخاھم ھود...... ان انتم الا مفترون

''اخا'' کا لفظ میں نے پہلے کہا ہے کہ اس کا لفظی معنی بھائی ہے۔ لیکن اب جتنا وہ قبیلہ ہے وہ سارے کا سارا رشتہ میں نبی کا بھائی تو نہیں ہوسکتا۔ نبی سے بہت سے عمر میں بڑے بھی ہوں گے، بہت سے چھوٹے بھی ہوں گے جو بچوں کی جگہ پر، لہذا میرے سامنے والا ترجمہ بھی اور اس مقام پر جناب جسٹس صاحب بھی لغزش کھا گئے ہیں اور انھوں نے بھی اس کا معنی بھائی ہی کیا ہے۔ صرف فاضل بریلوی نے یہاں اس کا درست معنی کیا ہے تو میں وہی معنی معتبر سمجھ رہا ہوں کہ قبیلہ ھود کی طرف اُن کی برادری ،قبیلہ عاد کی طرف اُن کی برادری کے ھود علیہ السلام تشریف لے گئے، ان سب انبیاء کی تقریر یہاں ایک جیسی ہے۔ ارشاد ہوا، مجمع کے سامنے، قوم کے سامنے کھڑے ہیں کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، عبادت کا استحقاق صرف ذات ربانی کو حاصل ہے۔ اس عبادت میں کسی اور کو بالکل شریک نہ کرو۔ یہ جتنی باتیں تم کر رہے ہو، یہ سب بہتان تراشی ہے جو ذات وحدہ لاشریک پر تم ایک تسلسل کے ساتھ کرتے آرہے ہو۔

Marfat.com

یقوم لا اسئلکم علیہ اجرا..افلا تعقلون

ایک خاص انداز ہے خطاب کا کہ میں تم سے کوئی معاوضہ تو مانگتا نہیں تو جب معاوضہ بھی نہیں مانگتا اور دعوت بھی تمہیں اُس ذات اقدس کی طرف دے رہا ہوں جو تمہارا خالق بھی ہے، مالک بھی ہے، رازق بھی ہے، زندہ کرنے والا بھی ہے اور مارنے والا بھی ہے تو اتنی صفات والے اللہ کی طرف میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں کسی اجر کے بغیر۔ میرا اجر میرا رب ہی دے گا جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہے، اگر شعور کی وادی سے کبھی تمہاری گزر ہوئی ہے تو اس دور کی طرف تمہیں پلٹ جانا چاہئے، بجائے اس کے کہ میرے اُوپر اعتراض کرو۔

ویقوم استغفروا ربکم.....ولا تتولوا مجرمین

میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ آج تک تم نے گناہوں سے لتھڑی ہوئی زندگی گزاری ہے۔ اللہ سے معافی مانگو اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ بہت سارے مترجمین کو یہ شبہ گزرا ہے کہ معافی مانگو اور پھر توبہ کرو۔ معافی تو توبہ ہے۔ پھر توبہ کا لفظ بعد میں پھر کیوں آیا ہے؟ تو اس کیلئے میں عرض کر رہا ہوں کہ سابقہ گناہوں سے معافی مانگو اور پھر اس راستہ کو چھوڑ دو نہیں، یہ توبہ کا مطلب ہے یہاں۔

اللہ کریم موسلا دھار بارش تم کو عطا کر دے گا۔ ''مدرارا'' ایسی بارش کو کہتے ہیں کہ معلوم ہو کہ آسمان سے زمین تک ایک دھار ہے پانی کی جو تسلسل کے ساتھ آرہی ہے۔ اُسے اُردو میں ہم ''موسلا دھار بارش'' بھی کہتے ہیں، اور دہلی کی بڑی بڑھیاں اسے ''چھاجوں پانی برسنا'' بھی کہتی تھیں، یہ خواتین کا خصوصی محاورہ ہے جو دہلی میں استعمال ہوتا تھا۔ تو پھر ارشاد فرمایا کہ سابقہ قوت میں اور قوت آجائے گی، اس سے دو قوتیں مراد ہیں۔ دنیا کی قوت سے یہ مراد ہے کہ اس میں بے شمار غلہ اور پھل پیدا ہوں گے تو سابقہ مال کے ساتھ مال کا اضافہ ہو جائے گا۔ اور روحانی طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بارش اللہ دے گا تو

Marfat.com

135339

اشاعتی ضابطہ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

نام کتاب: جمال الایمان فی تفسیر القرآن جلد چہارم

مؤلف: سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

کمپوزنگ اینڈ ایڈیٹنگ: حافظ عرفان علی ایم اے (اسلامیات)

پروف ریڈنگ: مولانا نور محمد، مولانا قاری محمد شہباز سیالوی
سید محمد باقر شاہ، سید محمد ناصر شاہ

تعداد: گیارہ سو

طباعت: ربیع اول 1426ھ اپریل 2005

متن: بشکریہ مصری پریس، تاج کمپنی پاکستان

قیمت: ....

ناشر: عالیہ غیور احمد خان (کراچی)

ملنے کے پتے

جامعۃ الزہراء اہل سنت عثمان غنی کالونی مصریال روڈ راولپنڈی

مکتبہ ضیاء العلوم مین بازار صدر راولپنڈی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

مکتبہ غوثیہ محلہ فرقان آباد سبزی منڈی کراچی

احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

نیو مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

Marfat.com

نزدیک بالغ ہونے کے لیے 15 یا 16 سال کی عمر ہے، اشد کے لیے امام اعظم نے 25 سال قرار دیے ہیں، ماپ تول کو ٹھیک ٹھیک رکھو، یہ یاد رکھو کہ انسان کے جو اختیار میں ہے اس پر اسے جزاء وسزا ہوتی ہے، جو اختیار میں نہیں ہے، وہ بات نہیں ہوگی، جب بات کرو تو انصاف کی بات کرو خواہ وہ بات تمہارے قریبی رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو، اللہ تعالیٰ کا عہد ہم ایمان لائیں گے اور حسین معاشرہ قائم کریں گے، اللہ کریم اس بات کی وصیت کرتا ہے تا کہ تم ٹھیک انداز سے سیدھے راستے پر چلو، محبوب ﷺ! آپ اعلان کردیں کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اس کی پیروی کرنی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان کا معیار سرکار علیہ السلام کی پیروی ہے، مشاہدہ نہیں ہے، مشاہدہ کے ساتھ جو ایمان ہوگا وہ ایمان بالغیب نہیں رہتا مختلف راستوں پر مت بھٹکو، پھر سیدھے راستے سے تم ہٹ جاؤ گے، اللہ کریم تمہیں اس بات کی نصیحت کر رہا ہے، تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

تمھاری توجہ اللہ کریم کی طرف بڑھے گی کہ ایسی سرزمین میں جہاں نہری نظام نہیں ہے، جہاں کنوئیں پانی نہیں دیتے کھیتوں کو، ایسی سرزمین میں اس انداز سے بارش برسے گی تو اللہ کریم کے ساتھ روحانی رابطہ میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ تو جسمانی قوت میں مالی انداز سے بھی اضافہ ہوگا اور روحانی صورت میں بھی اضافہ ہوگا۔ لیکن ایک بات یاد رکھو کہ ان عطیات کے بعد پھر تم مجرم بن کر پشت پھیر کر نکل جاؤ گے، یہ بات نہیں ہوسکتی۔ یہاں تک سیدنا ھود علیہ السلام کی تقریر تھی جو انھوں نے بیان فرمائی تھی۔

ایک جو خصوصی بات انبیاء کے خطابات میں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ لمبی تقریر نہیں ہوتی، وہ ایک آسمان کا کڑ کا ہے، بڑا مختصر اور بے حد جامع اور اُس کی شرح کے لئے خدا جانے کہ کتنا کچھ انسانی ذہن کو آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ اب آپ سرکار ﷺ کی تقاریر ملاحظہ فرمائیں، وہ چند سطروں سے آگے نہیں ہوں گی، انتہائی لمبی تقریر ہے تو وہ چالیس، پچاس سطروں سے آگے نہیں ہوگی۔ آپ خطبہ حجتہ الوداع کو ملاحظہ فرمائیں وہ پچیس، تیس (۳۰) سطریں ہیں ساری۔ لیکن اگر دنیا کا سارا قانونی ڈھانچہ آپ اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیں تو اللہ گواہ ہے کہ اُس سے متوسط درجے کا لکھا پڑھا آدمی نئے سرے سے آئین مرتب کر سکتا ہے۔ لٰھذٰا بڑے بڑے مغربی مفکرین نے جو غیر مسلم ہیں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر کا وہ خطاب جو انھوں نے حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا، انسانی تاریخ میں اُس سے بہتر خطاب موجود نہیں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ہونا بھی نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ کائنات کے افضل ترین انسان کا وہ خطاب ہے۔ تو وہی خطاب کائنات کے لئے ھادی بھی ہوگا اور سب سے افضل بھی ہوگا۔ یہاں جناب ھود علیہ السلام نے بھی مختصری تقریر کی۔

قالو یھود ما جئتنا ببینہ......ومانحن لک بمؤمنین

اب اُن کی طرف سے جواب آیا کہ میں آپ کو کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ جتنے دلائل بھی انبیاء دیتے تھے تو آخر میں یہ لوگ کہہ دیتے تھے کہ آپ کوئی دلیل لے کر نہیں آئے، سرکار ﷺ کو بھی یہ بات کہی جاتی تھی، یعنی سورج ڈوبا ہوا پلٹ آتا ہے، چاند آسمان پر کٹ جاتا ہے، درخت دوڑے آرہے ہیں، گواہ ہو کر شہادت دے رہی ہے، پتھر الصلوٰۃ والسلام پیش کر رہے ہیں اور ابھی دلیل نہیں آئی خدا جانے پھر وہ کون سی دلیل ہے اور وہ کب آئے گی؟ تو اس سلسلے میں یہ سارے لوگ مشترک ہیں، ایک ہی انداز کہ ہمارے پاس آپ کوئی دلیل لے کر نہیں آئے، یہاں بھی وہی بات ہوئی۔ اور اگلی بات یہ کہ ہم عقل مندوں نے صدیوں مل کر ان بتوں کو اپنا معبود بنایا ہے، آپ کے کہنے پر ہم انہیں کیسے چھوڑ سکتے ہیں، ایسا نہیں ہوگا اور ہم آپ پر ایمان نہیں لاسکتے۔

Marfat.com

إِن نَّقُولُ إِلَّا ٱعْتَرَىٰكَ بَعْضُ ءَالِهَتِنَا بِسُوٓءٍ ۗ قَالَ إِنِّىٓ أُشْهِدُ ٱللَّهَ

ہمارا یہ خیال ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے برائی کے ساتھ تجھ پر غلبہ پالیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ

وَٱشْهَدُوٓا۟ أَنِّى بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾

میں اللہ کو گواہ بنا رہا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تمھارے شرک سے بری ہوں۔ (یعنی اللہ کے بغیر کسی کو پوجتا نہیں)

مِن دُونِهِۦ ۖ فَكِيدُونِى جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ﴿٥٥﴾

تم سب مل کر میرے خلاف جو چال چلنا چاہتے ہو، وہ سارے کے سارے چلو اور مجھے بالکل مہلت نہ دو۔

إِنِّى تَوَكَّلْتُ عَلَى ٱللَّهِ رَبِّى وَرَبِّكُم ۚ مَّا

میں نے اللہ پر توکل کیا ہے جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے۔ کوئی بھی

مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ ءَاخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَآ ۚ إِنَّ رَبِّى عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ

چلنے والا زمین پر نہیں مگر اُس کا ماتھا اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بے شک میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے۔

﴿٥٦﴾ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّآ أُرْسِلْتُ بِهِۦٓ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ

اگر وہ منہ پھیر لے، اگر تم منہ پھیر لو، تو میں نے تم کو بات پہنچا دی ہے جو مجھے دے کر تمھاری طرف بھیجا گیا تھا۔

Marfat.com

رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْـًٔا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾

اللہ، جو میرا پروردگار ہے، تمہارے بغیر کسی اور قوم کو جانشین بنادے گا تو تم اُس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ یقیناً میرا پروردگار ہر شے کا محافظ اور نگہبان ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ

اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ھود کو اور جو لوگ اُن پر ایمان لائے تھے، اُن کو اپنی رحمت سے نجات دے دی،

مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِـَٔايَٰتِ

انھیں شدید عذاب سے ہم نے نجات بخشی۔ یہ عاد ہیں، جنھوں نے اپنے رب کی

رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾ وَأُتْبِعُوا

آیات کا انکار کیا، اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش اور جابر کے حکم کی پیروی کی۔

فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا

اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے پیچھے پڑی ہوئی ہے اور قیامت کے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔ سنو! یقیناً عاد نے اپنے رب کا انکار کیا تھا۔

بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾

سنو! دوری ہے عاد کے لیے قوم جو قوم ھود ہے

Marfat.com

ان نقول الا اعترٰک ....ثم لا تنظرون

ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ جو ہمارے معبود ہیں ان میں سے کسی کی زد میں آپ آگئے ہیں اور اُن معبودوں نے آپ پر غلبہ ڈال لیا ہے۔ یہ "اعتراک" کا لفظ تھوڑی سی تحقیق کا طالب ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ "اعتراک بک"، ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے کوئی شئے آپ پر ڈال دی ہے اور اُس کی وجہ سے آپ کہہ رہے ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا اعتراک، ہمارے دیوتاؤں نے آپ کو آزمائش میں ڈال دیا ہے، یہ دوسری بات ہے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ اعتراک، انھوں نے آپ پر کچھ آسیب ڈال دیا ہے، اور وہ آسیب بھی برائی کے لئے ہے تا کہ آپ راستے سے بھٹک جائیں۔ تو یہ ہمارے معبودوں کی وجہ سے آپ پر ساری بات ہوئی ہے کیونکہ آپ اُن کی مخالفت کرتے رہتے تھے تو انھوں نے آپ کے دماغ پر ایسی گرفت ڈال دی ہے کہ آپ یہ باتیں کرنے لگ گئے ہیں۔ اب اس سوال کا جواب نبی جس انداز سے دیتا ہے، وہ صرف نبی ہی دے سکتا ہے۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ بنا رہا ہوں، اپنی طرف سے اور تم بھی گواہ رہو اس بات پر کہ اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے، میں ان سے بری ہوں۔ اور اس برائت کے ساتھ میں تم کو چیلنج کرتا ہوں، ایک بات پر کہ جو مکر، جو چال تم میرے خلاف چل سکتے ہو، سارے کے سارے اکٹھے ہو جاؤ اور جو کچھ میرا بگاڑ سکتے ہو، بگاڑ لو، پھر مجھے مہلت بھی نہ دو، مجھے سنبھلنے کی بھی مہلت نہ دو، جتنا جلدی کر سکتے ہو اُتنا جلدی کر لو۔ آپ اس جملے پر غور فرمائیں گے تو بات پتہ چلے گی کہ جب اللہ کریم سے اتنا گہرا رابطہ ہو کہ گویا وہ اللہ سے غائب نہیں ہے اور اللہ اُن سے غائب نہیں ہے تو اس کیفیت پر پہنچا ہوا انسان یہ بات کر سکتا ہے۔ ورنہ یکتا اور تنہا انسان، ساری قوم کو للکار کر یہ بات کہہ دے کہ جو بگاڑنا ہے بگاڑ لو، اب پتہ ہے کہ آپ کسی محفل میں یہ بات کہہ دیں تو اُن کے پاس اسلحہ نہیں ہو گا تو وہ آپ پر ہاتھ چلانا شروع کر دیں گے کہ دیکھیں کہ ابھی ہم آپ کو بگاڑ کر بتاتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ یہ وہ قوت ہے نبی کی کہ سب کو للکارتا ہے اور کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ آگے بڑھ کر یہ کہہ دے کہ ہم آپ کو قتل کر رہے ہیں، ہم یہ کرنا چاہتے ہیں یا وہ کرنا چاہتے ہیں۔

انی تو کلت علی اللہ....صراط مستقیم

میرا توکل ہے اللہ کی ذات پر اور وہ میرا بھی پرودگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔ اس کائنات میں کوئی بھی چلنے والی شئے نہیں جو جان رکھتی ہو مگر اُس کا ماتھا میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔ اصل میں "ناصیۃ" کا معنی ماتھا مجازاً ہوتا ہے۔ جو سر کے بالکل اگلے

Marfat.com

حصے پر ماتھے سے اُوپر جو بال ہوتے ہیں، اُس بالوں کے گچھے کو ''ناصیۃ'' کہا جاتا ہے۔ پرانے دور میں سزا کا طریقہ یہ تھا کہ ان بالوں کو پکڑا جاتا تھا اور اُسے ادھر اُدھر گرانے کے لئے پوری قوت سے بال پکڑ کر اُسے پھینکا جاتا تھا۔ تو اللہ کے پیغمبر نے کہا کہ وہ ناصیہ جو ہے وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے، یہ دلیل تھی قربِ ربّانی کی۔ میرا رب ہی سیدھے راستے پر ہے اور جسے وہ سیدھے راستے پر چلاتا ہے تو اُسی کے پاس دلیل ہوتی ہے۔ اور بے دلیل تو آپ لوگ ہیں۔

فان تولوا فقد ابلغتکم....ونجینٰھم من عذاب غلیظ

جنابِ ھود علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ اگر تم پشت موڑ گئے ہو اس باتؔ سے تو ایک بات یاد رکھو کہ جو پیغام اللہ نے مجھے دیا تھا وہ پیغام میں نے تم تک پہنچادیا ہے، تم نہیں مانو گے تو اللہ کا ایک طریقہ عمل ہے، وہ یہ ہے کہ تمہیں ہٹا کر کسی اور قوم کے سر پر تاج رکھ دے گا، اُس کا طریقہ یہی ہے۔ تم اللہ کا کیا بگاڑ سکتے ہو؟ اللہ ہر چیز کا محافظ اور اُس پر نگران ہے۔ بات نہ مانی انھوں نے پھر اللہ کا حکم یعنی عذاب آگیا۔ جب عذاب آیا تو ھودؑ بھی بچ گئے اور جو اُن پر ایمان لائے وہ بھی بچ گئے۔ اب دیکھیں نا کہ جس علاقے میں عذاب آیا ہے، جس رقبہ میں عذاب آیا ہے، وہاں جناب ھودؑ بھی موجود ہیں، ایماندار بھی موجود ہیں لیکن وہ عذاب اُن پر مسلط نہیں ہوتا۔ اگر دھاڑ ہے، چیخ ہے تو باقی لوگ گرتے ہیں لیکن انہیں اُس کا اثر نہیں ہوتا۔ زلزلہ ہے، باقی لوگ اُس زلزلے میں تباہ ہو جاتے ہیں، انھیں اُس کا ذرا بھی اثر نہیں ہوتا۔ تو اس سے پتہ یہ چلا کہ یہ جو فطرت کی گرفتیں ہیں، یہ بھی اُسی وقت اثر انداز ہوتی ہیں جب اللہ کا کسی کے بارے میں حکم ہو۔ اور اللہ کریم کا اگر کسی کے بارے میں حکم نہیں ہے تو وہ عذاب اور زمین کا وہاں حرکت کرنا کسی کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ ہم نے تاریخ میں دیکھا کہ اہل اللہ اس وقت بسا اوقات اس کو روکنے کے لئے کیا انداز اپنا لیتے ہیں۔ شدید زلزلہ آیا، سیدنا فاروقِ اعظم کے دورِ حکومت میں، آپ کے ہاتھ میں کوڑا تھا جو اکثر آپ کے ہاتھ میں رہتا تھا، وہ آپ نے اپنے ہاتھ سے زمین کو ٹھوکر ماردی، کوڑا ماردیا، اور فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو کانپ رہی ہے، کبھی میں نے تیری چھاتی پر غیر منصفانہ، ظالمانہ فیصلہ بھی کیا ہے؟ اور جونہی کوڑا لگنے کی دیر تھی کہ زمین رُک گئی۔ اب اس کے مادی اسباب کچھ بھی ہوں، پتہ چلا کہ مادی اسباب بھی روحانی اسباب کے تابع ہوتے ہیں۔ اور جب روحانیت اپنے جلال میں ہوتی ہے تو مادی اسباب کا جلال اُس کے سامنے ہتھیار پھینک دیا کرتا ہے۔ اور یہی کیفیت ہے انبیاء عالی مقام کی اور اُن کے ساتھیوں کے وہاں بچ جانے کی۔ اور ہم نے اُن کو شدید اور بھاری عذاب سے نجات دے دی۔

وتلک عاد جحدوا بایت.....الا بعد لعا د قوم ھود

یہ قبیلہ عاد ہے جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کر دیا تھا، اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی تھی، مانتے کس کو تھے؟ ہر جابر آدمی کو، ہر سرکش آدمی کو مانتے تھے۔ یہ ہر دور میں بات رہی ہے کہ جو جرائم پیشہ لوگ ہوتے ہیں، وہ شرفاء کی زبان نہیں سمجھا کرتے۔ انھیں شدت سے گرفت ہی ہمیشہ ڈرایا کرتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس سلسلے میں بھی ایک شاندار قول ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے گورنر مصر کو لکھا کہ ہم دونوں میں سے ہر ایک کو الگ الگ انداز اپنانا ہوگا، آپ شدت کریں اور رحم میرے لئے چھوڑ دیں یا آپ رحم کریں اور شدت میرے لئے چھوڑ دیں تاکہ ملک کے اندر انصاف قائم ہو سکے۔ تو یہ بات ہوتی ہے جسے ٹھیٹ پنجابی زبان میں کسی نے ڈھالتے ہوئے کہا کہ

چار کتاباں آسمانوں لتھیاں پنجواں لتھا ڈنڈا

اس کے لئے قرآن میں بھی دلیل موجود ہے، ''وانزلنا الحدید فیه باس شدید ''ہم نے لوہا اُتارا ہے، اس میں بڑی شدت کی قوت ہے۔ تو اب یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ جو فطرتاً بگڑے ہوئے ہوتے ہیں، انھیں مصالحانہ گفتگو فائدہ نہیں دیتی۔ اقبال نے اس کا ترجمہ بڑے سادہ لفظوں میں کیا ہے کہ:

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

آپ ساری زندگی ٹھنڈے انداز سے سمجھاتے رہیں تو جو لوگ فطرتاً بگڑے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ دلیل کو نہیں مانتے لہذا جناب کلیم آئے ہیں تو دلیل کے ساتھ عصا بھی ہاتھ میں ہونا چاہئے تاکہ ضرورت کے وقت اُسے استعمال کیا جا سکے۔ تو فرمایا کہ یہ وہ لوگ تھے جو جابر اور ظالم لوگوں سے تو ڈرتے تھے، اس دنیا میں بھی اُن پر اللہ کی طرف سے پھٹکار ہے، قیامت میں بھی اللہ سے دوری ہوگی۔

اے مکہ کے لوگو! اے مصطفیٰ کریم ﷺ کی اُمت! سنو! یہ عاد تھے، جنھوں نے رب کا انکار کر دیا تھا، عاد کے لئے دوری ہے۔ یہ ہے ھود کی قوم، اب پتہ یہ چلا کہ رب سے دوری، دراصل انسانیت کا خاتمہ ہے، لہذا رب کے قریب جانے والے راستے ہر وقت انسان کو اپنانے چاہئیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

۞ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَٰلِحًا قَالَ

اور قوم ثمود کی طرف ہم نے اُن کی برادری کے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ انھوں نے فرمایا،

يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ

"اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے بغیر کوئی تمھارا معبود نہیں ہے۔ اُس نے تمھیں زمین سے بنایا اور اس میں پھر تم کو آباد کیا۔

وَٱسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَٱسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّى قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾

اُس سے مغفرت چاہو اور اُسی کی طرف رجوع کرو، بے شک میرا پروردگار قریب بھی ہے اور دعاؤں کو قبول فرمانے والا بھی ہے"۔

قَالُوا۟ يَٰصَٰلِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَآ أَتَنْهَىٰنَآ أَن

وہ کہنے لگے اے صالح! تجھ پر تو ہمیں بڑی اُمیدیں تھیں اس سے پہلے، کیا تو ہمیں روکتا ہے کہ ہم

نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِى شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَآ إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾

عبادت کریں اُن کی جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے، ہم تو جس کی طرف تو ہم کو دعوت دیتا ہے اُس سے ہم تاہ کن شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَءَاتَىٰنِى

انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! تمھاری کیا رائے ہے، اگر چہ میں اپنے رب کی طرف سے واضح نشانی لے کر آیا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے

مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللّٰهِ إِنْ عَصَيْتُهُ فَمَا تَزِيدُونَنِي

مجھ پر رحمت ہو۔تو کون میری اللہ کے مقابلے میں مدد کرے گا اگر میں اللہ کی نافرمانی کردوں؟ تم مجھے نہیں بڑھاؤ کے

غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَٰقَوْمِ هَٰذِهِۦ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ ءَايَةً

سوائے خسارے کے۔اے میری قوم! یہ اللہ کی اُونٹنی ہے اور یہ تمہارے لئے ایک نشانی ہے۔

فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِيٓ أَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ

اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے۔اسے برے انداز سے چھونا بھی نہیں ہے ورنہ ایک قریب کا

عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾

عذاب تم کو آ پکڑے گا۔

والی ثمود اخا ھم صلحا....ان ربی قریب مجیب

اب قوم ثمود کا مختصر ساذکر آگے آتا ہے کہ اُن کی طرف اُن کے ہم قوم جناب صالح علیہ السلام تشریف لے گئے۔بالکل وہی الفاظ ہیں۔ایک جگہ سرکار کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، انبیاء کا تعارف کرواتے ہوئے، دیکھا حقیقی نبی کا یہ انداز ہوتا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نبیوں کو یوں سمجھو کہ ان کا باپ ایک ہے اور مائیں الگ الگ ہیں۔لہٰذا اُن کا انداز اپنے باپ کے انداز پر ہوگا اور وہ وہی بات کہیں گے جو ایک کہتا ہے وہی دوسرا بھی کہے گا، توہین نہیں کرتا کسی نبی کی کوئی نبی۔وہ تو اللہ کا نبی نہیں ہوتا جو یہ کہے کہ کہاں ہیں مسیح، میرے منبر پر آ کر ذرا پاؤں تو رکھیں۔کہاں ہیں ابراہیم؟ انھیں وہ سہولتیں حاصل ہیں جو مجھے حاصل ہیں اور کہاں ہیں جناب حسین رضی اللہ عنہ؟ میں تو اللہ کی گود میں آرام سے سر رکھ کر سو رہا ہوں اور وہ کربلا میں مارے

Marfat.com

جا رہے ہیں جس کی یہ زبان ہے وہ نبی نہیں ہوسکتا، وہ تو کوئی لکھنئو کا بھنڈ قسم کا انسان ہے جو یہ زبان استعمال کر رہا ہے، یہ نبوت کے گلستان کی زبان نہیں ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میری قوم اللہ کی عبادت کرو، اُس کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے، اُس نے اس زمین سے تمھیں پیدا کیا ہے۔ اس زمین سے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے جد اعلیٰ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔ پھر اُس نے تمھیں زمین میں بسایا، آباد کیا۔

''استعمر'' اس میں بہت ساری باتیں آجاتی ہیں، عمارت بنانا ایک، زمین میں ہل چلا کر اُسے آباد کرنا دو، کارخانے لگانا تین، ہر وہ چیز جو انسانی اقتصادیات کے لئے ضروری ہے، وہ ''استعمر'' میں آتی ہے۔ لیکن برا ہو مغربی تہذیب کا کہ اسی کی مصدر ہے استعمار اور اسے استعاریت کا جو جدید معنی ملا ہے، وہ اُن کی بدعملی سے ملا ہے۔ لفظ کا معنی یہ تھا۔ اب اس کا معنی کیا ہے۔ وہ جابر قوتیں جو آپ سے اقتصادی نظام چھین لیں، وہ استعمار پرست قوتیں ہیں اور اس میں مغرب سب سے آگے ہے۔ اللہ سے مغفرت چاہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھو، میرا رب قریب ہے اور وہ آپ سے دور نہیں ہے اور وہ آپ کی ہر خواہش کو اور ہر بات وہ قبول فرمانے والا ہے جو اُس کی طرف بڑھاتی ہے۔

قالو یصلح قد کنت فینا مرجوا قبل...مما تدعونا الیه مریب

کہنے لگے صالح! آپ پر تو ہمیں بڑی اُمیدیں تھیں۔ دیکھیں نا، انداز خطاب، راستہ سے بھٹکانے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں بڑی امیدیں تھیں کہ آپ بڑے شاندار انسان بنیں گے، قوم کی کشتی کو منجدھار سے نکال کر ساحل پر لگا دیں گے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ باپ دادا جن کی عبادت کرتے تھے، آپ علیہ السلام نے پہلا کلہاڑا اُن پر چلا دیا ہے۔ آپ کی جو دعوت ہے، اس میں ہمیں شک ہے اور شک بھی ایسا جو تباہ کن قسم کا شک ہے۔ جسے دل ماننے کے لئے تیار نہیں ہے، یہ ''مریب'' کا معنی ہے۔

قال یقوم ارء یتم ...فما تزیدوننی غیر تخسیر

انھوں نے فرمایا کہ میرے رب نے تو مجھے واضح نشانی دے کر بھیجا ہے، اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا کی ہے۔ دیکھیں نا فرق یہ ہے، مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا کی ہے۔ اور جب سرکار ﷺ آتے ہیں تو وہ خود رحمت بن کر آتے

Marfat.com

ہیں۔ اُنھیں رحمت عطا ہوئی ہے اور یہ خود رحمت بن کر آئے ہیں، یہ اب وہ فرق ہے جو باقی انبیاء میں اور سرکار ﷺ کی ذات اقدس میں ہے۔

مجھے یہ بتاؤ کہ میں اگر رب کی نافرمانی کروں تو کوئی ہے قوت جو رب کے مقابلے میں پھر میری مدد کرے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کی بات اگر میں مان لوں تو اِس میں سوائے نقصان کے اور کوئی بات بھی نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ پھر کوئی معجزہ دکھایئے۔ قرآن حکیم نے اُن کی اُونٹنی کا ذکر کیا ہے، اُس کی کچھ عادات کا بھی ذکر کیا ہے۔ تورات نے اس کی تفصیل بیان کی ہے، قرآن اختصار کرتا ہے اور اُسے تاریخی واقعہ کا رنگ نہیں دیتا، اس کا انداز یہ ہے کہ اس میں عبرت کے کون سے پہلو ہیں۔ لہذا یہاں وہ تفصیل نہیں ہے۔

ویقوم ھذہ ناقۃ اللہ....فیا خذکم عذاب قریب

انھوں نے کہا کہ یہ سامنے جو پتھر ہے، اس میں سے اگر اُونٹنی نکل آئے تو ہم آپ کو مان جائیں گے۔ جناب صالحؑ نے اشارہ فرمایا تو پتھر پھٹ گیا اور اُس چٹان سے اُونٹنی باہر نکل آئی۔ جب باہر نکلی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کی اُونٹنی ہے، چیزیں تو سب اللہ کی ہیں لیکن جو نظامِ فطرت ہے اُسے چھوڑ کر یہ چیز بنی تھی۔ لہذا اُس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی ہے۔ اسی انداز سے بے شمار چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے اور وہ مخلوق ہوتے ہوئے، بے شمار لوگوں کے لئے محترم ہو جاتی ہیں۔ مثلاً صفا اور مروہ ہیں آپ کے ہاں، اب یہاں جب بھی آپ جاتے ہیں تو وہاں اس لئے جاتے ہیں کہ صفا اور مروہ کی نسبت ہوگئی ہے مصطفیٰ رحیم ﷺ کی دادی جان اور جناب اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے قدموں کے ساتھ اُس کی نسبت ہوگئی ہے اور اُس نسبت سے اللہ نے اُنھیں بھی شعائر اللہ میں شمار کر لیا ہے۔ اب جو حضرات کہتے ہیں کہ مائی صاحبہ کے قدموں سے وہ شعائر اللہ میں کیسے چیز بن گئی؟ تو میں اُنھیں کہتا ہوں کہ اللہ کی اُونٹنی کیسے بن گئی؟ جس طرح یہاں آپ صاف لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ کی اُونٹنی ہے، یہ اللہ کی طرف سے نشانی ہے، اب آپ نے اسے کسی جگہ سے موڑنا نہیں ہے پیچھے، جدھر یہ چاہئے پھرتی رہے، یہ اللہ نے خاص بات کہی۔ برے ارادے سے اسے چھونا تک نہیں ہے ورنہ بہت جلد عذاب آجائے گا۔

☆☆☆☆☆☆

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، تا کہ تکمیل ہو سکے اس آدمی کے لیے جو

أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ

نیکی پر چلنے والا ہو، اس میں تفصیل تھی، ہدایت اور رحمت بھی تھی، تا کہ

رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۵۴﴾ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ

وہ لوگ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لے آئیں، محبوب یہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے، یہ مبارک ہے، اس کی پیروی کیجئے

وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۵۵﴾ اور اللہ کریم سے ڈرتے رہیں، تا کہ تم لوگوں پر رحم ہو

ثم اتینا موسی الکتٰب۔۔۔واتقوا لعلکم ترحمون

یہاں ان آیات مقدسہ میں چند باتیں ذکر کی گئی ہیں، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کریم نے کتاب عطا فرمائی، جسے ہم اپنے انداز سے تورات کا نام دیتے ہیں، اور یہی لفظ قرآن پاک نے ہمیں عطا فرمایا ہے، اس کتاب کے نزول کے لیے تین صفتیں اللہ کریم نے یہاں ذکر فرمائی ہیں، جو آدمی اچھے راستے پر چلنا چاہتا ہے، اس کی یہ کتاب اپنے دور میں تکمیل کرتی تھی، پھر اس میں اس دور کی ساری ضرورتیں تفصیل سے بیان کر دی گئیں تھیں، ان لوگوں کے لیے وہ ہدایت بھی تھی اور رحمت بھی تھی، اور اس کتاب کے نازل کرنے کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ یہ زندگی فانی ہے تم نے ایک دن اللہ کریم کو جا کے ملنا ہے، اب ان صفات پر ایک بار پھر غور کر لیجئے کہ اللہ کریم کی کتاب انسان کی خامیوں کو دور کر کے اسے مکمل بناتی ہے، اس کتاب میں انسان کی ساری ضرورتیں تفصیل سے بیان کر دی جاتی ہیں، وہ ذریعہ ہدایت بھی ہوتی ہے اور اللہ کریم کے رحم کا اور رحمت کا ذریعہ بھی ہوتی ہے، اور اس تعلیم کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ میں نے ایک دن اللہ کریم کے دربار سدا بہار میں حاضری دینی ہے۔

محبوب وہ دور گزر گیا تو پھر یہ کتاب آئی، جو ہم نے آپ پر اتاری ہے، یہ بے حد برکتوں والی ہے، اب تم سب لوگ اس کتاب کے پیچھے چلو، اور اللہ کریم سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو، اگر ایسا ہو گا یعنی اس برکت والی کتاب کے پیچھے چل پڑو گے اور اس کی تعلیمات کو لے کے متقی بن جاؤ گے تو یقیناً تم پر رحم کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ

مگر انہوں نے اُس کی کونچیں کاٹ دیں، فرمایا کہ اب اپنے گھروں میں

ثَلَٰثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ

تین دن تک جو فائدہ حاصل کرنا ہے کرلو۔ یہ وعدہ ہے جو جھوٹا ثابت نہیں ہوگا۔ جب ہمارا حکم آگیا۔

أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَٰلِحًا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

تو ہم نے صالح کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے تھے کو اپنی رحمت سے نجات دے دی۔

وَمِنْ خِزْىِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ ٱلْقَوِىُّ ٱلْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ

اور اُس دن کی رسوائی سے بھی اُنکو نجات بخشی۔ یقیناً آپ کا پروردگار بڑی طاقت والا اور رتبے والا ہے۔ اور

ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ٱلصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا۟ فِى دِيَٰرِهِمْ جَٰثِمِينَ

اُن لوگوں کو جو ظالم تھے ہولناک چیخ نے آلیا، وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں پر پڑے رہ گئے

كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا۟ فِيهَآ ۗ أَلَآ إِنَّ ثَمُودَا۟ كَفَرُوا۟ رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا ﴿٦٧﴾

کہ گویا وہ کبھی وہاں تھے ہی نہیں۔ آگاہ رہو! کہ ثمود کی برادری نے اپنے رب کا انکار کیا تھا، ہلاکت اور پھٹکار ہے

لِثَمُودَ ﴿۶۸﴾

قبیلہ ثمود کے لئے۔

فعقروھا فقال تمتعوا فی دارکم .....غیر مکذوب

اب یہ قوم تھی بگڑی ہوئی، کہنے لگے لیجئے، صالح نے تو برتری منوا لی، اب اس برتری کو ہم مانیں گے نہیں، اُونٹنی کی کونچیں کاٹ دینی ہیں (یعنی پچھلی جو ٹانگیں ہیں، جہاں ٹخنہ ہے اُس سے جو اُوپر والی جگہ ہے اُسے کونچ کہتے ہیں)، اُونٹنی پانی پی رہی تھی، حکم یہ تھا کہ ایک دن آپ کے جانور پانی پئیں گے اور ایک دن صرف یہ اُونٹنی وہاں سے پانی پینے آئے گی۔ اُسکی اپنی عادات تھیں، وہ جب آئی اور پانی پینے لگی تو ایک بد بخت آدمی اُٹھا اور اُس نے اُس کی کونچیں کاٹ دیں، قرآن نے اُسے "اشقیٰ" کہا ہے، آگے وہ بات آئے گی، سب سے بڑھ کر بد بخت۔ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ سامنے بیٹھے تھے تو سرکار ﷺ نے فرمایا کہ اشقیٰ پہلے تھا جس نے صالح کی اُونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں، اس اُمت کا وہ اشقیٰ ہے جو علی کا سر پھاڑ دے گا۔ تو ارشاد فرمایا کہ اب کونچیں تو کاٹ دی ہیں اب اپنے گھروں میں تین دن جو کھا پی سکتے ہو، وہ عیش وعشرت کر لو، یہ وہ وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔

فلما جاء امرنا نجینا صلحا....ربک ھو القوی ال عزیز

پھر اللہ کا حکم آگیا، صالح اور ایمان دار نجات پا گئے، اُس دن کی رسوائی سے بچ گئے۔ محبوب! آپ کا پروردگار (جب بھی اللہ کہتا ہے تو وہاں صرف پروردگار کا لفظ نہیں کہتا، آپ کا پروردگار۔ یعنی وہ پروردگار تو ساری کائنات کا ہے لیکن جو نسبت سرکار ﷺ کی ذات سے ہے وہ کسی اور سے نہیں ہے لہذا ارشاد ہوتا ہے کہ آپ کا پروردگار، یعنی لطف یہ ہے کہ میں آپ کا پروردگار ہوں) وہ طاقت والا بھی ہے اور غلبے والا بھی ہے۔

Marfat.com

واخذالذین ظلمو الصیحة ....الا بعد الثمود

ظالموں کو ہولناک آواز نے آلیا، وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی یہاں تھے ہی نہیں۔ یہ ثمود تھے جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا تھا۔ ہلاکت اور دوری ہے قوم ثمود کے لئے۔

☆☆☆☆☆☆

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرٰهِيمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوا

ہمارے قاصد ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کرآئے اور آکر کہا،

سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا

سلام! انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ ایک بھونا ہوا بچھڑا لے کرآئے۔ جب

رَءَآ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً

دیکھا کہ اُن کے ہاتھ اُس تک نہیں پہنچ رہے تو انہوں نے انہیں اجنبی جانا اور اُن کی وجہ سے کھٹکا محسوس کیا۔

قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّآ أُرْسِلْنَآ إِلٰى قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَأَتُهُ قَآئِمَةٌ

انھوں نے کہا کہ آپ خوف زدہ نہ ہوں، ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اور آپ کی بیوی کھڑی تھی وہ ہنس پڑی

فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِإِسْحٰقَ وَمِنْ وَرَآءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوبَ ﴿٧١﴾

۔ ہم نے اُن کو اسحاق کی بشارت دی۔ اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهٰذَا بَعْلِى شَيْخًا إِنَّ هٰذَا

کہنے لگی کے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میری اولاد ہو جبکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے خاوند بھی ضعیف ہیں۔

Marfat.com

لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۷۲﴾

یہ تو عجیب بات ہوگی

ولقد جاء ت رسلنا ابراھیم بالبشری...ان جاء بعجل حنیذ

اس کے بعد جناب ابراہیم علیہ السلام اور جناب لوط علیہ السلام کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ ہمارے ایلچی، ہمارے قاصد انہیں بھی اللہ نے رسول کہا ہے، یہ فرشتے تھے۔ ایسے ہی مقامات سے ہمارے مفسرین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جس طرح انسانوں میں رسول ہوتے ہیں اسی طرح فرشتوں میں بھی رسول ہوتے ہیں، وہ بھی اُس رسول کو مانتے ہیں لیکن سارے فرشتے نبی کریم ﷺ کی رسالت کے معترف ہیں، سرکار ﷺ کی رسالت کو ماننا اُن کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے قاصد ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ اب اس خوشخبری کا ذکر نہیں ہے آگے آتا ہے۔ آکر انھوں نے کہا سلاما یعنی آپ پر سلام ہو، آپ پر ہمارا سلام ہو۔ اس لمبی عبارت کو انھوں نے شارٹ کر دیا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کا جواب دیا۔ بس دیر نہیں کی آپ نے، آپ بڑے مہمان نواز تھے، بھونا ہوا بچھڑا اُن کی خدمت میں آکر پیش کیا کہ ہمارے مہمان آگئے ہیں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ حدیث میں آتا ہے اور میں تمہارا اللہ کے عظیم نبی، جناب خلیل کا واقعہ ذکر کر رہا ہوں۔ آپ گھر کھانا تیار کر کے راستہ میں جا کر بیٹھ جاتے تھے کیونکہ آبادی تھی بڑی تھوڑی جو بھی کوئی راہ گیر وہاں سے گزرتا تو اُس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور کہتے کہ میرے بھائی! میرے گھر روٹی کھا کر جاؤ۔ اور اُسے گھر لے آتے تھے۔ ایک دن ایک کو گھر لے کر آئے تو وہ آتش پرست تھا۔ جونہی اُس سے بات کی تو اُس نے اپنے انداز سے کہا کہ میری معبود تو آگ ہے۔ آپ علیہ السلام نے اُس کو دلیل دی لیکن اُس نے مانی نہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر میرے برتنوں میں آپ کھانا نہ کھائیں اور تشریف لے جائیں۔ وہ چلا گیا تو دفعتاً وحی نازل ہوئی، وحی کا خلاصہ یہ تھا کہ اس کی نانوے یا سو سال عمر ہے اور اس سارے عرصے میں یہ میرا منکر رہا ہے لیکن میں تو اسے روٹی دیتا رہا ہوں، تیرے دروازے پر وہ ایک دن آگیا تو تو نے اُسے روٹی دینے سے انکار کر دیا۔ تو یہ رب کی ربوبیت کن وسعتوں کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے، کاش! انسان صرف اس ایک صفت پر غور کر کے، اللہ کی مہربانیوں، نوازشوں اور کرم فرمائیوں پر غور کرے۔

فلما را ایدیھم لا تصل الیه.....انا ارسلنا الی قوم لوط

دیکھا کہ وہ آگے ہاتھ نہیں بڑھا رہے ہیں، کھانے کی طرف، جس طرح بیٹھے ہوئے تھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ کوئی ایسے اجنبی لوگ ہیں جو شاید مجھے مارنے کے لئے آئے ہیں۔ اُس دور میں ایک رواج تھا۔ اور رواج یہ تھا کہ جس کو قتل کرنا ہے تو اُس کے گھر سے پانی نہیں پینا ہے، اُس کے گھر سے کچھ کھانا نہیں ہے۔ اسی سے وہ اصطلاح بنی ہے، ''نمک حرامی کی'' کہ جس گھر کا نمک کھالیا ہے، اُس کے خلاف سازش نہ کی جائے، یہ اسلامی شعار ہے۔ اب جناب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ کچھ کھا پی نہیں رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا پروگرام کچھ غلط ہے، اسے قرآن نے ''نکر'' نکر کا لفظی معنی یہ ہے کہ اجنبی جانا اور اُنکی طرف سے آپ کے دل میں کھٹکا ہوا، خوف والا۔ وہ اللہ کے فرشتے تھے کہنے لگے، جناب خلیل خوف زدہ نہ ہوں، ہم تو اللہ کے رسول ہیں اور قوم لوط کے لئے آئے ہیں۔

وامراته قائمة فضحکت.....ومن وراء اسحق یعقوب

لوط جناب ابراہیم علیہ السلام کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ علیہ السلام کی بیوی بھی وہاں کھڑی تھی، وہ ہنس پڑی کہ ہم کیا سمجھ رہے تھے اور یہ کون ہیں؟ یہ محترمہ جو حضرت ابراہیمؑ کے گھر ہیں، حضرت سیدہ سائرہ سلام اللہ علیہا، یہ آپ کی چچا زاد ہیں، ہنس پڑیں۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اُن کو بشارت دی، ان فرشتوں کے ذریعے بشارت دلوائی کہ آپ کے گھر بیٹا آرہا ہے جس کا نام اسحاق ہے۔ اور اسحاق کے بعد اسحاق کے گھر بیٹا آرہا ہے جس کا نام یعقوب علیہ السلام ہوگا۔ اب یہ بشارت ملی۔

قالت یویلتی ء الدوانا عجوز.....ان ھذا لشی ء عجیب

مائی صاحبہ فرمانے لگیں کہ یہ عجیب سی بات ہے کہ کیا میرے ہاں اُولاد ہوگی؟ میں بانجھ ہوں۔ ''عجوز'' اس کے دو معانی ہیں، اصلی لغوی معنی تو اس کا بڑھاپا، لیکن ''عجوز'' اس میں ''ع، ج اور ز'' جسے آپ اُردو میں عجز اور اُس کا اسم فاعل عاجز کہتے ہیں یعنی میں عاجز ہوں اس بات سے کہ میرے ہاں اُولاد ہو، میں قابل اولاد نہیں ہوں لہذا پھر اس کا اصطلاحی معنی بانجھ ہو جائے گا۔ میں بوڑھی ہوں بانجھ ہوں اور یہ میرے خاوند ہیں اور یہ بھی بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، اولاد کے عرصے سے آگے نکل گئے ہیں، یہ تو عجیب بات ہے کہ آج ہمارے ہاں اُولاد ہو۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قَالُوٓا۟ أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ ٱللَّهِ ۖ رَحْمَتُ ٱللَّهِ

فرشتوں نے کہا کہ کیا آپ اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہیں؟ اللہ کی رحمتیں

وَبَرَكَٰتُهُۥ عَلَيْكُمْ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ ۚ إِنَّهُۥ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿٧٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ

اور اُس کی برکتیں، تم پر اے گھر والو!۔ یقیناً وہی قابل تعریف اور عظمتوں والا ہے۔ جب ابراہیم کا خوف ختم ہوا،

عَنْ إِبْرَٰهِيمَ ٱلرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ ٱلْبُشْرَىٰ يُجَٰدِلُنَا فِى قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٤﴾

اُن کے پاس خوشخبری بھی آئی تو وہ قوم لوط کے بارے میں ہم سے جھگڑنے لگے۔

قالو اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ...... انہ حمید مجید

فرشتوں نے کہا کہ اللہ کا حکم ہے، کیا آپ کو اللہ کے حکم پر تعجب ہے؟ آپ یہ تعجب نہ کریں۔ اے اس گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اُس کی برکتیں ہیں۔ تو جب اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں اور اُس کی برکتیں ہوتی ہیں تو پھر بے موسم پھل آ جایا کرتے ہیں، یہ کوئی نرالی بات نہیں ہے لہذا اس پر آپ کو اچنبا (حیرانی) نہیں ہونا چاہئے۔ اب یہاں انھوں نے دو اللہ کی صفتیں بیان فرمائی ہیں کہ وہ قابل تعریف بھی ہے اور عظمتوں والا ہے لہذا اُس سے کوئی بات دور نہیں ہے اور آپ کو تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ یہی تو کمال ہے کہ بے وقت آپ کے ہاں اُولاد ہو۔ ہم ایک لفظی تحقیق کی طرف بڑھنا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو قرآن نے اہل بیت کہا ہے۔ پتہ یہ چلا کہ کسی کے گھر میں اہل بیت سب سے پہلے بیوی ہوتی ہے اور اُس کے بعد اُولاد ہوتی ہے، یہ ہمارا ایک مکتبہ فکر ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تو اہل بیت نہیں مانتا لیکن آگے چل کر جناب حسنین کریمین کو اہل بیت مان لیتا ہے۔ یہ سینہ زوری ہے جس کا

Marfat.com

نہ تو زبان سے تعلق ہے اور نہ انداز قرآن سے تعلق ہے اور نہ ہی قرآن جن معنوں میں اس لفظ کو استعمال کر رہا ہے، نہ اُس سے تعلق ہے۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ قرآن نے کہا کہ اللہ کی نعمتیں اور برکتیں تم پر اے اس گھر والو! اہل بیت، گھر والے۔ اب جب گھر والی اہل بیت نہیں تو پھر اُس کے بچے اہل بیت کیسے ہوں گے؟ یہ عقل کے خلاف ہے، یہ زبان دانی کے خلاف ہے، یہ قرآن کے انداز بیان کے خلاف ہے، آپ جتنا چاہیں زور لگا لیں آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کاشانہ نبوت سے نکال نہیں سکتے، ازواج مطہرات کو نبی کریم ﷺ کے گھر سے نکال نہیں سکتے۔ ساری دنیا کے انسان مل جائیں تو اُس ایک نگاہ کو نہیں پا سکتے جو رحمت کے ساتھ سرکار کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ڈالی تھی، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر جو نگاہ ڈالی تھی، اُس کو ساری دنیا کے انسان مل کر بھی پا نہیں سکتے۔

یہ ہے کہ بیٹی شادی ہو کر اپنے گھر چلی جاتی ہے۔ وہ اب اہل بیت ہے اپنے میاں کی۔ اور اس کے ساتھ اس حدیث کو ملا لیں کہ سرکا ﷺ نے اپنی کملی مبارک پھیلا دی (تاکہ بہت ساری لغزشیں آپ کے ذہن سے نکل جائیں، کملی پھیلا دی)، فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ اس کے اندر آ جاؤ، فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ بھی اندر آ جائیں، حسنین رضی اللہ عنہما آپ بھی اندر آ جائیں۔ جب وہ اندر آ گئے تو حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللھم ھولاء اھل بیتی اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ پاس اُم المومنین رضی اللہ عنہا بیٹھی ہیں، غالباً حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں یا حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا مجھے بھی اس کملی کے نیچے آنے کی اجازت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انت علی خیر وہ تو پہلے ہی اہل بیت ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے گھر سے چلی گئی ہیں، اب یہ میری اہل بیت نہیں ہیں، علی رضی اللہ عنہ کی اہل بیت ہیں، میں نے اللہ سے علی رضی اللہ عنہ کے گھر کو اپنے اہل بیت کے لئے مانگ لیا ہے، اب یہ میری اہل بیت ہیں۔ اب اندازہ فرمائیں کہ جنہیں سرکا ﷺ نے مانگ کر اہل بیت میں شامل کیا ہے، یاروں نے اُن کو اہل بیت میں شامل کر کے جو اصل اہل بیت تھے اُن کو نکال کر باہر پھینک دیا ہے، یہ انھوں نے عقل کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ سرکا ﷺ اس وہم کو دور کرنا چاہتے تھے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل بیت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اہل بیت مصطفیٰ ﷺ نہیں ہیں لہذا کملی کے نیچے دے کر یہ بات بتا دی کہ یہ میرا خاندان ہے انھیں میں نے باہر نہیں نکالا۔ علی بھی اہل بیت میں شامل ہیں، فاطمہ بھی اہل بیت میں شامل ہیں لیکن اصل جو ہیں انھیں نکال کر انھیں باقی نہیں رکھا جا سکتا۔ حدیث میں وہ الفاظ صاف موجود ہیں کہ انت علی خیر کہ آپ تو پہلے ہی خیر پر موجود ہیں، آپ تو اہل بیت ہیں قرآن کے لفظوں میں اور میں ان کو اہل بیت میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔

اس کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں کہ رب نے کہا کہ مکہ بیت الحرام ہے، یہ حرمت والی جگہ ہے۔ سرکا ﷺ نے مدینہ کی کسی چھوٹی سی ٹیکری پر کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ اللہ تو نے مکہ کو حرمت والا بنایا، میں نے مدینے کو حرمت والا بنایا، لوگو! سن

لو! جس طرح مکہ محترم ہے، اسی طرح مدینہ بھی محترم ہے۔ اب دیکھیں نا سرکا رﷺ کے اختیارات کہ انھوں نے مدینہ کو محترم قرار دے دیا۔ اب جو طریقہ تھا کہ اہل بیت میں گھر والے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ بچی جب بیاہی گئی کسی اور خاندان میں تو اُن کی اہل بیت ہے، سرکا رﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب علی رضی اللہ عنہا کے گھر چلی جائیں تو تب بھی میری اہل بیت ہیں۔ اور علی رضی اللہ عنہ کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ہم نے انھیں بھی اہل بیت میں شامل کرلیا ہے۔ یہ ہے وہ نظریہ جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔

فلما ذهب عن ابرهيم الروع وجاء ته ....فی قوم لوط

ارشاد فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوف ختم ہوا اور یہ بشارت آگئی چونکہ یہ اللہ کے بڑے لاڈلے پیغمبر ہیں، رحمت نبی کا خاصہ ہوتی ہے، اب وہ قوم لوط کے بارے میں جھگڑا کرنے لگ گئے۔ دیکھیں نا یہاں بڑا پیارا لفظ ہے کہ "وہ جھگڑا کرنے لگے"، یہ نہیں کہا کہ انھوں نے درخواست پیش کی۔ درخواست پیش کرنے والے کوئی اور ہوتے ہیں۔ اور جبراً کوئی بات منوانے والے اور ہوتے ہیں، یہ وہ ہوتا ہے جسے ناز ہو کہ میری بات مانی جائے گی۔ تو یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے "یجادلنا" کا لفظ آیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ جھگڑنے لگ گئے کہ تو رحمان بھی ہے، رحیم بھی ہے، ستار ہے، غفار ہے، اللہ اس قوم کو اس طریقے سے تباہ نہ فرما!۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّٰهٌ مُّنِيبٌ ﴿٧٥﴾

بے شک ابراہیم بڑے بردبار، لوگوں کی مصیبت پر زیر لب آہیں بھرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرمانے والے تھے۔

يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَآ إِنَّهُۥ

اے ابراہیم! آپ اس بات سے رخ موڑ لیں،

قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ ءَاتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٧٦﴾ وَلَمَّا

آپ کے رب کا حکم آچکا ہے۔ انہیں ایسا عذاب اب ملے گا جو لوٹ نہیں سکتا۔ اور جب ہمارے قاصد

جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِىٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا

لوط کے پاس آئے تو وہ اُن کے آنے کی وجہ سے وہ بڑے مغموم ہوئے، انھوں نے دل کی تنگی محسوس کی۔ کہنے لگے یہ تو

يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهُۥ قَوْمُهُۥ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا۟

آج بڑا سخت دن ہے۔ اور اُس کی قوم دوڑتی اُس کے پاس آئی، اس سے پہلے

يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ هَٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِى هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ

وہ برے کام کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: کہ اے میری قوم! تمھارے گھروں میں میری بیٹیاں ہیں اور وہ تمھارے لئے پاکیزہ ہیں۔

Marfat.com

أَن تَقُولُوٓا۟ إِنَّمَآ أُنزِلَ ٱلْكِتَـٰبُ ایسانہ ہو کہ تم کہنے لگو کتاب

عَلَىٰ طَآئِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَـٰفِلِينَ ﴿۱۵۶﴾

ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتاری گئی تھی، اور ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے

أَوْ تَقُولُوا۟ لَوْ أَنَّآ أُنزِلَ عَلَيْنَا ٱلْكِتَـٰبُ لَكُنَّآ أَهْدَىٰ مِنْهُمْ

یا تم یہ کہنے لگو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم پہلے والے لوگوں سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے

فَقَدْ جَآءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ فَمَنْ

یقیناً تمہارے پاس رب کریم کی طرف سے دلیل آ گئی ہے، اور ہدایت اور رحمت، پس اس سے

أَظْلَمُ مِمَّن كَذَّبَ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِى ٱلَّذِينَ

کون بڑا ظالم ہے جو اللہ کریم کی آیات کو جھٹلاتا ہے اور ان سے منہ موڑ لیتا ہے، عنقریب ہم ان کو

يَصْدِفُونَ عَنْ ءَايَـٰتِنَا سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ بِمَا كَانُوا۟ يَصْدِفُونَ ﴿۱۵۷﴾

جو ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں بدترین عذاب کا بدلہ دیں گے ان کے اس منہ موڑنے کی وجہ سے

ان تقولوا انما انزل ......بما کانوا یصدفون

اب اگر قرآن پاک نازل نہ ہوتا تو پھر تم کہہ سکتے تھے کہ اے مکہ کے لوگو! ہم سے پہلے دو گروہ تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کی تھیں، یا یہودی تھے یا عیسائی تھے، ہم ایسے لوگ ہیں کہ ہمیں ان کتابوں کے پڑھنے اور پڑھانے کا پتہ کوئی نہیں ہے، اور ہم ان سے بے خبر ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہوئی جو عام طور پر عرب کہتے تھے کہ ہم تو ان پڑھ لوگ ہیں، پڑھے لکھے لوگوں سے ہمارا واسطہ نہیں ہے، اور نہ ہم اس طریقے سے چل سکتے ہیں، تم یہ کہہ سکتے تھے یا یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ دو قوموں پر پہلے کتابیں نازل ہوئی تھیں وہ ہدایت پا گئے ہیں، اگر ہم پر بھی کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان دونوں کو پیچھے چھوڑ جاتے، ہم یقیناً ان سے آگے نکل

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾

تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو نیک چلن ہو؟

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾

تو وہ کہنے لگے کہ آپ کو پتہ ہے کہ ان بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ اور آپ جانتے ہیں جو ہم ارادہ کر کے آئے ہیں۔

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا

فرمایا، کاش! میرے پاس قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ لے سکتا۔ انہوں نے کہا،

یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ

اے لوط! ہم آپ کے رب کے قاصد ہیں، یہ آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ اپنے گھر والوں کو لے کر

مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا

رات کے ایک حصہ میں چلے جائیں، تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے مگر آپ کی بیوی ساتھ نہیں جائے گی، اُس کو وہ پہنچنے والا ہے عذاب

مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾

جو تیری قوم کو پہنچے گا۔ ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے۔ کیا صبح قریب نہیں ہے؟

فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا

جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے بالا حصے نیچے کر دیے، ہم نے اُن پر

حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ

پتھر برسائے کنکر والے جو مسلسل آرہے تھے۔ جن پر آپ کے رب کے پاس

وَمَا هِيَ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿۸۳﴾

نشان لگا ہوا تھا۔ اور یہ ظالموں سے کوئی دور کی بات نہیں تھی۔

ان ابرھیم لحلیم اواہ منیب.....ھذا یوم عصیب

ابراہیم علیہ السلام کی تین صفتیں یہاں بیان کی ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ حلیم، وہ سراپا مجسم حلم تھے: ''اوّاہ''، اوّاہ وہ ہوتا ہے جو کسی کی غم خواری کی وجہ سے آہ بہ لب رہے جس کی آہیں نکلتی رہیں کسی کی غم خواری میں: ''منیب'' اس کا معنی ہوتا ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے، یہ تین صفات ہیں جو جناب ابراہیم علیہ السلام کی قرآن نے ذکر کی ہیں۔ یہ ذکر کر کے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام آپ ذرا رخ مبارک موڑیں، اس بات کو چھوڑیں، اللہ کا حکم آچکا ہے، اُن پر تو اب وہ عذاب پہنچنے ہی والا ہے جس نے واپس نہیں ہونا ہے، ان کی ہلاکت مسلم ہو چکی ہے۔

ولما جاء ت رسلنا لوطا.....ھذا یوم عصیب

یہی اللہ کے رسول، لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو لوط علیہ السلام کے لئے یہ ایک بڑی عجیب بات تھی۔ ''سیئ

Marfat.com

بھم ''اس کا معنی کرتے ہوئے، ہم عربی کا یہ لفظ لیں گے، وسیء بھم ﴾ اُن کا آنا لوط علیہ السلام کو پسند نہ ہوا۔ وجہ اس کی کیا تھی؟ کہ اُن کی قوم کی بڑی خبیث عادتیں تھیں۔ تو یہ بالکل نوخیز بچوں کی شکل میں اللہ کے فرشتے وہاں پہنچے تھے۔ وضاق بھم ذرعا﴾ اُن کی وجہ سے اُن کا بازو تنگ ہوا، یہ لفظی معنی ہے۔ ''ذرعا'' ہاتھ کی اس انگلی کی چوٹی سے لے کر یہاں کہنی تک یہ جگہ جو ہے یہ ''ذرعا'' ہے۔ اُن کا بازو تنگ ہوگیا ہے، لفظی معنی یہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ دل گرفتگی میں مبتلا ہوئے اور کہنے لگے کہ بڑا مشکل دن آگیا ہے۔

وجاء ہ قومہ یھرعون ......منکم رجل رشید

اُن کی قوم کے لوگ بھاگتے بھاگتے آئے، اُن کی عادتیں پہلے ہی بہت بری تھیں۔ جناب لوط علیہ السلام نے جو خطاب فرمایا، وہ بلاغت کا شاہکار ہے اور ادب کی جان ہے۔ قرآن نے جس انداز سے اُسے بیان کیا ہے اگر تورات اُس کے مقابلے میں آپ رکھ لیں تو شاید پھر آپ اُسے پڑھ نہ سکیں۔ لیکن قرآن نے کہا کہ لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! آپ کے گھر میں جو خواتین بیٹھی ہیں، وہ سب میری بیٹیاں ہیں، وہ آپ کے لئے پاک اور صاف ہیں، اپنے گھروں کی طرف رجوع کرو، اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو نیک چلن ہو اور وہ آگے بڑھ کر باقی قوم کو سمجھائے؟ اب یہاں مترجمین نے جس انداز سے ترجمہ کیا ہے وہ غلط ہے۔ نبی کو ماننے والے لوگوں کے گھر میں جو بھی خواتین ہوتی ہیں، وہ نبی کی روحانی بیٹیاں ہوتی ہیں، اس بات کو ذہن میں پختہ رکھا جائے۔ اور جناب لوط علیہ السلام نے انہی کو خطاب کر کے یہ بات کہی ہے کہ آپ کے گھر میں جو ہیں وہ سب میری بیٹیاں ہیں، اپنے گھروں کو جاؤ۔

یہاں جو میرے پاس ترجمہ ہے کہ قوم! یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں، یہ پاک ہیں، تو بہت سارے جو مفسر ہیں انھوں نے اسی کو بنیاد بنا کر کہہ دیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کے رشتے دے کر، اُن لوگوں سے جان بچانا چاہتے تھے اپنے مہمانوں کے سلسلے میں، یہ بات اس لئے غلط ہے کہ عملاً ایسا ہو نہیں سکتا۔ اس لئے نہیں ہوسکتا کہ باہر سے وہ ڈاکو آگئے۔ اب اس شادی کے لئے وقت کہاں ہے لہٰذا یہ بات عقلاً اور فطرتاً نبی کے مزاج کے خلاف ہے، قرآن کے انداز کے خلاف ہے۔ انھوں نے بیٹیاں اُن بچیوں کو کہا ہے جو جناب لوط علیہ السلام کے ماننے والوں کے گھروں میں بطور بیوی موجود تھیں۔

Marfat.com

قالو لقد علمت ما لنا فی....وما ھی من الظلمین ببعید

انھوں نے کہا کہ آپ کو پتہ ہے کہ ہمارا کوئی حق اُدھر نہیں ہے،آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ ہم کیا مقصد لے کر آئے ہیں۔اُس وقت اللہ کے نبی کی زبان پر یہ بات آئی کہ کاش! میرے پاس قوت ہوتی (یعنی میرے پاس کوئی ایسی برادری ہوتی، ساتھی ہوتے یا کوئی مستحکم پناہ میرے سامنے ہوتی، ایسا کوئی طبقہ ہوتا اگر وہ اپنے عقیدت مندوں کا نہیں ہے تو شریف لوگوں کا ایک طبقہ ہے) جو اس مصیبت سے پناہ دینے کے لئے،ان مہمانوں کی عزت بچانے کیلئے آگے آجاتا۔اُس وقت فرشتے بول پڑے،انھوں نے کہا کہ لوط علیہ السلام! ہم آپ کے رب کے رسول (فرشتے) ہیں، یہ آپ کے قریب بھی نہیں آسکتے،آپ علیہ السلام کے لئے اللہ کا حکم یہ ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کو رات کے ایک حصے میں لے کر نکل جائیں لیکن اپنی بیوی کو ساتھ لے کر نہیں جانا ہے اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔بیوی کو وہی عذاب آنے والا ہے جو باقی قوم کو عذاب آرہا ہے،ان کی وعدہ گاہ صبح ہے، یہ شام ہی گزرنی ہے۔تو فرشتے اپنے انداز سے کہنے لگے کہ اے اللہ کے پیغمبر! کیا اب صبح دور ہے؟ اب یہ تو ڈوبے ہی ڈوبے پھر ہمارا حکم آگیا، نیچے والی زمین کو ہم نے اُوپر اور اُوپر والی زمین کو ہم نے نیچے کردیا اور اُن پر ہم نے پتھر برسائے۔یہ پتھر ''سجیل'' قرآن نے کہا ہے۔ایک خاص پتھر ہوتا ہے جسے پنجابی میں ''کنہٹ'' کہا جاتا ہے، وہ اس قسم کا ہوتا ہے کہ اُس کے بے شمار دندانے سے باہر نکلے ہوتے ہیں۔ایک تو وہ دندانے دار پتھر ہے اور وہ اس طرح آئے گا کہ تہہ بہ تہہ ہوگا۔آگے والا پڑا ہے تو پیچھے والا آیا۔پھر انہیں نشان لگا ہوا ہے آپ کے رب کے ہاں۔اس نشان کے دو معانی ہیں: آپ جہاں بھی اسلحہ بناتے ہیں تو اُس فیکٹری کا ایک خصوصی نشان ہوتا ہے تو چونکہ یہ اللہ کے اسلحہ خانے سے آرہے ہیں، اُس فیکٹری کا اُو پر نشان ہے ایک تو یہ معنی ہے اس کا؛ دوسرا معنی یہ ہے اس کا کہ اُس پر نشان لگا ہوا ہے کہ اس پتھر نے فلاں کو لگنا ہے اور وہ اُسی کو لگے گا جس کے لئے علامت اُس پر لگا دی گئی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ فضاؤں میں سے برسنے والے پتھر جس بندے کے لئے اللہ انھیں متعین کرتا ہے اُسی کو لگا کرتے ہیں، اُسے چھوڑ کر کسی اور کو نہیں لگتے، رب کے ہاں اُن پر یہ نشان ہے۔اور یہ ظالموں سے دور بات نہیں رہے گی بس ابھی وہ عذاب آرہا ہے۔اس واقعہ کو ذکر کر کے جناب شعیب علیہ السلام کا آگے ذکر آیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

۞ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ

مدین کی طرف اُن کی برادری کے

شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ

حضرت شعیب علیہ السلام کو ہم نے بھیجا۔ انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے،

وَلَا تَنقُصُوا۟ ٱلْمِكْيَالَ وَٱلْمِيزَانَ ۚ إِنِّىٓ أَرَىٰكُم بِخَيْرٍ

ماپ طول کو کم نہ کیا کرو، میں تم کو دیکھتا ہوں خوش حال اور

وَإِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ﴿٨٤﴾ وَيَٰقَوْمِ

مجھے خوف ہے کہ تم کو کوئی عذاب آ کر گھیر لے گا۔ اے میری قوم!

أَوْفُوا۟ ٱلْمِكْيَالَ وَٱلْمِيزَانَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا۟

ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو، لوگوں کو اُن کی

ٱلنَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٨٥﴾

چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔

بَقِيَّتُ ٱللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم

اللہ کا جو بچا ہوا تمھارے پاس ہے، وہ بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو۔ میں تم پر

بِحَفِيظٍ ﴿٨٦﴾ قَالُوا۟ يَـٰشُعَيْبُ أَصَلَوٰتُكَ تَأْمُرُكَ أَن

نگران نہیں ہوں۔ انھوں نے کہا، اے شعیب (علیہ السلام)! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ

نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَآ أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِىٓ أَمْوَٰلِنَا مَا نَشَـٰٓؤُا۟

ہم چھوڑ دیں جس کی عبادت ہمارے باپ دادے کرتے رہے ہیں یا ہم اپنے مالوں میں وہ کچھ نہ کریں جو ہم چاہتے ہیں،

إِنَّكَ لَأَنتَ ٱلْحَلِيمُ ٱلرَّشِيدُ ﴿٨٧﴾

بے شک آپ بڑے ہی حلیم اور نیک چلن بنے پھر رہے ہیں۔

والی مدین اخاھم شعیبا..... اخاف علیکم عذاب یوم محیط

ارشاد فرمایا کہ مدین میں ہم نے اُن کی برادری کے آدمی جناب شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ مدین اپنے دور کا تجارتی مرکز تھا، شام سے جانے والے، یمن سے جانے والے، عراق سے جانے والے لوگ وہاں سے گزرتے تھے۔ تو بے حد آباد شہر تھا۔ تجارتی مرکز ہونے کی وجہ سے وہ لوگ بے حد خوش حال تھے۔ جناب شعیب علیہ السلام وہاں پہنچے تو کہنے لگے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے بغیر کوئی اور معبود نہیں ہے۔ بالکل سارے انبیاء نے یہاں دنیا میں یہی الفاظ کہے ہیں۔ لیکن یہاں ایک خاص بات تھی کہ اقتصادی میدان میں بہت آگے ہونے کی وجہ سے اُن میں لالچ بھر آیا تھا۔ ماپ تول کی چیزیں وہ کم

Marfat.com

دیتے تھے اور زیادہ لیتے تھے۔ تاریخ میں آتا ہے کہ جس چیز سے لیتے تھے وہ ماپ اور ہوتا تھا، وہ تول والے پتھر اور ہوتے تھے۔ اور جب خود بیچتے تو چھوٹے وزن کے تول استعمال کرتے تھے۔ فرمایا کہ یہ بات نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا تم پر کرم ہے اور آسودہ حال ہو۔ یا تو کوئی بدحالی ہوتی تو پھر تم اس چکر میں پڑتے تو پھر کوئی بات سمجھ بھی آنے والی تھی۔ مجھے خوف یہ ہے کہ کوئی تباہ کن گھیرنے والا عذاب، تم پر نازل ہو جائے گا۔

ویقوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط......وما انا علیکم بحفیظ

انصاف کے ساتھ ماپ تول پورا کرو۔ لوگوں کو چیزیں دیتے ہوئے کمی نہ کیا کرو۔ زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اقتصادی میدان میں دیانت داری سب سے بڑی بات ہے اور اسی دیانت داری کا اقتصادی میدان میں جناب شعیب علیہ السلام انہیں درس دے رہے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ کی ایک مثال ملاحظہ ہو کہ آپ ﷺ نکلے تو کسی جگہ غلے کا ڈھیر تھا، آپ ﷺ نے وہاں اس طریقے سے غلے کے اندر ہاتھ مبارک ڈالا تو دیکھا کہ اندر والا غلہ تر ہے۔ تو آپ ﷺ نے پلٹ کر ایک بات ارشاد فرمائی: من غش فلیس من منا) جو اقتصادی میدان میں کسی قسم کا بھی دھوکا کرتا ہے وہ ہماری برادری میں شامل نہیں ہے۔ دیکھا سرکار ﷺ نے اسلام سے اُس کو نکالا۔ کیا آپ یہ انداز اختیار کریں گے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ انسانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ پھر کھانے پینے کی چیزوں میں، ایسی چیزوں پر جن پر انسانی زندگی کا مدار ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

اب میں اُن تفصیلات میں کیا جاؤں، ہم نے بین الاقوامی تجارت میں اُن قوموں کے ساتھ جو وطیرہ اختیار کیا ہے، جو ہماری دوست قومیں تھیں، وہ تاریخی المیہ ہے، اللہ ہی ہمیں معاف کرے کہ ہم روئی بیچ رہے ہیں اور اُس کے اندر نمک کے ڈھیلے بھر دیں اور دیں کس کو؟ جو اُس دور میں اقتصادی میدان میں ہمارا سب سے قریبی ساتھی اور دوست تھا چین، اُ...دیا جائے۔ میں متحدہ عرب امارات میں پھر رہا تھا تو وہ بے پناہ مٹی باہر سے لے کر تہہ بٹھا رہے تھے درخت لگانے کے لئے۔ میں نے اُن سے کہا کہ بھائیو آپ پاکستان سے مٹی کیوں نہیں لیتے؟ آپ جواب ملاحظہ کریں کہ اُس عرب ٹھیکے دار نے مجھ سے کیا بات کہی۔ وہ کہنے لگا کہ بے حد افسوس ہے کہ آپ پاکستانی خالص مٹی بھی نہیں بیچتے۔ یہ ہے وہ انداز جو ہم نے اپنا رکھا ہے۔ تو اللہ کے نبی نے کہا کہ ماپ تول میں، اقتصادیات میں وہ انداز جو دھوکے پر مبنی ہو، وہ کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے اُسکے آگے چل کر نتائج ہمیشہ قومی نقطہ نگاہ سے تباہ کن برآمد ہوتے ہیں۔ اللہ کے راستے میں دے رہے ہو جو تمہارے لئے بچ جائے، وہ بہت

Marfat.com

بہتر ہے اگر صاحب ایمان ہو۔ اُس میں ناجائز انداز سے اضافہ کرنا یہ غلط بات ہے۔ رہی بات یہ کہ میں ڈنڈا لے کر تمہارے پاس کھڑا رہوں، نہیں، اخلاق اندر سے اُٹھا کرتے ہیں، تعلیم سے اُٹھتے ہیں۔ اگر اخلاق قوت سے پیدا کئے جائیں تو وہ وقتی ہوتے ہیں دیرپا نہیں ہوتے۔

قالو یشعیب اصلوتک تامرک...... انک لانت الحلیم الرشید

اب انھوں نے کیا کہا؟ کتنی عجیب طنز ہے جو ہمارے معاشرے میں بھی مختلف طریقوں سے چلتی رہتی ہے، کہنے لگے شعیب صاحب! آپ یہ بتائیں کہ کیا یہ جو آپ ہروقت مصلے پر چڑھے رہتے ہیں تو آپ کی نمازیں یہ بات کہتی ہیں کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں یا ہم اپنے مالوں میں اپنے اختیارات کو نہ برتیں؟ یہ دونوں باتیں نہیں ہوں گی، نہ ہم بتوں کو چھوڑیں گے اور نہ ہی ہم اپنے مالوں میں اپنے اختیارات کو چھوڑیں گے۔ اور یہی بات آپ کو بتاؤں کہ جناب حسین رضی اللہ عنہ اور یزید میں سب سے بڑا بنیادی اختلاف ہی یہی تھا۔ کہ یزید کہتا تھا کہ جو ہمارے پاس مالیاتی نظام ہے، اُسے میں جس طرح چاہوں گا استعمال کروں گا۔ جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے اور اس تحقیق کے ڈانڈے بڑے دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ حسینؓ اور یزید کا بنیادی اختلافی نقطہ صرف یہ اقتصادی مسئلہ تھا۔ یزید کہتا تھا کہ بیت المال میری ذاتی جاگیر ہے اور میں جس طرح چاہوں گا اسے خرچ کروں گا۔ حسینؓ فرماتے تھے کہ یہ قوم کی امانت ہے لہٰذا قرآن وسنت کے علاوہ اسے اگر خرچ کرے گا تو ہم نہیں مانیں گے۔ اور حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بات تھی کہ اگر آج کا یہ ظالم حاکم یہ کہہ رہا ہے تو کل کا ایک اور ظالم حاکم آ کر یہ کہے گا کہ عدلیہ جو ہے وہ میری ذاتی ہے لہٰذا قرآن وسنت کا آئین نہیں ہوگا۔ آگے تعلیم پر وہ ہاتھ ڈال دے گا۔ فرمایا کہ آج اس کو بند کرنا چاہئے، آگے بڑھ کر خواہ مجھے کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ ورنہ ایک سو سال کے اندر اسلام مٹ جائے گا تو یہی وہ بات ہے جو یہ یہاں کہہ رہے ہیں۔ اور آخر میں کیا کہتے ہیں؟ یہ بھی طنز ہے کہ ہم تو آپ کو بڑا باوقار اور نیک چلن انسان مانتے تھے لیکن آپ کے باوقار اور نیک چلن ہونے نے ہمیں سبق کیا دیا کہ جناب آپ علیہ السلام پیسے اُس طرح خرچ کریں جس طرح میں کہتا ہوں، بتوں کو چھوڑ دیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قَالَ يٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن

انھوں نے فرمایا، اے میری قوم! اگر

كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَآ أُرِيدُ أَنْ

میں رب کے پاس سے واضح نشانی لے کر آیا ہوں اور اُس نے مجھے شاندار روزی عطا فرمائی ہے۔ تو میں نہیں چاہتا کہ

أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَآ أَنْهٰكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلٰحَ

میں تمھاری مخالفت کروں اُس بات میں جس سے میں خود تم کو روک رہا ہوں۔ میں تو اصلاح چاہتا ہوں

مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِيٓ إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿۸۸﴾

جہاں تک ہو سکے، مجھے توفیق اللہ دینے والا ہے اور میرا اُسی پر توکل ہے اور میں نے اُسی کی طرف واپس جانا ہے۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيٓ أَن يُصِيبَكُم مِّثْلُ مَآ أَصَابَ

اے میری قوم! تم کو جرم میں مبتلا نہ کرے میری دشمنی کہ تم پر بھی ایسی مصیبت آجائے جس طرح

قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم

قوم نوح، قوم ھود اور قوم صالح پر آئی تھی۔ اور قوم لوط تو تم سے

بَعِيدٍ ﴿٨٩﴾ وَٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّى

دور نہیں ہے۔اپنے رب سے مغفرت چاہو اور اُسی کی طرف رجوع کرو، یقیناً میرا پروردگار

رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوا۟ يَٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ

رحم فرمانے والا اور مخلوق سے پیار کرنے والا ہے۔اُن لوگوں نے کہا، اے شعیب! ہمیں زیادہ تیری باتیں سمجھ نہیں آتیں،

وَإِنَّا لَنَرَىٰكَ فِينَا ضَعِيفًا ۖ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَٰكَ ۖ وَمَآ أَنتَ

ہم دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں بڑا ہی کمزور ہے اگر تیری یہ برادری نہ ہوتی تو ہم تجھے سنگسار کردیتے تو

عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَهْطِىٓ أَعَزُّ عَلَيْكُم مِّنَ

ہم پر غالب نہیں آسکتا۔انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! کیا میری برادری تمہارے لئے بہت محترم ہے،

ٱللَّهِ وَٱتَّخَذْتُمُوهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۖ إِنَّ رَبِّى بِمَا تَعْمَلُونَ

اللہ کو چھوڑ کر؟ اللہ کو تم نے اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا ہے۔یقیناً میرا پروردگار تمہارے اعمال کا

مُحِيطٌ ﴿٩٢﴾ وَيَٰقَوْمِ ٱعْمَلُوا۟ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّى عَٰمِلٌ ۖ

احاطہ فرمانے والا ہے۔اے میری قوم! تم عمل کرو اپنی جگہ پر اور میں بھی اپنے کام میں مصروف ہوں

جاتے ،تو پھر لیجئے ربّ کریم کی طرف سے ایک دلیل والی کتاب آگئی ہے، سادہ لفظوں میں دلیل والی کتاب سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب ایسی ہے جو کسی بات کو مدلل کیے بغیر بیان نہیں کرتی ،لہذا ایک تو رب کریم کی طرف سے یہ دلیل والی کتاب آگئی ہے، یہ ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی ہے، یعنی ایسی شے جو مجسمہ ءدلیل ہو، اب دیکھیں نا تورات نے منسوخ ہو جانا تھا اس لیے وہ دلائل والی کتاب نہیں بن سکتی تھی ، دلائل والی وہ کتاب بن سکتی ہے جس نے باقی رہنا ہے، اس لیے قرآن حکیم کی اللہ کریم نے یہ صفت بیان فرمائی۔

فمن اظلم ممن كذب بايت الله.....بما كانوا يصدقون

آگے ارشاد ہوا کہ اس سے بڑھ کے کوئی ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دے ان سے منہ موڑ لے، اس لیے جو ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انہیں سزا کے طور پر شدید اور بدترین قسم کا عذاب ہوتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ قرآن پاک قانون فطرت ہے، نبی علیہ السلام رسول فطرت ہیں، آپ کے ارشادات فطرت ہیں، اب جو فطرت سے ہٹتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس سانچے میں اسے ڈھالا گیا ہے اس نے اس سانچے کو چھوڑ دیا ہے، اور جو نیا سانچہ ہوگا وہ اسے بگاڑے گا ، مارے گا، خراب کرے گا ،اس لیے ارشاد فرمایا کہ جو روگردانی کرتے ہیں اس دین فطرت سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

☆☆☆☆☆

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ

تم کو جلدی ہی پتہ چل جائے گا کہ کس کو عذاب آکر رسوا کردے گا اور کون

كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ

جھوٹا ہے۔ انتظار کرو اور میں بھی تاک میں ہوں۔ جب ہمارا

اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ

حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور جو اُن پر ایمان لائے تھے، اپنی رحمت سے نجات دے دی۔

الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۴﴾

اور جو ظالم تھے اُن کو کڑک نے آلیا۔ وہ اپنے گھروں میں سویرے سویرے اوندھے پڑے تھے،

كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

گویا وہ کبھی وہاں رہے ہی نہیں۔ ہلاکت ہے مدین کے لئے جس طرح ثمود پر ہلاکت تھی

ویقوم لایجرمنکم شقاقی ان یصیبکم.....اما قوم لوط منکم ببعید

انھوں نے فرمایا کہ قوم دیکھ لو اگر میں اللہ تعالی کی طرف سے نشان لے کر آیا ہوں اور اللہ نے مجھے شاندار رزق عطا فرمایا ہے۔ کس بات کی طرف اشارہ ہے؟ یہ صرف ظاہر رزق کی طرف اشارہ نہیں ہے، یہ نبوت کی طرف اشارہ

Marfat.com

ہے۔ جناب شعیب علیہ السلام کا یہ واقعہ، اقبال کے سامنے بھی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس ہی گئے تھے جب فرعون نے اُن پر سختی کرنا چاہی اور اُن کو مار دینا چاہا۔ تو اقبال نے دونوں کا جو باہمی تعلق ہے اُسے اور جہاں بھی روحانی رابطہ دو ہستیوں کے درمیان ہوتا ہے اُسے کتنے پیارے انداز سے بیان کیا، اقبال کہتے ہیں کہ:

دم عارف نسیم صبح دم ہے   اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے

عارف کی سانس وہی ہے جو سویرے سویرے باد بہاراں چلا کرتی ہے۔ (اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے) معنی کی جڑ جو ہے اُس میں نمی ہوتی ہے عارف کی اسی سانس سے۔ یہ تو تمہید تھی، اگلے شعر میں اقبال اپنے نکتہ نظر کو انتہائی اُونچے مقام پر لے گئے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

اگر کوئی شعیب علیہ السلام آئے میسر   شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

کوئی شعیب ملنا چاہئے۔ شعیب ملے تو جو چرواہا ہوتا ہے وہ دوسرے دن کلیم بن چکا ہوتا ہے۔

تو اب جناب شعیب کیا فرماتے ہیں؟ کہ مجھے تو حسین رزق اللہ نے دیا ہے، اُس نے نبوت بخشی ہے، اُس نے حقائق جانچنے کی تعلیم دی ہے۔ میں تم کو ایک بات سے روکوں اور خود کروں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ اُنھوں نے طنز کی ہوگی کہ آپ چاہتے ہیں کہ اب آپ کو ٹھیکے مل جائیں اور آپ یہ ماپ تول میں کمی کر کے چند دنوں میں امیر بن جائیں۔ تو فرمایا کہ جس بات سے میں تمہیں منع کر رہا ہوں وہ میں خود نہیں کرسکتا۔ اس سے پتہ یہ چلا کہ نبیوں کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ جو کہنا ہے وہ خود کرنا ہے اور قرآن نے اسے بلاغ مبین کہا ہے (یعنی صرف بات پہنچانا یہ تو فلسفی بھی کرسکتا ہے، یہ منطقی بھی کرسکتا ہے، یہ سائنسدان بھی کرسکتا ہے) لیکن نبی کا پہنچانا مبین ہوتا ہے کہ وہ اُسے عمل کے سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔ میں ایسی بات نہیں کہہ سکتا جس پر میں نے خود عمل نہ کرنا ہو، میں تو اصلاح چاہتا ہوں، مجھے توفیق اللہ ہی دے گا، میرا توکل اللہ پر ہے اور اُسی کی طرف میرا رجوع ہے۔ اصل توفیق کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ ایسے ذرائع جو صحیح نتیجہ پر پہنچا دیں وہ توفیق ہے۔

واستغفروا ربکم ثم توبوا الیہ.....اما انت علینا بعزیز

یہ یاد رکھو! کہ میری مخالفت کی وجہ سے جرم کی بھٹی میں پڑنے کی کوشش نہ کرو، ورنہ تم پر بھی ایسی ہلاکت آئے گی جیسے نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قوموں پر ہلاکت آئی تھی۔ اور لوط کی قوم تو ابھی دور کی بات نہیں ہے، وہ تمہارے پڑوس میں رہتے ہیں، اللہ سے مغفرت چاہو، اُس کے سامنے رجوع کرو۔ اللہ رحم بھی فرماتا ہے اور وہ مخلوق سے

محبت بھی کرتا ہے۔ یہ دو الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں کہ قرآن نے اللہ کا تعارف اس انداز سے کرایا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ رحم اُس کا خاصہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ اس لئے اکثر اولیاء اُمت ''یــا ودود'' پڑھنے کا وظیفہ بتاتے ہیں کہ اللہ محبت کرنے والا ہے۔ جو اس لفظ کے پڑھنے سے، انھوں نے کہا کہ سو آپ کی طبیعت اُس راستہ پر چل نکلے۔

قال یقوم ارھطی اعزعلیکم من الله......ان ربی بما تعملون محیط

وہ کہنے لگے کہ شعیب! ہمیں تیری باتیں سمجھ ہی نہیں آتیں، یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ اُس نے کہا کہ آپ کے پاس دلیل کیا ہے؟ تو انھوں نے ایک نئی اصطلاح گھڑی کہ جو کچھ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں وہ ہمیں پتہ نہیں چلتا، ہم تو دنیا کے ترازو سے جانچتے ہیں لوگوں کو۔ آپ ہمارے اندر بے حد ضعیف ہیں اگر آپ کی یہ برادری نہ ہوتی تو ہم آپ کو سنگسار کر دیتے۔ آپ ہم پر غلبہ تو پا نہیں سکتے کہ ایک آدمی ہے تو کیا بگاڑ لے گا۔

ویقوم اعملو علی مکانتکم انی عامل ....کما بعدت ثمود

تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری برادری تمھارے نزدیک بڑی محترم ہے، اللہ کو آپ نے پس پشت ڈال رکھا ہے جو حقیقی طاقت ہے، اللہ تمھارے سب اعمال کو جانتا ہے۔ اب آخری بات تمھارے سامنے یہ ہے کہ تم بھی عمل کرو اور اپنی جگہ میں بھی عمل کر رہا ہوں۔ تم کو پتہ چلے گا کہ رسوا کن عذاب کس پر آتا ہے اور ہم میں سے جھوٹا کون ہے، یہ بھی پتہ چل جائے گا۔ انتظار کرو، میں بھی انتظار کر رہا ہوں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر ہمارا حکم آ گیا، ہم نے شعیب کو اور اُنکے مومن ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نجات دی۔ جو ظالم تھے بڑی شدت سے کڑک کی آواز آئی، وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اُوندھے پڑے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ وہاں کبھی تھے ہی نہیں، مدین کیلئے دوری ہے اللہ سے۔ جس طرح ثمود کے لئے دوری تھی، یہ خاص لفظ ہے جو ان تین چار حکموں میں یکے بعد دیگرے آ رہے ہیں اور درس ان میں یہ ہے کہ رب سے دوری دراصل موت ہے۔ اور رب کا قرب حقیقی زندگی ہے۔ تو یہ لوگ چونکہ رب سے دور ہٹ گئے ہیں تو تباہی کی طرف چلے گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَلَقَدْ

اور بے شک ہم نے

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٩٦﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

موسیٰ کو اپنی آیتوں اور واضح غلبے کے ساتھ فرعون

وَمَلَإِيْهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۖ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٩٧﴾

اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا پس وہ (درباری) فرعون کے کہنے پر چلے اور فرعون کا معاملہ درستی والا نہیں تھا

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَبِئْسَ الْوِرْدُ

قیامت کے دن وہ اپنی قوم کا قائد ہوگا پس انہیں آگ میں داخل کرے گا اور بدترین ہے

الْمَوْرُودُ ﴿٩٨﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ

گھاٹ اترنے کا ان پر اس دنیا میں اور قیامت میں لعنت پیچھے پیچھے آ رہی ہے کتنا

الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ﴿٩٩﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ

برا انعام ہے جو انہیں ملا ہے یہ بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں

Marfat.com

مِنۡهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيۡدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰـكِنۡ ظَلَمُوۡۤا

ان میں سے کچھ بستیاں کھڑی ہیں اور کچھ کٹ گئی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے خود

اَنۡفُسَهُمۡ‌ فَمَاۤ اَغۡنَتۡ عَنۡهُمۡ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِىۡ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ

اپنی جانوں پر ظلم کیا پس انہیں ان کے معبودوں نے جن کو وہ پوجتے تھے کوئی فائدہ نہ دیا

اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ‌ؕ وَمَا زَادُوۡهُمۡ غَيۡرَ تَتۡبِيۡبٍ ﴿۱۰۱﴾

جب آپ کے پروردگار کا حکم آ گیا اور ہلاکت کے بغیر انہوں نے انہیں کچھ مزید نہ دیا

وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ‌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ

اور اسی طرح آپ کے پروردگار کی پکڑ ہوتی ہے جب وہ آبادیوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑتا ہے بیشک اس کی پکڑ

اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ الۡاٰخِرَةِ‌ؕ

دردناک سخت ہے بے شک اس میں نشانی ہے اس شخص کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے

ذٰلِكَ يَوۡمٌ مَّجۡمُوۡعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوۡمٌ مَّشۡهُوۡدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا

وہ سب لوگوں کے اکٹھا ہونے کا دن ہے اور وہ دن حاضری کا ہے اور ہم

نُؤَخِّرُهُۥٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعۡدُودٍ ﴿١٠٤﴾ يَوۡمَ يَأۡتِ لَا تَكَلَّمُ نَفۡسٌ

اس دن کو موخر نہیں فرماتے مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لیے جب وہ دن آئے گا تو کوئی جان اللہ تعالیٰ کے

إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ فَمِنۡهُمۡ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ شَقُواْ فَفِي

حکم کے بغیر بات نہیں کر سکے گی پس ان لوگوں میں سے کچھ بد بخت ہیں اور کچھ سعادت مند تو جو بد بخت ہیں وہ

ٱلنَّارِ لَهُمۡ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خَٰلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ

دوزخی ہیں وہ جہنم میں گدھے کی طرح رینکیں گے اور آوازیں نکالیں گے وہ جہنم میں رہیں گے جب تک

ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ إِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ

آسمان اور زمیں میں ہیں مگر جتنا آپ کا پروردگار چاہے، بے شک آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے

﴿١٠٧﴾ ۞ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ سُعِدُواْ فَفِي ٱلۡجَنَّةِ خَٰلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ

اور جو نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہیں اس میں رہیں گے جب تک

ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ إِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَۖ عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوذٍ ﴿١٠٨﴾

آسمان اور زمین ہیں مگر جتنا آپ کا پروردگار چاہے یہ کبھی نہ ختم ہونے والی عطا ہے

Marfat.com

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ

(اے سننے والے) تو شک میں نہ پڑ اس سے جسے یہ (کافر) پوجتے ہیں یہ اسی طرح پوج رہے ہیں

آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ﴿۱۰۹﴾

جیسے پہلے ان کے باپ پوجتے تھے۔ اور بے شک انھیں ان کا حصہ کمی کے بغیر پورا پورا دیں گے۔

ولقد ارسلنا موسی.....وما امرفرعون برشید

جناب موسیٰ علیہ السلام کا آگے ذکر آتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آیات دے کر بھیجا، نشانیاں، معجزے دے کر بھیجا۔ اُن کے پاس ایک واضح دلیل بھی تھی، اس کا اشارہ ہے اُس بات کی طرف کہ آپ لاٹھی پھینکتے ہیں تو وہ سانپ بن جاتی ہے۔ وہ کن کے پاس آئے تھے؟ فرعون اور اُس کے درباریوں کے پاس آئے تھے۔ درباریوں نے بات فرعون کی مانی تھی۔ لیکن فرعون کا حکم، درست حکم نہیں تھا،

یقدم قومہ یوم القیمۃ فاوردھم.....بئس الرفع المرفود

وہ اپنی قوم کی قیادت کر رہا ہوگا قیامت کے دن بھی، یہ کتنا نفیس فقرہ ہے کہ یہاں بھی وہ لیڈر تھا اور قیامت کے دن بھی لیڈر ہوگا، قوم کے آگے آگے جا رہا ہوگا۔ کدھر لے کر جا رہا ہے؟ فاوردھم النار ﴾ اُن سب کو جہنم میں پہنچا کر دم لے گا۔ ''ورد'' عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جنگلوں میں پانی تلاش کرتے پھرتے تھے، ایسے آدمی کو ''وارد'' کہتے تھے، تو جس مقام پر پانی ہوتا تھا اُسے ''ورد'' کہتے تھے۔ آپ اُسے گھاٹ کہیں گے۔ بدترین ہے وہ گھاٹ، جہاں لوگوں کو پہنچایا گیا ہے (یعنی جہنم میں لے کر وہ پہنچا) اُن کے پیچھے اس دنیا میں بھی اُن پر لعنت ہے اور قیامت کے دن بھی اُن پر لعنت ہوگی۔ ''الرفد'' کا معنی ہوتا ہے عطیہ۔ یہ بدترین عطیہ ہے جو انھیں عطا کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ذلک من انبا القرٰی ... ان اخذہ الیم شدید

محبوب یہ غیب کی خبریں ہیں، ان مختلف بستیوں کی، قصبات کی، شہروں کی۔ ہم آپ کے سامنے یہ واقعات بیان فرمارہے ہیں، اُن میں سے کچھ کی نشانیاں تو ابھی تک کھڑی ہیں۔ اور کچھ بالکل کٹ چکی ہیں یعنی اُن کی نشانیاں بالکل باقی نہیں رہی ہیں۔ ہم نے تو ان پر کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ انھوں نے اپنی جانوں پر خود زیادتی کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کا دیا ہوا اختیار غلط استعمال کیا ہے۔ اُن کے کچھ کام نہ آئے ان کے یہ باطل معبود جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے۔ جب اللہ کا حکم آگیا تو اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے کوئی بھی بت اُن کے کسی کام نہ آیا اور انھوں نے (ان کے باطل معبودوں نے) تو ہلاکت ہی اُن کی بڑھائی۔ آپ کے رب کا پکڑنا ایسا ہی ہوتا ہے جب وہ آبادیوں کو پکڑتا ہے جو زیادتی کر رہی ہوتی ہیں، اُس کا پکڑنا شدید درد والا ہوتا ہے۔

ان فی ذلک لاٰیۃ لمن خاف...ان ربک فعال لما یرید

ان سب واقعات میں نشانی ہے اُس آدمی کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ واقعات قصہ گوئی کے طور پر ہم نہیں بیان کر رہے، بلکہ عبرت کے لئے بیان کر رہے ہیں۔ وہ وہ دن ہے کہ سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ ایسا دن ہے جہاں سب لوگوں کی حاضری ہوگی۔ وہ موخر ہے ایک شمار کئے ہوئے عرصے کے لئے۔ جس دن وہ آجائے گا تو کوئی بھی اللہ کے اذن کے بغیر نہیں بول سکے گا۔ اور سیدھی سی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ اُٹھیں گے تو ہر ایک بندہ ہیبت زدہ ہوگا، زبان گنگ ہو چکی ہوگی۔ آپ اگر قیامت کا منظر دیکھیں تو وہاں صرف بولنے کا حق رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس کو ہے۔ اب وہاں دو قسم کے لوگ ہیں: کچھ بد بخت ہیں اور کچھ سعادت والے لوگ ہیں۔ جو بد بخت ہیں انھوں نے جہنم کا راستہ لینا ہے، جہنم میں زفیر (چیخنا) بھی ہے اور شھیق (دھاڑنا) بھی۔ ان دونوں لفظوں پر تھوڑی سی غور ہو۔ جب گدھا چیختا ہے تو اُس کی آواز ابتداء میں بڑی زور دار ہوتی ہے تو اُسے زفیر کہتے ہیں اور جب دھیمی ہوتی ہے خاتمہ پر تو اُسے شھیق کہتے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ جہنم میں لوگ بڑے زور سے بھی چیخ رہے ہوں گے اور آہستہ آواز سے بھی چیخ رہے ہوں گے لیکن انھوں نے وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ یہاں قرآن نے لفظ استعمال کیا: مادامت السّمٰوات والارض ﴾ جب تک آسمان و زمین باقی ہیں

۔پھر یہاں سوال مشرکین نے کیا ہے کہ زمین وآسمان قیامت سے پہلے ختم ہو چکے ہوں گے تو اصل بات یہ ہے کہ یہ عربی زبان کی اصطلاح ہے، عربوں نے کہنا ہو کہ ہمیشہ کے لئے یہ بات باقی رہے گی تو وہ کہتے ہیں کہ ﴿مادامت السموات والارض﴾ جب تک آسمان وزمین قائم ہیں۔تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ بات ہمیشہ کے لئے ہے۔تو ارشاد فرمایا کہ وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی ہیں، مگر جب اللہ تیرا چاہے۔یہاں مفسرین نے اس کا جو معنی کیا ہے، وہ یہ ہے: کہ اللہ کے چاہنے کی وہاں بات کبھی بھی نہیں ہوگی، یہ استثنا کبھی ظہور پذیر نہیں ہوگا، مطلب یہ ہے کہ وہ سدا جہنم میں رہیں گے۔کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ''الا'' یہاں معنی سوائے کے ہے۔مطلب یہ ہے کہ طویل عرصہ جتنے عرصے زمین وآسمان قائم رہے ہیں، اتنی دیر انھوں نے جہنم میں رہنا ہے جو نبیوں کے منکر ہیں لیکن اس کے علاوہ اور بھی جتنا رب چاہئے، وہ عرصہ مزید بھی ہوگا، کچھ لوگوں نے یہ معنی بھی لیا ہے۔ہمارے کچھ فلسفی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں اور یہاں اسلام آباد میں میرے ایک دوست بھی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ کچھ عرصہ جہنم میں رہنے کے بعد یہ کافر بھی ہمارے پاس جنت میں آجائیں گے۔تو جب قرآن کی اتنی آیات انھیں ہمیشہ جہنم میں رہنے کیلئے بات کہتی ہیں تو اس خوش فہمی کو ذہن سے نکال دیا جائے۔میرا خیال ہے کہ سیاسی دنیا میں نہرو اور گاندھی کے قریب بیٹھنے کا یہ فلسفہ ہے جو اُن کے ذہنوں پر طاری ہو گیا ہے۔اور وہاں بھی نہرو اور گاندھی کو ساتھ لے کر جانا چاہتے ہیں۔تو یہ بات غلط ہے۔بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

واما الذين سعدوا ففی الجنة خلدين....نصيبهم غير منقوص

جو سعادت والے لوگ ہیں وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں (یعنی اس عرصے جتنا) اور اسے پھر جتنا اللہ چاہئے گا بڑھادے گا۔یہ وہ عطا ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔اے مخاطب! آپ کو شک اور دھوکا نہیں ہونا چاہئے جن کی یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں، یہ وہی انداز ہے جو پہلے کافروں کا انداز تھا، ان کا حصہ اسی دنیا میں مل جائے گا، اُس کی کمی نہیں ہو گی، وہ بھی معاش میں آپ کے ساتھ ہیں، اقتصادیات میں آپ کے ساتھ ہیں تو دنیا کے حصے اُن سے بالکل کسی انداز سے بھی کم نہیں ہورہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَـٰبَ فَٱخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی۔ پھر اُس میں اختلاف کیا گیا۔ اگر آپ کے رب کی طرف سے کلمہ

سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۱۱۰﴾

پہلے گزر نہ چکا ہوتا تو اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ وہ اس کتاب کے سلسلے میں کاٹ کھانے والے شک میں مبتلا تھے۔

وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَـٰلَهُمْ إِنَّهُۥ بِمَا يَعْمَلُونَ

ان میں سے ہر ایک کو آپ کا پروردگار اعمال کا بدلہ عطا کرے گا، وہ اُن کے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

خَبِيرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَٱسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا۟

خبر رکھتا ہے۔ آپ استقامت اختیار کیجئے، جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اور جو آپ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کر چکے ہیں، وہ بھی ایسا ہی کریں۔ تم میں سے کوئی بھی

إِنَّهُۥ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟

حد سے آگے نہ بڑھے۔ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اُن لوگوں کی طرف مائل نہ ہو جائیں جنھوں نے ظلم کیا ہے

فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ثُمَّ

پھر تمہیں بھی آگ چھونے لگ جائے گی اللہ کے مقابلے میں نہ تو کوئی تمہارا مددگار ہوگا اور نہ تمہاری

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِىَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِىَ

صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا پروردگار آجائے یا آجائیں آپ

بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِى بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَٰنُهَا

کے پروردگار کی کچھ آیات، جس دن آپ کے پروردگار کی طرف سے کچھ نشانیاں آئیں گی تو پھر کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا

لَمْ تَكُنْ ءَامَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِىٓ إِيمَٰنِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ ٱنتَظِرُوٓا۟

جو اس سے پہلے ایمان نہ لاچکا ہو، یا ایمان میں جس نے بھلائی نہ کی ہو، فرمادیجئے انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں

إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُوا۟ دِينَهُمْ وَكَانُوا۟ شِيَعًا لَّسْتَ

، یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی اور گروہ بن گئے، نہیں ہے آپ کا تعلق

مِنْهُمْ فِى شَىْءٍ ۚ إِنَّمَآ أَمْرُهُمْ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾

ان سے کوئی، ان کا معاملہ اللہ کریم کے پاس ہے، وہ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں،

مَن جَآءَ بِٱلْحَسَنَةِ فَلَهُۥ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَآءَ بِٱلسَّيِّئَةِ

جو نیکی کرتا ہے اسے دس گنا اسکی مثالیں ملتی ہیں، اور جو بدی کرتا ہے

فَلَا يُجْزَىٰٓ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾

اس کا بدلہ بھی اسکی مثال دیا جاتا ہے، اور ان پر زیادتی نہیں کی جاتی

ھل ینظرون الا ان تاتیھم......قل انتظروا انا منتظرون

ان کے سامنے دو تین باتیں تھیں، اسی کو قرآن پاک نے اس انداز سے بیان کیا، کیا انہیں صرف اس بات کا انتظار ہے، کہ فرشتہ آجائے، فرشتہ تو صرف اب ان کے پاس موت کا ہی آئے گا، دوسری بات یہ تھی کہ آپ کا پروردگار آجائے اور آ کے ہمیں بتائے یا فرشتہ آئے اور صرف ہمارے پاس آ کے ہمیں بتائے یعنی مقام نبوت ہمیں ملے، اور فرشتہ نازل ہو کے کچھ باتیں ہمارے ساتھ کرے، دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ کریم خود تشریف لے آئے یا یہ نہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور معجزہ آجائے، اللہ کریم

لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

مدد کی جا سکے گی۔

ولقد اتینا موسی الکتب....بما تعملون خبیر

اللہ کی وہ مقدس کتاب جس کا نام تورات ہے، جناب موسی علیہ السلام پر نازل ہوئی۔قوم نے اُس میں اختلاف کیا، اپنے اپنے مقاصد کے تحت۔اس کا مفہوم یہ نہیں ہے، یہ ہے کہ دوسرے لوگوں نے کہا نہیں، اس کا مطلب یوں نہیں یوں ہے۔یہ سب محض اپنی اغراض کے پیش نظر تھا۔تو ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے اس کائنات کی عمر پہلے متعین نہ ہو چکی ہوتی تو اُن کے اختلافات کا فیصلہ یہاں ہی ہو جاتا۔حقیقت یہ ہے کہ انھیں حقیقت کا علم نہیں ہے۔وہ کاٹ کھانے والے شک میں مبتلا ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں کیا اُسے وہ حقیقت سمجھتے ہیں؟ اُسے حقیقت سمجھتے تو یقیناً ایسی بات نہ کہتے۔محبوب اقدس ﷺ کو خطاب ہے کہ اُن کے جو بھی اعمال ہیں کسی کو چھوڑے بغیر، سب کو اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔اللہ کریم اُن کے اعمال کی خبر رکھتا ہے، اللہ کریم کی خصوصی صفت یہی علم ہے۔اور اُس علم کی وجہ سے اللہ کریم مستقبل، حال، ماضی سب کا عالم ہے۔

فا ستقم کما امرت ومن ....بما تعملون بصیر

محبوب! آپ ﷺ اُس راستے پر قائم رہیں جس راستے پر آپ کو چلنے کے لئے ارشاد فرما دیا گیا ہے اور اُس راستہ کو چھوڑا نہ جائے۔''فاستقم'' کا ایک خصوصی معنی ہے جو سیدنا حضرت عمرؓ نے کیا کہ (میں چاہتا ہوں کہ اُن کے ہی الفاظ آپ کے سامنے عرض کردوں۔) قال عمر الاستقامۃ ان تستقیم علی الامر والنھی ولا تروغ روغان الثعلب ﴾ کہ استقامت یہ ہے کہ اللہ نے جو حکم دیا ہے، جس سے روکا ہے۔حکم والی صورت میں آپ وہی کچھ کریں اور جس سے روکا ہے اُس سے رک جائیں۔اس طرح ادھر ادھر گھومنے کی کوشش نہ کریں جس طرح دوڑتے ہوئے لومڑی اپنی دم کو دائیں بائیں پھیرتی رہتی ہے تاکہ وہ شکاری کو دھوکا دے سکے۔آپ کو سیدھے راستے پر چلتے ہوئے دائیں بائیں وساوس میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔یہ تو تھا حضرت فاروق اعظم کا

ارشاد۔ایک بات جو آپ کے مبارک ذہنوں میں ڈالنی ہے، وہ یہ ہے کہ اولیاء اُمت نے یہاں سے گزرتے ہوئے ایک بڑا ہی نفیس فقرہ کہا ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ باتیں دو ہیں: ایک وہ راستہ ہے جو اللہ اور اُس کے رسول نے متعین کیا ہے، اُس پر چلنا اور اُسے کبھی نہ چھوڑنا یہ استقامت ہے؛ اور ایک وہ عزت ہے جو اللہ کریم اپنے کسی مقرب بندے کو دیتا ہے، اور اس عزت کی وجہ سے اُس سے کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ اولیاء اُمت کا مسلک یہ ہے کہ ﴿الاستقامة فوق الكرامة﴾ راہ خدا پر اس انداز سے چلنا کہ سر مو انحراف نہ ہو، یہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ ان کا ارشاد یہ ہے کہ زندگی جس راہ سے گزر رہی ہوتی ہے وہ چالیس سال بھی ہو سکتا ہے اور ساٹھ سال بھی ہو سکتا ہے، اتنے طویل عرصے تک ایک نظریہ قائم رکھ کر باقی سب کو چھوڑ کر اُسی نظریہ پر ڈٹ کر چلتے رہنا یہ بے حد مشکل ہے۔ لہذا استقامت بہت بڑی نعمت ہے۔

میں ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور اسی موضوع پر بات ہو رہی تھی تو آپ نے اس کی شرح یہ بیان فرمائی کہ کرامت تو لمحاتی بات ہے، اللہ کریم کسی کو عطا فرما دیتا ہے لیکن وہ لمحاتی باتیں ختم ہو جاتی ہیں اور استقامت نے ساری زندگی آپ کا ساتھ دینا ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی استقامت کو قرآن حکیم نے صراط مستقیم کہا ہے۔ وہ راستہ جس پر آپ نے ساری زندگی گزار دینی ہے۔ تو اپنے محبوب کو براہ راست اور اُمت کو سرکار ﷺ کے تابع ہونے کی وجہ سے یہ ارشاد ہوا کہ جس طرح آپ کو حکم دیا ہے، اُس طریقے سے آپ استقامت رکھیں۔ جو آپ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کر چکے ہیں وہ بھی وہی انداز اپنائیں جس انداز کی آپ انھیں تعلیم دے رہے ہیں۔

اب سرکار ﷺ کو ایک طرف کر کے جمع کا صیغہ اُمت کے لئے آ گیا۔ فرمایا تم لوگ حد سے بڑھنے کی کوشش بالکل نہ کرو۔ اس لئے کہ تمھارے اعمال کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اُدھر یہود کو کہا کہ تمھارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو کہا کہ تمھارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ خبر رکھنے میں علم ہوتا ہے لیکن اُس پر توجہ نہیں ہوتی۔ اور اسی دوسری صورت میں جب نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہو تو اُس پر توجہ ہوتی ہے۔ یہ وہ بات ہے جو اُمت محمدیہ ﷺ علی صاحبها الصلاة و السلام کا خاصہ ہے کہ سرکار ﷺ کی اُمت پر اللہ تعالیٰ کی توجہ اشرف ہوتی ہے۔

ولا تركنو الى الذين ظلمو...من الولياء ثم تنصرون

ارشاد ہوا کہ اُن لوگوں کی طرف مائل نہ ہونا جو ظالم ہیں، یہ لفظ ''ترکنوا'' رکون سے بنا ہے۔ تو ''رکون'' کا لفظی معنی ہوتا ہے کسی پر بھروسا کر لینا، کسی کا سہارا لے لینا اور اُس کی رضا پر راضی ہو جانا۔ تو اللہ کریم نے فرمایا کہ جو غیر مسلم ہیں اور ظالم ہیں، ان تینوں

Marfat.com

باتوں میں سے کوئی بات بھی آپ میں ان کے متعلق نہیں ہونی چاہئے، نہ اُن پر اعتماد کیا جائے، نہ اُن پر بھروسا کیا جائے اور نہ ہی آپ کو اُن کے پاس جا کر سکون ملے اور اُن کی رضا طلبی شروع کر دیں، ایسی بات نہیں ہونی چاہئے۔ اگر ایسا کرو گے، تو وہ چونکہ جہنم کے مستحق ہیں تو تمھارے لئے بھی جہنم کے دروازے کھل جائیں گے اور اللہ کے مقابلے میں پھر تمھارا کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ ہی تمھاری امداد کسی طرف سے ہو سکے گی لہذا استقامت ضروری ہے۔ اور استقامت کے راستے میں جو لوگ آپ کو کسی اور طرف موڑنا چاہتے ہیں، اُن سے اجتناب ضروری ہے۔ آپ اگر کسی محفل میں ہیں تو آپ کو اپنے او پر اتنا اعتماد ہونا چاہئے کہ اگر وہاں کوئی بات اسلام کے خلاف ہوتی ہے تو آپ دلائل سے اُسے رد کر سکیں۔ اگر آپ رد نہیں کر سکتے اور محفل کے باقی لوگ وہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس بات کو شاید سچ سمجھ لیں جس کی تردید آپ کے ذمہ ضروری تھی لہذا ظالموں کی محفل میں یا تو بیٹھا نہ جائے۔ اگر وہاں بیٹھنا ہے تو پھر آپ کے پاس اسلام کے دفاع کے لئے اسلحہ ہونا چاہئے تاکہ آپ انہیں اسلام کے خلاف بولتے ہوئے ٹوک سکیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ

آپ نماز قائم فرمائیں، دن کے دونوں کناروں پر اور

ٱلَّيْلِ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّٰكِرِينَ ﴿۱۱۴﴾

رات کے کچھ حصوں میں۔ یقیناً نیکیاں، بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے۔

وَٱصْبِرْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا

آپ صبر فرمائیں، یقیناً اللہ محسن لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔ ایسا کیوں نہ ہوا

كَانَ مِنَ ٱلْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُو۟لُوا۟ بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْفَسَادِ

کہ جو لوگ تم میں سے پہلے تھے، اُن میں کچھ عقل مند لوگ ہوتے جو زمین میں فساد سے روکتے۔

فِى ٱلْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَٱتَّبَعَ ٱلَّذِينَ

صرف چند ایسے تھے جنہیں ہم نے نجات دی۔ اور ظالموں نے جس ناز ونعمت میں وہ تھے،

ظَلَمُوا۟ مَآ أُتْرِفُوا۟ فِيهِ وَكَانُوا۟ مُجْرِمِينَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ

اُسی میں زندگی بسر کر دی۔ وہ جرم پسند لوگ تھے۔ آپ کا

Marfat.com

رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿۱۱۷﴾

پرودگار بستیوں کو ظلم کی وجہ سے ہلاک نہیں کرتا جب کہ وہاں رہنے والے لوگ صلح پسند ہوں۔

واقم الصلوة طرفی النھار و زلفا من۔۔ذلک ذلفی للذاکرین

محبوب! آپ نماز قائم فرمائیں۔ یہ وہ عرصہ ہے جب ابتدائی انداز سے نماز فرض ہو رہی تھی۔ دن کے دونوں کنارے نماز کے لئے خاص کرلیں۔ اب دن کے دونوں کناروں میں تین نمازیں آجاتی ہیں: صبح کی نماز آگئی، عصر اور مغرب کی دو نمازیں شام کے دو کناروں پر آگئیں۔ و ذولفاً من اللیل ﴾ اور رات کے کچھ حصے میں بھی نماز پڑھی جائے۔ اب اس سے عشاء کی نماز ثابت ہوئی، اسی طرح سحری کے تہجد بھی اس سے نکل آئے کہ سرکار ﷺ کے لئے یہ فرض تھے۔ اب یہاں ایک بڑا ہی نفیس قاعدہ ذکر ہوا ہے جس پر ہمیں لازماً عمل کرنا چاہئے۔ چونکہ انسان غیر معصوم ہے، اُس سے شعوراً بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں اور لاشعوری انداز سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ان غلطیوں کو مٹا دینے کا ایک طریقہ ہے کہ تمھاری نیکیاں ان بدیوں کو کھا جائیں لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ غلطیاں ہونی ہی نہیں چاہئیں اگر بہت کم ہو بھی جاتی ہیں تو اُس کے بعد جو نیکی آئے گی وہ نیکی اُس بدی کو مٹا دے گی۔ یہ وہ بشارت ہے جس پر جتنی بھی خوشی کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ کہ ہمارے رحیم و کریم رب نے ہماری لغزشوں کو معاف کرنے کے لئے ہمیں نماز کی دولت عطا فرمائی، روزہ کی دولت عطا فرمائی، حج کی سعادت عطا فرمائی۔

سرکار کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کے دروازے سے نہر بہہ رہی ہو اور وہ پانچ دفعہ اُس سے نہاتا ہو تو کیا اُس کے جسم پر میل باقی رہ جائے گی؟ صحابہؓ نے عرض کی حضور ﷺ! ایسا نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا کہ آپ پانچ دفعہ وضو کرتے ہیں، یہ ظاہری جسم کی طہارت ہے اور باطنی تزکیہ نماز جس انداز سے کرتی ہے، وہ نماز والوں کو اس کا پتہ ہے۔ تو ارشاد فرمایا کہ اس سے آپ کو طہارت ظاہری اور باطنی حاصل ہو جاتی ہے۔ حج کے لئے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے لئے حج کرتا ہے تو جب وہ واپس پلٹتا ہے تو اُس کی کیفیت ایسی ہوتی ہے گناہوں سے پاک ہونے کی کہ گویا آج وہ پہلے دن دنیا میں آیا ہے۔ زکوۃ کے لئے ارشاد فرمایا کہ آپ مال سے کچھ حصہ دے دیں تو آپ کا باقی مال پاک ہو جاتا ہے اور جس وقت آپ اس پاک مال کو اپنی جسمانی

Marfat.com

ضروریات کیلئے استعمال کرتے ہیں تو اُس سے صلاحیت والا خون پیدا ہوگا، صلاحیت والے جذبات پیدا ہوں گے، صلاحیت والے نظریات پیدا ہوں گے۔ تو ہر عمل کے پیچھے اُس کا جو ردعمل ہے وہ بے حد حسین ہوتا ہے اگر اُس کی بنیاد اسلامی احکام پر ہو۔ یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے۔

واصبر فان الله لا....وکانو مجرمین

کتنا پیارا جملہ ہے۔ محبوب! مشکلات ہیں، آپ صبر اختیار فرمائیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سرکار ﷺ تو صابر ہیں۔ اُمت کو تعلیم دی جارہی ہے سرکار ﷺ کے وجود اقدس کے ذریعے اور فرمایا جارہا ہے کہ اللہ احسان کرنے والوں کے اور نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ پہلے لوگ جو گزرے ہیں، اُن میں ایسے عقل مند لوگ کیوں کثرت سے نہ گزرے جو زمین میں فساد سے روک دیتے؟ ''اُولوا بقیۃ'' ایک خاص لفظ ہے۔ عربی میں کہتے ہیں: فلان خط ﴿ برادری کا فلاں آدمی بڑا عقل مند ہے اور لوگ اُس کے پیچھے چلتے ہیں۔ تو بقیہ، کے لفظ کو قرآن نے واحد رکھا ہے، یہ جنس کا لفظ ہے۔ اور ''اُولوا''، کو جمع کر دیا ہے۔ ہم معنی کرتے ہوئے اسے جمع میں تبدیل کر دیں گے، کیونکہ ہماری زبان میں وہ لطافتیں نہیں ہیں۔ ترجمہ اس کا یہ ہوگا کہ ''عقل و شعور والے لوگ کثرت سے کیوں نہ ہوئے پہلے لوگوں میں، وہ انہیں زمین میں فساد سے روک دیتے۔ بہت کم لوگ اُن میں تھے جنہیں ہم نے نجات دی تھی''۔

اب ان ڈائریکٹ بات یہ ہے کہ مسلمان معاشرے میں ایسے لوگوں کی کثرت ہونی چاہئے جو اعمال کی دنیا کو آباد کرنے کے لئے اور گلشن ہستی کو سنوارنے کے لئے اُن لوگوں کے ہاتھ پکڑیں جو عقل و شعور کی اُس عظیم و رفیع منزل پر نہیں ہیں جو اللہ کریم اُمت محمدیہ ﷺ میں پیدا کرنے چاہتے ہیں۔ پہلے لوگوں نے تو یہ کیا کہ اُن ظالموں کو عیش و عشرت کے جو سامان میسر تھے، انہی میں وہ کھو گئے اور کبھی زندگی کی نہج کو تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ایسا کیوں ہوا؟ اُن کی عادت میں جرم رچا بسا تھا لہذا ہر بات کو وہ جرم کا رنگ دے دیتے تھے۔ اور صلاحیت والی جانیں جو ہوتی ہیں وہ ہر جرم کو بھی یوں ڈھال دیتی ہیں کہ وہ نیکی بن جایا کرتا ہے، اُس کا رُخ بدل دیتے ہیں، یہ اللہ تعالی کی توفیق سے بات ہوتی ہے اور اللہ کریم سے یہ توفیق مانگنی چاہئے کہ ہم اُس انداز سے زندگی کے کٹھن راستوں کو عبور کریں کہ یہ کٹھن راستے بہار میں تبدیل ہو جائیں اور ہم جب یہاں سے جارہے ہوں تو ہمیں محسوس ہو کہ اس کائنات کے حقیقی حسن کو بڑھانے کیلئے ہم نے کتنا سارا کام کیا ہے، جب ہم آئے تھے تو ماحول میں جو کمی تھی اُسے دور کرنے کے لئے ہم نے کس کس میدان میں کیا کیا کام کیا ہے اور ہم نے کتنے بیل بوٹے لگائے ہیں انسانیت کی

Marfat.com

بہتری کے لئے۔

وماکان ربک لیھلک القری بظلم واھلھا مصلحون

اب اللہ کریم نے ایک اور قاعدہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کریم زیادتی کرنا جب پسند نہیں فرماتے کہ انسان زیادتی کریں تو وہ خود کیسے زیادتی کرے گا۔لہذا جو بستیاں ہیں اُنہیں ظلم سے تباہ کرنا یہ اللہ تعالی کا طریقہ نہیں ہے جب کہ وہاں کے رہنے والے لوگ اصلاح پسند ہوں۔تو جب قوم اصلاح پسند ہو تو اللہ تعالی اصلاح کے راستے کھول دیتا ہے تا کہ قوم آگے بڑھتی چلی جائے۔

☆☆☆☆☆☆

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ ٱلنَّاسَ أُمَّةً وَٰحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿۱۱۸﴾

اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو سب کو ایک راستہ پر چلا کر ایک قوم بنا دیتا۔لیکن یہ تو سدا ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہیں گے،

إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ

ہاں مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمادے۔اس لئے اللہ نے انھیں پیدا کیا ہے۔آپ کے رب کے کلمات مکمل ہو چکے ہیں کہ

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ

میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے اکٹھے بھر دوں گا۔ اور ہم نے رسولوں کی

عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِى هَٰذِهِ

خبریں ساری کی ساری آپ کے سامنے بیان کردی ہیں جس سے آپ کے دل کو ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔اس سورۃ میں

ٱلْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

آپ کے سامنے حق آگیا، یہ نصیحت اور یادداشت ہے مومنوں کے لئے۔اور آپ ان لوگوں کو کہہ دیں جو ایمان نہیں لائے کہ

ٱعْمَلُوا۟ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَٰمِلُونَ ﴿۱۲۱﴾ وَٱنتَظِرُوٓا۟ إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿۱۲۲﴾

اپنی جگہ پر تم بھی عمل کرو اور ہم بھی عمل کر رہے ہیں ہم بھی انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں۔

Marfat.com

وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهٗ

اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ کے پاس ہے، سارے معاملات اُسی کی طرف پلٹتے ہیں

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

،آپ اُس کی عبادت کریں اور اللہ پر ہی توکل کریں۔ اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

ولو شاء ربک لجعل الناس امة.....والناس اجمعين

اکثر لوگوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ہم سارے لوگ اگر ایک ہی نظریہ کے ہوتے تو کتنی اچھی بات تھی، یہاں دو خرابیاں ہیں: کیا جبراً انسان کو ایک نظریہ پر چلایا جائے؟ اگر یہ بات ہے تو انسان کے اعمال اختیاری نہیں رہتے۔ جب اختیاری نہیں رہیں گے تو وہ جنت یا جہنم کا مستحق نہیں قرار پائے گا۔ مجبوب یہ اختلاف تو باقی رہے گا۔ ہاں! جس پر آپ کا رب رحم فرما دے تو وہ اس اختلاف سے نکل جاتا ہے، وہ اتحاد کی دعوت دے گا۔

ہمارے برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ نے ایک بڑی نفیس کتاب لکھی ہے اور کسی نے اُس کتاب کا اُردو میں ترجمہ کر دیا ہے: ''اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ'' یہ اُس کتاب کا اُردو میں نام ہے۔ شاہ صاحب مختلف باتوں کو لیتے ہیں اور پھر تجزیہ کر کے فرماتے ہیں کہ اگر یہ تھوڑی سی نرمی یوں کر لیں اور یہ تھوڑی سی نرمی یوں کر لیں تو یہ جو تلخی ہے، ترشی ہے اسے ختم کیا جا سکتا ہے تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ جن پر اللہ کا رحم ہوتا ہے وہ اختلاف سے دامن بچا کر نکل جاتے ہیں۔ اللہ [illegible] کے لئے انھیں پیدا کیا ہے۔ یہاں دو معانی ہو سکتے ہیں جو مفسرین نے ذکر کیے ہیں۔ یعنی کائنات میں تنوع پیدا ہوتا ہے اختلاف سے۔ تو اس رنگا رنگی کی بقا کے لئے اللہ نے پیدا کیا ہے تو یہ اختلاف باقی رہے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے انسانیت کو رحم کے لئے پیدا کیا ہے، اس کا بھی ہم مشاہدہ کرتے ہیں عملاً کہ جو مانتے ہیں انھیں بھی وہ رزق دے رہا ہے اور جو نہیں مانتے انہیں بھی وہ رزق دے رہا ہے۔ جو مانتے ہیں وہ بھی زمین پر چل رہے ہیں اور زمین انھیں نگلتی نہیں ہے اور جو نہیں مانتے وہ بھی اسی زمین پر چل رہے ہیں تو تخلیق انسانیت کے پیچھے جذبہ محرکہ رحمت ہے۔ کتنا پیارا نظریہ ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ اس کے مقابلے

Marfat.com

میں اگر تورات کا مطالعہ کریں تو جو اُس میں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی ہے تو وہاں آپ کو ملے گا کہ باپ کے گناہ کی وجہ سے اُس کی اولاد، خدا جانے کتنی پشتیں سزا بھگتتی رہتی ہے۔ یہاں اسلام نے اس نظریہ کو قبول نہیں کیا۔ اُس نے یہ بات کی ہے کہ جس نے بدی کی ہے وہ خود بھگتے گا۔ اور جس نے نیکی کی ہے اُسے خود جزا ملے گی۔ تو اللہ کریم نے اپنا تعارف مخلوق کے لئے بطور رحم کے کیا لیکن مخلوق میں تنوع باقی رہے گا، اختلاف ذہنی باقی رہے گا۔ ویسے ایک اور انداز سے اس پر آپ غور کریں تو یہ بات بڑی کھل کر سامنے آجائے گی کہ آپ گل دستہ بنانا چاہتے ہیں، اُس میں آپ نے ایک ہی رنگ کے پھول بھر دیے ہیں، دوسرا گل دستہ بنایا تو اُس میں رنگا رنگ پھول بھر دیے ہیں۔ اب واضح بات یہ ہے کہ جہاں رنگا رنگ پھول ہیں اُس میں رعنائی زیادہ ہے۔ اگر اختلاف نہ ہو تو انسانی ذہن محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اُس اختلاف کے پیچھے بدنیتی نہیں ہونی چاہئے۔

آیئے اب رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی خلوص نیت کے ساتھ سوچنے بیٹھتا ہے، بے حد محنت کرتا ہے تو اللہ اُسے دوہرا ثواب دے گا: ایک تو اس بے حد محنت کا، ایک آگے جتنے لوگ اُس پر عمل کریں گے اُس کا۔ ایک آدمی بے حد محنت کرتا ہے لیکن نتیجہ غلط نکالتا ہے تو اس محنت کا معاوضہ رب پھر بھی اُس کو عطا کرے گا۔ ارشاد ہوا کہ جب ﴿المجتهد اذا اصاب فله اجران وان اخطاء فله اجر واحد﴾ کہ راہ خدا میں جدوجہد کرنے والا، غلطی کر جائے تو ایک ثواب پھر بھی اُس کو ملے گا۔ اور اگر درست نتیجے پر پہنچ گیا تو دوگنا ثواب ہوگا۔ اس کے پیچھے جذبہ محرکہ ایک ہی ہونا چاہئے کہ اُس میں اپنی خواہشات کو اُتار کے ایک طرف رکھ دیا جائے۔ بالکل غیر جانبدار ہو کر اُس بات کا تجزیہ کیا جائے۔ آئمہ عالی مقام یہی کرتے رہے ہیں لہذا اُن میں بالکل ایسے اختلاف نہیں تھے جس طرح آج کے علماء حضرات میں اختلاف ہیں۔ وہاں اتحاد سے ملت چل رہی تھی۔ اب کون نہیں جانتا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا مردوں کو بھی حکم دیتے ہیں جس طرح خواتین ہمارے ہاں باندھتی ہیں۔ وہ تشریف لائے بغداد میں، امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس مغرب کی نماز پڑھی تو دو باتیں آپ نے نہیں کیں جو اُن کے مسلک میں تھیں۔ انھوں نے ہاتھ سینے پر نہیں باندھے بلکہ زیر ناف باندھے جس طرح پاکستان میں مرد باندھتے ہیں۔ اُن کے مسلک میں "آمین" اُونچی کہی جاتی ہے امام کے پیچھے۔ ہمارے ہاں آہستہ کہی جاتی ہے۔ انھوں نے "آمین" آہستہ کہی۔ بعد میں اُن کے کسی شاگرد نے پوچھا کہ حضرت آج آپ نے دونوں باتیں اپنے مسلک کی چھوڑ دی ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ: ﴿احیاء من صاحب هذا القبر﴾ اس قبر والے عظیم انسان سے مجھے حیا آتی تھی کہ میں اس کے پاس بیٹھ کر اپنی سوچوں پر عمل کرتا رہوں، مجھے یہاں ان کی سوچوں پر عمل کرنا ہے لہذا میں نے اس طرح کیا ہے جس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ تو یہ تھا ان کا وہ انداز جس پر وہ چلا کرتے تھے۔ کاش! ہمیں بھی یہ مل جاتا۔ اب جو ہمارے علماء ہیں یہ اس قابل بھی نہیں کہ شافعی رحمۃ اللہ کی جوتی بھی سیدھی کر سکیں لیکن

نے ان تینوں باتوں کا جواب نہیں دیا چونکہ شعور والے لوگوں کو پتہ ہے کہ مقام نبوت انہیں تو ملنے سے رہا اللہ کریم بہتر جانتا ہے کہ نبوت کا مقام کس کے لیے زیبا ہے، لہذا فرشتہ کیوں آئے کیا یہ نبی ہیں، اللہ کریم خود تشریف لے آئیں پھر تو قیامت قائم ہو جائے گی، تو قیامت سے پہلے یہ قیامت قائم کرنے کے کیوں خواہش مند ہیں، کوئی معجزہ آجائے کیا معجزوں کی پہلے کوئی کمی ہے، باقی سارے نبی معجزہ لے کے آئے تھے لیکن سرکار کریم معجزہ بن کے آئے ہیں، یہاں تو سرکار کریم کی ساری زندگی معجزہ ہے، وہ تھوکیں تو ان کا تھوک مبارک معجزہ ہے، وہ پیشاب فرمائیں تو ان کا پیشاب مبارک معجزہ ہے، ان کی زندگی کی ہر ادا معجزہ ہے، تو اگر آپ کے رب کریم کی طرف سے کوئی معجزہ آجائے یعنی رب خود آجائے، فرشتہ آجائے یا کوئی اور معجزہ آجائے ، یعنی یہ لوگ معجزہ دیکھ کے ایمان لائیں دوسرے لفظوں میں قیامت آجائے، تو پھر اس سے پہلے اگر یہ ایمان نہیں لائے ہیں تو یہ مشاہداتی ایمان ہوگا، اور ایمان وہی معتبر ہوتا ہے جو ایمان بالغیب ہو، اب اگر اس سے پہلے کا ایمان نہیں ہے یا ایمان لا کے نیک کام نہیں کیے ہیں تو اب فائدہ نہیں ہوگا، معجزے دکھانے کی اب ضرورت نہیں ہے، تم انتظار کرو مستقبل کا اور ہم بھی منتظر ہیں، یعنی اب وہ وقت آرہا ہے جب تم نے شکست کھا جانی ہے، اب اپنی شکست کا سامان اپنی آنکھوں سے دیکھو گے، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں، اب انہوں نے مختلف اندازوں سے مختلف طریقے اپنائے، گروپ ایک ہے سوالوں کا انداز الگ الگ ہے، اس آیت کو میں اوپر والی آیت سے ملانے کی کوشش کر رہا ہوں، تا کہ پتہ یہ چلے کہ تسلسل ٹوٹا نہیں ہے، ایک گروہ تو بول پڑا کہ فرشتے آئیں ، دوسرے گروہ نے کہا کہ نہیں رب کریم خود آجائے، کوئی ایسا معجزہ آجائے جو ہم پر نازل ہو، اب ان کا نظریہ تو ایک تھا یعنی وہ بت پرست تھے لیکن مختلف گروہوں میں بٹ کے انہوں نے مختلف اعتراضات کیے۔

ان الذین فرقوا دینھم ..... بما کانوا یفعلون

آگے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے دین کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، محبوب ؐ آپ کا ان کے ساتھ تعلق نہیں ہے، انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیں، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، وہ انہیں ان کے اعمال کی اطلاع کر دے گا، ایک تو آیت مقدسہ کا یہ مطلب ہے، دوسرا یہ مستقبل کی پیشگوئی ہے، ملت کو اتحاد کی دعوت دی جارہی ہے، کہ محبوب ؐ کے تشریف لے جانے کے بعد تمہارے پاس دو ماخذ ہیں جو بار بار قرآن پاک نے بیان کیے ہیں، یا اللہ کریم کی کتاب ہے یا اللہ تعالیٰ کے رسول کریم ؐ کی طرز زندگی ہے، جو ان کے ارشادات میں موجود ہے یعنی حدیث پاک۔ یہ دین کے دو ماخذ ہیں۔ اب اس کو سوچتے ہوئے آپ سے بندہ اختلاف تو کر سکتا ہے اور ایسا اختلاف سرکار علیہ السلام کی زبان اقدس کے مطابق رحمت ہے، لیکن اسے اپنے نظریات کے پیچھے چلا لینا ایک خیال بنانا ہے اور چچازاد بھائی کے خلاف ہی خیال رکھنا ہے، پڑوسی کے خلاف ہی خیال رکھنا ہے، اور اپنی ان سوچوں کو محض کسی اور مسلمان کو ذلیل کرنے کے لیے ہی استعمال کرنا ہے، تو یہ وہ تفرقہ بازی ہے جو

Marfat.com

انھوں نے اپنا مقام، نبوت کا مقام بنا رکھا ہے۔اب آپ ان سے مسئلہ پوچھیں تو تحقیق نہیں ہوگی لیکن جواب دینا ان کا فرض ہے۔اٹل شٹل ماریں گے، جس کا نہ سر ہوگا نہ پاؤں، اور نہ وہ قرآن کے مطابق ہوگا نہ وہ سنت کے مطابق ہوگا۔تو اب ارشاد فرمایا کہ آپ کے رب کے کلمات مکمل ہو چکے ہیں۔جن اور انسان جو بھی باغی ہیں وہ سارے جہنم میں جائیں گے۔

وکلا نقص علیک من...وذکری للمؤ منین

محبوب! ہم نے رسولوں کی ساری خبریں آپ کے سامنے بیان کر دی ہیں۔میں آپ کو کہا کرتا ہوں کہ ابتداء میں فرمایا کہ کچھ رسولوں کے واقعات آپ کے سامنے آئے ہیں اور کچھ کے نہیں۔لیکن یہاں ارشاد فرمایا کہ سارے رسولوں کے سب واقعات آپ کے سامنے ہم نے بیان کر دیے ہیں لہذا یہ آیت اُس سے موءخر ہے اور اس کی یہ ناسخ ہے، اُسے دلیل بنا کر یہ کہنا کہ سرکار ﷺ نبیوں کو نہیں جانتے تھے تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔اس سورۃ میں حق مکمل کے آگیا آپ کے سامنے اور یہ نصیحت بھی ہے اور یاد بھی ہے، اللہ کی یاد دلانے والی شئے ہے مومنوں کے لئے۔

وقل للذین لا یؤ منون اعملوا.....انا منتظرون

محبوب! یہ جو کافر آپ کے سامنے ہیں، انہیں آپ فرما دیں کہ تم اپنے مقام پر لات منات کے پجاری و پوجتے رہو۔اور ہم بھی اپنے اللہ کی عبادت کر رہے ہیں، عمل فرما رہے ہیں۔تم بھی انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔رہی بات یہ کہ وہ وقت کب آ رہا ہے؟ وقت سے پہلے اظہار نبی نہیں کیا کرتے۔

وللہ غیب السموت والارض..... بغافل عما تعملون

یاد رکھو! آسمانوں اور زمینوں کے غیب اللہ کے پاس ہیں اور تمام معاملات اُسی کی طرف پلٹتے ہیں۔محبوب! آپ اُسی کی عبادت فرمائیے، اللہ پر توکل کیجئے۔جو آپ کے غلام عمل کر رہے ہیں، اللہ اُن سے بے خبر نہیں ہے۔یہاں سرکار ﷺ کو پھر ایک طرف کر دیا، کیوں؟ کیونکہ وہ تو معصوم ہیں، غلام جو عمل کر رہے ہیں اللہ اُنہیں دیکھ رہا

Marfat.com

ہے۔ایسے اعمال کا نتیجہ حسین کامیابی ہوتا ہے۔وہ کامیابی اب دور نہیں ہے۔یہاں سورۃ ھود کا اختتام ہوتا ہے۔

اس میں جس انداز سے قیامت کا ذکر ہے،انبیاء پر جو مصیبتیں آئی ہیں،امتحان آئے ہیں اور جس انداز سے اُن کا ذکر ہے،اُس بنیاد پر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ ھود نے تو مجھے بوڑھا کر دیا ہے یعنی اس انداز سے انبیاء کی مشکلات کا اور مصائب کا ذکر ہے۔یہاں سورۃ ھود ختم ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

سورۃ یوسف کا تعارف

اب اللہ کے ایک اور مقدس نبی سیدنا یوسف علیہ السلام کا آگے ذکر آرہا ہے اور سورۃ مقدس کا نام بھی انہیں کی نسبت سے رکھ دیا گیا ہے''سورۃ یوسف''۔ تو اب سب سے پہلی بات اس سورۃ مقدسہ کی یہ ہے کہ اس میں آیات کتنی ہیں؟ اور رکوع وغیرہ کتنے ہیں؟ یہ تفصیلات عرض کررہا ہوں۔ آیات اس میں ایک سو گیارہ ہیں۔ کلمات اس میں سولہ سو (۱۶۰۰) ہیں، حروف سات ہزار ایک سو چھیاسٹھ (۷۱۶۶) ہیں، رکوع صرف بارہ (۱۲) ہیں چونکہ قرآن پاک نے اس سورۃ کو احسن القصص کہا ہے، یہ بڑا ہی حسین قصہ ہے تو اس کے قصے میں چھوٹا سا مطلب ابتداء میں عرض کر کے اس پر تعارفی نوٹ لمبا نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ یہ ایک مستقل واقعہ ہے تو اس واقعہ کے ضمن میں جو بات آئے گی تو وہ عرض کردوں گا۔ یہ ایک اللہ کے پیغمبر کا واقعہ ہے کہ وہ زندگی میں کن کن راہوں اور کن کن مشکلات سے گزرے، قرآن نے اپنے بڑے ہی مخصوص سٹائل میں اس سارے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس میں بے شمار عبرت کی باتیں ہیں، انسانی زندگی کو آگے بڑھانے کے لئے بے شمار مثالیں ہیں۔

جناب یوسف علیہ السلام کی زندگی کو سامنے رکھیں، آگے بڑھیں، مشکلات کا اُس مردانہ وار انداز سے مقابلہ کریں جس طرح سے جناب یوسف علیہ السلام نے کیا ہے تو یہ بڑی ہی نفیس بات ہوگی۔ میں تعارفی نوٹ میں مفسرین سے ہٹ کر ایک نئے انداز سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے لئے سرکار ﷺ نے ایک کلمہ فرمایا تھا، میں وہ ذکر کرتا ہوں: آپ ﷺ نے فرمایا کہ

الکریم نبی الکریم ابن الکریم ابن الکریم ﴿

وہ خود بھی کریم ہے، کریم کا بیٹا ہے، کریم کا پوتا ہے، کریم کا پڑپوتا ہے، وہ کون ہے؟ یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم ﴿ وہ یوسف ہے جو یعقوب کا بیٹا ہے، یعقوب جو اسحاق کا بیٹا ہے، اسحاق جو ابراہیم کا بیٹا ہے۔ یعنی چار پشتیں ہیں اور چاروں نبی ہیں تو سرکار ﷺ نے یہ کلمات خیر، سیدنا یوسف علیہ السلام کے لئے استعمال فرمائے۔

یہاں مستشرقین نے اعتراض کیا ہے اور اُس کا میں جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ مستشرقین کا خیال ہے کہ

Marfat.com

نبی ﷺ نے یہ واقعہ تورات سے لیا ہے اور اپنی اُمت کے سامنے الہامی انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ میرے نکتہ نگاہ سے بالکل غلط بات ہے۔

1:- پہلی بات یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں یہودی نہیں تھے۔ وہاں ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے کچھ لوگ تھے یا مشرکین تھے یا سرے سے خدا کے منکر تھے، وہاں یہودی نہیں رہ رہے تھے جن سے تورات پڑھی جاتی لہذا یہ سرے سے بات ہی غلط ہے کہ یہود سے متاثر ہو کر کیونکہ اس کی تاریخی شہادت کوئی نہیں ہے۔ اگر ہے تو میں سادہ سے لفظوں میں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ شہادت مسلمانوں کے سامنے پیش کی جائے۔ ایسی بات نہیں ہے۔

2:- دوسری بات یہ ہے کہ سورۃ یوسف نے تورات کی غلطیوں کا ازالہ کیا ہے۔ میں صرف دو تین غلطیاں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں اگرچہ میں نے دوران مطالعہ نوٹ تو تیس پینتیس غلطیاں کی ہیں۔ صرف تین چار غلطیاں: مثلاً

(i) حضرت یوسف علیہ السلام تورات میں اپنے باپ کو کہتے ہیں کہ میں نے چاند، سورج اور گیارہ ستاروں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ تو باپ بے پناہ بگڑتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو اتنا اُونچا ہو گیا ہے کہ اپنے باپ کو، ماں کو اور گیارہ بھائیوں کو جو تجھ سے عمر میں بڑے ہیں اپنے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دینا چاہتا ہے، وہ سخت بگڑتے ہیں۔

(ii) دوسری بات آپ ذہن میں یہ رکھیں کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی آ کر کہتے ہیں کہ اُسے بھیڑیا کھا گیا ہے تو قرآن اس بات کا انکار کر دیتا ہے۔ لیکن تورات کہتی ہے کہ وہ چوغا جو جناب یوسف علیہ السلام کے جسم پر تھا یا جو قمیض تھی، اُس کو دیکھ کر جناب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اسے کسی ظالم جانور نے چیر پھاڑ کر کھا لیا ہے۔ پھر آپ اپنے کپڑے جو ہیں وہ ماتمی لباس سے بدلتے ہیں، ٹاٹ کے کپڑے پہن لیتے ہیں اور طویل عرصہ تک اُن کا ماتم کرتے ہیں، تورات کہتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اب موت تک جب تک قبر میں میں یوسف علیہ السلام کو جا کر نہیں ملتا میں اس انداز کو نہیں چھوڑتا، قرآن نے اس کی سخت تردید کی ہے۔

(iii) جناب یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو بار بار جاسوس کہتے ہیں، تورات میں یہی ہے اور قرآن میں یہ کہیں بھی نہیں ہے۔

(iv) جناب یعقوب علیہ السلام کا لباس، کپڑا، قمیض جو ہے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے آتی ہے جناب یعقوب علیہ السلام کے پاس۔ وہ آنکھوں پر ڈالتے ہیں تو بینائی لوٹ آتی ہے۔ تورات میں سرے سے اس کا ذکر تک نہیں ہے۔

(v) تورات نے ایک اور بات جو بیان کی ہے، وہ ایک عام خوددار آدمی بھی نہیں کر سکتا، چہ جائے کہ وہ پیغمبر ابن پیغمبر ابن پیغمبر ابن پیغمبر ہو، وہ بات یہ ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام بار بار عظمت فرعون کی قسم کھاتے ہیں، اُس دور کا جو حاکم مصر ہے، اُس کی

Marfat.com

عظمت کی قسم کھاتے ہیں، نبی غیر اللہ کی قسم کبھی نہیں کھاتا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر مصطفیٰ کریم ﷺ تک ایک بندہ میرے سامنے پیش کیجئے جس نے غیر اللہ کی نبی ہو کر قسم کھائی ہو، میں چیلنج کرتا ہوں۔ اس کا جواب ہے ہرگز نہیں۔

(vi) تورات میں جناب یوسف علیہ السلام، ایک جابر حاکم کی شکل میں ہمارے سامنے آتے ہیں جو استحصال پر کفائیت نہیں کرتا، استیصال کرنا چاہتا ہے۔ ان دو لفظوں کو چھوڑ کر تیسری شرح کر دوں گا، استحصال سے مراد یہ ہے کہ حق سے زیادہ رعیت سے پیسے حاصل کرنا۔ مثلاً حق بنتا ہے مالیہ کا ہزار روپے تو اُس سے چار ہزار روپے لے لئے جائیں تو یہ استحصال ہے۔ اس کا معاشرے پر اقتصادی لحاظ سے کیا اثر ہوگا؟ کہ چیزوں کی قیمتیں تین گنا بڑھ جائیں گی۔ آپ اس سلسلے میں لکھے پڑھے لوگ ہیں تو جب محاصل میں اضافہ ہوتا ہے تو واضح طور پر عوام پھر اُس چیز کو مہنگا بیچتے ہیں۔ وہ اس قیمت پر بیچ کر پھر اپنا گزارا نہیں کر سکتے۔ اور پھر منڈیاں ایسی چیزوں کو آگے پہنچانے کے لئے، اس رسمی میدان سے گزرتے ہوئے پھر بہت زیادہ اُس کی قیمتوں میں اضافہ کر دیتی ہیں تو یہ استحصال ہے۔ استیصال یہ ہے کہ اُسکے پاس کچھ بھی نہ چھوڑا جائے۔ اب جناب یوسف علیہ السلام استحصال بھی کرتے ہیں۔ آپ تورات کے پیدائش کے باب چھتیس (۳۶) سے لے کر اکتالیس (۴۱) تک یہ پانچ باب آپ پڑھ لیں، اس کا اُردو ترجمہ دیکھیں تو اس میں آپ کو جناب یوسف علیہ السلام ایک جابر حاکم کی شکل میں ملیں گے۔ وہ جب قحط پڑتا ہے تو پہلا اقدام یہ کرتے ہیں کہ جو پیسے ہیں وہ لے آؤ اور گندم لے جاؤ۔ پیسے آجاتے ہیں تو گندم لے لیتے ہیں، یہ ختم ہوتی ہے تو دوبارہ لینے کے لئے آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جتنے بھی جانور ہیں وہ فرعون کی نذر کر دو اور غلہ لے جاؤ۔ اب مرتا کیا نہ کرتا، وہ سارے جانور بھی وہاں لے جاتے ہیں اور غلہ لے آتے ہیں۔ جب تیسری دفعہ وہ آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ جتنی تمھاری زمینیں ہیں تحصیل داروں کو کہہ دو کہ وہ فرعون کے نام لگا دیں تو اُس کے بعد تمہیں غلہ مل جائے گا۔ اور تیسری دفعہ وہ ساری زمین بحق فرعون مسلم ہو جاتی ہے تو غلہ ملتا ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ کیا یہ نبی کا کام ہے؟ اور یہی بات ہے جسے آپ کہتے ہیں، شرم نہیں آتی کہ یہ بات آپ کہہ رہے ہیں کہ "مصطفیٰ کریم ﷺ نے یہ سورۃ یہودیوں سے نقل کر کے بیان کی ہے"۔ اب قرآن کہتا ہے کہ وہ رعائتی نرخوں پر، بہت ہی کم قیمت پر یہ غلہ دے رہے تھے۔ وہ کم قیمت کیوں؟ تاکہ حکومت کا کام بھی چلایا جا سکے ساتھ۔ لیکن بہت سارے لوگ ایسے تھے جنہیں مفت غلہ مل رہا تھا۔ جناب یوسف علیہ السلام کے اپنے بھائی آتے ہیں دوسری مرتبہ آتے ہیں تو اُن کے پاس جو بچا کچا تھا وہ لے آئے تھے اور تیسری دفعہ آتے ہیں تو کچھ بھی نہیں ہوتا تو آپ نے انہیں مفت غلہ دیا، باقی جو لوگ آئے انہیں فری (مفت) غلہ دیا۔ لیکن اقتصادی طور پر اس غلہ کو کس طریقے سے جناب یوسف علیہ السلام نے اکٹھا کیا؟ جب آپ آگے چلیں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ نبی کر سکتا ہے یا نبی کے بعد اگر کسی نے کیا ہے تو ہمارے خلفاء راشدین نے وہ انداز اپنایا ہے۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جب تک ملک میں قحط ہے، میں تیل بھی اپنی ہانڈی میں استعمال

Marfat.com

کرنے کی اجازت نہیں دوں گا اور نہ میں گوشت کھاؤں گا۔ اور جب آپ رضی اللہ عنہ سے بار بار کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ پڑ گیا ہے امیر المومنین! ہفتہ میں ایک دفعہ تو گوشت کھائیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً یہ ارشاد فرمایا کہ جب انتہائی غریب آدمی ہفتہ میں ایک دفعہ گوشت کھائے گا تو میں بھی کھالوں گا۔ یعنی قائد جو ہے وہ اپنے آپ کو سب سے غریب آدمی کی سطح پر لے آئے تو پھر بات بنے گی۔

؎ اب ڈھونڈھ اُنھیں چراغ رخ زیبا لے کر

کتنی غضب کی بات اقبال کہہ گیا ہے، ان لوگوں کی عظمت کو سامنے رکھ کر تو یہ تھا وہ خلاصہ جو میں نے تورات اور انجیل کے حوالے سے بیان کیا۔ قرآنی آیات میں نے نہیں پڑھی ہیں، وہ آگے جوں جوں مقام آتا جائے گا تو اُن کی وضاحت ہوتی جائے گی۔

☆☆☆☆☆☆

سُورَةُ يُوسُف

آياتها ۱۱۱ — ترتيبها ۱۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿۱﴾ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا

ال ر یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ

تا کہ تم اُس کو سمجھ سکو۔ محبوب! ہم آپ کے سامنے سب قصوں سے حسین قصہ بیان کر رہے ہیں،

بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ

اسلئے کہ ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن وحی کیا ہے۔ اس قرآن آنے سے پہلے

لَمِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۳﴾ إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ

اس قصے کا آپ کو پتہ نہیں تھا۔ جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جی! میں نے گیارہ ستارے

أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ﴿۴﴾

سورج اور اور چاند کو دیکھا، میں انھیں دیکھتا ہوں کہ وہ میرے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں

Marfat.com

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا

آپ نے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا، وہ تیرے لئے کوئی چکر نہ چلادیں۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝٥

یقیناً شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔

الر تلک ایت الکتب ......لعلکم تعقلون

ابتداء فرمائی وہی جو انداز قرآن ہے کہ یہ کتاب جس کی آیات یہ ہیں، وہ بڑی واضح اور کھلی کتاب ہے۔ اُس میں کہیں سمجھنے میں دقت نہیں آتی، پھر اس کو عربی میں نازل کیا گیا ہے کیونکہ سرکار ﷺ کے اردگرد عربی بولنے والے رہتے تھے تاکہ اُن کو عقل آجائے، سمجھ لیں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اسلام کی جو زبان ہے وہ عربی ہے، مسلمانوں کو یہ زبان اس لئے سیکھنی چاہئے تاکہ براہ راست وہ اپنی زندگی کو قرآن وسنت سے منور کرسکیں، یہ ضروری ہے۔

نحن نقص علیک...من قبلہ لمن الغفلین

اب قصے کے آغاز سے پہلے اُس کی اہمیت بتائی کہ یہ حسین ترین واقعہ ہے، اس لئے کہ زندگی کے سارے ادوار اس میں موجود ہیں۔ حیات یوسفی کو سامنے رکھ کر انسان مشکلات پر قابو پانے کے طریقے سیکھ سکتا ہے۔ محبوب! یہ قرآن ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے۔ یہ واقعہ آپ کی قوم کو اس سے پہلے بالکل معلوم نہیں تھا۔ اب قرآن کے اس اعلان کے بعد ہم چیلنج کرتے ہیں کہ اگر مکہ کے کسی بندے کو پتہ تھا تو اُس کا ریفرینس (حوالہ) دیا جائے کہ وہ کون تھا اور اس نے کہاں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ جو آپ اسے جانتے ہیں؟ قرآن نے یہ بات کہہ دی تو اس کا جواب ہونا چاہئے۔ اب جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے کہا، یوسف علیہ السلام جس دور میں مصر میں تھے، اُس دور میں جو حاکم کا خاندان تھا اُس کو پندرھواں خاندان

Marfat.com

کہتے تھے۔ تو اسے عام طور پر تاریخ میں چرواہے بادشاہ کہا جاتا ہے ''ShepherdKing''۔ تو اُس دور کا جو بادشاہ تھا، اُس کا نام 'ایوفس' تھا جو جناب یوسف علیہ السلام کے دور میں ہے۔

اذقال یوسف لابیہ....رایتھم لی سجدین

تو اب اس دور میں جناب یوسف علیہ السلام ایک خواب دیکھتے ہیں۔ خواب یہ ہے کہ گیارہ ستارے ہیں، چانداور سورج ہیں انھیں دیکھا، دوبارہ پھر آیا رئیت یعنی دیکھنے کی دو کیفیتیں ہیں۔

ایک اُن کی رعنائی جہاں وہ موجود ہیں وہاں دیکھا ہے،

دوسرا دیکھنے کا انداز یہ ہے کہ اب وہ سجدے میں گرے پڑے ہیں،

اُن دو نکتوں کی وجہ سے رئیت کا لفظ قرآن نے دو دفعہ استعمال کیا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن نے ایک لفظ دو مرتبہ ایک فقرے میں استعمال کر کے بلاغت کو ختم کر دیا ہے۔ میں اُس کا جواب دے رہا ہوں کہ دو کیفیتوں کو قرآن نے بیان کیا ہے تو ہر کیفیت کے لئے رائت کا لفظ آیا ہے۔ اب انھوں نے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ چاند سورج اور گیارہ ستارے جو میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔

قال یبنی لا تقصص....للانسان عدومبین

جناب یعقوب علیہ السلام نے یہ واقعہ سُن کر بیٹے کی عظمتوں کو جو وہ پہلے ہی کچھ جان رہے تھے اُن میں مزید اضافہ ہو گیا کہ اتنا نفیس خواب۔ عمر ہے اُس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی تیرہ سال یا اُس سے کچھ کم جب وہ یہ خواب دیکھتے ہیں۔ بیٹا!! اپنے بھائیوں کے سامنے آپ نے یہ خواب بیان نہیں کرنا ہے۔ آپ کی یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اُولاد تین خواتین سے تھی۔ ایک سے چھ بھائی تھے، ایک سے دو تھے اور یہ دونوں خواتین آپس میں بہنیں تھیں اور باقی دوسری خواتین سے تھے اور بحیثیت مجموعی یہ بارہ تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بن یامین یہ ایک خاتون سے ہیں، باقی چھ ان کی خالہ کے بیٹے ہیں لیکن وہ ان کی (ماں کی) بہن ہیں۔ اور باقی چار جو ہیں یہ ایک اور محترمہ کی اولاد ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کیونکہ یہ ایک عجیب سا مسئلہ ہوتا ہے، شاید یہ سوتیلا پن کوئی رنگ لائے لہٰذا یہ خواب کسی اور کے سامنے بیان نہیں کرنا، صرف یہ قرآن کہتا ہے۔ وہ تورات والی

Marfat.com

بات بالکل یہاں نہیں آئی کہ تو باپ سے سجدہ کروانا چاہتا ہے، ماں سے کروانا چاہتا ہے، بڑے بھائیوں سے کروانا چاہتا ہے۔ کہیں شیطان تم کو اپنی چالوں میں نہ لے آئے، ایسا نہ ہونے پائے۔

☆☆☆☆☆☆

قابل لعنت ہے، اختلاف سوچ میں آسکتا ہے، لیکن آپ کیوں ضد کریں کہ آپ کی سوچ سچی ہے، آپ کے ہاں امت میں چار ائمہ ہیں ان کا آپس میں جگہ جگہ سوچ کا اختلاف ہے کیا وہ سوچ کا اختلاف اسلام کے خلاف جا کے ملا ہے، پھر دور حاضر میں کیا ہم اس سطح کے لوگ ہیں کہ اسلام پر ہماری بڑی ہی گہری رسائی اور دسترس ہو، آپ یقین مانیں کہ آپ کے علماء 98 فیصد سوائے چند بنیادی باتوں یعنی عملیات سے متعلق ہیں اس سے آگے وہ کچھ بھی نہیں جانتے، آپ اگر انہیں کہہ دیں کہ بیضاوی میں یہ لکھا ہے شائد بیضاوی کا نام انہوں نے سنا ہو لیکن اگلی دو چار تفسیروں کا نام لو تو شائد انہیں پتہ ہی نہ ہو، بیضاوی کا نام سنا ہو گا لیکن بیضاوی آتی نہیں ہوگی، تو جب اتنا محدود ذہن ہے اور یہ محدود ذہن نظریات قائم کرنے لگے تو آپ اندازہ لگائیں کہ اس محدود ذہن نے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائی ہیں، میں تو بسا اوقات کہا کرتا ہوں کہ ہمارا ایک مرض یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء کی اکثریت احساس کمتری میں مبتلاء ہے، دیوبندی بریلوی کے پاس نہیں بیٹھتا، اور یہ دونوں اہلحدیث کے پاس نہیں بیٹھتے، اسی طرح شیعہ سنی کے پاس نہیں بیٹھتا، کہ وہ مجھ سے تھوڑا زیادہ جانتا ہوگا تو وہ مجھے کہیں پھانس لے گا، میں بر سر محفل رسواء ہو جاؤں گا، اگر یہ لوگ مل کے بیٹھیں اور اپنے خیالات میں وسعت پیدا کریں تو ان کے بے شمار اختلافات ختم ہو سکتے ہیں، لیکن یہ اس راستے پر نہیں آتے انہوں نے اپنی اپنی بھیڑوں کو نشان لگایا ہوا ہے، اگر کسی وقت یہ بھیڑیں آپس میں مل جائیں تو ان کا سارا مسئلہ ختم ہو جاتا ہے، یہ گلے پھاڑتے ہیں تین فیصدی اختلافی مسئلوں پر، اور بیان نہیں کرتے ورنہ 97 فیصد اتفاقی مسائل ہیں، وہ بیان نہیں فرمایا کرتے۔

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها..... وهم لا يظلمون

اس لیے قرآن پاک نے تنبیہ فرمائی، اگر دین اسلام کو گروہوں میں بانٹ کے تباہ کر دیا گیا تو محبوبؐ وہ آپ کے کچھ نہیں لگتے، وہ بے شک لمبے لمبے القاب و آداب رکھتے رہیں آپ کچھ اور ہیں وہ کچھ اور ہیں، اللہ کرے ہم ان اوروں میں شامل نہ ہوں، بات ایسی بن جائے کہ جہاں قرآن پاک اور حدیث کی بات آ جائے وہاں ہماری گردنیں جھک جائیں، جو نیکی کرتا ہے اسے دس گناہ ثواب ملے گا یہ امت محمدیہؐ کا خاصہ ہے، جو اس آیت مقدسہ میں قرآن پاک نے بیان کیا ہے، آپ نیکی کریں گے تو اس کا دس گناہ ثواب ملے گا، اس کے پیچھے فلسفہ کون سا کام کر رہا ہے، آپ کو پتہ ہے کہ معراج کی رات حضورؐ پر پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں، اور سرکار علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے یہ پانچ میں تبدیل ہو گئی تھیں، اب پہلے فرض پچاس ہوں اور ثواب پانچ کا ملے تو یہ بڑے خسارے کا سودا تھا لہذا آپ کے کریم رب نے آپ کے رحیم رسولؐ کو یہ بات کہہ دی کہ محبوبؐ آج سے ہم پیمانہ بدل رہے ہیں، پہلے ایک نیکی ہے تو اس کی جزاء بھی ایک ہے آپ کی امت کے لیے پچاس نمازوں کی جگہ پانچ نمازیں آئی ہیں اور بات تب بن سکتی ہے کہ آپ کے امتی پانچ نمازیں پڑھیں اور ثواب پچاس کا ملے تو بات پوری ہو جائے گی، لہذا اس بات

Marfat.com

وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ

تیرا پروردگار تجھے چن لے گا

رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ ٱلْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكَ

اور تجھے تعلیم دے گا باتوں کی حقیقت کی۔ اپنی نعمت تجھ پر پوری کرے گا،

وَعَلَىٰٓ ءَالِ يَعْقُوبَ كَمَآ أَتَمَّهَا عَلَىٰٓ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْحَٰقَ

ال یعقوب پر بھی پوری کرے گا جس طرح اس سے پہلے تیرے باپ دادے یعنی حضرت ابراہیم اور اسحاق

إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦﴾ ۞ لَّقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِۦٓ

پر اُس نے پوری کی ہے۔ یقیناً تیرا پروردگار علم والا اور حکمت والا ہے۔ یقیناً یوسف اور اُن کے بھائیوں کی زندگی میں

ءَايَٰتٌ لِّلسَّآئِلِينَ ﴿٧﴾ إِذْ قَالُوا۟ لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰٓ

سوال کرنے والوں کے لئے بہت ساری نشانیاں ہیں۔ جب انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یوسف اور اس کا دوسرا بھائی،

أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٨﴾ ٱقْتُلُوا۟

ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم پورا جتھا ہیں۔ ہمارا باپ اُن کی محبت میں کھلم کھلا محو ہو کر رہ گیا ہے۔ تم یوسف کو مار دو

Marfat.com

يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ

یا کسی ایسی زمین میں پھینک دو تا کہ تمھارے باپ کی توجہ تمہیں حاصل ہو جائے۔اس کے

بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ﴿٩﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ

بعد اچھے انداز کو اپنا لینا۔اُن میں سے ایک بھائی بولا، کہ مارو نہیں اُس کو،

وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ

کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو، کوئی قافلہ گزرنے والا اُسے اُٹھالے گا اگر تم نے

فَاعِلِينَ ﴿١٠﴾

خواہ مخواہ ایسا کرنا ہی ہے۔

وکذلک یجتبیک ربک ویعلمک....ان ربک علیم حکیم

لیکن بیٹا ایک بات یاد رکھیں کہ اللہ نے تجھے چن لیا ہے۔''یجتبیک'' کا مطلب یہ ہوا کہ جناب یعقوب علیہ السلام کی اُولاد میں سے نبوت پر صرف یوسف علیہ السلام پہنچیں گے۔یہ اجتباء کے لفظ کا معنی میں نے آپ کو بتا دیا۔دوسری بات یہ ہے کہ باتوں کی حقیقت تجھے معلوم ہوگی۔اس میں اکثریت نے یہ کہا ہے کہ خوابوں کی تعبیر آپ بیان کیا کریں گے۔امام فخر الدین رازی نے بڑی نفیس بات کہی ہے کہ بولنے والا جو آپ کے سامنے بول رہا ہوگا، اُس سے جو حسین نتائج اخذ ہو سکتے ہیں وہ سارے آپ کے سامنے آجائیں گے، وہ جس موضوع پر بھی بات ہو رہی ہو۔میں سمجھتا ہوں کہ حضرت رازی کیونکہ بڑے مفکر قسم کے خود مفسر ہیں لہذا یہ فکری دنیا میں یہاں تاویلِ حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے ہمارے سارے مفسرین کو ہزار ہا میل پیچھے

چھوڑ گئے ہیں۔صرف خواب کو بتا دینا ایک عام سی بات ہے لیکن کسی کے زندگی کے جو راز ہیں وہ دماغ سے باتوں کی شکل میں سامنے آتے ہیں اور اُس کی گہرائی میں آپ اُتر جائیں اور وہی بات ہو جو رومی نے کہی ہے کہ کامل صرف دور سے تیرا نام سنتے ہیں تو اُس نام کو سنتے ہوئے ہی وہ تیرے تانے بانے سارے جان لیتے ہیں، صرف اُس نام کے سننے سے۔تو یہ کامل کی بات تھی یا نبی کی بات ہے لہذا رازی نے جو بات کہی ہے اُس کا پہلا نمبر ہے اور صرف تعبیر خواب اس کی دوسری کیفیت ہے۔لیکن اس کا جو لفظی معنی ہے وہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔تاویل کا معنی ہوتا ہے انجام کار معلوم کر لینا۔احادیث، حدیث کی جمع ہے اس کا معنی ہے باتیں۔آپ باتوں کا انجام کار معلوم کر لیں گے۔اب وہ باتیں کون سی ہوں گی؟ اسے آپ نے کھینچ کے خوابوں کی طرف لے جانا ہے۔یہ تو ایک جز ہے، باتوں کے انجام کو پا لینا۔خواب باتوں میں شامل نہیں ہوتے وہ خیال میں شامل ہوتے ہیں لہذا بنیادی طور پر قرآن کے الفاظ اُس بات کی تائید کر رہے ہیں جو فخر الدین رازی نے کہی ہے۔

میرے بیٹے! اللہ تیرے اُوپر اپنی نعمتیں پوری کرے گا اور یعقوب علیہ السلام کی ال پر بھی پوری کرے گا (حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہاں اپنا نام لیا کہ وال یعقوب کہ تیری وجہ سے میری اولاد پر بھی اللہ کی نعمتیں ہوں گی۔اب دیکھیں! کتنی عظمت ہے اپنے بیٹے کی تیرہ سال کے بیٹے کی، جناب یعقوب علیہ السلام ارشاد فرما رہے ہیں)۔پھر حوالہ دے رہے ہیں کہ یہ عظمتیں صرف آج نہیں ہیں یہ تیرے باپ دادے پر بھی تھیں، ابراہیم علیہ السلام پر بھی تھیں، اسحاق علیہ السلام پر بھی تھیں۔یہاں ایک عجیب ادب ہے، دو تین جگہ آپ دیکھیں گے کہ جناب یوسف علیہ السلام اپنے باپ کا پہلے نام لے کر پھر دادے کا اور پھر پردادے کا نہیں لیتے جس طرح ہمارے ہاں رواج ہے۔یہ اوپر سے نیچے آتے ہیں، یہ ادب ہے۔اور یہی وہ ادب ہے جسے کامل لوگ ہمیشہ اُوپر سے نیچے کی طرف ذکر کرتے ہیں۔انھوں نے پہلے جناب ابراہیم علیہ السلام کا نام لیا، پھر اسحاق علیہ السلام کا، اپنا نام نہیں لیا۔آپ کا پروردگار علم بھی رکھتا ہے اور وہ حکمت والا بھی ہے۔

لقد کا ن فی یو سف.... لفی ضلل مبین

قرآن نے کہا کہ یوسف اور اُن کے بھائیوں میں سوال کرنے والوں کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں، وہ اس بات سے بے شمار نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔اب وہ بات کیا تھی کہ یوسفؑ کے بھائی آپس میں مل کر بات کہنے لگے کہ یوسف اور اس کا سگا بھائی یعنی بن یامین، ہمارے باپ کو ہم سے بڑھ کر دونوں محبوب ہیں۔حالانکہ دنیوی نقطہ نگاہ سے ہم ایک پورا جتھا ہیں، ہم دس ہیں اور وہ دو ہیں، باپ کو توجہ ہماری طرف کرنی چاہئے، اُس دور میں لڑائی وغیرہ کیونکہ ہاتھوں سے ہوتی

تھی، لاٹھی سے ہوتی تھی، تلوار سے ہوتی تھی، تو جس کے پاس نفری زیادہ ہے تو وہی محترم ہے۔ احترام تو ہمارا ہونا چاہئے، محبت ہم سے ہونی چاہئے تو دس کو چھوڑ کر باپ دو کی طرف مائل ہے، ہمارے والد گرامی، یہاں کسی مترجم نے ترجمہ کیا ہے لیکن اس ترجمہ سے مجھے اتفاق نہیں ہے، فرماتے ہیں کہ ہمارا باپ صریح (بالکل) خطا پر ہے۔ یہ ترجمہ جناب جسٹس پیر کرم شاہ صاحب بھی ارشاد فرمارہے ہیں۔ دیکھیں! کہ ہم سوچتے ہیں کہ وہ براہ راست نبی زادہ ہیں، باپ اُن کے نبی ہیں اور نبی کے لئے بیٹا یہ کہے کہ وہ کھلم کھلا خطا پر ہے یا واضح غلطی پر ہے تو یہ بات غلط ہے۔ لہذا یہ دونوں ترجمے غلط ہو گئے ہیں۔ جسٹس صاحب کا بھی غلط ہے اور ان صاحب کا بھی غلط ہے۔ اصل میں ضلٰل کا معنی ہے محبت میں محو ہو جانا، اس حد تک کہ بندے کو اپنی ذات بھی یاد نہ رہے، یہاں یہ معنی ہے۔ اس کا مطلب یہ کریں گے کہ ہمارے والد گرامی! کھلم کھلا جناب یوسف علیہ السلام کی محبت میں ڈوب گئے ہیں اور اُن کو اُن کے علاوہ اور کوئی نظر بھی نہیں آرہا۔ محویت ہے یوسف کی محبت میں۔ اب ترجمہ پر کوئی اعتراض انشاء اللہ نہیں آئے گا۔

اقتلو یوسف اواطرحوہ.... بعدہ قوما صلحین

اب اس کا حل کیا تلاش کیا جائے؟ یوسف کو مار دیا جائے، ایک بات۔ یا اُس کو کہیں دور پھینک دیا جائے جب یہ یہاں نہیں ہوگا تو باپ کی توجہ کا مرکز پھر ہم نے ہی ہونا ہے، اُس کے بعد نیک بن جانا۔ یہ عام ترجمہ کا مفہوم ہے کہ بھائی کو مار دو اور اُس کے بعد پھر نیک بن جانا لیکن یہ اس کا مطلب نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پھر اپنی صلاحیتوں کو باپ کے سامنے اُجاگر کر دینا، باپ کو بتا دینا کہ ہم آپ کے خیر خواہ ہیں۔

قال قائل منھم لا تقتلوا.... ان کنتم فعلین

جو اُن کے بڑے بھائی تھے، انھوں نے کہا یار مارو نہیں، ایسا کرو، ''جُبّ'' کسی بڑے گہرے گڑھے کو کہتے ہیں، کنواں۔ ''غیٰبتِ'' جو نیچے سے نظر نہ آئے۔ وہ تب ہی بات ہوتی جب گہرا کنواں ہو۔ لہذا میں نے ترجمہ کیا ہے کہ اپنے بھائی کو کسی گہرے کنویں میں ڈال دو۔ جسٹس صاحب نے یہاں ایک بات کی ہے اور اُس سے مجھے اتفاق نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایسا گہرا کنواں جس میں بے پناہ پانی ہو، اگر وہ کنوئیں میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ایسے میں ڈالیں۔ گے جب وہ اُن کو قتل نہیں کرنا

Marfat.com

چاہیے جس کنوئیں میں وہ مریں نہیں۔تو اگر گہرا کنواں ہو اور اُس میں بہت زیادہ پانی ہو تو اُس میں ڈالنے سے تو بندہ دو لمحوں بعد مرجائے گا۔لہذا وہ کنواں خالی ہے، پانی والا نہیں ہے۔میری تحقیق یہی ہے اور مجھے جسٹس صاحب کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔گہرا تو ہونا چاہئے،اُس میں اندھیرا بھی ہونا چاہئے لیکن اُس میں پانی نہیں ہونا چاہئے ورنہ بندہ پانی میں گرتے ہی مرجائے گا۔اب وہ کیا چاہتے ہیں کہ مرے نہیں۔اگلا فقرہ کہتا ہے،"**یلتقطه**"،اُسے اُٹھالے گا۔﴿ **سیارة**﴾کوئی قافلہ۔کوئی قافلہ آئے گا اس کنوئیں میں وہ ڈالیں گے ڈول پانی بھرنے کے لئے تو یہ اُس ڈول کے ساتھ چمٹ کر اُوپر آجائے گا، یہ بچ جائے گا۔اگر کرنا ہے تو یہ کرلو۔

☆☆☆☆☆☆

قَالُوا يَـٰٓأَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُۥ

وہ باپ کی خدمت میں گئے اور کہنے لگے ابا جی! آپ ہم پر آخر بداعتمادی کیوں کرتے ہیں، یوسف کے بارے میں؟ ہم اُس کے

لَنَـٰصِحُونَ ﴿۱۱﴾ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُۥ

بڑے ہی خیر خواہ ہیں، کل ہمارے ساتھ اُسے بھیجیں، باہر ہم خوب کھائیں پئیں گے، کھیلیں گے، اُس کی

لَحَـٰفِظُونَ ﴿۱۲﴾ قَالَ إِنِّى لَيَحْزُنُنِىٓ أَن تَذْهَبُوا۟ بِهِۦ وَأَخَافُ

حفاظت ہمارے ذمہ ہے جناب یعقوب نے ارشاد فرمایا کہ میں اس بات سے غم زدہ ہو جاتا ہوں کہ تم اُسے لے جاؤ، مجھے خوف ہے

أَن يَأْكُلَهُ ٱلذِّئْبُ وَأَنتُمْ عَنْهُ غَـٰفِلُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا۟ لَئِنْ

کہ کہیں اُسے بھیڑیا نہ کھا جائے اور تم اُس سے بے خبر ہو۔ کہنے لگے

أَكَلَهُ ٱلذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّآ إِذًا لَّخَـٰسِرُونَ ﴿۱۴﴾

اگر اُسے بھیڑیا کھا جائے جبکہ ہم اتنا بڑا جتھا ہیں تو پھر یہ بڑے خسارے کی بات ہے۔ (یعقوب مان گئے۔)

فَلَمَّا ذَهَبُوا۟ بِهِۦ وَأَجْمَعُوٓا۟ أَن يَجْعَلُوهُ فِى غَيَـٰبَتِ ٱلْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَآ

جب وہ اس کو لے کر چلے۔ اب اس پر سب متفق ہو گئے کہ اسے گہرے کنوئیں میں ڈال دیں گے۔ ہم نے یوسف کی طرف وحی

Marfat.com

إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٥﴾ وَجَاءُوٓ

کی کہ یہ ساری بات آپ انھیں بتائیں گے۔اور وہ نہیں جانتے ہوں گے وہ باپ کے پاس

أَبَاهُمْ عِشَآءً يَبْكُونَ ﴿١٦﴾ قَالُوا۟ يَٰٓأَبَانَآ إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

عشاء کے وقت روتے ہوئے واپس آئے، کہنے لگے ابا جی ہم گئے تھے،ایک دوسرے کے مقابلے میں دوڑنے لگ گئے۔

وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَٰعِنَا فَأَكَلَهُ ٱلذِّئْبُ ۖ وَمَآ أَنتَ

ہم یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے تو بھیڑیا آیا اور وہ اُن کو کھا گیا۔آپ نے ہماری بات

بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَٰدِقِينَ ﴿١٧﴾ وَجَآءُو عَلَىٰ قَمِيصِهِۦ

مانتی تو نہیں خواہ ہم سچے ہی ہوں۔یوسف علیہ السلام کی قمیض پر

بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ

جھوٹا خون لگا کر آگئے جناب یعقوب نے فرمایا کہ تمہاری جانوں نے ایک معاملے کو خود گھڑ لیا ہے۔بہر حال صبر بہتر ہے۔

وَٱللَّهُ ٱلْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾

میں اللہ سے مدد مانگتا ہوں تمہاری گھڑی ہوئی باتوں پر۔

قالو یا بانا مالک لا تامنا ......وانا لہ لحفظون

اب والد کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ابا جی! بات یہ ہے کہ یوسف کے بارے میں آپ ہم پر اعتماد نہیں کرتے، ہم تو یوسف کیلئے بڑے ہی خیر خواہ ہیں۔ ایسا کیجئے کہ کل ہم باہر جنگل میں جارہے ہیں، تو جنگلی پھل کھائیں گے، دوڑیں گے بھاگیں گے، یوسف بھی سیر و سیاحت کے لئے ہمارے ساتھ چل پڑے۔ کھیلیں کودیں گے، اُس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں، دل میں بات تو کالی کالی تھی، اُس کو ٹالنے کے لئے یہ فقرہ کہہ رہے ہیں کہ اُس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔

قال انی لیحزننی ان تذھبوا بہ ...... و انتم عنہ غفلون

جناب یعقوب علیہ السلام ایک امتحان سے گزر رہے ہیں، اس نکتے کو یاد رکھیں نہیں تو بہت سی آیات سمجھ نہیں آئیں گی۔ یہ امتحان ہے جناب یعقوب علیہ السلام کا، اب وہ یہ نہیں کہتے کہ میں بیٹے کو نہیں بھیجوں گا۔ فرماتے ہیں کہ میں اس بات سے مغموم ہوں کہ تم اس کو لے تو جاؤ گے، خوف اس بات کا ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے گا۔ انھوں نے جو بہانہ واپس آکر کرنا ہے، نگاہ نبوت وہاں پہنچ چکی ہے، یہ نبی کے علم کی بات ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے گا اور تم اس وقت اس سے غافل ہو گے۔ کیونکہ اُنھوں نے اپنی غفلت کی بات واپس آکر کرنی ہے۔

قالو لئن اکلہ ....ھم لا یشعرون

کہنے لگے اچھا بھیڑیا کھا جائے، ہم اتنے کڑیل جوان ہیں، پوری جماعت ہے تو یہ تو بڑی نقصان کی بات ہے، بھلا ایسا بھی ہوسکتا ہے، کبھی بھی نہیں ہوگا۔ آپ کیونکہ امتحان سے گزر رہے تھے اور اللہ نے آپ کو ایک امتحان سے گزارنا

Marfat.com

تھا، انھوں نے کہا کہ اجازت ہے، لے جاؤ۔ جب لے گئے، تو اب سب نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ کسی گہرے کنوئیں میں اس کوڈال دو۔ ادھر یہ پروگرام ہورہا تھا اور اُدھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آرہی تھی، اُس معصوم بچے پر جو ابھی بارہ تیرہ سال کی عمر کا تھا کہ یہ ساری بات آپ انہیں کسی دن سنائیں گے، اُس وقت انہیں اس بات کا پتہ بھی نہیں ہوگا۔ جب یہ وحی آئی تو آپ سمجھ لیں کہ جناب یوسف علیہ السلام کو اللہ کریم مستقبل کے تمام امتحانوں کے لئے خود تیار فرمارہے تھے کہ اب مشکلات سے گزرنا ہے۔ کنوئیں میں ڈال دیا، لمبی سی رسی تھی، نیچے ڈالنے کے بعد اوپر سے اُسے کاٹ دیا۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اللہ نے اپنے محبوب بندے کو کس طریقے سے بچایا۔ سدرہ پر بیٹھے ہوئے جبرائیل کو کہا گیا کہ اس سے پہلے یوسف تہہ پر پہنچے آپ نے اُن کے نیچے پر بچھا دینے ہیں۔ جناب یوسف علیہ السلام کے نیچے پر بچھا دیے گئے۔ اور انھیں نیچے گرنے نہیں دیا گیا۔ وہ نبی ہے پر بچھ رہے ہیں، ہم غلام ہیں تو سرکا علیہ کا حکم یہ ہے کہ جبرائیل نے مجھ سے کہا کہ آپ خدا سے یہ بات منوا کرآئیں کہ جب آپ کی اُمت پل صراط سے گزرنے لگے تو مجھے ان کے قدموں کے نیچے پر بچھانے کی اجازت دے دی جائے۔ یہ سب فرشتوں سے افضل فرشتے ہیں، جناب جبرائیل۔ آپ کی صرف سرکا علیہ کی ذات پاک سے نسبت ہے، اُس نسبت کی کتنی لاج ہے، جناب جبرائیل علیہ السلام کو رب کہتے ہیں کہ مجھے پر بچھانے کی اجازت مل جانی چاہئے۔ یہاں حکم ہوتا ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام کے نیچے پر بچھا دو۔ اب پر بچھ گئے، وہ تو بچ گئے۔

وجاءوا اباهم عشاء یبکون

جناب یعقوب علیہ السلام کے بیٹے شام کو واپس آتے ہیں۔ آتے کس انداز سے ہیں کہ گھر کے قریب آئے تو زور زور سے رو رہے ہیں کہ ہمارا بھائی تو مرگیا ہے، اُس کو بھیڑیے نے کھا لیا ہے۔ وقت عشاء کا تھا، عشا جس وقت آپ نماز پڑھتے ہیں، عشاء، جس وقت آپ رات کو کھانا کھاتے ہیں۔ عشاء، کی ''ع'' پر زبر ہو تو رات کا کھانا ہے۔ عشاء، کی ''ع'' کے نیچے زیر ہو تو رات کی نماز ہے۔

Marfat.com

قالو یا بانا انا ذھبنا.....ولو کنا صدقین

اگر واقعہ سناتے ہیں کہ ابا جی! ہم گئے تھے تو وہاں ہم باقی بھائیوں میں دوڑنے کا مقابلہ لگا، تو یوسف چونکہ چھوٹے تھے تو انہیں ہم اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے تھے، ہم دور نکل گئے تو کوئی بد بخت بھیڑیا آیا اور اُس نے آکر یوسف کو کھالیا اور فوراً ساتھ کہتے ہیں یہ نفسیاتی خامی ہے کہ انسان جب کوئی اس قسم کا چکر کرتا ہے تو اُسکی زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں چونکہ اندر تو مطمئن نہیں ہوتا تو پھر صداقت والی بات زبان پر نہیں آتی۔ کہنے لگے آپ نے بات تو مانی نہیں ہے خواہ ہم سچے ہی ہوں، ان لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ اب تو ہم جھوٹ بول رہے ہیں لیکن آپ تو بات نہیں مانیں گے خواہ ہم سچ کہہ رہے ہوں۔

وجا ئوعلی قمیصہ بدم کذب.....واللہ المستعان علی ما تصفون

اب پتہ یہ چلا کہ یہ سارا جھوٹ تھا جو انھوں نے گھڑا تھا۔ تو جھوٹے لوگ جھوٹے خون لگا کر بڑے بڑے جھنڈے بنالیا کرتے ہیں تو یہاں بھی انھوں نے ایسی بات کردی کہ یہ دیکھیں قمیض ہے، اس قمیض پر یہ خون لگا ہوا ہے اور یہ خون جھوٹا تھا۔ جھوٹے خون کا مطلب یہ ہے کہ وہ جناب یوسف علیہ السلام کا خون نہیں ہے، ایک دنبہ ذبح کیا کہ اسے روسٹ کر کے کھائیں گے، اُس کا خون لگا دیا جناب یوسف علیہ السلام کی قمیض کو اور انھیں کنوئیں میں پھینک دیا۔ جناب یعقوب علیہ السلام نے یہ بات سنی تو فوراً ارشاد فرمایا کہ تمھارے جی نے ایک بات گھڑلی ہے۔ سوّلت، خوبصورت سی بات بنالی ہے تمھارے جی نے یعنی انھیں جھوٹا قرار دیدیا۔ اب وہ جب جھوٹے تھے تو جناب یعقوب علیہ السلام کو تلاش کے لئے نکل جانا چاہئے تھا لیکن انھیں پتہ ہے کہ میرا امتحان ہے۔ تو نبی اللہ کے سامنے گردن جھکا دیا کرتے ہیں۔ اب صبر ہی جمیل ہے، میں نے صبر کرنا ہے۔ اللہ سے مدد مانگنی ہے ان ساری باتوں پر جو تم گھڑ گھڑ کر میرے سامنے بیان کر رہے ہو۔ یعنی میں انھیں مانتا نہیں ہوں یہ تمھاری گھڑنتو باتیں ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

کو ہم نماز تک محدود نہیں رکھتے اس لیے آپ کی امت کا جو بھی آدمی ایک نیکی کرے گا اسے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا، لیکن کئی نیکیاں ایسی ہیں جو دس میں نہیں سماتیں وہ شائد لاکھوں میں بھی نہیں سماتیں وہ شائد کروڑوں میں بھی نہیں سماتیں شائد وہ کسی کمپیوٹر کے عدد میں بھی نہیں سماتیں، مثلاً آپ نے ایک نیکی کو مروج کیا ہے جو مروج نہیں تھی، سرکار علیہ السلام کی ایک حدیث کو آپ نے مروج کر دیا اور اسے خوب پھیلایا، لوگوں کو وہ حدیث پڑھائی اور لوگوں سے اس پر عمل کرایا، آپ نے اسی آدمیوں سے عمل کرایا، یہ ایک نیکی اسی میں تبدیل ہوگئی، ان میں سے ایک ایک آدمی نے آگے اسی اسی اور آدمیوں کو فیض پہنچایا ہے تو اگلی نسل میں آپ مجھے بتائیں وہ نیکی کہاں چلی جائے گی، اب اگر تیسری نسل میں اور اضافہ ہوگیا اسی طرح چوتھی میں اور اضافہ ہوا اور پانچویں میں تعداد اور بڑھ گئی ہے تو بات کہاں تک جا پہنچے گی۔

مثلاً ائمہ کا جو دور تھا اس دور سے آج تک ہمارے علاقے میں 37 یا 38 پشتیں گزر گئی ہیں امام ابوحنیفہؒ کے بعد، سرکار علیہ السلام کے بعد 45 یا 47 پشتیں گزر گئی ہیں، اب آپ مجھے بتائیں کہ اتنی پشتیں گزریں اور صرف 35 ویں پشت میں وہ 70 ہزار آدمیوں کو فیضیاب کرتے ہیں، اور آگے وہ صرف دو دو ہی شاگرد رکھیں جو ناممکن سی بات ہے، تو آگے دوسری نسل میں وہ بڑھ کر ایک لاکھ چالیس ہزار ہو جائیں گے، اسی طرح تیسری نسل میں یہ بھی آگے دو دو ہی رکھیں تو یہ دو لاکھ اسی ہزار ہو جاتے ہیں، یہ سب سے کم اندازہ ہے اور اب 36 پشتیں گزرنے کے بعد جس بات کو انہوں نے عام کیا تھا اور وہ آگے چلتے چلتے ہم تک پہنچی ہیں، تو آپ مجھے بتائیں کہ اس نیکی کے ثواب کا اندازہ کیا ہوگا؟ اور اسی طریقے سے قیامت تک وہ بات چلتی جاتی ہے تو کیا اسے آپ کسی کمپیوٹر میں سمو سکتے ہیں، یہ وہ بات ہے جو ہمیں سوچنی ہے، کیا ہم بھی اپنی زندگی میں کوئی ایسا کام کر کے جارہے ہیں کہ وہ آگے پھیلے، دوسری پشت تک جا کے دم توڑ نہ دے، اس موجودہ دور کا تو یہ حال ہے کہ ایک آدمی مرتا ہے تو کچھ دن بعد ایسا لگتا ہے کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوا اور اس کی کی ہوئی نیکیاں کچھ دنوں کے بعد سمٹ کر ختم ہو جائیں گی، لہذا تنہائیوں میں بیٹھ کے میرے بھائیوں کو میرے بچوں کو میری عزیز بہنوں کو میری عزیز بچیوں کو اس بات کو سوچنا ہوگا، کہ دنیا میں کوئی ایسا کام کر کے جائیں کہ امام اعظم یا غوث اعظم کی طرح ہم بڑے طویل عرصے تک اس کام پر عمل کرنے والے نہ ہوں تو کم از کم ہمارے گھر کی جو دو نسلیں ہیں وہ تو کہیں کہ باپ، بھائی یا ہماری ماں کوئی اچھا کام کر گئے تھے، اور وہ اس پر عمل کر رہے ہیں، اس اچھے کام پر کم از کم دو پشتیں تو عمل کریں۔ اس لیے ارشاد فرمایا کہ دس گنا نیکی ہے لیکن جو برائی کرے گا اتنا ہی بدلہ ملے گا اس میں دس گنا کا اضافہ نہیں ہے، ان پر زیادتی نہیں کی جائے گی، یعنی برائی میں زیادتی نہیں کی جائے گی، لیکن نیکی میں اضافہ فرمایا جائے گا، یہ وہ کریمانہ بات ہے جو امت مصطفویؐ کے لیے بڑا ہی اہم مقام رکھتی ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا

ایک قافلہ آیا انھوں نے پانی لینے والے کو بھیجا۔

وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ قَالَ يَـٰبُشْرَىٰ هَـٰذَا غُلَـٰمٌ وَأَسَرُّوهُ بِضَـٰعَةً

اُس نے اپنا ڈول نکالا۔ کہنے لگا خوشخبری ہو، یہ تو ایک چاند سا لڑکا ہے۔ انھوں نے اُسے چھپالیا، مال تجارت سمجھ کر۔

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ

اللہ کو پتہ ہے جو وہ کر رہے تھے۔ اور انھوں نے اُسے بیچ دیا بالکل

دَرَٰهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّٰهِدِينَ ﴿۲۰﴾ وَقَالَ

گھٹیا سے چند درہموں پر۔ وہ اُس کے سلسلے میں بالکل بے زار تھے۔ مصر میں جس نے اُسے خریدا تھا

الَّذِى اشْتَرَىٰهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِۦٓ أَكْرِمِى مَثْوَىٰهُ عَسَىٰٓ

اُس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کے ٹھکانے کو شاندار رکھا جائے، ہوسکتا ہے کہ یہ

أَن يَنفَعَنَآ أَوْ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًا وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِى

ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ اس طرح ہم نے یوسف کو

Marfat.com

ٱلْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُۥ مِن تَأْوِيلِ ٱلْأَحَادِيثِ ۚ وَٱللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰٓ

زمین پر دبدبہ اور شکوہ (طاقت) دے دیا۔ ہم اُس کو باتوں کے انجام اور حقیقت کی تعلیم دے رہے تھے۔ اللہ اپنے معاملے پر غالب ہے

أَمْرِهِۦ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾

لیکن اکثر لوگوں کو اس کا پتہ نہیں ہے۔

وجاء ت سيارة فا رس لو ا ورد هم ......والله بما يعملون

اُدھر کیا ہوا؟ ایک قافلہ آ رہا تھا جو شام سے مصر جا رہا تھا، انھوں نے پانی لانے والے آدمی کو بھیجا۔ جب ڈال کر واپس کھینچے تو اسے ادلیٰ دلوہ کہتے ہیں۔ اُس نے لوٹا ڈال کر واپس کھینچنا چاہا تو اُس نے کہا کہ لوٹا اتنا بھاری نہیں ہے، یہ ڈول اتنا بھاری نہیں ہے لیکن یہ اب تو اچھا خاصا بھاری ہے، اس کا مطلب ہے کہ اس میں کوئی شئے آ رہی ہے۔ اس سوچ میں پڑ گیا۔ جب وہ ڈول قریب پہنچا تو چلا اٹھا: یا بشریٰ! اُو خوشخبری تو کدھر غائب ہوگئی سامنے آ۔ یہ تو ایک بچہ مجھے مل گیا ہے اور بڑا خوبصورت ہے۔ اب وہ جو اُس کے ساتھی تھے، تو انھوں نے ان کو سامان سمجھ کر چھپا لیا۔ سامان سمجھ کر کیوں چھپایا؟ کہ اسے آگے جا کر بیچیں گے کہ وہ غلامی کا دور تھا۔ اللہ کو پتہ تھا جو وہ کر رہے تھے۔

وشروه بثمن بخسدراهم ....وكا نو ا فيه من الزهدين

اب " شروہ " میں جو ضمیر ہے، وہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے، وہ جناب یوسف کے بھائیوں کے لئے ہے۔ یہ بھی آگے پیچھے اس انتظار میں تھے، دوسرے وقت میں جا کر دیکھا کہ یوسف تو نیچے کنوئیں میں نہیں ہے تو اُوپر سے آواز

Marfat.com

دی پہ چلا کہ نہیں ہے۔ قافلے پیچھے چل پڑے [illegible]

نے ہماری چوری کی ہے۔ اب وہ سمجھ گئے [illegible]

ہے۔ اب صورت تو ایک ہی ہے کہ پیسے [illegible]

ہیں، کچھ تو نکالو۔ اب مطلب تو یہ تھا کہ یہ بے فکر ہو [illegible] درہم تھے [illegible]

حساب کے مطابق تین [illegible] کا ایک درہم ہوتا تھا، وہ [illegible] قرآن نے کہا کہ وہ بڑی تھوڑی قیمت تھی [illegible] کے چند درہم تھے۔ تو

اتنے تھوڑے پیسے اتنے حسین بچے کے [illegible] تھے۔ وکانوا فیہ من الزاھدین ۝ [illegible] سے نفرت تھی۔ وہ نفرت

سے بھرے ہوئے تھے اور بھائی کو [illegible] دینا چاہتے تھے۔ [illegible] یہ قافلہ [illegible]

اسے چھوڑیں گے نہیں۔

وقال الذی اشترٰہ من مصر ــــ ولکن اکثر النا س لا یعلمو ن

قافلہ مصر میں پہنچا، وہاں بازار میں چرچا ہوا کہ ایک نوخیز سا بچہ آیا ہوا ہے لیکن کیا بات ہے کہ وہ چند سے متجاوز چندے آفتاب ہے، پلٹ پڑی کائنات یوسف کی خریداری کے لئے۔ اب انھوں نے دیکھا کہ بے شمار گاہک ہیں تو انھوں نے بھی قیمت بہت زیادہ بڑھا دی۔ مصر کا جو حاکم تھا، اُس کا ایک آدمی جو مالیات کا نگران تھا وہ آخر خریدار بنا۔ تورات میں اُس کا کچھ اور نام لکھا ہے لیکن قرآن نے اُسے عزیز مصر کہا ہے۔ اُس نے پیسے دے کر جناب یوسف کو خرید لیا۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک خاتون بھی جا رہی تھیں جناب یوسف کو خریدنے کے لئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی بڑی روشن باطن مائی تھی۔ راستہ میں کچھ بندے ملے تو انھوں نے اُس مائی سے پوچھا کہ کدھر کو جاتی ہو؟ میں یوسف کو خریدنے کے لئے جا رہی ہوں۔ پاس کوئی پیسے ہیں؟ پیسے تو نہیں ہیں البتہ یہ سوت کاتا ہوا ہے، یہ اٹی ہے سوت کی، اس سے میں نے یوسف کو خریدنا ہے۔ انھوں نے کہا کہ کتنی بیوقوف ہے کہ وہاں عزیز مصر کے علاوہ کوئی بندہ ہاتھ نہیں ڈال سکتا اور نہ کسی کے پاس اتنے پیسے ہیں کہ وہ اُسے خرید سکے۔ اور تو یہ اٹی لے کر جا رہی ہے۔ اس بات سے میں سمجھتا ہوں کہ اُس کا باطن روشن تھا وہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن یوسف کے خریداروں کی لائن لگے گی تو میں اُس لائن میں تو پہنچ جاؤں گی کہ میں بھی خریدنے کے لئے گئی تھی، نہیں ملے تو یہ الگ بات ہے۔ تو بس دنیا میں نیکی کے خریداروں میں شامل ہونا چاہئے کہ وہاں خریداروں میں نام آ جائے۔ اب ارشاد ہوا جس نے خریدا تھا مصر میں، وہ اپنی بیوی

سے کہنے لگا کہ ذرا اچھے انداز سے اس بچے کو ٹھہرانا صرف نوکر نہ سمجھنا، یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہوگا۔اب مفید کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم زیادہ منافع پر اسے بیچ دیں گے۔مفید کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ بہت سارے گھر کے کام اُٹھالے گا یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں گے۔اس طرح اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ہم نے یوسف کے لئے زمین میں، تمکنت، اور شان، شکوہ کے راستے کھول دیے۔اب کیا ہوا؟ ہم اُسے احادیث کی تاویل بتانا چاہتے تھے، یہی جو لفظ ابھی پیچھے گزرا ہے۔اللہ اپنے معاملے پر غالب ہے، نہ بھائیوں کی کوئی بات کارآمد ہوسکتی ہے، نہ کسی اور کی کوئی چال کامیاب ہوسکتی ہے۔لوگوں کو پتہ نہیں کہ اللہ کریم جیسا چاہتے ہیں ایسا ہی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَلَمَّا بَلَغَ

جب وہ بھر پور جوانی تک پہنچے

أَشُدَّهُۥٓ ءَاتَيۡنَٰهُ حُكۡمٗا وَعِلۡمٗاۚ وَكَذَٰلِكَ نَجۡزِي ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴿٢٢﴾

تو ہم نے اُس کو حکم بھی دیا اور علم بھی عطا فرمایا۔ ہم نیکی کرنے والے لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں

وَرَٰوَدَتۡهُ ٱلَّتِي هُوَ فِي بَيۡتِهَا عَن نَّفۡسِهِۦ وَغَلَّقَتِ ٱلۡأَبۡوَٰبَ

اسے پھسلانا چاہا اُس خاتون نے جس کے گھر وہ تھا، اپنی مطلب براری کے لئے اُس (خاتون) نے دروازے بند کر دیے۔

وَقَالَتۡ هَيۡتَ لَكَۚ قَالَ مَعَاذَ ٱللَّهِۖ إِنَّهُۥ رَبِّيٓ أَحۡسَنَ مَثۡوَايَۖ

کہنے لگی تشریف لائیے! اس نے کہا، اللہ کی پناہ! وہ تو میرا محسن ہے، اُس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے۔

إِنَّهُۥ لَا يُفۡلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٢٣﴾

اللہ کریم، ظالموں کو پناہ نہیں دیا کرتا۔

ولما بلغ اشده اتینه حکما......وکذلک نجزی المحسنین

پھر یوسف وہاں بھر پور جوان ہو گئے۔ "اشد" کا لفظی معنی ہے بھر پور جوانی اور عام طور پر اسے کہا جاتا ہے جب

تیس اور چالیس سال کے درمیان کا عرصہ ہو۔تو ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اُس کو حکم بھی دیا، علم بھی دیا، یہ ساری چیزیں ہم نے اُسکو عطا کر دیں۔اب محسن لوگ ایسی جزا پاتے ہیں یعنی اللہ کے راستوں پر چلنے والوں کے لئے عظمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

وراودته التی هو فی بیتها عن نفسه......انه لایفلح الظلمون

جس کے گھر میں وہ رہتے تھے، اُس نے اُس کو پھسلانا چاہا۔لیکن بڑی دیر تک اُس کی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں، اُس نے پھر ایک طریقہ سوچا کہ جب تنہائی ہو تو شاہی محل کے سارے دروازے بند کر کے یوسف کو وہاں بلایا جائے۔ایسی ہی کیفیت ہوئی اور وہاں انھوں نے کہا کہ: ھیت لک، اس لفظ کے معنی میں بہت سارا اختلاف ہے، بہت سارے لوگوں نے کہا کہ یہ عربی کا لفظ نہیں ہے۔میں اس بات سے متفق نہیں ہوں اگرچہ پانچ چھ مفسرین نے یہ بات کہی ہے۔چونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے مجھے ھیت لک پڑھایا تھا، جب میں نے اُن سے پڑھا تھا۔لہذا اسکا تلفظ، ھیت لک ہے۔دوسرا اس کا معنی ہے ھیت لک تعال، آپ آئیں مطلب براری کے لئے، میں حاضر ہوں، یہ اس کا بامحاورہ مطلب ہے۔جناب یوسف علیہ السلام نے یہ بات سنی، پتہ یہ چلا کہ مصر کا بادشاہ بے حد کرپٹ ہو چکا تھا اخلاقیات کے میدان میں۔جناب یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ معاذ اللہ ﴾ اللہ اللہ! کیا ہی نفیس بات ہے کہ وہ عزیز مصر کی بیوی ہے، ان کی مالکہ ہے اپنے گمان کے مطابق، ان کا یہ فرض ہے کہ اُس کی ہر بات مانیں لیکن آپ اُس کا انکار کر دیتے ہیں۔اور انکار کیا کرتے ہیں کہ معاذ اللہ ﴾ اللہ کی پناہ! تیرا جو خاوند ہے اس نے میرا بڑا شاندار ٹھکانہ بنایا ہے اپنے گھر، کیا میں اُس کے ساتھ دھوکا کر سکتا ہوں؟ ظالم فلاح نہیں پایا کرتے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ساری رعنائیاں نبوت کے جوتے کی نوک پر قربان، تیری حیثیت کیا ہے۔قرآن نے کہا کہ ولقد همت به ﴾ اُس خاتون نے تو اُن کا ارادہ کرلیا۔وهم بها ﴾ جناب یوسف علیہ السلام نے بھی اُس کا ارادہ کرلیا ہوتا اگر اپنے رب کی دلیل دیکھ نہ لی ہوتی۔یہاں عربی گرامر کے نکتہ نگاہ سے، بلاغت کے نقطہ نگاہ سے، بے شمار دقتیں پیدا ہوئی ہیں اس آیت کو سمجھنے میں۔سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ لولا ﴾ کے جواب میں جو فقرہ آنا چاہئے وہ کون سا ہے؟ تو یہاں اُنھیں پیچھے فقرہ کوئی نہیں ملا۔پیچھے والا فقرہ ہے وهم بها ﴾ وہ پہلے آ گیا ہے۔کیا یہ پہلے آسکتا ہے؟ عربی کے جو عظیم مفکرین ہیں، اُن میں سے ایک صاحب، زجاج جو بہت بڑے ماہر ہیں عربی کے، انھوں نے کہا کہ نہیں آسکتا۔ٹھیک ہے

Marfat.com

نہیں آسکتا۔ نہ آئے تو اس پر ایک اعتراض ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ پچھلی عبارت تو پیچھے کٹ گئی، اس کا معنی یہ بنے گا کہ زلیخا نے بھی ارادہ کرلیا اور جناب یوسف نے بھی اُس کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ اب یہ نبوت کے عظیم مقام کے خلاف ہے لہذا یہ بات نہیں ہوسکتی۔ پھر کیا کیا جائے؟ اور اس نہ ہونے کے میرے پاس قرآن کے اندر دلائل موجود ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام نے جونہی اس کے خاوند کو دیکھا تو آپ نے فوری طور پر اس بات کی تردید کردی کہ اس معاملے میں شریک نہیں ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ زلیخا نے آگے واقعہ آتا ہے کہ خواتین کے سامنے خود یہ بات کہی ہے کہ یہ تو بڑا پاک دامن ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کریم نے جس شاہد کو سامنے بطور گواہ کے پیش کیا ہے، اُس کی گواہی یہ ہے کہ وہ پاک ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ شیطان نے یہ بات مانی ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام پاک ہیں۔ اس لئے پاک ہیں کہ اُس نے قرآن میں یہ بات کہی ہے کہ جو اللہ کے مخلص بندے ہیں میرا اُن پر یارا نہیں ہوتا اور جناب یوسف علیہ السلام اللہ کے مخلص پیغمبر ہیں لہذا اُن پر اُس کا کوئی یارا نہیں ہے۔ تو یہ چاروں قوتیں تسلیم کررہی ہیں کہ یوسف علیہ السلام پاک ہیں اور یہ اصل واقعہ کی ساری بنیاد ہیں۔ لہذا اس واقعہ کی بنیاد کو سامنے رکھ کر ہمیں زجاج کی بات کو ٹھکرانا ہوگا اور اس کے لئے کوئی اور دلیل لینی ہوگی۔ میں نے بے شمار تفسیروں کی ورق گردانی کی ہے کہ یہاں سے اللہ کے نبی کی عصمت کو بچانا ہے تو کس انداز سے آگے بڑھیں؟ مجھے پھر قرآن سے ہی ایک ایسا فقرہ مل گیا کہ لولا﴾ کی جزا کو پہلے ذکر کردیا قرآن نے۔ جب قرآن میں [illegible] بات آگئی تو پھر زجاج کی بات کون مانے گا۔ ہم نے پھر اس بات کو اُٹھا کر باہر پھینک دیا کہ زجاج جو کچھ کہہ رہا ہے وہ غلط ہے۔ زجاج نے دوسری بات یہ کہی کہ جب پہلے لفظ آئے تو پھر اُس پر لام آتا ہے: لَ (لام زبر) تو یہاں لام زبر (لَ) نہیں ہے۔ قرآن کی جو آیت دوسری آئی ہے اُس میں پہلے لام بھی نہیں ہے۔ وہ الفاظ مبارک یہ ہیں: ان کانت لتبدی بہ لولا ان ربطنا علی قلبھا﴾ کہ جناب موسیٰ کی والدہ واقعہ کو ظاہر کردیتی کہ میں نے بیٹے کو دریا میں ڈال دیا ہے۔ اگر ہم اُس کے دل پر صبر نہ ڈال دیتے۔ اب اگر ہم اُسکے دل پر صبر نہ ڈال دیتے تو وہ ظاہر کردیتی۔ وہ ظاہر کردیتی، کو یہاں قرآن نے پہلے ذکر کردیا ہے، اُس پر لام زبر والا نہیں لگایا۔ یہ خالص علمی بات ہے لیکن آپ میں سے جن لوگوں کو عربی سے ذوق ہے، اُنکے لئے یہ بات تفصیل سے عرض کررہا ہوں۔ اب قرآن نے یہ بات کہہ کر بات کیا کہہ دی؟ کہ جناب یوسف علیہ السلام نے ارادہ کرلیتا تھا اگر وہ اللہ کے نبی نہ ہوتے تو۔ اب یہ منظر کیا تھا جس کی قرآن نے کہا کہ انھوں نے اپنے رب کی طرف سے ایک دلیل دیکھ لی، اس کے دو معنی ہیں۔ چونکہ وہ اللہ کے قریب تھے۔ اللہ کا تصور کامل آدمی کی نظروں سے اُوجھل نہیں ہوتا۔ تو اللہ کے نبی کے ذہن اور دل سے اللہ کا خیال کیسے اوجھل ہوسکتا ہے، یہ وہ برہان ہے جو ان کے پاس موجود ہے۔ لیکن کچھ مفسرین نے ایک اور بات کہی ہے کہ عین اُس مرحلے پر جناب یعقوب علیہ السلام کی زیارت ہوگئی جو اُنکے والد گرامی ہیں اور آپ نے سامنے آکر کہا کہ بیٹا آپ جس مقام رفیع کے آدمی ہیں وہ

Marfat.com

ایسی گھٹیا حرکتیں نہیں کیا کرتے۔اب قرآن نے فرمایا کہ بدی اور بے حیائی ہم نے جناب یوسف سے دور کر دی کیونکہ وہ مخلص بندوں میں سے ہیں۔تو مخلص بندے ایسے غلط راستوں سے نہیں گزرا کرتے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا

اُس خاتون نے پختہ ارادہ کرلیا تھا، وہ بھی -------

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۚ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ

اُس کی طرف مائل ہوتا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا۔ ایسا ہوا، تاکہ ہم اس سے بدی

وَالْفَحْشَآءَ ۚ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا

اور بے حیائی کو دور کردیں۔ درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں سے تھا۔ آخر کار یوسف اور وہ آگے پیچھے

الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ

دروازے کی طرف بھاگے اور اس نے پیچھے سے یوسف کی قمیض پھاڑ دی اُن دونوں نے اُس کے خاوند کو دروازے پر پایا۔

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ

کہنے لگی کہ جو آپ کے گھر والوں کے ساتھ اچھا ارادہ نہ رکھتا ہو؟ اُس کی جزا تو یہ ہے کہ اُس کو جیل بھیج دیا جائے

اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِىَ رَاوَدَتْنِىْ عَنْ نَّفْسِىْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ

یا اُس کو شدید سزا دی جائے۔ حضرت یوسف، بولے کہ اس نے مجھے بہکانے کی کوشش کی۔ زلیخا کے خاندان کے

Marfat.com

أَهْلِهَآ إِن كَانَ قَمِيصُهُۥ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ

ایک آدمی نے یہ گواہی دی کہ اگر اس کی قمیض سامنے سے پھٹی ہوئی ہے تو یہ خاتون سچی ہے اور یہ

ٱلْكَـٰذِبِينَ ﴿٢٦﴾ وَإِن كَانَ قَمِيصُهُۥ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ

جھوٹا ہے اور اگر قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو پھر یہ جھوٹی ہے اور یہ

مِنَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا رَءَا قَمِيصَهُۥ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُۥ

سچا ہے۔ جب خاوند نے دیکھا کہ قمیض پیچھے کی سمت سے پھٹی ہوئی ہے تو کہنے لگا یہ تو تم عورتوں

مِن كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ

ہی چال تھی تمہاری چالیں بہت عظیم (غضب کی) ہوتی ہیں۔ یوسف! آپ اس سے منہ موڑیں۔

هَـٰذَا ۚ وَٱسْتَغْفِرِى لِذَنۢبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ ٱلْخَاطِـِٔينَ ﴿٢٩﴾

زلیخا! تو بھی اپنے گناہ کی اللہ سے معافی مانگ بے شک تو خطا کار تھی

ولقد همت به وهم بها ......انه من عبادنا المخلصين

Marfat.com

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي فرمادیجئے یقیناً میرے پروردگار نے مجھے بتادیا ہے

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ

سیدھا راستہ، یہ درست دین ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی ملت تھی جنہوں نے باطل کو چھوڑ کے حق کو اپنایا، وہ شامل نہیں تھے

الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۶۱﴾ شرک کرنے والوں میں

قل انني هداني ربي الى صراط مستقيم......وماكان من المشركين

محبوب اُن سب کافروں کو کہہ دیں، مکہ والوں کو کہہ دیں اردگرد والوں کو کہہ دیں کہ مجھے تو میرے پالنے والے نے سیدھا راستہ بتا دیا ہے، اس راستے میں ذرا بھی کجی نہیں ہے، کیا مطلب؟ یعنی میرے اور خدا کے درمیان اب کوئی شے حائل نہیں ہے، یہ ایسا دین ہے جو بالکل سیدھا چلنے والا دین ہے، اس میں کہیں بھی ٹیڑھا پن نہیں ہے، اور تم سارے کے سارے مکہ کے مشرک کہتے ہو کہ ہم ابراہیمؑ کے مذہب پر ہیں، تو میرا مذہب ابراہیمیؑ ہے، چونکہ سارے باطل کو چھوڑ کے ابراہیم علیہ السلام حق پر تھے، میں سارے باطل کو چھوڑ کے حق پر ہوں، میرے سارے ساتھی باطل کو چھوڑ کے حق پر ہیں، نہ ابراہیمؑ مشرک تھے نہ ہم مشرک ہیں، مشرک تم ہو، لہذا تمہارا ابراہیمؑ سے تعلق نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

جناب یوسف علیہ السلام واپس دوڑے، زلیخا بھی پیچھے دوڑی، دونوں دروازے کی طرف دوڑے، دروازے کو اندر سے تالا لگا ہوا تھا۔ جناب یوسف علیہ السلام کے ذہن میں ایک بات آئی، انھیں پتہ تھا کہ تالے لگا دیے ہیں اس نے، فرمایا کہ اللہ میں تو یہی کرسکتا ہوں کہ میں دوڑوں، اب ان تالوں کو کھولنا تیرا کام ہے۔ جس دروازے پر بھی پہنچے ہیں تالا کھل گیا ہے اور دروازہ کھل گیا ہے اور جناب یوسف آگے نکل گئے ہیں۔

واستبقا الباب وقدت قمیصه ......الا ان یسجن او عذاب الیم

باہر والے دروازے پر پہنچے تو آگے عزیز مصر دروازے پر موجود ہے۔ اس دوران بڑی تیزی سے دوڑتے ہوئے زلیخا نے پیچھے سے قمیض پکڑی اتنے زور سے کہ وہ قمیض پھٹ گئی۔ جب دروازے پر پہنچی تو فوراً بدل گئی کہنے لگی کہ آپ کے گھر والوں سے اگر کوئی بری نیت رکھتا ہو تو اُس کی سزا یہی ہوسکتی ہے کہ یا اُسے جیل میں ڈال دیا جائے یا شدید تکلیف پہنچائی جائے۔

قال هی را ودتنی عن نفسی......ان کیدکن عظیم

اب دیکھیں کہ جناب یوسف علیہ السلام اپنی معصومیت کا اعلان فرما رہے ہیں کہ اس نے مجھے بہلانا چاہا تھا، اُس کی برادری کا ایک بندہ تھا اُس نے گواہی دی۔ یہ گواہی وہ گواہی نہیں جسے شریعت گواہی کہتی ہے۔ شریعت میں گواہی وہ ہے جو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ یہ آنکھوں سے دیکھنے والی بات نہیں ہے۔ وہ بندہ جو اکثر عزیز مصر کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور اکثر اُسکو اپنی آراء دیتا رہتا تھا۔ اُس نے رائے پوچھی اُس سے۔ تو اُس نے جواب میں یہ بات کہی، اور کتنا دانا آدمی تھا، اُس نے کہا کہ اگر قمیض سامنے سے پھٹی ہوئی ہے تو یہ خاتون سچی ہے اور یوسف غلط کہہ رہے ہیں اور اگر قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ بھاگ رہے تھے اُس وقت اُس نے پیچھے سے پکڑی ہے تو قمیض پھٹ گئی ہے پھر یہ جھوٹی ہے۔ اُس نے دیکھا کہ قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو پھر وہ کہنے لگا کہ یہ تو تمہاری (عزیز کی بیوی) چکر بازی تھی اور یہ چکر بازی بہت بڑی ہے۔

Marfat.com

یوسف اعرض عن ھذا ...... انک کنت من الخطئین

توراۃ میں یہ فقرہ بھی وہ نہیں کہتا لیکن یہاں وہ یہ فقرہ کہتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں بے حیائی اس حد تک پھیلی ہوئی تھی کہ شدت سے گرفت عزیز مصر نہیں کر سکا۔ اُس نے ایسی کوئی بات نہیں کی صرف اتنا کہا کہ یوسف آپ اس بات سے منہ پھیر لیں۔ ٹھیٹھ اس کا ترجمہ بنے گا کہ اس پر مٹی ڈال دو۔ یعنی فیصلہ تو کوئی ہو نہیں سکتا، مٹی ڈال دو۔ واستغفری لذنبک ﴾ جرم تم نے کیا ہے، تو معافی مانگ اپنے جرم کی، تو خطا کار تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

۞ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا

شہر میں خواتین نے کہا کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان غلام پر، اپنی مطلب براری کے لئے

عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۗ إِنَّا لَنَرٰىهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۳۰﴾

پھسلا رہی ہے، وہ اُس کی محبت میں ڈوب چکی ہے۔ ہم اُس کو کھلا گمراہی میں دیکھتی ہیں

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَـًٔا وَّءَاتَتْ

جب اُس نے اُن کی چالیں سنیں تو اُن کی طرف پیغام بھیجا، اُن کے لئے تکیے لگائے اور اُن میں سے

كُلَّ وٰحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهٗٓ أَكْبَرْنَهٗ

ہر ایک کو چھری دے اب یوسف سے عرض کی کہ ان کے سامنے آیئے۔ جب اُنھوں (عورتوں) نے یوسف کو دیکھا تو ششدر رہ گئیں

وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حٰشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۖ إِنْ هٰذَآ إِلَّا مَلَكٌ

انھیں بہت عظیم سمجھا، اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ کہنے لگیں کہ کتنی عظمت ہے اللہ کی کہ یہ تو انسان نہیں ہے، یہ تو بڑا ہی عظیم المرتبت

كَرِيمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رٰوَدْتُّهٗ عَنْ

فرشتہ ہے زلیخا بولی، کہ یہ تو وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ میں نے اُس کو لازماً مطلب براری کیلئے

Marfat.com

نَفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا

پھسلایا تھا لیکن یہ بچ گیا۔ اگر اس نے میرا حکم نہ مانا تو یہ لازماً جیل چلا جائے گا اور اُن لوگوں میں شامل ہوگا کہ

مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

جن کی عزت کوئی نہیں ہوتی۔

وقال نسوۃ فی المدینہ....انا لنرٰھا فی ضلل مبین

اب جب یہ بات پھیلی تو اس کے پیچھے جذبہ کیا تھا؟ کہ وہ تو ہیں غلام اور غلام ہوتے ہوئے یہ جو مالکہ ہے گھر کی اُس نے ایسی غلطی کی ہے۔ اُس نے ہر طرف یہ بات پھیلا دی کہ یوسف کی محبت میں جو اس کا نوکر ہے، گھر کی مالکہ اس حد تک چلی گئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بالکل ہی بھٹک گئی ہے۔

فلما سمعت بمکرھن ارسلت..... ان ھذا الا ملک کریم

زلیخا کو پتہ چلا کہ خواتین اُس کے خلاف پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں تو اب اُس نے اس کا حل یہ سوچا کہ اُن سب کو اپنے گھر دعوت پر بلایا، بہت اچھی جگہ بنا کر انھیں بٹھایا، اُن سب سے سب کو جو فروٹ وغیرہ دیا تھا تو اُس کے ساتھ چھری بھی دے دی۔ اس فقرے سے ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ اُس دور میں بھی جس طرح آج یورپ کا رواج ہے چھری وغیرہ سے کھانے کا، اُسی طرح اُس دور میں بھی تھا، مصر میں۔ اب اتنا کچھ اہتمام کرنے کے بعد جناب یوسف علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگی کہ آپ ذرا باہر تشریف لے چلیں۔ مصر کی خواتین نے جب یہ کیفیت دیکھی تو مبہوت ہو گئیں۔ اُن کی زبان سے جو الفاظ

قرآن نے نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں: "اکبرنہ ﴾ انھوں نے انھیں بہت ہی عظیم سمجھا۔ اس طرح محویت تھی، خود فراموشی تھی، خود سپردگی تھی کہ بجائے اس کے کہ وہ چھریاں چلاتیں پھلوں پر، اُن سے اپنی انگلیاں، ہاتھ کے مختلف حصے کاٹ دیئے اور انہیں پتہ نہیں چلا۔ پھر زبان پر یہ بات تھی حاش للہ ﴾ اللہ کی ذات ہی برتر واعلیٰ اور پاکیزہ ہے۔ یہ کلمہ تنزیہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہنا چاہتی تھیں کہ اللہ ہی پاک ہے، وہ اتنے عظیم الشان انسانوں کی تخلیق کر دیتا ہے۔ ماھذا بشرا ﴾ یہ بے ساختہ زبان پر نکلا کہ یہ انسان تو ہے ہی نہیں۔ ہم نے بے شمار انسان دیکھے ہیں، اتنا حسین وجمیل انسان ہماری نگاہوں نے کبھی بھی نہیں دیکھا۔ ان ھذا الا ملک کریم ﴾ یہ تو کوئی فرشتہ ہے اور فرشتہ بھی عام نہیں ہے، بڑا کریم اور شان والا فرشتہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی جب اپنی شان کے ساتھ کسی کے سامنے ظہور پذیر ہوتا ہے تو اُن لوگوں کی کیفیات قابل دید ہوتی ہیں۔ اب انھوں نے انگلیوں پر چھری چلا دی، ہاتھ کے مختلف حصوں پر خراشیں آگئیں۔ جنھوں نے رحمت عالم ﷺ کو دیکھا تھا تو انھوں نے اپنی جانیں دے دیں اور اُف تک نہیں کی۔ اور پھر انداز یہ تھا کہ زخمی ہو کر میدان میں گرے ہوئے ہیں، خون بہہ رہا ہے، پانی لے کر بندہ دوڑا دوڑا آیا ہے کہ اب پانی نوش فرمالیں تو جواب یہ دیا کہ پانی پینے سے شاید میری شہادت میں فرق آجائے لہذا میں پانی نہیں پیتا۔ اس بات کے گواہ رہو! کہ تلوار کا ذائقہ چکھنے کے بعد میں نے پھر دنیا کی کسی چیز کا ذائقہ نہیں چکھا، یہ صحابہ اکرام کی زبان پر آنے والا ایک عام سا فقرہ ہوتا تھا۔

قالت فذ لکن الذی ...... ولیکونا من الصغرین

اب زلیخا نے یہ سمجھا کہ بات تو میری بن گئی ہے، یہ شکست خوردہ تو ہو گئی ہیں، ان کے پاس اب کسی بات کا بھی جواب نہیں ہے تو اُس نے ایک بات کہہ دی، وہ کہنے لگی کہ فذ لکن الذی لمتننی فیہ ﴾ یہ وہی عظیم ہستی ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کیا کرتی تھیں۔ اب یہاں وہ خود اقرار کر رہی ہے، میں نے عرض کیا تھا کہ اصل سورۃ مقدسہ کے اندر ہے جو واقعہ اس کے ساتھ براہ راست وابستہ ہے، اُن سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دامن اقدس کی طہارت کی گواہی دی ہے۔ اب زلیخا خود بول پڑی ہے، کہنے لگی وقد راودتہ عن نفسہ ﴾ میں نے اپنی غرض کے لئے اسے بھلانے، پھسلانے کی بے حد کوشش کی۔ فسطعصن ﴾ لیکن یہ تو بالکل ہی محفوظ رہا، یہ میرے کہنے پر غلط راستے پر نہیں چلا۔ لیکن چونکہ وہ عزیز مصر کی بیوی تھی، عزیز مصر ا مقتدر شخصیت تھی۔ تو آج کل تھانیدار تو تھانہ میں ہوتا ہے لیکن بیگم صاحبہ گھر میں تھانیدار ہوتی ہیں، اردگرد کی محلہ دار خواتین کی شامت آئی

ہے۔تو یہاں وہ بھی اسی انداز کی دھمکی دے رہی تھی۔ کہنے لگی وان لم یفعل ماامر اہ﴾ جس کا میں حکم دے رہی ہوں اگر یہ نہیں کرے گا تو لازماً اسے جیل میں ڈال دیا جائے گا اور یہ اُن لوگوں میں شامل ہو جائے گا جو بے عزت ہوتے ہیں۔اس کی یہ بے عزتی ہوگی کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے۔یعنی اُس کی اخلاق باختگی تو بے عزتی کی بات نہیں ہے، بے عزتی کی بات یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام جیل چلے جائیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَىَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي

جناب یوسف نے توجہ سے اللہ تعالیٰ کو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! جس کی دعوت یہ مجھے دیتی ہیں

إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٣﴾

اس کی نسبت جیل مجھے زیادہ عزیز ہے۔ اگر ان کی چال کو تو مجھ سے دور نہیں کرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں بھی جاہلوں میں پھر شمار ہوں گا

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

اللہ نے اُس کی بات قبول فرمالی اور اُن (عورتوں) کے مکر کو دور کر دیا۔ اللہ سننے والا

الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ

علم والا ہے پھر اُن کے سامنے یہ بات آئی، جب یہ ساری آیات دیکھ چکے تھے کہ اسے جیل میں لازماً بھیج دیا جائے،

حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٣٥﴾

ایک وقت کے لئے جیل میں

قال رب السجن احب الی......واکن من الجھلین

جب آپ نے یہ فقرہ سنا، اُن خواتین سے کوئی خطاب نہیں کیا، زلیخا سے کوئی بات نہیں کی۔ اپنے رب کریم کی خدمت میں بڑی آہ وزاری سے یہ درخواست پیش کی: عرض یہ کیا کہ ﴿رب السجن احب الیّ﴾ اے میرے پروردگار جیل

مجھے بہت ہی محبوب ہے، اُس غلط کاری کی نسبت سے جس کی طرف وہ مجھ کو دعوت دے رہی ہے۔ میں ان کی غلط بات نہیں مان سکتا، بے شک مجھے جیل میں رہنا پڑے۔لیکن یہ میرا کمال نہیں ہوگا انسان انسان ہوتا ہے۔ یہ درس دے رہا ہے قرآن انسانیت کو۔ اگر ان کی چال سے تو مجھے نہیں بچائے گا تو میں پھر طبعاً ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور ایسی جاہلانہ حرکت کا مرتکب ہو جاؤں جیسا یہ کہتی ہیں۔ رب کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ ادھر انھوں نے یہ دعا کی کہ اللہ مجھے محفوظ رکھنا ہے۔ تو چونکہ نبی محفوظ ہوتا ہے، وہ معصوم ہوتا ہے۔ یہاں یہ درس ہے کہ جو غیر معصوم ہیں، انہیں بھی محفوظ ہونا چاہئے۔

فاستجاب له ربه فصرف عنه ...... اوالا یت لیسجننه حتی حین

اللہ کریم نے اُن کی یہ دعا قبول فرمادی، اُن کے سارے فریب اُن سے دور کر دیے۔ اللہ یہ باتیں سُن بھی رہا تھا اور وہ حقیقت بھی جانتا ہے۔ اتنی کچھ نشانیاں دیکھنے کے باوجود کہ وہ خود اقرار کر رہی ہے کہ ایک دانا آدمی کہہ رہا ہے قمیض پھٹی ہوئی دیکھ کر کہ اگر پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو زلیخا جھوٹی ہے۔ یہ ساری باتیں دیکھنے کے باوجود چونکہ گھریلو دباؤ تھا عزیز مصر پر تو فیصلہ یہ ہوا کہ جناب یوسف علیہ السلام کو جیل بھیج دیا جائے۔ قرآن نے کہا ہے کہ یہ جیل ایک وقت تک کیلئے تھی، اس وقت کا تعین کیا ہے؟ قرآن و سنت اُس عرصے سے خاموش ہیں۔ البتہ تورات میں یا تاریخ کی باقی کتابوں میں یہ نو سال کا عرصہ آتا ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام کو نو سال تک جیل میں رہنا پڑا۔ یہاں بندہ سوچتا ہے کہ ایک عام آدمی ہوتا تو وہ ایک معافی نامہ لکھ دیتا۔ ہمارے تو بڑے بڑے سیاستدانوں نے چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزارے اور اُن پر اُس قسم کا کوئی تشدد بھی نہ ہوا جس قسم کا تشدد بے گناہ لوگوں پر پولیس کیا کرتی ہے لیکن اُن گناہ گاروں نے چوبیس گھنٹے بھی پولیس کے پاس پہنچنے کے بعد معافی نامہ لکھ دیا، تو یہ نامہ لکھ دیا تو یہ وہ باتیں ہیں جو نبی کی زندگی میں نہیں ہوتیں۔ وہ بڑے سکون کے ساتھ نو سال تک جیل میں بیٹھے رہے لیکن جیل میں جو انداز تھا اسے ہمارے مفسرین نے بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جیل میں اپنی تبلیغی مساعی جاری تھیں، لوگوں کو توحید کا درس دیا جا رہا تھا، اللہ کریم کے ساتھ لوگوں کا رابطہ قائم کیا جا رہا تھا، انھیں اُس دور کی جو عبادت تھی اُس کی دعوت دی جا رہی تھی، یہ سنت ہے انبیاء اعلیٰ مقام کی کہ وہ جیلوں میں رہ کر جیلوں کے ماحول کو بدل دیا کرتے ہیں، سیدنا یوسف کی یہی کیفیت تھی۔ شعب ابی طالب میں ہمارے نبی کریم ﷺ کی یہی کیفیت تھی کہ ایک عرصے تک وہاں رہے ہیں لیکن جن لوگوں کو وہاں سرکار ﷺ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا، ایک اس پہلو کو بھی آپ سوچیں کہ سرکار ﷺ بے حد مصروف ہوتے تھے لیکن اب جب محدود ہو گئے شعب ابی طالب تک تو اُن لوگوں کی عظمتوں کو سلام کہ جنکی نگاہیں ماتھائے مصطفیٰ ﷺ پر گڑی رہتی تھیں۔ اور سرکار ﷺ اُن کے اندر دین کی پختگی

Marfat.com

جس انداز سے پیدا کرتے رہتے تھے، وہ بات ہوتی رہتی تھی۔ وہاں معصوم بچے جو ہیں انھیں مائیں بھلانے کے لئے پرانے جوتے کاٹ کر ذرا ذرا ٹکڑے کر کے پانی میں اُبال کر انھیں کھلاتی تھیں۔ تو میرے آقا و مولا ﷺ کے غلاموں نے اس سارے میدان سے گزرتے ہوئے ذرا آپ اس بات کا تصور کریں کہ کتنا طویل عرصہ گزار دیا لیکن کسی نے اُف تک نہیں کی۔ کسی نے نہیں کہا کہ یہ محاصرہ تڑوانے کے لئے ہم آگے بڑھ کر قریش مکہ یا مشرکین مکہ کی بات مان لیں، ایسی بات نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَدَخَلَ مَعَهُ ٱلسِّجْنَ فَتَيَانِ قَالَ أَحَدُهُمَآ

دو نوجوان آدمی اُس کے ساتھ جیل میں داخل ہوئے۔ ایک نے کہا کہ

إِنِّيٓ أَرَىٰنِيٓ أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ ٱلْآخَرُ إِنِّيٓ أَرَىٰنِيٓ أَحْمِلُ فَوْقَ

میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ

رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ ٱلطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِۦٓ إِنَّا نَرَىٰكَ مِنَ

میں نے اپنے سر کے اوپر روٹیاں اُٹھائی ہوئی ہیں اور پرندے اُسے کھا رہے ہیں۔ ان کی تعبیر آپ ہم کو بتادیں کہ ہمیں معلوم ہوتا ہے

ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِۦٓ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا

آپ بڑے محسن ہیں فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس وہ کھانا نہیں آئے گا جو تم نے کھانا ہے، مگر

بِتَأْوِيلِهِۦ قَبْلَ أَن يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّيٓ إِنِّي تَرَكْتُ

میں اس سے پہلے تم کو اُس کی تعبیر بتادوں گا یہ وہ بات ہے جو میرے رب نے مجھے تعلیم دی ہے۔ میں نے

مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَهُم بِٱلْآخِرَةِ هُمْ كَٰفِرُونَ ﴿۳۷﴾

اُس قوم کی کیفیت کو چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے کافر ہیں۔۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۲﴾

فرمادیجئے میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت جہانوں کے پالنے والے اللہ کے لیے ہے

لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۶۳﴾

اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلا مسلم ہوں

قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ

فرمادیجئے کیا میں اللہ کے بغیر کسی اور کو اپنا پروردگار مان لوں، جبکہ ہر شے کا پروردگار وہی ہے، اور گناہ نہیں کرتی کوئی

نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ

جان مگر وہ اسی کے خلاف جاتا ہے، اور کوئی جان کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، پھر تمہارے رب کی طرف تمہاری واپسی ہوگی

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ

وہ تمہیں بتائے گا جس میں تمہارا اختلاف اور جھگڑا تھا، وہ وہ ذات ہے جس نے بنایا

خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ

تمہیں زمین پر جانشین، تمہارے ایک دوسرے سے درجے بلند کیے، تاکہ تمہاری آزمائش کرے

فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۶۵﴾

اس چیز میں جو اس نے تمہیں عطا کی ہے، محبوب یقیناً آپ کا پروردگار جلدی گرفت فرمانے والا ہے، اور یقیناً وہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے

قل ان صلاتی و نسکی ومحیای.....وانہ لغفور رحیم

اگلی آیت میں اللہ کریم نے اسلام کا سارا نقشہ کھینچ دیا ہے، فرمایا محبوب آپ فرمادیں کہ میری نماز، میری قربانی، اور ہر وہ شے جو اللہ کریم تک پہنچانے والی ہے اور ہر نیکی کا کام، چونکہ ''صلوات'' میں ساری کی ساری عبادتیں آجاتی ہیں، اور ''نصرت'' میں سارے کے سارے نیک معاملات آگئے ہیں جو اللہ کریم کے لیے کیے جاتے ہیں، اسی طرح میری زندگی اور میری موت

Marfat.com

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاءِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ

میں تو اپنے باپ دادے کی ملت پر ہوں، جو حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کا تھا۔ ہمارا یہ حق نہیں

لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى

کہ کسی بھی انداز سے اللہ کا شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اللہ کا فضل ہے اور باقی لوگوں پر بھی اللہ کا فضل ہے

النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۸﴾

لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

ودخل معه السجن فتين...... انا نرك من المحسنين

جناب کے ساتھ دو اور نوجوان بھی جیل میں گئے تھے۔ وہ آئے ایک دن جناب یوسف علیہ السلام کی خدمت میں، عرض کرنے لگا اُن میں سے ایک کہ آج میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں خواب میں کہ میں شراب بنا رہا ہوں، شراب نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے عجیب کیفیت دیکھی کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور پرندے اُن روٹیوں کو کھا رہے ہیں اس خواب کی تعبیر بتائیں، اس کی حقیقت بتایئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے ہی محسن ہیں)، یہ لفظ اس لئے کہا کہ آپ کوئی ایسے عام آدمی نہیں جو اندازے سے بات کریں، یقیناً وہ بات ایسی ہوگی جو حقیقت کی بات ہے۔

قال لا یا تیکما طعا م...... وهم بالا خرة هم كفرون

آپ نے ارشاد فرمایا یہ بات سنو کہ جو کھانا تمہارا ابھی آنے والا ہے جیل میں کھلانے کے لئے، اُس کے آنے سے پہلے پہلے میں اس خواب کی تعبیر تم کو بتا دوں گا۔ پھر یہاں ایک بات بتائی کہ میں اپنے پاس سے کوئی بات نہیں

Marfat.com

کہتا، یہ وہ بات ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم کی زبان پر اللہ کے الفاظ چل رہے تھے۔اب یہ تبلیغ کا انداز ہے کہ پہلے رب سے تعارف ہوا کہ میں اپنے پاس سے کچھ بھی نہیں کہتا، رب کی طرف سے کہتا ہوں۔دوسری بات یہ ہے کہ میں نے اُس قوم کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ کو نہیں مانتی۔مطلب یہ ہوا کہ عزیز مصر زلیخا، مصر کے بادشاہ، مصر کے عوام جو توحید کے قائل نہیں ہیں، میں اُن کا مذہب نہیں مانتا، یہ لوگ خدا کو بھی نہیں مانتے،﴿وھم بالاخرة و ھم کفرون﴾ اور یہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔میں اللہ کو بھی مانتا ہوں اور آخرت کو بھی مانتا ہوں

واتبعت ملة اباء یابرھیم......ولکن اکثر النا س لا یشکرون

اور میں اس لڑی کا پہلا موتی نہیں ہوں، میں نے تو اپنے باپ دادے کے دین کی پیروی کی ہے۔باپ دادا کون ہیں؟ ابراہیم علیہ السلام ہیں، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام ہیں، اُوپر سے نیچے لڑی کو پرو دیا ہے۔پر دادا کا نام لیا، پھر دادا کا نام لیا اور پھر والد گرامی کا نام لیا۔ہمارا یہ حق نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی اور شئے کو بھی شریک ٹھہرا دیں۔یہ وہ پیغام ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر سرکار ﷺ تک سارے انبیاء دیتے آئے ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانیں۔ہاں! ہم پر اللہ کا یہ خاص فضل ہے اور سب لوگوں پر اللہ کی یہ خاص مہربانیاں ہیں لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہوتے ہیں۔اللہ کی نوازشات اور اُس کی مہربانیوں پر اُس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ہمیں خود سوچنا ہوگا کہ اللہ تعالی کی نوازشات ہم پر کتنی ہیں، کتنی اُن میں وسعت ہے اور کیا ہم اُس انداز سے اُس کا شکر ادا کرتے ہیں، یہاں ایک لطافت ہے، آپ یہ فرما سکتے تھے کہ یہ اللہ کی مہربانیاں ہیں جو لوگوں پر ہوتی ہیں۔پہلے علینا﴾ کے لفظ کو الگ کر دیں، یہ اللہ کی مہربانیاں ہم پر ہیں۔یعنی میرے خاندان پر ہیں، جناب ابراہیم پر ہیں، جناب اسحاق و یعقوب پر ہیں، پھر آگے لوگوں کو اس لئے الگ کر دیا کہ ان کے خاندان ذیشان میں سے تو یہ سارے نبی ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالی کا شکر نہ کرتا ہو اس لئے علینا﴾ کو الگ ذکر کیا۔اب انھیں نے اسی تبلیغ کو آگے بڑھاتے ہوئے کچھ اور ارشاد فرمارہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَٰصَٰحِبَيِ

اے جیل کے میرے دو ساتھیو!

ٱلسِّجۡنِ ءَأَرۡبَابٞ مُّتَفَرِّقُونَ خَيۡرٌ أَمِ ٱللَّهُ ٱلۡوَٰحِدُ ٱلۡقَهَّارُ ﴿٣٩﴾

مختلف رب بہتر ہیں یا ایک رب جس کے پاس بے پناہ قوت ہے؟

مَا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ أَسۡمَآءٗ سَمَّيۡتُمُوهَآ أَنتُمۡ

اُس کو چھوڑ کر یہ نام کے خدا بنا رکھے ہیں جن کے تم خود نام رکھتے ہو

وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلۡطَٰنٍۚ إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِ

اور یہ تمھارے باپ دادے رکھتے ہیں، اللہ نے اس کی کوئی سند نہیں اُتاری، حکم صرف اللہ کا ہے۔

أَمَرَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلۡقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ

اُس نے حکم دیا ہے کہ اُس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کی جائے، یہ ہی دین قیم ہے لیکن اکثر

ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ ﴿٤٠﴾ يَٰصَٰحِبَيِ ٱلسِّجۡنِ أَمَّآ أَحَدُكُمَا

لوگ جانتے نہیں ہیں اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک

Marfat.com

فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا ۖ وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ

اپنے بادشاہ کو شراب پلایا کرے گا اور دوسرا صلیب چڑھا دیا جائے گا، پرندے اُس کے سر سے گوشت نوچیں گے،

مِن رَّأْسِهِ ۚ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ ﴿٤١﴾ وَقَالَ لِلَّذِي

جس کا تم فتویٰ پوچھ رہے ہو اُس معاملے کا فیصلہ ہو گیا۔ پھر جس کے بارے میں خیال تھا

ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ

کہ وہ نجات پانے والا ہے فرمایا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا۔

الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴿٤٢﴾

شیطان نے بادشاہ کے سامنے یہ ذکر اُس کو بھلا دیا، اور یوسف کچھ عرصے تک جیل میں ٹھہرے رہے

یصاحبی السجن ء ارباب......ولکن اکثر الناس لا یعلمون

ارشاد فرمایا کہ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! یہاں ایک خصوصی انداز ہے، کتنا پیار بھرا انداز ہے کہ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! کیا کئی خدا مان لینا بہتر بات ہے یا ایک خدا کو ماننا بہتر ہے؟ جو بڑا ہی زبردست قوتوں والا ہے اور اُس کی قوت، اُس کے علم اور اُس کی رضا سے باہر کوئی بھی نہیں نکل سکتا۔ اُسے چھوڑ کر یہ جو تم نے بتوں کے نام رکھے ہیں یہ تم نے گھڑے ہیں، یا تمھارے باپ دادوں نے یہ بنائے ہیں، اللہ کریم نے اس پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ سیدھی بات یہ ہے کہ حکمرانی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ کسی اور کو حق حکمرانی حقیقتاً نہیں دیا جا سکتا۔ اور اُس حکمرانی میں حکم صرف اللہ تعالیٰ کا چلتا

Marfat.com

ہے۔کسی اور کی بات بطور قانون نہیں مانی جا سکتی۔اللہ نے حکم دے رکھا ہے کہ تم اُس کے بغیر کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے۔اب سیدھا دین جو انھوں نے بیان فرمایا، اُس کی بنیادی باتیں تین اُنھوں نے ذکر فرمائیں۔سب سے پہلی بات انھوں نے توحید کی ذکر فرمائی، قیامت کی ذکر کی، اللہ کے انبیاء کا انھوں نے ذکر کیا۔اکثر لوگوں کو اس بات کا پتہ نہیں کہ یہ دین طیب ہے جو سیدھا ہے۔اب انھیں خواب کی تعبیر بتا رہے ہیں اتنی ساری تبلیغ کے بعد۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب مختلف لوگ سیدنا یوسف علیہ السلام کو ملتے ہوں گے تو اُن کے ساتھ آپ کا طرزِ خطاب کیسا ہوتا ہوگا۔

یصاحبی السجن اما احدکما فیسقی ......الذی فیہ تستفتین

اب لیجئے خواب کی تعبیر ہے کہ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک جس نے اپنے آپ کو شراب بناتے دیکھا ہے، وہ اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا، آزاد ہو جائے گا، اُس کی محفل میں پہنچے گا اور اُس کو شراب پلائے گا۔اور جو دوسرا ہے جس نے کہا ہے کہ میرے سر پر روٹیاں ہیں اور پرندے اُن روٹیوں کو کھا رہے ہیں تو اُسے صلیب دے دیا جائے گا بادشاہ کی طرف سے، پرندے اُس کے سر سے گوشت نوچ کر کھائیں گے، یہ وہ معاملہ ہے جس کا فیصلہ ہو گیا اور یہ ہی وہ بات ہے جو تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔اب یہ قضی الدمر ہے، یہ ٹلنے والی نہیں ہے، اب ایسا ہی ہوگا۔

وقال للذی ظن انہ ......فی السجن بضع سنین

اب ایک بندہ جس کے متعلق آپ کا خیال تھا کہ وہ نجات پانے والا ہے اُس سے آپ نے کہا کہ بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کر دینا۔اب یہاں دو ترجمے ہیں میرے سامنے جو ترجمہ ہے ان کا خیال یہ ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔لیکن کچھ اور مترجمین اور مفسرین کا خیال یہ ہے کہ ظن ناج منھما کی ضمیر جو ہے وہ اُس آدمی کی طرف پلٹتی ہے جسے نجات ملنے والی تھی۔اب وہ وہاں سے آزاد ہو کر چلا گیا، بادشاہ کو شراب وغیرہ پلانے لگ گیا۔اور دوسرا سزائے موت پا گیا۔لیکن وہ بادشاہ کے سامنے جناب یوسف کا ذکر نہ کر سکا۔اس لئے کہ ان آزمائش کی گھڑیوں نے نو سالوں تک پھیل جانا تھا لہذا ایسی کوئی بات جس کے ذریعے بادشاہ کو بات پتہ چلتی اُس بندہ کو یاد نہ رہی اور آپ جیل میں چند سال رہے جن کی تعین میں ابھی آپ کے

Marfat.com

سامنے کر چکا ہوں کہ وہ نو سال تھے۔

☆☆☆☆☆☆

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّىٓ أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ

بادشاہ نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ سات گائیں ہیں، وہ بڑی تگڑی ہیں پلی ہوئی ہیں

سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنۢبُلَٰتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَٰتٍ

انھیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں۔ سات خوشے ہیں، سرسبز و شاداب ہیں، سات اور خوشے ہیں جو خشک ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِى فِى رُءْيَٰىَ إِن كُنتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ ﴿٤٣﴾

۔اے میرے درباروالو! مجھے بتاؤ! اس خواب کی تعبیر، اگر اس خواب کی تعبیر تم جانتے ہو

قَالُوٓا۟ أَضْغَٰثُ أَحْلَٰمٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَٰمِ بِعَٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾

انھوں نے کہا کہ یہ تو پریشان خیالی ہے اور ایسے پریشان خیال خوابوں کی تعبیر ہم نہیں جانتے

وَقَالَ الَّذِى نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا۠ أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِۦ

اور اُس نے کہا جو اُن دو میں سے نجات پا چکا تھا، وہ بولا، اور ایک عرصے کے بعد اُسے بات یاد آئی، کہنے لگا کہ میں اس کی تعبیر بتا تا ہوں

فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٥﴾

مجھے تم بھیجو (جناب یوسف علیہ السلام کے پاس)

Marfat.com

وقال الملک انی اریٰ سبع......ان کنتم للرء یا تعبرون

اسی دوران بادشاہ نے خواب دیکھا، خواب یہ تھا کہ سات گائیں ہیں جو بڑی موٹی تازی ہیں، لیکن سات مریل سی گائیں اُنھیں کھا رہی ہیں۔ سات سرسبز و شاداب خوشے ہیں جنہیں ہم پنجابی میں سٹے کہتے ہیں جو فصل کے اُوپر لگے ہوتے ہیں، کچھ اور ہیں جو خشک ہیں۔ تو اُس نے اپنے درباریوں سے جن میں ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ قدیم درباروں میں دو آدمی ضرور رکھے جاتے تھے خواب کی تعبیر کرنے والے لوگ اور نجومی جو نجوم کے حساب سے بادشاہ کو مستقبل کے واقعات بتائیں، یہ دو لازم ہوتے تھے۔ تیسرا بندہ جو ضروری ہوتا تھا، وہ سیکریٹری ہوتا تھا جو بادشاہ کی تقریریں نوٹ کیا کرتا تھا تو یہ تین آدمی دربار میں لازم ہوتے تھے۔ شعراء کو کبھی کبھی آنے کی اجازت ہوتی تھی اور وہ صرف بادشاہ کے قصیدے پڑھتے تھے۔

اب یہ بات بڑی دیر تک جاری رہی۔ فارسی کی ایک کتاب ہے" چار مقالہ" اُس نے ان چاروں گروہوں کے باب بنا کر دس دس کہانیاں نقل کی ہیں۔ بڑی پر لطف کہانیاں ہیں قدیم دور کے بادشاہوں کی تو اُس نے بھی اپنے دربار میں یہ رکھے ہوئے تھے۔ کہنے لگا تعبیر بتاؤ۔

قالو اضغاث احلام...... الاحلام بعلمین

وہ بولے کہ اس کی تعبیر ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس لئے نہیں ہے کہ یہ تو پریشان خیالی ہے، اذغیث ﴿غیس کی جمع ہے۔ آپ کوئی چھوٹا سا گٹھا بنائیں، اُسے مختلف تنکے اکٹھے کر کے باندھ دیں جسے آپ بنڈل کہتے ہیں انگریزی زبان میں۔ تو یہ تو خیالات ہیں منتشر جنھیں اکٹھا کر کے باندھ دیا گیا ہے، ہم ان کی تعبیر نہیں جانتے، خواب ہوتا ہے جس کا کوئی تعلق انسانی زندگی سے ہو تو ہم بتا دیتے، ایسی بات نہیں ہے۔

Marfat.com

وقال الذی نجا منهما ...... بتا ویله فارسلون

اب جو بندہ اُسے شراب پلا رہا تھا اور اُن دو میں سے ایک تھا جنھیں جناب یوسف نے تعبیر بتائی تھی، اُسے آج بات یاد آئی۔ کہنے لگا تعبیر بتانے والا بندہ تو میں جانتا ہوں اگر آپ مجھے بھیج دیں تو میں تعبیر پوچھ کر آجاتا ہوں۔ انھوں نے اسے بھیج دیا۔ یہ جیل میں جناب یوسفؑ کو جا کر ملا۔ اب جس انداز سے خطاب کر رہا ہے، اُس سے آپ فوراً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جناب یوسف کی سابقہ تقریر جو انھوں نے ان دونوں کو سامنے بٹھا کر کی تھی وہ اس کے دل پر چھا گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

يُوسُفُ أَيُّهَا ٱلصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَٰتٍ

اے یوسف! اے سچے انسان! ہمیں بتایئے کہ سات گائیں ہیں، موٹی ہیں،

سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنۢبُلَٰتٍ خُضْرٍ

انھیں سات گائیں کھا جاتی ہیں جو مریل اور دبلی پتلی ہیں۔ سات سرسبز و شاداب سٹے ہیں، (خوشے ہیں بالیاں ہیں)

وَأُخَرَ يَابِسَٰتٍ لَّعَلِّيٓ أَرْجِعُ إِلَى ٱلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالَ

اور کچھ اور ہیں جو خشک ہیں تا کہ میں لوگوں کے پاس واپس جاؤں اور انھیں اس خواب کی حقیقت معلوم ہو سکے آپ نے فرمایا

تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي سُنۢبُلِهِۦٓ إِلَّا

کہ تم کھیتی کرو سات سال تک مسلسل، خوب جم کر۔ تو جو کاٹو اُسے خوشوں میں ہی رہنے دو، صرف اتنا ہی

قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ

نکال لو جو کھا سکو۔ اس کے بعد سات بڑے سخت سال آنے والے ہیں، وہ سب کچھ کھا جائیں گے

مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ

جو تم پہلے جمع کر چکے ہو، صرف تھوڑا سا بچ جائے گا جو تم بیج کے لئے بچاتے ہو۔ پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا

۞ وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَآ إِلَيْهِمُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ ٱلْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا

اگر ہم ان کے پاس فرشتے اتار دیں مردے ان سے باتیں کرنے لگ جائیں، اور ان کے سامنے اکٹھی ہو کے آ جائے

عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا۟ لِيُؤْمِنُوٓا۟ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ وَلَـٰكِنَّ

ہر چیز، پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے، ہاں اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ الگ بات ہے

أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿۱۱۱﴾ ان میں اکثریت جاہل لوگوں کی ہے

ولواننا نزلنا الیھم الملئکۃ.....اکثر ھم یجھلون

سخن کلام کو جاری رکھتے ہوئے ارشاد ہوا کہ آیات نازل ہونے کے یہ طریقے ہیں، مثلاً ان کے پاس فرشتے آ جائیں، مردے قبر سے باہر نکل آئیں اور ان سے باتیں کرنے لگ جائیں، ہر شے ان کے سامنے اکٹھی ہو کے آ جائے، اس کے بعد بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو بات ہو سکتی، لیکن اللہ تعالیٰ اس لیے نہیں چاہتے کہ وہ ایمان پھر جبر کا ایمان ہوگا، میں یہ بات اوپر عرض کر آیا ہوں، اور وہ قابل قبول نہیں ہے، ایمان وہی قابل قبول ہے جو آپ نے اپنے اختیار سے قبول کیا، ان کی اکثریت جاہلوں پر مشتمل تھی چونکہ وہ دور ہی جاہلوں کا تھا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن رکھے ہیں

شَيَـٰطِينَ ٱلْإِنسِ وَٱلْجِنِّ يُوحِى بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ

، وہ جنوں اور انسانوں کے شیطان ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے ہیں، ملمع کی ہوئی باتوں کی

ٱلْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿۱۱۲﴾

اور فریب آور باتوں کی، اگر آپ کا پروردگار چاہے تو ایسا نہ کریں، انہیں چھوڑیں ان کے بہتانوں کے ساتھ

وَلِتَصْغَىٰٓ إِلَيْهِ أَفْـِٔدَةُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ

اب ان کی طرف ان لوگوں کے دل جھکیں گے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

Marfat.com

صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اور وہ اللہ سب جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں زندہ ہوں تو اللہ کریم کے لیے اور مجھے موت آئے گی تو اللہ کریم کے لیے، اعمال کروں گا تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے، عبادت کروں گا تو اللہ تعالیٰ کے لیے، یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کا شریک کوئی نہیں ہے، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے، چونکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوں لہذا میں تو وہی کچھ کروں گا جو کچھ اللہ کریم مجھے فرمائیں گے، میں اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں مانوں گا، اب فرمایا!" **انا اول المسلمین** "٥''میں سب سے پہلا اللہ تعالیٰ کے لیے اطاعت کیش ہوں ''۔یعنی میں پہلا مسلم ہوں، مسلم اطاعت کیش کو کہتے ہیں، اب یہاں دو باتیں ہیں، کیا آپ حقیقت میں سب سے اول ہیں، یا اپنی امت میں سب سے اول ہیں، امت میں ہر نبی ایمان میں سب سے اول ہوتا ہے وہ صرف سرکار علیہ السلام کا خاصہ نہیں ہے، میں انتہائی دو اہم باتیں عرض کرنے لگا ہوں، پوری توجہ کا طالب ہوں، ہر نبی اپنی امت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے، چونکہ وحی اس پر نازل ہوتی ہے لہذا ہر نبی اپنی امت میں اول المسلمین ہے اور اول المؤمنین ہے، اسی طریقے سے سرکار علیہ السلام بھی اول المسلمین ہیں اور اول المؤمنین ہیں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ تحقیق کی دنیا میں یہ بات کہنے کے بعد دل بھرا نہیں ہے، اب میں سرکار علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دیتا ہوں، کہ آقا آپ اول المسلمین کیسے ہیں آیئے حضرت قتادہؒ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا!''سب نبیوں سے پہلے میری تخلیق ہوئی ہے، لیکن بھیجا مجھے سب سے آخر گیا ہے''۔تخلیق سب سے پہلے میری ہوئی ہے، تمام نبیوں سے پہلے میں بنا ہوں البتہ بھیجا مجھے سب سے بعد گیا ہے، امام قرطبی نے اپنی سند سے یہ حدیث روایت فرمائی ہے، اس سے یہ بات پتہ چلی کہ تخلیق سب سے پہلے سرکار علیہ السلام کی ہے۔تو جب سب سے پہلے تخلیق آپ کی ہے تو پھر اللہ کریم کو تسلیم بھی سب سے پہلے آپ نے ہی کیا ہے، لہذا آپ اول المسلمین بھی ہیں اور اول المؤمنین بھی ہیں، اس پر قرطبی نے اپنی طرف سے جو فقرہ لکھا ہے وہ یہ ہے!''ساری مخلوقات میں سب سے پہلے سرکار علیہ السلام کی تخلیق ہے''۔اب حدیث کی طرف آپ آئیں تو آپ نے فرمایا!''میں تب بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مراحل سے گزر رہے تھے''۔یہ ترمذی میں حدیث آئی ہے۔اب یہ میرے سامنے جو تفسیر پڑی ہے اس میں ترجمہ حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کا ہے، اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی تفسیر ہے، عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ آپ اول الانبیاء ہیں، تو اول المسلمین ہونے میں پھر کیا شبہ ہے، جب سب نبیوں سے اول ہیں، تو مسلمانوں سے اور مؤمنین سے اول ہونے میں پھر کوئی شبہ ہی نہ رہ گیا، اب یہاں میں نے دو حدیثیں پیش کیں، ایک علامہ قرطبیؒ کی سند سے دوسری امام ترمذی کی سند سے، اور پھر علامہ قرطبی کی رائے پیش کی کہ آپ سب مخلوق سے اول ہیں، اور پھر علامہ شبیر احمد عثمانی کی رائے پیش کی کہ جب آپ اول الانبیاء ہیں تو پھر اول المسلمین ہونے میں شبہ ہی کیا رہ گیا، یہ چار باتیں تھیں، میں اس حدیث کو نہیں لے رہا!''کہ جابر اللہ کریم نے سب سے پہلے آپ کے نبی کا

عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ ٱلنَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾

جس میں بارشیں ہوں گی اور لوگ جوس نکالا کریں گے۔

یوسف ایھا الصدیق افتنا .....لعلھم یعلمون

اُس نے عرض یہ کی، اے یوسف! اے یوسف! ایھا الصدیق! ﴾ اے بے پناہ سچے انسان! لفظ تین سٹیج رکھتا ہے، عربی زبان میں۔ صدق، اس کا مصدر ہے۔ اگر بندہ جو واقعہ بیان کر رہا ہے، وہ سچ ہے لیکن اس کے علاوہ اور کافی باتیں وہ غلط بھی کرتا رہتا ہے تو اُسے صادق کہتے ہیں۔ وہ بندہ جس پر صداقت چھا جاتی ہے، کبھی کبھار غلط بات کہہ دے تو اکثر باتیں نوے پچانوے فیصد، اُس کی ٹھیک ہوتی ہیں تو اُسے صَدِیق کہتے ہیں۔ اور ایسا ہو جس کی فطرت ہی صداقت میں رندھی ہوئی ہے، اُس کی زبان پر غلط بات آ ہی نہیں سکتی، وہ پیدا ہوا ہے تو سچ بولتا ہوا آیا ہے اور دنیا سے رخصت ہوا ہے تو سچ بولتا گیا ہے، ایسے آدمی کو صِدّیق کہتے ہیں۔ اب جب نبی کی نگاہوں سے گزرا ہے تو یہ تیسرا مقام نبی کے لئے اُس نے خود متعین کر دیا۔ اے یوسف! جو سچ ہی سچ ہے، ہمیں ذرا فیصلہ تو دیجئے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں، انھیں سات دبلی پتلی گائیں کھا جاتی ہیں۔ سات خوشے ہیں جو سرسبز و شاداب ہیں اور سات اور خوشے ہیں جو بالکل خشک پڑے ہوئے ہیں، آپ اگر ان کی تعبیر ارشاد فرمائیں گے تو لوگ پیچھے ایڑیاں اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہے ہیں کہ میں واپس جاؤں گا تو انھیں حقیقت حال کی خبر معلوم ہو جائے گی۔ اور وہ اس خواب کے نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔

قال تزرعون سبع سنین دا با.....الا قلیلا مما تحصنون

آپ نے فرمایا کہ جو سات سال آگے آج کے بعد آ رہے ہیں، ان میں فصلیں عام ہوں گی۔ سات سال تک تم مسلسل حسب دستور، جس طرح معاملہ چلتا ہے اُس طریقے سے چلتے رہو، لیکن میری نصیحت یہ ہے کہ اُن سات سالوں میں جو بھی فصل اُگے اُسے کاٹ کر رکھ دیا جائے اور خوشوں سے غلہ نکالا نہ جائے۔ جو بھی فصل اُگاؤ، جوار ہے، باجرہ ہے، مکئی

ہے، گندم ہے، چنے ہیں، اُسے اسی طرح رہنے دو، پس اتنا نکالو جو تمہیں کھانے کی ضرورت ہو، باقی سٹور کر دو۔ کیونکہ اس کے بعد سات بڑے شدید سال آرہے ہیں۔ اب جو تم نے پہلے جمع کر رکھا ہوگا، وہ سارے کا سارا اُن سات سالوں میں تمہیں کھانا ہوگا، ان سات سالوں کے بعد تھوڑی سی گندم تمہارے پاس ہوگی جسے بطور بیج تم نے استعمال کرنا ہے لہذا سات سال کا غلہ بالکل محفوظ رہنا چاہئے۔ اب دیکھیں نا! حسن تدبیر کہ یہ نہیں کہتے کہ سات سال خوش حالی ہوگی اور سات سال آگے قحط پڑ جائے گا۔ نبی کیونکہ انسانیت کے لئے سراپا رحمت ہوتا ہے، لہذا ارشاد یہ ہوا سات سالہ جو غلہ ہے اسے محفوظ رہنا چاہئے۔ پھر جب اگلے سات سال گزریں گے، یعنی چودہ سال کی کیفیت آپ نے بیان فرمادی۔

ثم یاتی من بعد ذلک ...... فیہ یعصرون

تو اس کے بعد ایک سال آئے گا جو پندرہواں سال ہوگا اُس میں بارشیں ہوں گی، لوگ بہت زیادہ پھلوں کا رس نکال کر استعمال کریں گے کیونکہ سات سال کے طویل چکر سے گزر کے آگے پہنچے ہوں گے۔

☆☆☆☆☆☆

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي

بادشاہ نے کہا کہ اُسے میرے پاس لے آؤ!

بِهِ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ

جس نے یہ تعبیر بتائی ہے۔ جب قاصد آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے بادشاہ کے پاس جاؤ اور اُس سے پوچھ

النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ﴿٥٠﴾ قَالَ

ان عورتوں کی حقیقت کیا تھی جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ میرا پروردگار اُن کی چالوں کو جانتا ہے بادشاہ نے اُن خواتین سے کہا

مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ

کہ حقیقت حال کیا تھی جب تم یوسف کو بھلا پھسلا رہی تھیں؟ انھوں نے کہا کہ اللہ ہی عظیم ہے اور وہ پاک ہے

مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ

یوسف میں کسی قسم کی برائی نہیں ہے۔ عزیز کی بیوی بولی کے اب تو حق کھل کر سامنے آگیا،

الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٥١﴾

میں نے اُسے اپنی مطلب براری کیلئے بہت پھسلانے کی کوشش کی لیکن یقیناً یوسف سچے انسان ہیں ﴾

Marfat.com

ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ

یہ اس لئے بات تھی تاکہ عزیز مصر جان سکتا کہ میں نے اُس کے ساتھ اُس کی عدم موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی۔

وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴿٥٢﴾

اور یقیناً اللہ تعالی خیانت کاروں کی چالوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا

وقال الملک ائتونی بہ...... ان ربی بکید ھن علیم

وہ واپس آیا، بادشاہ کو آکر ساری بات بتائی۔ جب بادشاہ نے یہ تعبیر سُنی تو اب اُسے خیال آیا کہ ایسے عظیم المرتبت انسان کو جیل میں نہیں ہونا چاہئے، یہ حکمت بھری باتیں ہیں جو اُس کی زبان سے نکل رہی ہیں، اُسے میرے پاس لے آو۔ وہ قاصد واپس پلٹا، آکر کہا جناب یوسف علیہ السلام کو کہ بادشاہ آپ کو طلب کر رہا ہے، عزیز مصر نہیں، بادشاہ۔ زلیخا کا خاوند نہیں۔ جب وہ واپس آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح آئے ہو اسی طرح بادشاہ کے پاس چلے جاؤ، پہلے وہ الزام جو مجھ پر لگا ہے وہ بادشاہ کو بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کیا وہ حقیقت ہے یا افسانہ ہے، وہاں جا کر اُسے کہو کہ اُن عورتوں نے جو الزام لگائے تھے اور اپنے ہاتھ بھی آکر کاٹ بیٹھی تھیں، وہ بات کیا تھی؟ میرا اللہ اُن کی اُس سادی چال کو جانتا ہے۔

قال ما خطبکن اذ راودتن ...... وان اللہ لا یھدی کید الخائنین

بادشاہ نے محفل جمائی اور اُن خواتین کو بلایا، یہ درمیان گیپس gaps ہیں جو قرآن چھوڑ جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن تاریخ کی کتاب نہیں ہے، یہ انسانیت کی بہبود کی کتاب ہے۔ لہذا درمیان کے واقعات کی کڑیاں انسان نے خود ملانی ہوتی ہیں۔ بادشاہ نے سب کو بلایا۔ بلا کر اُن کے سامنے تقریر جاڑی اور آخری فقرہ یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم نے یوسف کو

بہلانے کی کوشش کی تھی، مجھے ذرا وہ کیفیت بتاؤ! کہ وہ واقعہ کیا تھا اور یوسف کا کردار کیسا ہے؟ وہ سوچ رہے تھے کہ اس معاشرے میں جو بے حیائی کی دلدل میں سر سے اُوپر تک دھنسا ہو، کیا یہاں بھی کوئی ایسا آدمی ہوسکتا ہے، جو اس قسم کی باتیں کرتا ہو؟ اب جب یہ بات کہہ کر بادشاہ نے سوال کیا تو خواتین بیک زبان بول اُٹھیں: ﴿حاش للہ﴾ اللہ ہی پاک ہے جس نے یوسف کو بنایا ہے، یوسف کے بارے میں ہمیں برائی کی کوئی بات بھی معلوم نہیں ہے۔ اب پھر زلیخا بول پڑی، یہ دوسری دفعہ بولی ہے، ایک دفعہ خواتین کے سامنے اس نے بات کی اور ساتھ ایک دھمکی بھی دی، اس سے آپ آسانی کے ساتھ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مصر کے معاشرے میں اُس وقت تک بے باکی کن حدوں کو چھو رہی تھی۔ یہاں یہ بول پڑی کہ اب تو حق بالکل مکمل کر سامنے آگیا ہے کہ پہلے تو صرف خواتین کی محفل تھی، اس محفل کو تو خود بادشاہ نے بلایا ہے اور بادشاہ ہمارے ساتھ مخاطب ہے۔ بادشاہ! اصل بات یہ ہے کہ میں نے یوسف کو پھانسنے کی ساری چالیں چلیں لیکن یوسف سچا ہے، اس کا دامن ہر قسم کی نجاستوں سے پاک ہے۔ اُردو شاعر نے تو ایک اور انداز سے مصرع کہا تھا، میں اُسے یہاں پڑھ دیتا ہوں کہ:

دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

یہ وہ دامن ہے جسے نچوڑا جائے تو فرشتے لپکیں وضو کرنے کے لئے۔ یہ پاک دامن انسان کا دامن ہے۔

جناب یوسف نے ایسا کیوں کیا؟ تاکہ بادشاہ کو، عزیز مصر کو یہ پتہ چل جائے کہ جب وہ گھر پر نہیں تھا تو انہوں نے اُس کے گھر کوئی خیانت نہیں کی۔ خیانت کاروں کی چالیں جو ہیں وہ چھپی نہیں رہتیں اور کبھی بھی وہ راہ راست کی طرف بڑھ نہیں سکتیں۔ اب جب یہ کہا کہ ﴿لم اخنہُ بالغیب﴾ یہ ہوتا ہے نبی کا مقام کہ میں نے جب وہ غائب تھا تو کوئی خیانت نہیں کی۔

تکمیل پارہ ۱۲ والحمدللہ رب العلمین

سوموار ۲۲/مارچ ۲۰۰۵

مفسر: سیدمحمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

خادم القرآن حافظ عرفان علی

☆☆☆☆☆☆

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
وہ کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے	1	ہم اللہ کی مرضی سے شرک کر رہے ہیں	40
جمع کی جگہ واحد کا استعمال جائز ہے	2	جبری ہدایت قبول نہیں	41
نبی کے دو قسم کے دشمن	3	چار حرام چیزیں	42
زندگی میں کوئی جرم کرتا ہے	4	باقی حرام جانور۔۔ نبی علیہ السلام کی حرام کردہ اشیاء	43
مولانا مودودی اور مولانا لال حسین اختر	4	یتیم کے مال کے احکام	44
حاکم اور حکم میں فرق	6	تورات اور اسکی صفات	46
اکثریت کی اطاعت کیسی ہے	6	ہمارے پاس کتاب نہیں آئی	47
مناظر فطرت دلیل ہیں	7	تمہارے پاس کتاب آگئی ہے	48
تکبیر کے بغیر جانور حرام ہو جاتا ہے	8	قیامت سے پہلے قیامت کیوں	50
ظاہر و باطن کے گناہ سے بچو	10	اتحاد امت ضروری ہے	50
جانور کا ایصال ثواب	12	محدود ذہن قیادت نہ کریں	51
یہ حقیقی مردہ نہیں	13	فرقہ بازوں میں نبی شامل نہیں	51
امراء کا عمل بد	14	نیکی کا دس گنا ثواب	51
فرشتے کو میرے پاس آنا چاہے تھا	15	نیکی کا بے انتہا ثواب	52
سینے کے کھلنے کا کیا مطلب ہے	16	اسلام سیدھا دین ہے	53
فاروق حرج کا معنی پوچھتے ہیں	17	اعمال سب اللہ کے لیے ہیں	54
جنوں کی اطاعت	18	انا اول المسلمین کا ترجمہ	55
ظالم کا تسلط	20	جو تخلیق میں اول ہے وہی ایمان میں اول ہے	56
ہم نے شرک نہیں کیا	21	ایسی مساوات اسلام میں نہیں	57
ہدایت کے ذرائع	22	سورہ اعراف کا تعارف	58
اعمال کے مطابق درجے	24	روح کا ذکر دائمی ہے	60
رحمت کی عظمتیں	24	قرآن کس لیے ہے	60
کائنات کی وسعتیں	27	قیلولہ میں تھے کہ عذاب آگیا	61
قیامت قائم ہوگی مغربی تحقیق	28	ترازو ہے کیا	62
ظالم فلاح نہیں پائیں گے	29	امت سے ہمدردی کی انتہا فرمادی	63
بچوں کی قربانی	32	انسانی معشیت اور اسکی وسعتیں	65
جانوروں کا غلط استعمال	33	کیا آدم مسجود تھے	65
پودوں کی قسمیں اور عشر	35	مٹی میں تو پستی ہے سجدہ کیوں ہو	66
جانوروں کے جوڑے	37	آدم کیلیے جد و جہد کا راستہ	66
اجماع امت ہے کہ حلال ہے	38	تورات انجیل اور مغربی مفکرین	67
حرمت کی وجوہات	39	مٹی کی عظمت اور فاضل بریلوی	67

علم اصل میں کی ہے	69
وسوسہ پر اقوال مفسرین	70
دور بیٹھے روحانی تربیت	70
انسانی علوم، علوم الٰہیہ	71
اب جہدوالی زندگی آگئی	71
دائمی زندگی حاصل کرو	72
جھوٹی قسم کا آغاز	72
عالمگیر کے استاد اور مسلمان	72
پھر پھل چکھ لیا	73
علامہ ابوحیان اندلسی	73
ہماری یہ دنیا وسیع عالم کا حصہ	74
پلک جھپکنے سے کیا مراد ہے	74
دوسرا جسم زیادہ مضبوط	75
لباس کے فائدے	77
تقویٰ کا لباس	77
ارشاد سیدنا عثمان	78
شیطان ناری ہے جن ہے	78
منہ سیدھا رکھنے کا مطلب	79
نماز بمعنی مسجد	79
غیر اللہ سے دوستی کی اصلیت	80
مقدس جگہیں اور لباس	81
لباس نہیں فواحش حرام ہیں	83
دنیا میں تمہارے پاس رسول آئیں گے	84
اپنا حصہ دنیا میں پورا کرتا ہے	86
آج لات اور منات کہاں ہیں	86
روح کی خوشبو اور بو	88
قرطبی، رازی وغیرہ کی تحقیق	89
جنت اور جہنم کا فاصلہ	90
جدید سائنس کی تحقیق	90
اعراف کی اصلیت	91
اعراف والوں کی صفات اور گفتگو	92
جنتیوں سے اعراف والوں کا سوال	94
عرصہ تخلیق اللہ تھکا نہیں	96
استوا کا معنی	97
نظام میں چلاؤ اور ترتیب	98
خلق اور امر کا معنی اور انسان	98
ذکر کے مقامات	99
انکے قدموں تک میری نظر پہنچے	100
ذکر جہر وخفی کے فوائد	101
ارشاد فاروق اعظم	101
حضور کی تشریف آوری	102
ہواؤں کے فوائد	102
باصلاحیت زمین باصلاحیت لوگ	102
سیدنا نوح علیہ السلام کا طرز تبلیغ	105
ملاء کا معنی	105
تورات کا غلط الزام، پھر صحت کیسی؟	106
ظن وتخمین حقیقت میں نہیں ہیں	106
انسانی لباس میں نبی	107
عمر نوح	107
الی عاد اخوہ ھودا کا معنی مودودی صاحب اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ نے ایک ہی کیا	111
رسول ایک طرح کی تبلیغ فرماتے ہیں	111
ناقہ اللہ کہنے کی وجہ	115
آثار قدیمہ	115
کیا صالح اللہ کے رسول ہیں	115
مردوں کو خطاب۔۔ یہ قرآن ہے	116
حیا کا حکیمانہ انداز	118
سیدنا لوط کی اپنی بچیوں سے اولاد (تورات)	118
مدین کہاں واقع تھا	120
دھوکا دینے والا ہمارا نہیں (الحدیث)	120
راستے پر گمراہ کرنے والے	121
مکہ والے بھی یہی کرتے تھے	121

Marfat.com

مذہب کے سلسلے میں تشدد جائز نہیں ہے	123	رویت ربانی اور معتزلہ	160
شعیب علیہ السلام مردوں سے بات کر رہے ہیں	125	قرآن و حدیث سے رؤیت کا ثبوت	161
سیدنا علی کی شہادت کا علم	125	مقام کلیم اور مقام حبیب	162
دو وجوہات کا ذکر	125	تختیوں کی کیفیت	162
عقل پرست کفار کی باتیں	127	عمل کب باقی رہتا ہے	163
اللہ کی خفیہ تدبیریں لم یحدس کا معانی	129	یہود کی کارستانی بچھڑا سونے کا معبود بن گیا	164
نیکی اور بدی کی جنگ اور بقائے صلح	130	تورات نے جناب ہارون کی طرف شرک کی نسبت کی	167
ہمارا دور اور نیکی	131	لغزش اور قبولیت توبہ	167
بد سے نہیں بدی سے نفرت	132	اصلی تورات کیا تھی	169
فرعون کا معنی	132	موت کے بعد زندگی ذرے کی یادداشت	171
مرزا کیسا نبی ہے جو غیر نبی کا مقلد ہے	135	رحمت ملنے کے لیے تین اوصاف	172
چھڑی تلوار بن گئی۔ قلب ماہیت ہوگئی	135	امی کے تین معنی	174
موسیٰ کا ہاتھ سورج جیسا ہو گیا	135	تورات میں آقا ﷺ کے لیے پیشگوئیاں	175
جادوگر معاوضہ چاہتے ہیں	137	اختیارات مصطفیٰ ﷺ	176
آنکھوں پر جادو نہیں قلب ماہیت نہیں ہے	140	وہ بوجھ اتارتے اور بیڑیاں توڑتے ہیں	176
عصائے موسیٰ نے سانپوں کو نگل لیا	140	تعظیم رسول کیوں ضروری ہے	177
جادوگروں نے ادب کیا ایمان مل گیا	143	صفات ربانی بزبان رسول، عالمین کا رسول	177
جادوگروں کے لیے فرعونی سزا وہ ثابت قدم رہے	144	پانی کا معجزہ	179
اسرائیلیوں کو ختم کرو جادوگروں سے مقصد پورا نہیں ہوگا	147	یہودی تین گروہ بن گئے	182
الٰہ کا معنی یہاں سورج ہے (بیضاوی)	147	یہودی جابروں کے شکنجے میں	184
نصف زمین تیری نصف میری (مسیلمہ)	148	خلف کے معنی	185
یہ امتحان ربانی ہے	148	نحق کا معنی تلمودی قرآن نے تائید فرمائی	185
عذاب کی قسمیں کئی تھیں	151	مفسرین کے تین گروہ	186
تقدیر مبرم اور تقدیر معلق	151	معتزلہ کا اعتراض اور اس کا جواب	187
میرا رب راستہ دے گا (موسیٰ علیہ السلام)	152	اولیائے امت کے ارشادات	188
برکتوں والی زمین (فلسطین اور شام)	152	انسلخ سے کون مراد ہے	191
موسیٰ ہمیں بھی مورتیاں بنا دیں	153	روح کی پرواز اور اولیا امت	192
یہودیوں کے دلائل اور ان کا جواب	154	کتے کی مثال کا مطلب	193
موسیٰ کا چالیس دن کا چلہ اور قوم کا حال	157	آیات میں تعارض نہیں	194
چلہ میں بہت کم خوراک (عوارف المعارف)	158	روح کی بالیدگی اللہ کے مقدس ناموں سے ہوتی ہے	195
مولانا نانوتوی کا ارشاد اور میرا ذاتی تجربہ	159	بتوں کے ناموں کی اصلیت	196
جناب ہارون کا جانشین بنتے ہیں	159	عبدالرحمٰن کو رحمان نہ کہا جائے	196

Marfat.com

شان گئی تو آن گئی	196
مختلف دوروں میں ایک ہی سوال	198
قیامت کا علم اور نبی علیہ السلام	199
علم عطائی بھی بڑا وسیع ہے	201
آدم معصوم ہیں یہ آیت ان کے بارے میں نہیں ہے	203
دعا۔ یدعو کے معانی اور قرآن	206
حضور ﷺ چیلنج فرماتے ہیں	207
حضرت عمر بن عبدالعزیز کا وفات کے وقت ارشاد	207
توجہ الی اللہ اور ذکر	208
آداب تلاوت، امام کے پیچھے قرات نہیں	209
ذکر جہر اور ذکر خفی	210
سجدہ تلاوت	210
کامیابی کا عمل	211
سورۃ الانفال کا تعارف ۔۔ بدر کا پس منظر	212
نفل، غنیمت، فے کی وضاحت	215
سابقہ جنگی انداز ختم اوقات صلوۃ	217
مدینہ والوں کی مشکلات	220
شوکۃ کا معنی	221
پیشن گوئی اور رحمت عالم ﷺ کی دعا	221
بے کس نوازی	221
لرجع ذات ربانی فرشتے صرف وسیلہ ہیں	222
تطہیر اور اہل بیت وصحابہ	224
زحف کا معنی اور جنگی قواعد	226
عظمت رسول ﷺ کے نرالے انداز	227
کعبے میں مشرکین کی دعا	227
پہلے تثنیہ پھر واحد۔ شان رسول	231
لما یحییکم کا معنی	231
فساد کی آگ کے نتائج	231
میں نماز میں تھا	232
یاد خدا رخ موڑتی ہے	232
قیامت کیا ہے۔ تمہارا ماضی کیا تھا	233
میرے غلاموں کو تکلیف نہ دینا	235
واؤ خلاف ادب ہے	236
آپ ﷺ ان میں موجود ہیں عذاب نہیں آئے گا	236
آپکے غلام ان میں استغفار پڑھ رہے ہیں عذاب کیوں آئے	236
انکی نماز تو تالیاں اور سیٹیاں ہیں	238
خبیث اور طاہر ایک جگہ نہیں رہیں گے	239
پروپیگنڈہ کا جواب	239
ہماری کوئی بین الاقوامی ایجنسی نہیں ہے	240
فتنے ختم اور اقتدار اللہ تعالی کا ہونا ضروری ہے	240
جواب نہ دو	240
مقام صدیق وفاروق	241
اللہ ہمارا مولیٰ ہے	241

Marfat.com

غنیمت اور انفال کے معانی	242
خمس کے حصے	243
وصال نبوی کے بعد	243
کہیں بھی اب اسلام کا اقتصادی نظام نہیں ہے	244
بدر یوم فرقان ہے	244
خواب میں کافر کیوں کم دکھائی دیئے	246
ذکر خداوندی، نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی	247
کامیابی کا راز، ختم نبوت	250
دوستی ختم میں جا رہا ہوں (شیطان)	251
مسلمانوں کا غرور صرف مذہب پر ہے (منافقین)	252
آیت کے معانی	254
عقل اور ایمان	255
معاہدے توڑ دیئے تم پھر بھی پہل نہ کرو	256
پاس عہد اور مسلمان	256
قیامت تک فوجوں کو تیار رکھنا ہوگا	259
عظمت صحابہ اور اہل بیت	260
دو قومی نظریہ مجدد الف ثانی، امام بریلوی اور اقبال	261
نظریئے کی قوت	263
یثخن فی الارض کا معانی	264
حضرت عباس اور علم مصطفی ﷺ	266
مہاجرین اور انصار کے اوصاف	266
سچے مومن	267
سورۃ توبہ کا تعارف	269
بسم اللہ شروع میں کیوں نہیں ہے	271
سفیر شہید کیا گیا، تیس ہزار کا دو لاکھ سے مقابلہ	271
جرنیل مسلمان ہو گیا اسے قتل کر دیا گیا	272
تیس ہزار فوج سرکار ﷺ لے کر تبوک لے گئے	272
حضرت خالد کی جرأت	272
قیصر نہ آیا مسلمانوں کی ہر طرف دھاک بیٹھ گئی	272
پانی کی فراوانی معجزہ رسول ﷺ	273
مسجد ضرار جلدی گرا دی گئی	273
واقعہ حج سیدنا صدیق اکبر امیر حج ہیں	273
سیدنا حیدر آیات سنانے جاتے ہیں	273
چار ماہ کی سوچنے کی مہلت	275
لیے معاہدے کو جاری رکھنے کی دو شرطیں	276
جو چاہے آئے اسے آزادی ہے	279
معاہدے کو باقی رکھنا تقوی ہے	279
بھارت کا وزیر اعظم اور وزیر خارجہ	280
کافر مومن سے برادری اور عہد کی پرواہ نہیں کرتے	281
مسلمان کا طرز زندگی	283
مسلمان اور عشق رسول ﷺ	284
حکومت کے باغیوں کو اب بھی سب سزائے موت دیتے ہیں	285
اب متبادل اسلام بنا کر انہیں مدینہ سے نکال دیں	285
قدرت خداوندی کا تصور	285
پیش گوئی	286
مسجد کی صفائی اور مسجد ضرار	288
کفار کے اعتراض کا جواب	289
توحید و رسالت کے بعد جہاد کی اہمیت	291
واقعہ حنین	294
صحابہ کی جان نثاری، مال غنیمت	296
دو پیش گوئیاں اور طائف کا محاصرہ	296
قیدیوں کو غلام نہیں بنایا آزاد کر دیا	296
رضاعی، ماں اور بہن، قیدیوں سے سلوک	297
تمہیں تو میں ملا ہوں	297
محتاجی کی فکر	298
جزیہ کیا ہے۔۔ پھر جزیہ واپس کر دیا	298
تبدیل نہ کریں تنخواہ بے شک نہ دیں	299
ولد اور ابن میں فرق، اسلام کا اثر	301
حضرت عدی کا سوال اور اس کا جواب	302
رسول ﷺ بھی حرام فرماتے ہیں	302
پھونکوں سے نور خدا کو بجھانا چاہتے ہیں	302
کسری کا قالین	303
پیسے لے کر جنت دینا اور غلط فتوے دینا	304
راہبوں کے سیاہ کرتوت	305

Marfat.com

نور پیدا کیا تھا"۔ کیوں نہیں لے رہا کچھ لوگوں نے محض نور سے بدکتے ہوئے اس حدیث کو ضعیف قرار دے دیا ہے، ان کی معلومات کے لیے یہ عرض ہے! "کہ جابر اللہ کریم نے سب سے پہلے آپ کے نبی کا نور پیدا کیا تھا"۔ یہ مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے جو سرکار علیہ السلام کی حیات طیبہ پر انہوں نے لکھی ہے، بڑی نفیس کتاب ہے، انہوں نے سب سے پہلے یہی حدیث لی ہے، اب اگر بعد میں مولانا غلام اللہ کے اس دور میں آ کے نور پر اعتراض ہو گیا ہے تو کم از کم اشرف علی تھانوی کا تو لحاظ کر لیتے، کہ انہوں نے اپنی کتاب کا مدار اسی حدیث پر رکھا ہے، مولانا عبدالرزاق نے بھی اپنی کتاب میں یہی حدیث بے شمار سندوں سے نقل کی ہے، میں نے ایک اور کتاب دیکھی کہ وہ بندہ جسے پتہ ہی نہیں کہ حدیث کس شے کا نام ہے وہ جرح کر رہا ہے کہ یہ حدیث سند کے حساب سے بھی ضعیف ہے، معناً بھی ضعیف ہے اور لفظاً بھی ضعیف ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث سند معنی اور الفاظ سب کے حساب سے قوی حدیث ہے، اور میری اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اس کی بے شمار اور حدیثیں اور قرآن پاک کی بہت ساری آیات تائید کر رہی ہیں، اور پھر اگلی بات یہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے سامنے اس بندے کی یہ حیثیت بھی نہیں ہے کہ وہ ان کے جوتے بھی اٹھا کے سیدھے کر سکے۔

اب اس سے پتہ چلا کہ سرکار علیہ السلام سب سے پہلے مسلم ہیں، سب سے پہلے مومن ہیں، سب سے پہلی تخلیق ہیں، جہاں سے اللہ کریم نے اپنی کائنات کی تخلیق کا آغاز کیا ہے، تو ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کریم کو چھوڑ کے کسی اور کو اپنا پروردگار مان لوں، حالانکہ کائنات کی کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی ربوبیت کی دنیا سے باہر ہو، اب یاد رکھو کہ جو جان بھی بدی کرتی ہے تو وہ بات اس جان کے خلاف جاتی ہے، انہوں نے سرکار علیہ السلام سے ایک بات کہی، مسلمانوں سے بھی ایک بات کہی اس کے جواب میں یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی، انہوں نے کہا کہ آپ فکر مند نہ ہوں، اپنے باپ دادے کا جو مذہب ہے وہ آپ قبول کر لیں اور واپس آ جائیں بت پرستی کی طرف اپنے ساتھیوں کو لے کے، اللہ تعالیٰ آپ سے جو پوچھے گا یا آپ پر جو بوجھ ڈالے گا ہم اٹھا لیں گے، آپ آخرت ہمارے حوالے کر دیں، نام ابوجہل ہے اور کہتا ہے کہ آخرت کا بوجھ میں اٹھا لوں گا، نام اس کا ابولہب ہے اور اس نے بھڑکتی آگ میں جانا ہے، اور کہتا ہے کہ صدیق تمہاری آخرت کا بوجھ میں اٹھا لوں گا، قرآن پاک نے کہا کہ وہاں کوئی بھی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، تمہاری واپسی رب کریم کے پاس ہوگی، اور وہ تمہارے اختلافات تمہیں بتائے گا کہ وہ کس کس انداز کے تھے، یہاں تھوڑا سا اشارہ کر دوں اس آیت کو پیش کر کے معتزلہ گروپ نے آج وہ دنیا سے ختم ہو گئے ہیں البتہ ان کی پیروی مختلف اندازوں سے جاری ہے، معتزلہ نے یہ بات کہی کہ شفاعت مصطفوی ﷺ کوئی شے نہیں ہے، سرکار علیہ السلام کسی کی بھی شفاعت نہیں کریں گے کیونکہ وہاں کوئی بھی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا ایک بات، اگر سرکار علیہ السلام ہی شافع نہیں ہیں تو نیچے والے صحابہ، شہداء اور اولیاء وغیرہ کا تو کہیں شمار ہی نہ ہوا، اصل بات یہ نہیں ہے دور حاضر میں بھی بہت سارے لوگوں نے یہاں ٹھوکر

Marfat.com

علما اور صوفیا کا انداز زندگی	305
کنز کیا ہے زکوۃ کن چیزوں پر ہے	306
کافہ کا معانی اور قوم کی اجتماعی جنگ	309
انگریزی مہینوں کی اصلیت	310
دنیوی زندگی کی اصلیت	312
پھر اور مسلط ہو گئے، نظام تباہ ہو گیا	313
سفر ہجرت، غار ثور اور صدیق اکبر	314
تین سفروں کی اہمیت ارشاد فاروق	315
سفر فاروقی کی عظمتیں	315
فاروق بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں	316
حسینی سفر کی جان سپاریاں	316
معیت کی چار صورتیں اور صدیق اکبر	317
صدیق اکبر کی دائمی معیت	318
خفافا اور ثقالا کے معانی	318
انسانوں کے تین گروہ	320
مسلمان فوج کی جان چھوٹ گئی	322
میں واپس نہیں آسکونگا	322
اسلام کو دو طریقوں سے روکو	324
اب چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے	325
اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو ساتھ شامل فرمالیا	326
مصارف زکوۃ	327
نبی کو ایذا جہنم کی رسید ہے	330
مختلف طبقات کی مختلف سزائیں	332
منافقین کے حضور ﷺ نے نام لے کر مسجد سے نکال دیا	332
ایک گروہ مجرم دوسرا قابل معافی	334
منافقوں کی صفات	335
لعنت کا مطلب	335
پھر اعمال ضائع اور جہنم لازم	335
قرآن نے خواتین کو مردوں کے ساتھ شامل فرمایا	337
عدن کا معنی	338
سکون قلبی	338
تفسیر خازن کے شعر کا ترجمہ	338
جھوٹی قسمیں، مسجد ضرار کا خاتمہ	340
آٹھ سے دس ہجری منافقوں کے لیے تباہ کن تھی	341
حضرت کی دعا سے مال، زکوۃ سے انکار، پھر انجام	343
صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی کا وصولی سے انکار	343
سب کچھ مل گیا تو بخیل بن گیا	344
ابن عوف اور عدی کی سخاوت، طنزیں	344
اب ان کی بخشش ہرگز نہ ہوگی	345
قاعدہ ہے اختیار عدم اختیار کی بات نہیں	345
عبداللہ بن ابی کی اصلیت	345
قمیض نے ہزار بندوں کو مسلمان کر دیا	346
صیغہ امر بطور خبر استعمال ہوا	348
خلف کے معانی	348
مرزائی اور منافقین کا جنازہ اور دعا	349
منافقین کی حیلہ سازی	351
نبی ملحمۃ، نبی جہاد ﷺ	351
کون لوگ جہاد سے مستثنیٰ ہیں	353
وہ تو ہمارے ساتھ ہیں (ارشاد رسول ﷺ)	353

Marfat.com

اللہ اور رسول ﷺ تمہیں دیکھیں گے	355
شیخ الہند کے ترجمے میں یہاں الجھاؤ ہے	356
اسلامی معاشرے کو تباہی سے بچائیں	356
راہ خدا میں خرچ کے تین فائدے	357
ایصال ثواب قرآن سے ثابت ہوگیا	357
متبعین کے چار گروہ	359
ماضی میں حال اور مستقبل آگیا ہے	359
مددوا کی معنوی تشریح	360
تین قسم کے عذاب	360
اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ لیا	361
سارا مال لے آئیں تیسرا حصہ لے کر باقی واپس فرمادیا	361
صدقے کا فائدہ اور دعا رسول ﷺ	364
گواہ رہیں میں نے اسے معاف فرمادیا ہے	364
عمل نیک کی اٹھان	365
مسجد ضرار کی چار صفات	366
مسلمان طہارت پسند قوم ہیں	367
عبداللہ رعایت نہیں چاہیے	368
جرف اور ھار کا معانی	368
مستشرقین جھوٹے ہیں قرآن سچا ہے	370
اللہ تعالیٰ خریدار، کتنا اعزاز ہے	371
واؤ عاطفہ نہ آنے کی دو وجہیں	373
ایک اصول کہ مشرک کے لیے دعا مغفرت نہ مانگی جائے	373
اب سے مراد چچا ہے (ابوالکلام)	374
یہ تین افراد کون ہیں	376
اسلام میں یہ مقاطعہ کا طریقہ ہے	377
انہیں کچھ بھلا نہ لگا، حضور کی طرف دوڑے	379
تعلیم کا اسلامی انداز	380
بیمار دلوں کا علاج	380
پہلے ماحول کو صاف کریں (ماحول مدینہ)	382
مذاق اور تمسخر انکی عادت ہے	383
اللہ کریم نے دو نام محبوب کریم ﷺ کو عطا فرمادیئے	383
سورۃ یونس کا تعارف	384
قدم صدق کا مطلب اور شفاعت	387
چھ دن میں کائنات کا قیام	388
استواء کا معنی اور تدبیر خلق	388
شفاعت اور اسکی وسعتیں	389
دلائل توحید و قیامت	389
ضیا اور نور کا فرق اور جدید سائنس	392
نظام شمسی اور نظام قمری	392
تخلیق کائنات بخت واتفاق سے نہیں ہے	393
دو گروہ اور انکی صفات اور عادات	393
صالحات کے معنی میں وسعتیں	394
جنت جاکر تقدس ربانی بیان ہوگا	394
جنت میں باہمی سلام اور دعا کا طریقہ	394
فاروق وحیدر کا انداز اسلام	395
نظام منشاء خداوندی کے تحت چلتا ہے	397
ایمان اختیاری ہو اضطراری نہ ہو	398
تمہاری فطرت نہیں بدلتی تو قانون قدرت بھی نہیں بدلتا	399
قرآن نہ بدلا جاسکتا ہے نہ چھوڑا جاسکتا ہے	399
اگر وہ شفیع ہیں تو پھر معبود نہیں ہیں	401
کیا یہ آیات نہیں ہیں	402
سمندروں کے طوفان میں اللہ یاد، پھر بغاوت	404
بارش سبزی، پانی ایک گھاس کئی	405
قیصر کی طرف سے خط اور ابن عباس کا جواب	405
لہلہاتی فصلیں اور زوالہ بالی کا عذاب	406
بادل کے اندر سے آوازیں آتی ہیں	407
ہم تو تمہاری عبادت سے غافل تھے	409
مردہ زندے سے، زندہ مردے سے وہی نکلتا ہے	411
کیا تمہارے کسی معبود نے زندگی کا آغاز کیا ہے	411
ظن کے چار معنی، اللہ ہی حق دکھاتا ہے	412
قرآن کا خوبصورت چیلنج، آج تک جواب نہیں آیا	414
کان رکھتے بہرے، آنکھیں رکھتے اندھے ہیں	416
صحابی محفل میں آنکھیں نہیں جھپکتا تھا	417
جزا اور سزا کی اصل دنیا آنے والی ہے	417

نفع وضرر کی غلط تشریح	418
زلزلہ عذاب کی ایک صورت	417
مجھے پروردگار کی قسم قیامت حق ہے	420
ندامت کیا ہے	422
تخلیق کائنات میں کسی کا حصہ نہیں	423
قرآن کی چار صفات اور امام رازی کے ارشادات	423
حضور ﷺ اللہ کا فضل اور قرآن رحمت ہے	423
میلاد مصطفیٰ پر خوشی ضروری ہے	424
تم نے حلال چیزوں کو کیسے حرام قرار دیا	424
تلاوت قرآن حضرت کی دائمی سنت ہے	426
اللہ کو گھٹیا چیزوں کا علم نہیں (ارسطو)	427
اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں (بوعلی سینا)	427
ایک مولوی کا مناظرہ	428
ولی کا معنی	428
قرب کی قسمیں	428
ولی اللہ کی رضا کا مظہر ہے	429
مراتب مصطفیٰ کی انتہا نہیں ہے	429
صوفی کون ہوتا ہے	429
ولی داعی الی اللہ ہے	430
ارشادات نبوی کی تشریح	430
مقام محبوبیت	431
جن سے محبت ہے ان کے ساتھ ہوں گے	431
محبت اولیا کا مقام	432
انوار اولیا کی قسمیں	432
انکے رشتے دل کے ہوتے ہیں	432
السلام علیکم یا اھل البیت	433
چکی خود چل رہی تھی یہ صادق کا گھر ہے	433
سعدی عجیب واقعہ نقل فرماتے ہیں	433
یہ ظن وتخمین کے بندے ہیں	434
ہم نے اندازہ بدل دیا	436
جو ملکیت ہے وہ اولاد نہیں ہے	436
نبیوں کی للکار کا انداز خوف صرف خدا کا	438
موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرد جرم	440
ذریہ اور انسانی طبقات	441
انجام اور نتیجے کے لیے لام آتا ہے	443
اللہ کی مرضی کسی کے تابع نہیں ہے	444
فرعون ایمان لاتا ہے	444
اب وہ عذاب آچکا ہے ایمان مقبول نہیں	444
اب جسم محفوظ ہوگیا تا کہ قیامت تک نشان عبرت ہو	446
1902ء جسم نکلا اب عجائب گھر میں محفوظ ہے	446
آیت کا غلط ترجمہ	448
ایمان جبری نہیں اختیاری قبول ہے	448
عظمت شان مصطفیٰ ﷺ	448
ایک صحابی کو حضرت کی نصیحت	450
پھر غلط ترجمہ	452
سورہ ھود کا تعارف	454
ایک سرکاری افسر کی تعلی	456
حضور قرآن کی آیات پیش فرماتے ہیں	456
قرآن کے محکم ہونے کے انداز	457
بشارتوں کی بارش	457
متاع کیا ہے	457
منافع وذرائع مومن کے پیچھے بھاگتے ہیں	458
مصطفیٰ ﷺ پر نگاہ کی قیمت	458
مگر منافق دہرا ہورہا ہے کہ وہ نہ دیکھیں	458
ان سے رکوع وسجود مخفی نہیں ہیں	459
صفت تزکیہ اور دل کی دنیا	459

علم الٰہی اور ارسطو و بوعلی سینا	461
ظن وتخمین نہیں ایمان درکار ہے	462
چھ دنوں سے کیا مراد ہے	462
شکوہ وشکایت کے دفتر	464
مصالحت کے کافرانہ طریقے	464
یہ تحریر دھوڈالو	465
صرف اللہ کریم کی بخشش چاہیے	468
واضح دلیل اور گواہ کون ہیں	469
راہ خدا شہری ہو جائیے	471
عاجزی ذریعہ کامرانی	472
نوح اور انکی قوم کے سردار	474
مالی منفعت نہیں اجر اللہ دے گا	475
خزانے اور غیب اللہ دیتا ہے	476
یہ تو خود ساختہ باتیں ہیں	479
کشتی ہمارے سامنے بناؤ	479
سردار مذاق اڑاتے ہیں	480
تنور سے کیا مراد ہے	482
نام خدا پر چلنے والی کشتی	484
قرآنی بلاغت اور مشرکین مکہ	486
نوح علیہ السلام کا بیٹا	486
امتیوں کو نبی کے وسیلے سے غیب	490
ظاہری اور روحانی بارش	491
نبیوں کے مختصر خطابات	491
ابھی بھی کوئی دلیل نہیں ہے	494
نبی کا چیلنج	495
دھاڑ اور چیخ کافروں پر مسلط ہوگئی	496
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد	498
حقیقی اور مصنوعی متنبی کی اصلیت	499
استعمار کا معنی	499
کوئی رحمت لے کے آیا کوئی رحمت بن کے آیا	500
پھر پتھر سے اونٹنی نکل آئی	502
اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں	502
آپ کا پروردگار	502
گھٹنوں کے بل گر کر مر گئے	503
ابراہیم ولوط علیہما السلام کا واقعہ	505
کھانا نہیں کھا رہے ہیں	506
اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری	506
بانجھ کی وجہ سے تعجب نہ کریں	506
ازواج اہل بیت ہیں	508
مکہ کی طرح مدینہ بھی محترم ہے	509
ابراہیم علیہ السلام کی تین صفات	512
لوطی بھاگتے آئے	513
بیٹیوں سے کیا مراد ہے	513
بیوی کے علاوہ سب بچ جائیں گے	514
خاص قسم کا کنہٹ پتھر	516
مدین کا حال	517
تجارت اور ماپ تول	518
مرکز قرآن وسنت ہے	522
کوئی شعیب علیہ السلام ملنا چاہے	523
رحم ومحبت عطائے ربانی ہے	524
حقیقی طاقت برادری کی نہیں	524
پھر منکر مٹ گئے	527
جہنم کی طرف لے جانے والا لیڈر	528
اختیار کا غلط استعمال	528
واقعات عبرت کے لیے ہیں	529
کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے	531
اللہ سب کا علم رکھتا ہے	531
فاروق رضی اللہ عنہ استقامت کا معنی کرتے ہیں	532
استقامت اور کرامت کا فرق	532
شیخ الاسلام سیالوی کا ارشاد	532
رکون کا معنی	533
جھوٹ کی تردید کا ضروری ہے	533
نیکی بدی کو مٹا دیتی ہے	535
ظاہری اور باطنی طہارت	535

Marfat.com

اولوبقیۃ سے کون مراد ہیں	536
کٹھن راستے بہار بنادو	536
اصلاح کے راستے کھلے ہیں	537
شاہ ولی اللہ کی کتاب	539
تحقیق کیسے ہو	540
سب رسولوں کی خبر ہے	541
اللہ کریم عمل دیکھ رہا ہے	541
سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے	542
سورۃ یوسف کا تعارف	543
قرآن عربی میں کیوں ہے	548
واقعہ یوسف کی اہمیت	548
رئیت کا لفظ دو دفعہ کیوں آیا	549
اولاد یعقوب علیہ السلام	549
یوسف علیہ السلام کا اجتباء	552
تاویل کا مطلب رازی کا ارشاد	553
یوسف کے بھائیوں کا نظریہ	553
مارو نہیں گڑھے میں پھینکو	554
یوسف کو سیر کے لیے ہمارے ساتھ بھیجیں	558
کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے	558
بھیڑیا ہرگز نہیں کھا سکے گا	558
جبرئیل علیہ السلام نے پر بچھا دیئے	559
رات کو روتے آئے	559
اپنی برات کا اظہار کرتے ہیں	560
یہ تم نے بات گھڑی ہے	560
قافلے نے نکال لیا	562
بھائیوں نے حقیر رقم پر بیچ دیا	562
مصر کے بازار میں پہنچے ہیں	563
یوسف علیہ السلام کے فائدے کیا ہوں گے	564
اب زلیخا چکر چلاتی ہے	566
برات یوسف کے دلائل	567
بھر تالے کھل گئے	571
قمیص پیچھے سے پھٹ گئی	571
یوسف علیہ السلام کے لیے گواہی	571
اس پر مٹی ڈالو بھول جاؤ	572
زلیخا اور ملازم سے محبت	574
زلیخا عورتوں کو دعوت دیتی ہے	574
یہ انسان نہیں فرشتہ ہے	575
طہارت یوسف پر زلیخا کی گواہی	575
ڈھٹائی کی حد کر دی	576
مجھے جیل پسند ہے	577
جیل کے نو سال	578
شعیب ابی طالب	581
جیل کے ساتھی کا خواب	582
خواب کی تعبیر اور ان سے خطاب	585
درس توحید	585
ایک صلیب چڑھ گیا	585
بادشاہ کا خواب	588
درباری تعبیر نہ سمجھ سکے	588
اب جیل سے آزاد ہونے والا ہوا	589
یوسف علیہ السلام خواب کی تعبیر بتاتے ہیں	591
سات سال خوشحالی سات سال قحط	591
بادشاہ کے طلب پر جواب یوسف	594
پاک دامنی کی عظمت	595

Marfat.com

کھائی ہے، اس آیت کا شان نزول اور پس منظر وہ ہے جو میں بیان کر چکا ہوں، قرآن پاک نے آگے بتایا ترجمہ کرتے وقت اور تفصیل بیان کرتے وقت وہ آیات آجائیں گی کہ جو برائی کرتا ہے اور پھر اس برائی کی ترویج کرتا ہے وہ اپنی برائی کے ساتھ دوسرے لوگوں کو جنہیں برائی سکھائی ہے ان کا بوجھ اٹھا کے جائے گا، یہ بات قرآن پاک میں موجود ہے، پھر ان دونوں کا کلیش آجائے گا، اب اس کلیش کو کسی دوسرے طریقے سے دور کیا جا سکتا ہے تو محققین ملت مجھے بتادیں کہ وہ کیا طریقہ ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ بدی والے کو بدی کا پھل ملتا ہے، اگر بدی کے اثرات دوسروں پر پھیل جائیں تو ان دوسروں کا بوجھ بھی اسے اٹھانا پڑتا ہے، نیکی والے کو نیکی کا پھل ملتا ہے اور نیکی اگر کستوری کی خوشبو کی طرح پھیل جائے تو جہاں جہاں تک پھیلے گی اس پھیلی ہوئی نیکی کا بھی اسے ثواب ملے گا، آیئے ایک حدیث بیان کرتا ہوں، تا کہ مسئلہ واضح ہو سکے۔

"رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ جو کوئی کسی دوسرے کو روزہ افطار کراتا ہے، اسے اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا روزے دار کو ملا ہے اور وہ یہ نہ سمجھے کہ اس روزے دار کے ثواب میں کمی ہوگئی ہے"۔

ثواب دینے والی ذات اللہ کریم کی ہے اس میں کمی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تو یہاں بھی وہی انداز ہوتا ہے جو میں ابھی مختصراً عرض کر چکا ہوں، لوگو! تمہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کریم نے تمہیں کائنات سنوارنے کے لیے اس ساری مخلوق میں اپنا نائب بنایا ہے، پھر تم میں سے بعض کے درجے بعض سے بلند ہیں، وہ مساوات جس نے سب انسانوں کو سوچوں کی دنیا میں بھی محدود کر دیا اور عمل کی دنیا میں بھی محدود کر دیا ہے اس قسم کی مساوات کا اسلام قائل نہیں ہے، یہاں مساوات یہ ہے کہ آپ رائے محدود نہ کریں، لیکن ان ذرائع کو استعمال کرنے والے لوگ اپنے اپنے ذہنوں سے جب استعمال کریں گے تو جو اقبال کا مقام ہے وہ حفیظ جالندھری کا مقام نہیں ہو سکتا، جو غالب کا مقام ہے وہ جگر مراد آبادی کا مقام نہیں ہو سکتا، جو جناح کا مقام ہے وہ شہید ملت لیاقت علی خان کا مقام نہیں ہو سکتا، جو غوث اعظمؒ کا مقام ہے وہ ایک عام ولی کا مقام نہیں ہو سکتا، جو امام اعظمؒ کا اجتہادی مقام ہے وہ علماء کا مقام نہیں ہو سکتا، لہٰذا درجات کو تسلیم کرنا انسانی فطرت میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ علم ہے کوئی اور صفت ہے، رزق ہے، ان سب باتوں میں اللہ کریم تمہاری آزمائش فرمانے ہیں، کہ کیا اسے امانت سمجھ کے چل رہے ہو یا اسے اپنا ذاتی مسئلہ سمجھ لیا ہے، ذات تو اس وقت ختم ہو جائے گی جب آپ اپنے گھر میں مر جائیں گے، کہ خدا جانے وہ بچے جن کے لیے تم نے کتنی جدوجہد کی تھی وہ چند گھنٹے کے اندر اندر آپ کو آپ کے اصلی مقام تک پہنچا آئیں گے، اس کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کی شے تو کوئی نہیں تھی یہ سب تو آپ کے پاس اللہ کریم کی امانت تھی، اللہ تعالیٰ جلدی گرفت فرمانے والے ہیں، وہ غفور اور رحیم بھی ہیں اور جو بندہ ادھر مڑ پڑتا ہے اسے بخش بھی دیتے ہیں اور اس پر مہربانیوں کی بارشیں بھی برسنے لگ جاتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

(سورۃالاعراف کاتعارف)

اس سورۃ پاک کا نام الاعراف ہے یہ 206 آیتوں اور 24 رکوعوں پر مشتمل ہے اور اس کے الفاظ کی تعداد 3325 ہے۔ اعراف اس جگہ کا نام ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان ہے، چونکہ آگے دو آیات میں اس جگہ کا ذکر آرہا ہے، تو اسی نسبت سے اس سورۃ کا نام اعراف ہے، یہ سورۃ اس عرصے میں نازل ہوئی ہے، جو سورۃ الانعام کے ساتھ ساتھ والا عرصہ ہے، یعنی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب مکہ کی دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں مدینہ شریف کی دنیا کی طرف، تو اس عرصہ میں یہ سورۃ مقدسہ نازل ہوئی ہے، لہذا اس میں بھی توحید کا بڑے نفیس انداز سے ذکر ہے، البتہ اب کافی عرصے تک یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے تو اب اس سورۃ میں رسالت پر بھی بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، سابقہ انبیاء کا ذکر ہے، جناب موسیٰ علیہ السلام کا تفصیل سے ذکر ہے، تو اس تفصیل کی دو حیثیتیں ہیں جو ان کے لیے اذیت ناک ہیں، ایک طرف تو فرعون ہے جو کھلم کھلا دشمن ہے، اور دوسری طرف اسرائیلی ہیں جن کے بارے میں پہلے پارے میں آپ پڑھ چکے ہیں، کہ ایک گائے کا مسئلہ ہوتا ہے تو پچاس سوال کرتے ہیں اور کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، جہاد کے لیے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ خود جا اور اپنے اللہ کو ساتھ لے جا اور ہم یہاں بیٹھ کے آپ کا تماشا دیکھیں گے کہ آپ کیا کرتے ہیں، تو انہیں دونوں طرف سے عجیب مخمصہ سا پیش آتا ہے، کہ فرعون کی طرف سے بھی ہر قسم کی مخالفت ہے اور جو اپنی قوم ہے اس کی طرف سے بھی ہر قسم کی مخالفت ہے، اور یہ بے حد مشکل مرحلہ ہے جس سے اللہ کریم کا یہ مقدس پیغمبر گزرا ہے، لہذا نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قرآن پاک میں بار بار سیدنا موسیٰؑ کے واقعہ کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

سُورَةُ الأَعۡرَافِ

ترتیبها ۷ — آیاتها ۲۰۶

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

الٓمٓصٓ ﴿١﴾ كِتَٰبٌ أُنزِلَ إِلَيۡكَ فَلَا يَكُن فِي صَدۡرِكَ حَرَجٌ مِّنۡهُ

یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے، اس کی وجہ سے آپ کے دل میں تنگی نہیں آنی چاہیے (یہ تو اس بات کے لیے ہے)

لِتُنذِرَ بِهِۦ وَذِكۡرَىٰ لِلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿٢﴾ ٱتَّبِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم

تاکہ آپ اس کے ذریعے ان لوگوں کو ڈرائیں (جو خدا سے کٹ گئے ہیں) اور یہ مومنوں کے لیے نصیحت ہے، مسلمانو! تم پیروی کرو اس کی جو اتارا گیا ہے

مِّن رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾

تمہاری طرف رب کریم کی طرف سے، اسے چھوڑ کے کسی اور کو رفیق مت بناؤ، تم کم ہی توجہ دیتے ہو

وَكَم مِّن قَرۡيَةٍ أَهۡلَكۡنَٰهَا فَجَآءَهَا بَأۡسُنَا بَيَٰتًا أَوۡ هُمۡ قَآئِلُونَ ﴿٤﴾

بہت سی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تباہ کر دیا ہے، وہاں ہمارا عذاب آیا جب وہ رات کو سو رہے تھے، یا دو پہر کو قیلولہ کر رہے تھے

فَمَا كَانَ دَعۡوَىٰهُمۡ إِذۡ جَآءَهُم بَأۡسُنَآ إِلَّآ أَن قَالُوٓاْ إِنَّا كُنَّا ظَٰلِمِينَ ﴿٥﴾

ان کی پکار نہیں تھی جب وہ عذاب آیا مگر یہ کہ کہنے لگے کہ ہم نے زیادتی کی ہے

فَلَنَسۡـَٔلَنَّ ٱلَّذِينَ أُرۡسِلَ إِلَيۡهِمۡ وَلَنَسۡـَٔلَنَّ ٱلۡمُرۡسَلِينَ ﴿٦﴾

ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے، اور ہم رسولوں سے بھی پوچھیں گے

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيۡهِم بِعِلۡمٍۖ وَمَا كُنَّا غَآئِبِينَ ﴿٧﴾

، اور ان کے سامنے اپنے علم سے واقعات بیان کر دیں گے، چونکہ ان سے ہم کسی وقت بھی غائب نہیں تھے

المص....قلیلا ماتذکرون

الف، لام، میم اور صاد تو حروف مقطعات ہیں جو قرآن پاک میں سورتوں کے شروع میں آتے ہیں، ان کی پوری تفسیر سورۃ بقرہ کی ابتداء میں میں کر آیا ہوں، محبوب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے، ہوتا یوں تھا کہ سرکار علیہ السلام پوری یکسوئی اور توجہ سے احکام قرآن کی نشرو اشاعت میں لگ جاتے تھے، اور چونکہ پھر شدت سے مخالفت ہوتی تھی، یہ چیزیں آپ کی طبع نازک پر بڑی گراں گزرتی تھیں، اللہ کریم نے فرمایا محبوبؐ آپ کے ذمے ان باتوں کا پہنچانا ہے، ان لوگوں کے لیے اس طرح غم کھانا اور حرج میں پڑنا نہیں ہے، آپ انہیں صرف آیات سے آخرت کے عذاب سے ڈرا دیں یہ کتاب سب سے زیادہ مفید مومنوں کے لیے ہے، ان کے لیے یہ ذکر نہیں ہے، ذکر اور ذکرٰی میں فرق ہے، ذکرٰی وہ شے ہے جو بڑی ہی تام اور مکمل ہوتی ہے اور کٹتی نہیں ہے، یہ دائمی یاد ہے یہ دائمی ذکر ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوگا، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ قرآن پاک نے انسانی دل کو اللہ کریم کا گھر بنا دیا ہے، اور جب یہ اللہ کریم کا گھر بنا دیا ہے تو یہاں سے پھر اللہ اللہ کی آواز آتی رہتی ہے، خواہ وہ ذکرِ نفی اثبات سے ہو خواہ وہ پاس انفاس ہو، خواہ وہ لطائف سبعہ سے ہو یا کسی اور انداز سے ہو، یہ سب چیزیں ذکرٰی میں شامل ہیں، میں اس کا معنی ٹھیٹھ انداز سے یہ کروں گا کہ ذکر کا وہ تسلسل جو ٹوٹتا نہیں ہے، اور جب روح اسے پڑھنے لگ جائے، اللہ کرے روح ذاکر بن جائے، جب روح اسے پڑھنے لگ جاتی ہے تو یہ وہ ذکر ہے جو پھر قبر میں بھی چھوٹتا نہیں ہے، چونکہ ذکر کی عادت ہو چکی ہوتی ہے اور سانس آنے جانے کے ساتھ اللہ اللہ ہوتی رہے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر مرنے کے بعد چھوٹتی نہیں ہے، اور جب چھوٹتی نہیں ہے تو پھر ہمارے ملک کے عظیم عارف سلطان العارفین باہو کہتے تھے کہ!

"کامل مرد اسے نو جانوں قبر بھی جس دی جیوے ہو"

تو پھر تبھی قبر زندہ رہتی ہے کہ جب آپ کی روح اور دل لا الہ الا اللہ کا عادی ہو گیا ہے، اللہ ہو کا عادی ہو گیا ہے، اللہ اللہ کا عادی ہو گیا ہے، درود شریف کا عادی ہو گیا ہے تو یہ ذکرٰی ہے۔

اب قرآن پاک ہم زیادہ تر اس لیے پڑھتے ہیں کہ مریض مر نہیں رہا ہے تو سورۃ یٰسین پڑھو تاکہ جلدی اس کی روح نکل جائے، لیکن قرآن پاک اصل میں ذکرٰی ہے، یہ وہ انقلابی کتاب ہے جس نے دلوں کو بدلا تو پھر جب دل بدلا تو پھر جہان ہی بدل گیا، مسلمانو! جو تمہاری طرف ربّ کریم نے بھیجا ہے اس کی پیروی کرو، اس کے مقابلے میں کسی اور کو پیروی کا مرکز نہ سمجھو، یہاں ایک بہت ہی بڑا باریک نکتہ حل ہو گیا ہے، ایک وہ ہے جسے آپ اللہ کریم کے مقابل لا کر بات کرتے ہیں یہ شرک ہے، اللہ کریم کرنا چاہے تب بھی یہ بات ہوگی اللہ نہ کرنا چاہے تب بھی یہ بات ہوگی، فلاں کر دے گا، چونکہ یہ اللہ کے مقابلے

میں ولی ہے، اگر یہ بات ہے تو یہ کفر ہے یہ شرک ہے، کافر بتوں کے لیے یہی نظریہ رکھتے تھے، مسلمان اس نظریے کے قریب بھٹک کے بھی نہیں جاتا، وہ کسی اللہ والے کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ اللہ تک پہنچنے کا راستہ تلاش کرتا ہے، اس زمرے میں رسول بھی آتے ہیں، اس زمرے میں صحابہ بھی آتے ہیں، اس زمرے میں آل بیت بھی آتے ہیں اس زمرے میں انبیاء بھی ہیں اس زمرے میں علماء بھی ہیں، یہ سارے کے سارے من دونہ کیعبارت میں شامل نہیں ہیں، یعنی انہیں اللہ کریم کے مقابلے میں لانے کا تصور کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ لوگو تم دھیان کم دیتے ہو نصیحت کم پکڑتے ہو، تم اس کتاب کی طرف پلٹ آؤ۔

وکم من قریۃ اھلکنھا.....وما کنّا غائبین

مکہ والو! تم یہ نہیں دیکھتے کہ کتنی آبادیاں تھیں جو آج نہیں ہیں، وہ رات کو سو رہے تھے کہ عذاب آگیا، دن کو قیلولہ کر رہے تھے کہ عذاب آگیا، جب عذاب آیا تو پھر یہ کہنے لگے کہ زیادتی تو ہم ہی کرتے تھے، دیکھیں نا جب پردہ ہٹا تو بات سامنے آگئی، اب ان کے جتنے دلائل تھے وہ سارے کے سارے چھوڑ کے بھاگ گئے، ہم قیامت کے میدان میں جن کی طرف ہم نے رسول بھیجے تھے انہیں بھی پوچھیں گے اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے، کہ کیا تو نے پیغام پہنچانے میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی تھی، جب اس قسم کی آیات نازل ہوئیں تو وہ کافر کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کو پتہ تو پھر کوئی نہ ہوا، رسول بتائے گا کہ ابوجہل میرے ساتھ کیسے پیش آیا، موسیٰ علیہ السلام بتائیں گے، فرعون قیامت کے دن کہے گا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مجھے یہ بات بتائی تھی، اللہ کریم نے اس کی تردید کردی، ہم سارے واقعات اپنے علم کی وجہ سے بیان کریں گے، وہ ساری باتیں ہمارے ذاتی علم میں ہیں، نبیوں کو تو ہم نے بتایا تھا، نبی کا علم عطائی ہے اس کا ذاتی ہے ہی نہیں، یہ تو ذاتی علم ہمارا تھا، علم پر جو دو زیریں ہیں، یہ تنوینیں تعظیم کے لیے ہیں، وہ عظیم علم جس سے کوئی شے باہر نہیں نکل سکتی، اس علم کے ذریعے ہم بتائیں گے. کتنا لطیف جملہ ہے کہ ہم کوئی غائب تھے، جب رب ساتھ ہے، ہم بھی غائب نہیں تھے، ہم تمہارے ساتھ تھے، تو جب میرے ساتھ میرا رب ہو تو پھر کسی سے ڈرنے کا مطلب ہی ختم ہوگیا، رب ساتھ ہے تو کسی اور کی معیت ثانوی حیثیت اختیار کرے گی، وہی ہے جو تمہاری رگ وپے میں سمایا ہوا ہے، اور اس کی لطافتیں کس حد تک ہیں، یہاں الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

وزن اس دن حق ہے، جس کے وزن بھاری ہو جائیں گے وہ لوگ ہیں

الْمُفْلِحُونَ ﴿۸﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

فلاح پانے والے، جن کے وزن ہلکے ہو جائیں گے (یہی لوگ ہیں)، جنھوں نے خسارے میں مبتلا کرلیا

أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿۹﴾

اپنی جانوں کو اس لیے کہ وہ ہماری آیات پر زیادتی کرتے رہے

والوزن یومئذ الحق.....بایتنا یظلمون

یاد رکھو کہ قیامت کے دن اعمال کا وزن حق ہے، جن لوگوں کے اعمال کا وزن بھاری ہو جائے گا، وہ فلاح پا جائیں گے، اور جن کے اعمال کا وزن ہلکا ہو جائے گا انہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا تھا کیونکہ وہ آیات ربانی کے ساتھ زیادتی کرتے تھے، زیادتی کرنے کا آغاز نہ ماننے سے ہے، پھر اس کا اختتام اس کے مقابلے میں آجانے سے ہے، یہ بات ہم نہیں مانتے کہ اس میں یہ خامی ہے اس میں فلاں خامی ہے، اب یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ وہ میزان ترازو ہے کیا؟ معتزلہ نے یا قدیم فلسفیوں نے اس سے انکار کیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ اللہ کریم بہت ساری باتیں استعاراتی انداز سے بیان فرماتے ہیں، ہمارا ان کی اصلیت پر ایمان ہے، یہ میزان ہوگی، وہاں نامہ اعمال نے تلنا ہے، ایک پلڑے میں بدی ہوگی اور دوسرے پلڑے میں نیکی ہوگی، آپ کے سامنے اسے رکھ دیا جائے گا، اگر بدی ہلکی ہے تو آپ مغفرت کے مستحق ہیں، بدی بھاری ہے تو آپ مغفرت کے مستحق نہیں ہیں، لیکن وہاں تو عجیب عجیب باتیں ہوں گی، حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی کو فرشتے پکڑے جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے جب وہ چیخے گا چلائیگا تو راستے پر اسے سرکار علیہ السلام مل جائیں گے، حضور فرمائیں گے کہ بات کیا ہے فرشتے کہیں گے کہ اس کا نامہ اعمال تولا ہے، تو اس کی نیکیوں کا وزن کوئی نہیں ہے، اس لیے اسے جہنم میں لے جا رہے ہیں اس نے زندگی میں ایک نماز بھی نہیں پڑھی، روزہ بھی نہیں رکھا، اسی طرح اس نے کوئی نیکی بھی نہیں کی ہے نہ والدین کے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ کیا ہے،

ہم اسے جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں، کرتا یہ کیا تھا، اس کے نامہء اعمال میں نیکی صرف کلمہ طیبہ پڑھنے کی ہے، یعنی کلمہ پڑھ کے یہ مسلمان ہوا تھا، اس کے علاوہ اس کے پاس کسی قسم کی کوئی نیکی نہیں ہے، جب میں یہ حدیث پڑھتا ہوں تو میری عجیب کیفیت ہو جاتی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے کتنے ہمدرد ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے اس کا نامہء اعمال تو لو فرشتہ کہتا ہے کہ حضورؐ اس کے نامہء اعمال میں نیکی ہے ہی کوئی نہیں تو کیا تولیں، ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ لکھ کے ایک پلڑے میں رکھو اور دوسرے پلڑے میں اس کی ساری بدیاں رکھ دو، اب اس نے پڑھا صرف کلمہ طیبہ ہے، لیکن اس کا اللہ بھی رحیم ہے اور اس کا محبوبؐ بھی رحیم ہے، کلمہ طیبہ لکھ کر سرکار علیہ السلام نے دوسرے پلڑے میں رکھ دیا، اب نیکی بھاری ہوگئی ہے، فرمایا یہ تو جنت کا حقدار تھا تم اسے جہنم میں لے جا رہے ہو۔

تو اللہ کریم اپنے محبوب رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے نظر کرم فرما دیں تو بات بن سکتی ہے ورنہ میرے سمیت سب لوگوں نے آج تک جو کچھ کیا ہے تو اس میں نیکی بھاری ہے یا بدی بھاری ہے، ہم سب نیکی کے پلڑے میں بھی بیٹھ جائیں تو بھی ہم جنت میں نہیں پہنچ سکتے، شیخ سعدی نے فرمایا کہ جب تو سانس اندر لے جاتے وقت اللہ نہیں کہتا اور سانس باہر نکالتے ہوئے ہو نہیں کہتا تو اگر یہ سانس ہی تول لیے جائیں قیامت کے دن تو پھر کیا ہوگا، اللہ کریم ہمیں اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے، محبوب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ کرم ہم پر پڑ جائے تو پھر بات بن سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ ہم نے تمہیں جاہ وجلال دیا ہے

فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۱۰﴾

زمین میں، اور تمہاری روزیاں اس زمین میں مقرر کردی ہیں، لیکن بہت کم لوگ ہیں جو شکر گزار ہیں

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا

ہم نے تمہیں تخلیق فرمایا، پھر تمہیں صورت بخشی، پھر فرشتوں سے کہہ دیا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرو

لِآدَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السّٰجِدِينَ ﴿۱۱﴾

ابلیس کو چھوڑ کے سب نے سجدہ کردیا، اس نے سجدہ نہیں کیا

قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ

فرمایا تجھے کس چیز نے روکا سجدہ کرنے سے کہ جب میں نے تجھے حکم دیا تھا، وہ کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے

وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ

اور اسے مٹی سے بنایا ہے، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ تو یہاں جنت سے چلا جا، تیرا حق نہیں تھا کہ تو غرور کرتا

فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِينَ ﴿۱۳﴾ قَالَ أَنظِرْنِيٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴﴾

اس میں، جا تو ذلیل ہے، اس نے کہا کہ مجھے مہلت دیجیے اس دن تک کہ جس دن ان لوگوں کو اٹھایا جائے گا

قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ

فرمایا تجھے مہلت ہے، اس نے کہا کہ اس لیے کہ آپ نے مجھے گمراہ کردیا ہے، میں بیٹھ جاؤں گا ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے

صِرٰطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

آپ کے سیدھے راستے پر جا کے پھر میں ضرور آؤں گا اس مخلوق پر ان کے سامنے سے ان کے پیچھے سے

Marfat.com

وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ ﴿۱۱۳﴾

اور وہ اسے پسند بھی کریں گے، اور انہیں گھڑنے دیں جو بھی یہ نئی باتیں گھڑتے ہیں

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا ......ماھم مقترفون

ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں میں سے جو شیطان ہیں وہ دشمن ہوتے ہیں، یہاں ایک لفظ آیا ہے''عدو'' یہ واحد ہے، آگے شیاطین لفظ جو ہے یہ جمع ہے، ان کے ساتھ انس و جن مل جائے تو جمع بن جاتا ہے، تو یہ واحد لفظ جمع کا معنی دے رہا ہے، اس کے لیے کوئی دلیل درکار ہوگی، عربی ادب سے یا قرآن پاک نے کسی اور مقام پر دلیل دی، کہ لفظ واحد بولا ہو اور اس کا معنی جمع مراد لیا ہو۔ اس کے لیے ایک تو میں آپ کو قرآن پاک سے حوالہ دیتا ہوں۔ **او الطفل الذی لم یظھروا علی عورات النساء** ''**الذی**'' جمع ہے اور ''**طفل**'' واحد آیا ہے۔ ''وہ بچے جنہیں خواتین کے مسائل کا علم نہیں ہے''۔ اسی طرح **لم یظھروا** پھر جمع ہے، اور اس کا مرجع واحد ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن نے واحد کو جمع کے معنے میں استعمال کیا ہے، اب جو قرآن پاک کو نہیں مانتا وہ کہے گا کہ میں یہ بات مانتا ہی نہیں ہوں، غلام احمد نے کئی جگہ اس قسم کی خباثیں بیان کی ہیں، کہ یہاں بھی قرآن پاک عربی ادب سے ہٹ گیا ہے، تو یہ بات نہیں ہے، آیئے عربی ادب کی طرف بڑھتے ہیں، ایک شاعر ہے وہ کہتا ہے۔ اس شعر کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ اذا انا لم انفع صدیقی بودہ فان عدوی لن یضرھموا بغضی ''جب میں اپنے دوست کو اس کی محبت کا نفع نہ پہنچا سکوں تو میرا بغض میرے دشمن کو ضرر نہیں دے گا''۔

اب یہاں انہوں نے لفظ استعمال کیا'' **عدوی**'' یہ واحد ہے اس کی جمع ''**اعداء**'' آتی ہے، واحد لفظ استعمال کر کے آگے کہتا ہے ''**لم یضرھم**'' ھم جمع کی ضمیر ہے، ان دشمنوں کو ضرر نہیں دے گا میرا بغض، پتہ چلا کہ عربوں کی یہ عادت تھی کہ لفظ واحد استعمال کر کے اس کے بعد لفظ جمع کا استعمال کر دیتے تھے، اسی بات کو قرآن پاک نے بھی رکھا ہے، تیں اس لیے خاص طور پر عرض کر رہا ہوں کہ کوئی بھی ادیب عربی نکتہ نگاہ سے اعتراض کرے تو اس کے سامنے یہ جواب آ سکتا ہے، اب یہ آپ سوچیں گے کہ واحد کو جمع کا معنی کیوں دے دیا، اس لیے کہ وہ جو ایک فرد ہے وہ اپنے اندر اچھی یا بری صفت اتنا بھر چکا ہے، کہ گویا وہ ایک نہیں رہا، وہ مجموعہ بن گیا ہے، اب دشمن ہے اور اس حد تک دشمن ہے کہ پچاس دشمن ہوتے اور وہ اس آدمی سے دشمنی کرتے جتنی وہ اکیلا کر رہا ہے، اب وہاں آپ نے اسے جمع رکھنا ہے، اب پتہ یہ چلا کہ انسان اور جن ان دونوں میں شیطان ہوتے ہیں، تو اس کے لیے بھی حضرت سیدنا ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں، کہ جو بھی حد سے آگے بڑھ جاتا ہے، وہ شیطان ہی ہوتا ہے۔ امام

Marfat.com

وَعَنْ أَيْمَٰنِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَٰكِرِينَ ﴿١٧﴾ قَالَ
سے دائیں سے بائیں سے آؤں گا ان میں سے اکثریت شکر گزاروں کی نہیں ہوگی
ٱخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا ۖ لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ
ارشاد ہوا جنت سے نکل جا تو قابل مذمت ہے، تو دھتکارا ہوا ہے، جو تیرے پیچھے چلیں گے ان میں سے تو میں جہنم کو بھر دوں گا
أَجْمَعِينَ ﴿١٨﴾ تم سب سے

ولقد مکنکم فی الارض و جعلنا لکم فیھامعایش......جھنم منکم اجمعین

ہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی ہے، اس میں تمہاری معیشت کا سامان ہے، یہ سارا کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، تم شکر اللہ کریم کا نہیں کرتے کہ جس نے تمہیں یہ سب کچھ دیا ہے، ہم نے تمہاری تخلیق کی تھی، اصل تخلیق تو حضرت آدم علیہ السلام کی ہوئی تھی، اس لیے ان کی ساری نسل کو ساتھ شامل کر لیا۔

ولقد خلقنکم ثم....لم یکن من السجدین

ہم نے تمہیں پیدا فرمایا پھر تمہیں صورتیں بخشیں، پھر فرشتوں سے کہا کہ تم آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرو، اب بات اصل بات کی طرف مڑ گئی، چونکہ اللہ کریم کا حکم تھا، آدم علیہ السلام مسجود نہیں تھے، مسجود اللہ کریم تھا، وہ صرف قبلہ تھے، جس طرح آپ کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو کعبہ آپ کا مسجود نہیں ہے، اگر کوئی بندہ یہ نیت کرے کہ میں کعبے کو سجدہ کر رہا ہوں تو یہ [illegible] ہے، آپ سجدہ اللہ کریم کو کر رہے ہیں، کعبہ صرف ایک قبلہ ہے، ایک سمت ہے، جس سے تعین ہو سکے کہ اللہ کریم نے حکم دیا ہے کہ مجھے سجدہ کرنا ہے تو رخ فلاں جگہ کی طرف کر لو، اسی طرح جناب آدمؑ مسجود نہیں ہیں، مسجود اللہ تعالیٰ ہیں، آدمؑ صرف قبلہ ہیں، ابلیس کے بغیر باقی سب سجدہ کر گئے اس نے سجدہ نہیں کیا۔

Marfat.com

قال ما منعک الا تسجد......ولا تجد اکثرھم شکرین

اللہ کریم نے اس سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا میں نے تجھے حکم دیا تھا، کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں، بہتر ہونے کی دلیل یہ تھی کہ مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے آپ نے مٹی سے بنایا ہے، اور مٹی میں پستی ہے اور میری ذات میں عظمت ہے، لہذا میں اس کے سامنے سجدہ نہیں کر سکتا، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ تو یہاں سے نکل جا، تکبر کرنا تیرا حق نہیں تھا، تو ذلیل ہے یہاں سے اٹھ کے چلا جا، اب تجھے یہاں نہیں رہنے دیا جائے گا، اس نے کہا کہ مجھے قیامت تک کے لیے مہلت دیدی جائے، اس مہلت میں بھی بہت ہی عجیب انداز تھا، عجیب انداز یہ تھا کہ جب قیامت آ گئی تو پھر موت تو رہے گی نہیں، لہذا میں باقی رہ جاؤں گا، اللہ کریم نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ تجھے مہلت ہے قیامت کے پہلے تک، اب یہ قسم کھانے لگا کہ مجھے قسم ہے اس بات کی کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے، میں نیک لوگوں کے راستے میں بیٹھ جاؤں گا، انہیں بالکل جنت کی طرف جانے نہیں دوں گا، کہاں کہاں سے آؤں گا، سامنے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے آؤں گا اور پھر ان میں سے اکثریت شکرگزار نہیں بن سکے گی، اس لیے کہ میں سارے راستے بند کر دوں گا، آپ اگر تھوڑی سی توجہ فرمائیں تو یہاں ایک بات بالکل کھل کے سامنے آ جاتی ہے، وہ کہتا ہے کہ سامنے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے آؤں گا، اور اللہ کریم سے رابطے کا جو اصل راستہ تھا وہ کم بخت چھوڑ گیا ہے، چونکہ وحی نے اوپر سے نازل ہونا ہے، اور وحی والا راستہ اسے یاد نہیں رہا۔

قال اخرج منھا مذء وما مدحورا......منکم اجمعین

اللہ کریم اس بات کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تجھ پر لعنت ہے تو یہاں سے نکل جا، اور تو دھتکارا ہوا مردود ہے، ان لوگوں میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا وہ بھی تیرے ساتھ جہنم میں چلا جائے گا، جناب آدم علیہ السلام کو یہ عظمت ملی اور خلافت کے لیے جو ضروری باتیں تھیں وہ ساری کی ساری آپ کو عطا ہو گئیں، اگلی آیات میں چونکہ یہ واقعہ چل رہا ہے تو دونوں میں جو فرق آتا ہے وہ وضاحت سے میں عرض کروں گا، یہاں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ آدم علیہ السلام کے لیے دو راستے تھے، اگر انہیں خلیفہ بنانا ہے تو ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انہیں ہار سنگھار ڈالے جائیں ایک جلوس ساتھ ہو اور کہا جائے کہ انہیں جا کے دنیا میں چھوڑ آؤ تا کہ یہ وہاں سکون سے ٹھہریں اور آگے بڑھیں، اور دوسرا راستہ وہ ہے جو جدوجہد کا راستہ ہے، کہ جنت کی ساری سہولتیں واپس لی جائیں اور لق و دق صحراء میں غیر آباد دنیا میں انہیں اتار دیا جائے، اتارتے وقت حضرت حوا علیھا السلام بھی آدم علیہ السلام سے دور ہو جائیں، اور پھر یہ جدوجہد شروع کریں اس لیے اللہ کریم نے اپنے محبوب نبی کے لیے یہ راستہ منتخب کیا، تا کہ قیامت تک آنے والی انسانیت جو ہے وہ جدوجہد سے عبارت ہو، جن ایک جزو سے بنا تھا اس کے علاوہ اس کے وجود میں اور کچھ نہیں ہے، فرشتہ ایک جزو سے بنا تھا، اس لیے وہ ایک حد سے زیادہ آگے نہیں بڑھ سکتا، جو مختلف مزاجوں کا مرکب تھا اس کے لیے یہ بات ضروری

Marfat.com

تھی کہ وہ کائنات کو بسانے کے لیے سوچ اسے اختیار دیا جائے ،نیکی اور بدی کے دونوں راستے متعین کیے جائیں ،اگر وہ نیکی کے راستے پر چلیں تو مقام مصطفوی اس کے لیے ہو،کلیم اللہ وہ بنے ،ذبیح اللہ وہ بنے ،اگر بدی کے راستے پر وہ چلے تو فرعون وہ بنے ،نمرود وہ بنے اور یزید وہ بنے ،زندگی کی یہ وہ عظیم شاہراہیں ہیں جو انسانیت کے سامنے پھیلی پڑی ہیں ،اس جگہ سے گزرتے ہوئے کس کس طرح اس نے دامن بچانا ہے اسے آلودہ نہیں کرنا یہ خلاصہ ہے جناب آدم علیہ السلام کے اس واقعہ کا،اس واقعہ کو تمثیل کے لیے تورات میں بھی بیان کیا گیا ہے،انجیل میں بھی ہے اسی طرح قرآن پاک میں بھی تفصیل سے موجود ہے، کچھ مغربی مفکرین نے بھی اسے بیان کیا ہے، ہمارے اس عظیم پاک وطن میں حضرت علامہ ڈاکٹر اقبالؒ نے اس واقعہ کو بیان کیا اور علامہ اقبالؒ کے ایک ناقد یہ بات کہہ رہے تھے، کہ علامہ صاحب نے اس طرح واقعہ بیان کیا کہ پتہ چلتا ہے کہ ابلیس سے انہیں بڑی ہمدردی ہے،اس انداز سے علامہ اقبالؒ نے اس واقعہ کو لیا ہے،اب اس کی ایک سب سے بڑی دلیل تھی ،وہ یہ تھی کہ آپ نے اسے مٹی سے بنایا ہے،تو میں اس کی عظمت کو نہیں مانتا،اس پر جو علمی گفتگو ہے وہ اگلے ہفتے ہوگی ،فاضل بریلوی نے مٹی کی عظمت اپنی ایک نظم میں ذکر کی ہے،فاضل بریلوی فرماتے ہیں!

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا — خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا
اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں — یہ خاک تو سرکارؐ سے تمغہ ہے ہمارا
جس خاک پہ قدم رکھتے تھے سید عالم — اس خاک پہ قربان دل شیدا ہے ہمارا
خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمین سے — سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا
اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا — جو حیدر کرار کہ مولا ہے ہمارا
اے مدعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھے — اس خاک میں مدفون شاہ بطحا ہے ہمارا
ہے خاک سے تعمیر مزار شاہ کونین — معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا
ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی — آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

☆☆☆☆☆☆

وَيَٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ

اور اے آدم آپ اور آپ کی بیوی جنت میں رہیں جہاں چاہیں کھائیں

شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۱۹ فَوَسْوَسَ

اور اس درخت کے قریب نہیں جانا ہے، یہ زیادتی کی بات ہوگی۔ وسوسہ ڈالا

لَهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُۥرِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْءَٰتِهِمَا وَقَالَ

شیطان نے ان کے دل میں تاکہ ان کے سامنے ظاہر ہو جائے ان کے پردے کی چیز

مَا نَهَىٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةِ إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا

کہنے لگا تمھیں پروردگار نے اس درخت سے نہیں روکا مگر صرف اس بات کے لیے کہ تم دو فرشتوں

مِنَ ٱلْخَٰلِدِينَ ۲۰ وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّى لَكُمَا لَمِنَ ٱلنَّٰصِحِينَ ۲۱

والی عادتیں نہ رکھنے لگ جاؤ یا جنت میں ہمیشہ نہ رہ جاؤ۔ ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں تمہارے لیے بہت ہی خیر خواہی رکھتا ہوں

فَدَلَّىٰهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا ٱلشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْءَٰتُهُمَا وَطَفِقَا

پھر انہیں فریب سے اتار لایا جب دونوں نے درخت کو چکھا تو ان کے پردے کے مقام سامنے آگئے، اور وہ شروع ہوئے

يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ ٱلْجَنَّةِ وَنَادَىٰهُمَا رَبُّهُمَآ أَلَمْ أَنْهَكُمَا

اپنے جسم پر جنت کے پتے چپٹانے۔ ان دونوں کو رب کریم نے پکارا کیا میں نے تمہیں روکا نہیں تھا

عَن تِلْكُمَا ٱلشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَآ إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۲۲

اس درخت سے، اور بتایا نہیں تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے

Marfat.com

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ

دونوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے زیادتی ہوئی اپنی جانوں پر اگر آپ ہمیں بخشیں گے نہیں اور ہم پر رحم نہیں فرمائیں گے تو لازماً ہم

ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾ قَالَ ٱهۡبِطُواْ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوّٞۖ وَلَكُمۡ فِي

خسارے والے لوگوں میں شریک ہو جائیں گے، فرمایا یہاں سے چلے جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، تمہارے لیے

ٱلۡأَرۡضِ مُسۡتَقَرّٞ وَمَتَٰعٌ إِلَىٰ حِينٖ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيهَا تَحۡيَوۡنَ وَفِيهَا

زمین میں ٹھکانہ ہے اور ایک وقت تک وہاں کا استعمال کرنا ہے، ارشاد ہوا تم اسی دنیا میں زندہ رہو گے اسی میں

تَمُوتُونَ وَمِنۡهَا تُخۡرَجُونَ ﴿٢٥﴾

مرو گے اور اسی سے تمہیں اٹھایا جانا ہے

ویا آدم اسکن انت و زوجک الجنة.........فتکونا من الظلمین

ان آیات مقدسہ میں جیسا کہ گزشتہ خطبہ کے دوران میں نے عرض کیا تھا کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور شیطان کے واقعات کا تذکرہ ہے۔ اللہ کریم نے اسے جنت سے نکالنے کے بعد ارشاد فرمایا! آدم آپ بھی اور آپ کی بیوی بھی جنت میں ٹھہرو جہاں سے طبیعت چاہے کھانے پینے کی چیزیں آپ استعمال کر سکتے ہیں، لیکن یہ جو ایک مخصوص انداز کا پودہ ہے اس کے قریب نہیں جانا۔ اس کے قریب جانے سے بات زیادتی کی ہوگی، اسے استعمال نہ کیا جائے، اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ ہے، کہ عام طور پر تو ہم سمجھتے ہیں ظالم کا معنی ظلم کرنے والا، عربی میں اس کا اصل معنی ہوتا ہے حد سے آگے بڑھ جانے والا، لیکن تحقیق کے دوران ایک بات یہ بھی آئی، جسے تاج العروس کے مصنف نے نقل کیا ہے، تاج العروس عربی کی شہرہ آفاق کتاب ہے، وہ کہتے ہیں ہمارے استاد گرامی نے عربی ماہرین سے ایک بات نقل کی تھی، کہ ظلم اصل میں کمی کو کہتے ہیں، کسی شے میں کمی ہو جائے اور کوتاہی ہو جائے تو یہ ظلم ہے، اس صورت میں یہاں اس لفظ کا مطلب یہ ہوگا، کہ اس درخت کو یا اس پودے کو چھیڑنا نہیں ہے، ورنہ یہ کوتاہی ہوگی، اس

لیے کہ ہم نے کچھ اور کہا ہے اور آپ کچھ اور کر دیں۔

فوسوس لھما الشیطٰن لیبدی لھما ..... او تکونا من الخالدین

اب شیطان نے ان کے دل میں ایک بات ڈالی، یہاں لفظ ہے وسوسہ لغت میں اس کا معنی ہے "**الصوت الخفی**"۔ بڑی آہستگی سے کسی کو کوئی بات کہہ دینا، تاکہ وہ سیدھے راستے سے ہٹ جائے، دوسرا معنی یہ ہے کہ انسان کے جی کے اندر سے ایک آواز آئے، تو اسے بھی یہ کہتے ہیں کہ اس کے جی سے یہ آواز نکل رہی ہے، جو ہونٹوں پر نہیں آئی ہے، اب یہاں ایک چیز پیدا ہوتی ہے کہ اگر وہ جنت کے اندر ہے پھر کسی انداز سے وسوسہ ڈالتا ہے اور اگر جنت کے باہر ہے تو وہ وسوسہ ڈال رہا ہے، اب اوپر والی آیت میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ تو یہاں سے ذلیل اور رسوا ہو کے نکل جا، آگے یہ آیت آتی ہے، لہذا اکثر مفسرین نے یہ بات کہی ہے، کہ وہ وہاں سے نکل آیا تھا، جب وہ وہاں سے نکل آیا ہے تو پھر وہاں وسوسہ کس انداز سے ڈالتا ہے، اس سلسلے میں تین چار مفسرین کے قول ہیں، ہمارے مقدمین میں سے حسن بصریؒ کی بے شمار روایات آتی ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سیدنا حیدر کرارؓ کے ساتھ تھے، تو خلافت کے آخری عشرے میں انہوں نے امیر المومنین حضرت حیدرؓ سے بے شمار روایات لی ہیں۔ یا ان کے علوم کو آگے پہنچانے کی بے حد کوشش کی ہے، انہوں نے کہا کہ وہ تھا تو زمین پر لیکن اس میں اس قسم کی فوقانی قوت اللہ کریم نے پیدا کر دی تھی، کہ وہ کسی مقام پر بھی وسوسہ ڈال سکتا تھا، یہی بات ہے جو امام رازی نے کہی ہے، حالانکہ وہ عقل کے نمائندے شمار ہوتے ہیں، اور یہی بات ہے جو قرطبی نے کہی ہے، البتہ قرطبی نے یہاں تین مثالیں دی ہیں، کہ اولیائے گرامی جو کہیں دور دراز ہوتے ہیں اپنے مریدین کے دلوں پر اثرات پیدا کر دیتے ہیں، یہ بڑی کامل بات ہے کہ جو بڑے سچے اور سچے ولی ہوتے ہیں وہ بڑے دور دراز سے اپنے مریدوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں، اسلامی تاریخ میں اسلامی تصوف میں ایک دو باتیں نہیں ہزار ہا ایسی روایات موجود ہیں، اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ دوسری بات یہ ہے کہ فلسفیوں کا ایک گروہ ہے اشراقی فلاسفہ، یہ طبعاً نیک لوگ تھے، ان کے متعلق یہ بڑی مشہور بات ہے کہ ان کا کوئی شاگرد کسی دوسرے ملک میں بیٹھا ہوتا تھا اور یہ اپنے ملک سے روحانی انداز سے اس کی علمی تربیت کر دیتے تھے، یہ دوسری بات ہے جو ہمارے سامنے آتی ہے، اور کسی انسان کے دماغ کو بالکل ماؤف کر کے اپنی خواہشات کے تابع کر دینا یہ رسم تو انگریزوں میں بھی موجود ہے، اسی طرح دور حاضر کے کچھ اور علوم بھی ہیں جن سے عام طور پر دماغ کو پڑھا جاتا ہے، لہذا بندہ دور ہوتا ہے تو یہ کیفیت معلوم ہو جاتی ہے اسے کہ فلاں آدمی مجھے یہ پیغام دے رہا ہے، یہ اتنی مشکل بات نہیں ہے لیکن چونکہ یہ مادیت کا دور ہے میرے ایک دوست تھے وہ علی گڑھ کے گریجوایٹ تھے تو ان کی کیفیت یہ تھی کہ آپ کسی بندے کا نام لیں تو وہ اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیں کہ جب آپ فلاں آدمی کو ملے تھے تو اس نے فلاں رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، وہ اس قسم کی باتیں فوراً بتا دیتے تھے کہ آپ قبرستان

Marfat.com

سے آرہے تھے راستے میں آپ کو ایک بندہ ملا تھا اس نے آپ کو یہ بات کہی تھی، میں بیٹھا ہوں اور وہ میری محفل میں آئے ہیں جو باتیں محفل میں پہلے ہو چکی ہیں وہ انہوں نے دہرادی ہیں، تو یہ کوئی مسئلہ نہیں یہ صرف اور صرف انسانی صلاحیتیں ہیں، جو اللہ کریم انسان کو عطا کر دیتا ہے، تو اگر شیطان کو یہ قوتیں مل جائیں اور وہ زمین پر بیٹھا ہوا مختلف لوگوں کو گمراہ کر سکے، تو گمراہی کو اتنا سستا کر دیا جائے اور ہدایت کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ولی تو بے بس ہوتا ہے، تو پھر اس سے توازن نہیں رہتا، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس قسم کے انسان بھی ہوں جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے یا کسی اور ذریعے سے انسانی ذہنوں کو پڑھ سکیں، تو یہ انسان ساختہ علوم ہیں، اب جس کے سینے میں اللہ کریم اور رسول رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ علوم ہوتے ہیں، ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا کہ جس طرح بھی ہو۔ کا ہے پانی لے آیا ہوں آپ کئی دنوں سے پیاسے ہیں بلوائیوں نے آپ کا گھر گھیرا ہوا ہے مہربانی فرما کے آپ پانی پی لیں، آپ نے فرمایا میرے دوست میں پانی نہیں پیوں گا، کیوں نہیں پیتا اس لیے کہ میرا روزہ ہے، یہ نفلی روزہ ہے اور آپ کئی دنوں سے پیاسے ہیں پانی پی لیں، آپ نے کہا کہ میں اس نفلی روزے کو نہیں چھوڑ سکتا، کہ ابھی آپ کے آنے سے پہلے اس سامنے والی کھڑکی میں نبی رحمت علیہ السلام نے مجھے اپنا جمال جہاں آرا دکھایا ہے، اور انہوں نے ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ عثمان مجھے پتا ہے کہ تجھے پیاس تو لگی ہے لیکن تم نے افطاری میرے پاس آکے کرنی ہے، لہٰذا اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آج میرا اس دنیا سے چلے جانے کا وقت آگیا ہے، اس لیے میں سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہی افطاری کرنا چاہتا ہوں۔

صحابہ عالی مقام کے ایک نہیں دو نہیں ہزاروں ایسے واقعات ہیں جو مختلف کتابوں میں مذکور ہیں، کہ صحابہ کرام مختلف اوقات میں اس قسم کی باتیں اپنے ساتھیوں کے سامنے بیان کر دیتے تھے، آگے چل کے اولیاء امت نے اس پر تھوڑی سی پابندی لگائی اس لیے کہ سارے لوگ آپ کے پیچھے پڑ جائیں گے، اور ولی اپنے آپ کو چھپانے کا عادی ہوتا ہے، وہ نشر و اشاعت کا قائل نہیں ہوتا، اب یہاں تین چار باتیں تھیں جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔

شیطان نے وسوسہ ڈال کے جب ان کے سامنے یہ ساری باتیں کیں تو جنت کی جو عظمتیں تھیں لباس کے حساب سے وہ ساقط ہو گئیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں سے آدم علیہ السلام کی جدو جہد والی زندگی شروع ہونے والی ہے، خلافت کے لیے وہ موزوں ہے جو مجموعہ اضداد ہو، وہ صرف نوری بھی نہ ہو، جس طرح فرشتے ہوتے ہیں، وہ صرف ناری بھی نہ ہو جس طرح شیطان اور جن ہوتے ہیں، اسے اختیار بھی اللہ کریم نے دے رکھا ہو، اس کے سامنے رعنائیاں بھی ہوں، پھر وہ اپنے دامن کو بچا کے کس انداز سے نکلتا ہے، یہ ہے وہ بات جو انسان میں موجود تھی، تبھی اللہ کریم نے آگے قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد فرمایا!

''ہم نے امانت زمین و آسمان پر پیش کی اسے کسی نے نہیں اٹھایا(اس امانت کو جو خلافتِ خداوندی تھی) اسے صرف انسان نے اٹھایا''۔یعنی انسانوں کے جداعلیٰ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے اٹھایا۔

.....قال مانھکما ربکما عن ھذہ الشجرۃ.....

اب ان کے لیے ضروری تھا کہ اس لباس کی جگہ جنت سے کچھ اور حاصل کریں پھر شیطان نے انہیں بہکانے یا ورغلانے کا طریقہ کیا اپنایا، باتیں دو ہیں یعنی یہ جو فرشتے ہیں یہ مجرد ہیں اللہ کریم ان جیسی کیفیت تم لوگوں میں پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا ایک تو اس لیے وہ فضیلت جو فرشتوں کی ہے وہ تمہیں نہیں مل رہی، یہ جزوی فضیلت تھی، دوسری بات یہ ہے کہ فرشتہ ہمیشہ دیر تک زندہ رہتا ہے، اللہ کریم تمہیں جلدی مارنا چاہتا ہے، اس لیے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے روکا ہے، یہاں ایک اور بات ہوئی وہ یہ تھی کہ ان کا خیال تھا کہ اشارہ اس طرح ان کی طرف ہے جو یہاں ہمارے سامنے ہیں، اب جو درخت یہاں نہیں ہے کسی دور دراز کے علاقے دیہات وغیرہ میں ہے بے شک وہ سیب کا درخت ہی سہی لیکن ممانعت تو اس سیب سے کی گئی ہے جو اسلام آباد میں ڈاکٹر کفیل صاحب کے گھر میں موجود درخت پر لگا ہوا ہے، وہاں جا کے اسے انہوں نے تناول فرمالیا، اور یہ بات نہیں تھی بلکہ بات یہ تھی کہ وہ ساری جنس ممنوع تھی، یعنی گندم بالکل کھانی ہی نہیں ہے۔

و قاسمھما انی لکما لمن النصحین

قسم دے کے کہنے لگا کہ میں تو آپ کا بے حد مخلص ہوں، ہمارے مفسرین کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے جھوٹی قسم کھائی وہ شیطان ہے، لہذا جو بھی جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ شیطان کی پیروی کرتا ہے، اسی بنیاد پر اسلام نے قسم کھانے سے ضرورت کے وقت اور بلا ضرورت منع فرمایا ہے، اور سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا! کہ جھوٹی قسمیں آباد علاقوں کو بنجر بنا کے چھوڑ دیتی ہیں، لہذا ان سے بچا جائے، جناب آدمؑ چونکہ اللہ کریم کے نبی تھے، اللہ کریم کی کوئی قسم کھائے اور وہ جھوٹا ہو یہ ان کے چشم تصور میں بھی بات نہیں تھی، وہ تو آدم علیہ السلام کی بات تھی۔

عالمگیر کے استاد تھے علامہ جیون وہ دریا سے دوسری طرف تھے اور عالمگیر کی حکومت دریا سے دوسری طرف تھی، ایک دن استاد صاحب پڑھانے کے لیے نہیں آئے، عالمگیر نے دوسرے دن استاد صاحب سے پوچھا حضرت کل میں نے آپ کا بے حد انتظار کیا آپ تشریف نہیں لائے، اب ذرا جواب ملاحظہ ہو، انہوں نے کہا مجھے ایک صاحب نے جا کے بتایا تھا کہ دریا پر جو پل ہے وہ جل گیا ہے تو راستہ نہیں رہا عالمگیر نے کہا کہ آج آپ اسی پل سے گزر کے آئے ہیں، استاد صاحب نے جواب دیا جی میں آج اسی پل سے گزر کر آیا ہوں، اگر وہ جل گیا تھا تو ایک رات میں وہ دوبارہ کیسے تیار ہو گیا ہے، استاد صاحب نے کہا کہ یہ سب ممکن ہے، لیکن کوئی مسلمان جھوٹی بات کہہ دے یہ ممکن نہیں ہے، تو مسلمانوں کا یہ شعار تھا کہ وہ سچے ہوتے تھے، اور بات سچی

Marfat.com

کرتے تھے، پھر وہ جھوٹی قسم کیسے کھا سکتے ہیں۔

فدلٰهما بغرور......ان الشیطن لکما عدو مبین

اب شیطان دھوکہ دے کے انہیں ان کے مقام سے نیچے اتار لایا، انہوں نے اس پودے کا پھل چکھ لیا جس کی وجہ سے ان کا جنتی لباس اتر گیا، اور وہ بڑے بڑے پتے لے کے اپنے جسم کو ڈھانپ رہے تھے، عام روایات سے بڑے پتوں والے درخت سے مراد کیلے کا درخت مفسرین نے لیا ہے، اللہ کریم نے ان سے پوچھا کہ اس درخت سے میں نے تمہیں روکا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے، یہ روز اول آ گیا نیکی اور بدی کی چپقلش کا، اگر صرف فرشتے ہوتے تو یہ چپقلش نہ ہوتی، چونکہ انسان میں دونوں صلاحیتیں تھیں، یہاں سے آغاز ہوا کہ ایک طرف شیطانی قوت ہے اور دوسری طرف ان انسانوں کی قوت ہے جو خدا والے ہیں، وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

قالا ربنا ظلمنا انفسنا..... لنکونن من الخسرین

دونوں بیک زبان بولے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، یا یہ وہ کوتاہی ہے جس کی سزا ہماری جانوں کو ملے گی، بخشنے والا تو ہی ہے اگر تو نہیں بخشے گا اور تو رحم نہیں فرمائے گا تو ہم خسارے میں چلے جائیں گے۔

یہاں ایک بڑے ہی مشہور محدث گزرے ہیں امام ابو حیان اندلسی، ابن حبان ایک ... مشہور محدث ہیں، ابو حیان اندلسی نے یہاں تحقیق کرتے ہوئے پانچ باتیں کہی ہیں، جو حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ کوئی جرم سرزد ہو جائے، تو اس کے بعد ندامت آ جانی چاہیے، اور ندامت کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو وہ بندہ ملامت کرے کہ اس سے یہ بات کیوں سرزد ہوئی ہے، ندامت کے بعد اپنے آپ کو ملامت آتی ہے، جب ملامت آتی ہے تو پھر تیسری سٹیج پر توبہ آتی ہے، یہ توبہ کی بنیاد ہے، کہ اپنے کیے پر ندامت اور شرمندگی ہو، اپنے آپ کو کوسا جائے، کہ عقل و شعور کے ہوتے ہوئے یہ غلطی مجھ سے کیوں سرزد ہوئی، اب تیسری سٹیج پر توبہ آئے گی، توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید ہے، یہ وہ چیز ہے جو انسان کو کسی عظیم مقام پر پہنچاتی ہے، غلطی کا اعتراف، ندامت اور اس کے ساتھ اپنے آپ کو ملامت، توبہ اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید ہوتی ہے۔

شیطان میں ان کے مقابلے کی ضدیں تھیں، سب سے پہلے غلطی کا اعتراف نہیں کیا یعنی غلطی کر کے نہ مانا جائے، ندامت کو قریب نہ بھٹکنے دیا جائے، بجائے اس کے کہ جرم پر اپنے آپ پر ملامت کی جائے بلکہ جرم کسی اور کے حوالے کر دیا جائے، جس طرح آپ پچھلے لیکچر میں سن رہے تھے کہ اے اللہ تو نے مجھے گمراہ تو کر دیا ہے، میں گمراہ نہیں ہوا بلکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے، میں ان لوگوں کے آگے پیچھے دائیں بائیں یعنی چاروں طرف سے آؤں گا اور یہ شکر گزار نہیں ہو سکیں گے، یعنی اپنے آپ کو کوسنے کی

Marfat.com

بجائے اس جرم کو اٹھا کے کسی اور کے گلے ڈال دیا جائے، توبہ نہ کی جائے، اور اللہ کریم کی رحمت سے مایوس ہو جائے، تو یہ پانچ اوصاف وہ ہیں جو شیطانی صفات ہیں، اور اوپر والی پانچ صفات وہ ہیں جو نبوت کی صفتیں ہیں، لہذا ادھر ہونا چاہیے۔

قال اهبطوا بعضكم لبعض عدو....متاع الى حين

اب اللہ کریم نے حکم دیدیا کہ یہاں سے چلے جاؤ تمہاری اب ہمیشہ سے ایک دوسرے کے لیے عداوت ہے، زمین میں تم نے ایک عرصہ ٹھہرنا ہے، اور ایک عرصہ تک زمین کی چیزوں کو استعمال کرنا ہے، یعنی کائنات کی ہر شے کو برتو ان سے اپنے کام پورے کرنے کی کوشش کرو، لیکن تمہارا ایک مخصوص وقت ہے، اس مخصوص وقت پر ساری کائنات کو شامل کرلیا جائے تو کم از کم یہاں آٹھ دس لیکچر ہونے چاہیں، میں صرف اس کا خلاصہ کر رہا ہوں، کہ ہر چیز کا آغاز اس کا عروج اور اس کا خاتمہ اس سے وابستہ ہے، اور صرف کائنات شمسی سے وابستہ نہیں ہے، اللہ کریم کی ساری دنیائیں اس سے وابستہ ہیں، اور ان سب کے لیے ایک خاص وقت ہے، اس وقت کے بعد وہ صفحہ ہستی سے ختم ہو جاتے ہیں، ہماری یہ دنیا اس وسیع دنیا کا ایک سیارہ ہے، جس کا سارا 25 ہزار میل قطر ہے، اس کے اندر کیسے لاوے ابل رہے ہیں، جو زرخیز زمین ہے یہ تو صرف اوپر والی سطح پر ہے، اگر آپ تھوڑے سے فٹ نیچے چلے جائیں تو اس میں وہ کیفیت نہیں ہوتی جسے آپ انگریزی میں Soil کہتے ہیں، نیچے اس کی زرخیزی ختم ہو جائے گی، اسی طرح آپ کو ایک ہزار میل نیچے دیکھیں تو وہاں آپ کا خالص لاوا ہی لاوا ملے گا جو جدید سائنس نے ہمارے سامنے کہا ہے، اور اللہ کریم نے اسے تھاما ہوا ہے، یہی مستقر ہے اس کا کہ تم نے یہاں ہی ٹھہرے رہنا ہے، اب جب تک حکم ربی نہیں ہوتا، وہ اس وقت تک اس جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہٹتا، کبھی کبھی کسی تھوڑے سے رقبے پر حکم ربی ہو جاتا ہے، اور اوپر والی سطح پر زلزلہ آ جاتا ہے، اب زمین کے اندر اتنا سامان ہے، کہ زمین کی قیامت قائم کرنے کے لیے کسی بیرونی امداد کی ضرورت نہیں ہے، اسی لیے قرآن پاک نے کہا وہ یوں آئے گی کہ جس طرح پلک جھپکنے کی دیر ہوتی ہے، ایک جرمن کے مفسر نے قرآن پاک کی ان آیات کے لیے ایک نکتہ بیان کیا ہے، جس کے ساتھ مجھے اتفاق نہیں ہے، اس کی تفسیر انگریزی زبان میں ہے، وہ کہتا ہے کہ اس پلک جھپکنے سے انسانی پلک مراد نہیں ہے، بلکہ جب سے کائنات بنی ہے اور جس دن ختم ہوگی اس کی نسبت سے جو اس کائنات نے پلک جھپکنی ہے وہ ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ بات اس لیے غلط ہے، کہ خطاب کائنات کو نہیں ہو رہا ہے بلکہ خطاب اولاد آدم کو ہو رہا ہے، تو اولاد آدم جسے آنکھ جھپکنا سمجھتی ہے وہی دیر مراد ہوگی، اور اتنی شدت سے دفعتاً دھماکہ ہوگا، سرکار علیہ السلام کا ارشاد عالی ہے کہ جس کے ہاتھ میں نوالا ہے وہ منہ میں بھی نہیں رکھ سکے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی، گزشتہ لیکچر میں میں عرض کر رہا تھا کہ جدید سائنس پچھلے چالیس پچاس سال سے ان سب باتوں کو تسلیم کر رہی ہے حالانکہ سائنسدان قرآن پاک نہیں جانتا لیکن قرآنی حقائق اس کی زبان سے نکل رہے ہیں، تاکہ اسلام کی صداقت ساری دنیا پر واضح ہو جائے، یہ ہے مستقر اب چونکہ

Marfat.com

فخر الدین رازی اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہر وہ آدمی جو حد سے آگے بڑھتا ہے یا سرکشی کرتا ہے خواہ وہ انسان ہے یا جن ہے، وہ شیطان ہے"۔ دو باتیں ہوئیں سرکشی کرنے والا، باغی ہو جانے والا، حدوں سے آگے نکل جانے والا، یہ انسان ہو یا جن شیطان ہوتا ہے، امام فخر الدین رازی نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے یہ بات کہی۔

تو ہر نبی کے دو قسم کے دشمن ہوتے ہیں، سرکش شیطان، یعنی انسان اور جن، یہ نبی کے دشمن ہیں، اسی لیے سرکار علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا "اللہ کریم کی کائنات میں ہر شے مجھے پہچانتی ہے، سوائے دو گروہوں کے ایک سرکش جن ایک سرکش انسان"۔ اب جو لوگ کہتے رہتے ہیں کہ نبی کو پتہ نہیں ہے تو پتہ چلتا ہے یہ بھی اسی برادری سے متعلق ہیں، تبھی تو کہتے ہیں کہ نبی کو پتہ نہیں تاکہ ان کی سرکشی چھپی رہے، اب اگر نبی کو ہی پتہ نہیں ہے کہ یہ سرکش ہے یا نہیں تو ان کی شفاعت کا اقرار یا انکار نبی کیسے فرمائے گا، اب یہ ایک دوسرے کے سامنے باتیں ملمع کر کے دھوکہ دہی کی باتیں کرتے ہیں، نبی کے خلاف جو طوفان اٹھتا ہے اس کے لیے قرآن پاک نے دو باتیں ذکر کی ہیں، ایک تو ملمع سازی کی باتیں نبی کے خلاف ہوتی ہیں، دوسری جو بات ہوتی ہے وہ فریب کی ہوتی ہے، کہ کوئی نبی کے قریب نہ جا سکے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ یہ بات نہ کرتے، لہٰذا محبوب ﷺ آپ انہیں ان کی جھوٹی باتوں کے حوالے کر کے آگے چلیں، آگے چلنے والے لوگ صرف یہی بات سوچتے ہیں کہ جو آپ کا مطمح نظر ہے توجہ ادھر رکھی جائے، آپ اگر اپنی توجہ کو بکھیر دیں گے، تو بات نہیں بنے گی، اس لیے آپ نے جو کہنا ہے اسے بڑے مدلل انداز سے بیان کر دیں، اس کے اندر کوئی کمی رہ گئی ہے تو اسے پھر نکال دیں، لیکن اگر آپ کج بحثوں کے ساتھ کج بحثی میں مبتلا ہو جائیں گے تو بات ختم ہو جائے گی۔

ایک واقعہ کا میں عینی گواہ ہوں میں سرگودھا میں مولانا مودودی صاحب کے پاس بیٹھا تھا، مولانا لال حسین اختر باہر سے تشریف لائے ان کے صاحبزادے کبھی کبھی یہاں لیکچر میں ہوتے ہیں، انہوں نے آ کے مودودی صاحب کو چیلنج کیا کہ میرے ساتھ مناظرہ کریں، مسلمانوں کے پاس لال حسین اختر مرزائیوں کے خلاف ٹاپ کے مناظر تھے، وہ سیاسی اختلاف تھا لیکن انہوں نے اسے مذہبی رنگ دے دیا، یہ مسلمانوں کا ایک خاص مرض ہے بڑی دیر سے، کہ سیاسی اختلاف کو مذہبی رنگ دیا جاتا ہے، اسی اختلاف نے مسلمانوں میں کئی طبقے پیدا کیے ہیں، امیر معاویہؓ کا اور حضرت حیدر کرارؓ کا صرف سیاسی اختلاف تھا، جسے مذہبی رنگ دیا گیا، حضرت حیدر کرارؓ کی اپنی کتاب کے بارے میں ہماری شیعہ برادری کہتی ہے کہ جو آپ کے خطبات ہیں ان میں لکھا ہوا ہے کہ!

"اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میرا اور معاویہ کا خدا ایک ہے، ہمارا رسول ایک ہے، ہماری کتاب ایک ہے، ہمارا کعبہ ایک ہے، ہمارا اختلاف صرف خو[illegible] عثمان پر ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کے کہتا ہوں کہ میں خون عثمان سے بری ہوں"۔

Marfat.com

اس مستقر کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے، اور جب آپ اسے آگے بڑھائیں گے تو کتنی دیر سورج مستقر ہے، اور سورج کے اندر موجود ایندھن کتنی دیر کے لیے کافی ہے، یہ کب سے چمک رہا ہے ابھی اس نے اس ایندھن کی وجہ سے کب تک چمکنا ہے جو اس کے پیٹ میں قدرت نے بھر دیا ہے، ابھی جو آپ کی کہکشاں ہے اس میں ایک بلیک ہول سائنسدان دریافت کر رہے ہیں، وہ اپنی اردگرد کی دنیا کو کھینچ کھینچ کر اپنے پیٹ میں بھرتا جا رہا ہے، اگر اس کی یہی رفتار رہی تو یہ آپ کی دنیا بھی اس کا لقمہ بن جائے گی، یہ وہ اندازے ہیں جو جدید سائنس بڑی قوت سے ہمارے سامنے پیش کر رہی ہے، اور جب ہم ان اندازوں کو سامنے رکھ کے قرآن پاک کی گہرائیوں میں اترتے ہیں تو پھر ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ جب انسانیت کو جدید سائنس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی تو اس ہستی اقدس پر قرآن پاک نے نازل ہو کے یہ بات کہہ دی جنہوں نے کسی سکول کا منہ نہیں دیکھا تھا، جنہوں نے کسی سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ نہیں لیا تھا۔

قال فیھا تحیون ...ومنھا تخرجون

ارشاد ہوا یاد رکھو اسی زمین پر تم نے زندہ رہنا ہے، پھر مر کے اسی کے اندر جانا ہے، اور پھر قیامت کے دن اسی سے دوبارہ اٹھایا جانا ہے، یہاں بھی میں صرف اشارہ کروں گا کہ جدید سائنس کا نظریہ یہ ہے کہ جو بھی مادی جسم کسی قوت کے ساتھ تباہ ہوتا ہے اگلا مادی جسم جو اس سے پیدا ہوتا ہے وہ پھیلاؤ میں اور مضبوطی میں پہلے جسم سے بڑا ہوتا ہے، اگر یہی کیفیت ہے تو اس کائنات سے جب آپ دھماکے سے اٹھیں گے اور وہ بدل چکی ہوگی تو پھر وہی بات ہوگی کہ اس کی چوڑائی اور اس کی وسعتیں جو موجودہ ہیں نئی کائنات کی چوڑائی اس سے کہیں زیادہ ہوگی، یہ قرآن پاک نے خود بیان کیا ہے، اب ادھر سے ہٹ کے انسانوں کو اگلے رکوع میں کچھ اور احسانات جتلائے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

يَـٰبَنِيٓ ءَادَمَ قَدۡ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسٗا اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا

يُوَٰرِي سَوۡءَٰتِكُمۡ وَرِيشٗاۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقۡوَىٰ ذَٰلِكَ خَيۡرٞۚ ذَٰلِكَ مِنۡ

جو تمہارے جسم کے ان حصوں کو جن کا ڈھانپنا ضروری ہے چھپاتا ہے، اور اس سے تمہاری زیبائش بھی ہے، لیکن یاد رکھو پرہیزگاری کا لباس کائنات میں سب سے بہتر لباس ہے، یہ

ءَايَٰتِ ٱللَّهِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٦﴾ يَـٰبَنِيٓ ءَادَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ

اللہ کریم کی نشانیاں ہیں، تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں (اور اس پر غور وفکر کریں) اے اولاد آدم تمہیں فتنے میں نہ ڈالے

ٱلشَّيۡطَٰنُ كَمَآ أَخۡرَجَ أَبَوَيۡكُم مِّنَ ٱلۡجَنَّةِ يَنزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا

شیطان جیسے اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا ان کا لباس اتروایا تھا

لِيُرِيَهُمَا سَوۡءَٰتِهِمَآۚ إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمۡ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنۡ حَيۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡۗ

اور پردے والی اشیاء کو ظاہر کر دیا، شیطان تمہیں بھی دیکھتا ہے اور اس کے ساتھی بھی تمہیں دیکھتے ہیں جبکہ تم انہیں نہیں دیکھتے

إِنَّا جَعَلۡنَا ٱلشَّيَٰطِينَ أَوۡلِيَآءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ ﴿٢٧﴾ وَإِذَا فَعَلُواْ

ہم نے شیطانوں کو غیر مومن لوگوں کا ساتھی بنا دیا ہے، جب وہ کرتے ہیں

فَٰحِشَةٗ قَالُواْ وَجَدۡنَا عَلَيۡهَآ ءَابَآءَنَا وَٱللَّهُ أَمَرَنَا بِهَاۗ قُلۡ إِنَّ ٱللَّهَ

کوئی برائی کا کام تو دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادے کو اسی پر پایا ہے اور اللہ نے یہی حکم دیا ہے، محبوبؐ فرما دیں کہ اللہ کریم

لَا يَأۡمُرُ بِٱلۡفَحۡشَآءِۖ أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ﴿٢٨﴾

بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کریم کے بارے میں وہ کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے

أَمَرَ رَبِّي بِٱلْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا۟ وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ

آپ فرمادیں کہ میرے رب کریم نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے، تم ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے رکھو

وَٱدْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾ فَرِيقًا

اللہ کریم کو بڑے خلوص کے ساتھ پکارو اور خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کرو، دین اسی کا ہے، جیسا تمہیں پیدا کیا ہے اسی طرح تمہیں لوٹا بھی دے گا

هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ ٱلضَّلَـٰلَةُ ۗ إِنَّهُمُ ٱتَّخَذُوا۟ ٱلشَّيَـٰطِينَ

ایک فریق ہدایت پاگیا اور ایک فریق پر گمراہی مسلط ہوگئی، انہوں نے شیطانوں کو

أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٠﴾

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے اپنا ساتھی بنالیا، ان کا خیال یہ ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں

یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا......لعلھم یذکرون

اولادآدم کو خطاب کیا کہ ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا، یعنی ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا ہے، (انزلنا کا عربی معنی تخلیق کیا) جس طرح پہلے یہ بات آئی تھی کہ ہم نے تمہارے لیے جانوروں کو اتارا ہے، تو وہاں بھی اتارا کا معنی پیدا کیا ہے، اب لباس کے دو فائدے ہیں جو قرآن پاک نے یہاں بیان کیے ہیں، پہلا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے لیے کچھ حصوں کو ڈھانپنا فرض ہے، تو لباس ایک تو یہ فائدہ دیتا ہے، لباس کا دوسرا فائدہ یہ ہے، کہ اس سے انسانی وجود کی زیبائش ہے، پیچھے ایک آیت میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ لباس مختلف موسموں سے انسانی جسم کو تحفظ مہیا کرتا ہے، تیسری بات یہ ہوتی ہے، چوتھی بات یہ ہے کہ اس سے انسانی وجاہت ہوتی ہے، لیکن قرآن پاک نے کہا یاد رکھو کہ سب سے بہتر لباس پرہیزگاری کا لباس ہے، اگر لباس تقویٰ نہیں ہے تو یہ جو لباس آپ نے جسم پر پہن رکھا ہے یہ نہ آپ کے لیے زینت کا کام دیتا ہے اور نہ ہی پردے کا کام دیتا ہے کہ پردہ کرتے ہوئے بھی اخلاقی نکتہ نگاہ سے اعمال کے انداز سے آدمی بے پردہ ہو، تو پھر اس پردے کا کیا فائدہ اس لباس کا

Marfat.com

کیا فائدہ، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں ان پر لوگوں کو غور کرنا چاہیے۔

یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطن ......للذین لا یومنون

اے اولاد آدم ایک بات اور یاد رکھو شیطان سے تمہاری ازلی اور ابدی دشمنی ہے، اس نے تمہارے والدین (حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ) کو جنت سے نکالا تھا، ان کا لباس وہاں اتر گیا تا کہ انہیں رسوا کردے وہ اور اس کے ساتھی تمہیں دیکھتے ہیں لیکن تم انہیں نہیں دیکھتے ہو، تو پھر ان سے شدت سے بچا جائے، ہر وہ بات جو قرآن وسنت کہے اس سے پیچھے نہ ہٹا جائے، مجھے یہاں سیدنا عثمان غنیؓ کا ایک ارشاد سامی یاد آتا ہے، آپ ضرور ان کے اس عظیم فقرے کو سن کے محظوظ ہوں گے، آپ نے فرمایا کہ شیطان تمہیں دیکھتا ہے تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو پھر تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں چلے جاؤ اللہ تعالیٰ اسے تو دیکھتا ہے لیکن شیطان اللہ کریم کو نہیں دیکھ سکتا، یعنی اللہ تعالیٰ شیطان کو نظر نہیں آتے لیکن شیطان کے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں، وہ طریقہ ہے جو سیدنا عثمان غنیؓ نے ارشاد فرمایا۔ بہت سارے لوگوں نے اسے نقل کیا ذوالنون مصری سے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ کی فطری پہنچ ہے جو آپ نے ارشاد فرمائی، اب پتہ یہ چلا کہ شیطان اس قسم کے وجود سے بنا ہے جو مادی وجود نہیں رکھتا اس لیے نظر نہیں آتا ہمیں فرشتے بھی نظر نہیں آتے، شیطان کے ساتھ جس کی گہری دوستی ہے، وہ جنات کی مخلوق ہے، وہ بھی ہمیں نظر نہیں آتے، تو اللہ تعالیٰ نے اس لیے یہاں ارشاد فرمایا کہ وہ اور اس کا قبیلہ، اس کا مطلب یہ ہوا کہ شیطان اصل میں کس شے سے بنا تھا آگ سے، اگر وہ نوری ہوتا تو پھر اس کا تعلق فرشتوں کے ساتھ ہوتا، تو جن اس کی برادری ہے، اسی لیے اس نے سجدے سے انکار کیا تھا، اگر وہ فرشتہ ہوتا تو وہ سجدے سے کبھی انکار نہ کرتا، ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا ساتھی بنا دیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے، اب ولی یہاں دو معنے میں ہے، یعنی اس کا اصل معنی تو دوست اور ساتھی ہے، اب اگر وہ مومن ہے تو مومنوں کا ساتھی ہے اگر وہ کافر ہے تو وہ کافروں کا ساتھی ہے، اب قرآن پاک نے مکہ والوں کی ایک عادت کا ذکر کیا، کہ جب یہ کوئی بے حیائی کی بات کرتے ہیں، فاحشہ کے بارے میں ترجمہ کرتے ہوئے امام بیضاوی لکھتے ہیں۔ ''ایسا کام جو خرابی میں انتہا تک پہنچا ہوا ہو''۔ اس لیے عام طور پر اس کا معنی بدکاری کیا جاتا ہے، لیکن یہاں جو بھی برا کام ہے وہ فاحشہ میں شامل ہے، جب انہیں کہا جائے کہ ایسا کیوں کرتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادے کا یہ حکم ہے، اور دوسری دلیل یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ایسا کرو، یہ وہ دیدہ دلیری ہے جسے انسان سوچے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بدی کا حکم دیا ہے۔

واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا..........مالا تعلمون

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ انہیں کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ فاحشہ اور بے حیائیوں کا حکم نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے، میرے ربّ کریم نے تو انسانوں کو ساری زندگی انصاف کا حکم دے رکھا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

ساتھ تمہاری زندگی کا انصاف یہ ہے کہ اطاعت صرف اس کی ہو، اس پر دل کی گہرائیوں سے ایمان ہو، اس کے احکام ماننے کے لیے بہت زیادہ جذبہ ہو، یہ آپ کا اللہ کریم کے ساتھ انصاف ہے، اور اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ آپ کے ساتھ انصاف فرما رہا ہے۔

....وا قیموا وجوھکم عند کل مسجد.....

اگلی بات مسلمانو! یہ یاد رکھو کہ ہر نماز کے وقت اپنے چہروں کو سیدھا رکھو، اس سیدھا رکھنے میں دو باتیں ہیں، کہ رخ کعبے کی طرف ہو لیکن یہ صرف ایک سطحی معنی ہے، منہ کو سیدھا رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری توجہ ذات ربانی سے ہٹ کے کسی اور طرف نہ جا سکے، پوری توجہ ذات ربانی کی طرف ہو اس کی شرح فرماتے ہوئے سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو بندہ ایک رکعت نماز پڑھتا ہے اور اس ایک رکعت نماز میں اس کا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور طرف ہٹ کے جاتا نہیں ہے تو اس کی مغفرت کے لیے یہ ایک رکعت کافی ہے''۔

اب مسجد کا معنی ہے سجدہ کرنے کی جگہ، تو چونکہ آپ نماز میں سجدہ کرتے ہیں لہذا نماز کو یہاں قرآن نے مسجد کہہ دیا، اور جب منہ سیدھا کر لیا اور توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہو گئی ہے تو بڑے خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کرو، اب یہاں پکارو کا معنی مترجم پکار رہی کر رہا ہے، تو کیا آپ جب نماز شروع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کر دیتے ہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ جب آپ اکیلے ہوتے ہیں تو آپ دل میں پڑھتے ہیں اور جب امام جماعت کرا رہے ہوتے ہیں تو وہ بھی پکار نہیں رہے ہوتے، اور پھر وہ عام مفاہیم ہوتے ہیں نہ یا اللہ کہا جا رہا ہوتا ہے نہ کوئی اور اللہ کریم کا نام لیا جا رہا ہوتا ہے، پکارنے کا یہاں مفہوم پکارنا نہیں ہے، ہمارے کچھ احباب پر پکار کا لفظ کچھ اس طرح مسلط ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو نہ پکارو یعنی بیٹے کو نہ پکارو مشرک ہو جاؤ گے، باپ کو آواز دو گے تو مشرک ہو جاؤ گے انہوں نے کبھی اس لفظ پر گہرائی سے غور ہی نہیں کیا، اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بغیر کسی اور کی عبادت نہ کرو، اور بڑے خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کرو۔

دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے، یہاں دین کا معنی اطاعت ہے، اپنی اطاعت غیر مشروط طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے عبادت کرو، اور یاد رکھو اس نے جس طرح تمہارا آغاز فرمایا ہے اسی طرح تم پلٹ کے آ جاؤ گے، اب جدید سائنس کہتی ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے اور پھر سکڑ کے پہلے نکتے پر آ جائے گی، اور وہ کہتے ہیں کہ آج سے شائد طویل عرصہ بعد ان کے نکتہ نظر کے مطابق جو آج کا ماضی ہے وہ مستقبل کا مستقبل ہوگا۔ یہ کائنات الٹ جائے گی، اب اس الٹ جانے کا تصور تورات میں ہے نہ انجیل میں نہ کہیں اور ہے قرآن پاک نے صاف لفظوں میں کہا کہ جیسا تمہارا آغاز ہوا تھا ایسے ہی تم پیچھے پلٹ آؤ گے۔

فریقا ھدی و فریقا حق... و یحسبون انھم مھتدون

اب کائنات میں گروہ تو دو بن گئے ہیں صرف برادریاں دو ہیں اور یہ باقی جو جتھے بنے ہوئے ہیں یہ جتھے ہی ہیں یہ اسلامی برادریاں نہیں ہیں۔

Marfat.com

آگے ارشاد ہوا کہ ایک فریق وہ ہے جو ہدایت پا گیا، اور ایک گروہ وہ ہے جو گمراہی میں ڈوب گیا، ان گمراہوں کا طریقہ کار کیا تھا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے انہوں نے شیطانوں کو ولی بنایا تھا، یہاں سے ایک قاعدہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے جس سے بھی دوستی کی جائے یہ شرک ہے یہ کفر ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کے کسی فرمانبردار کے ساتھ دوستی کی جائے تو پھر تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے کسی اور سے دوستی نہیں کر رہے ہو، بلکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچنے اور دوستی لگانے کا طریقہ سیکھ رہے ہیں، اور ان ساری باتوں کے ہوتے ہوئے ان کا گمان یہ ہے کہ ہدایت ان کے پاس ہے یہ گمراہوں کا ایک طریقہ ہوتا ہے، ہوتے گمراہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ہدایت ہمارے پاس ہے، اب عربوں کی ایک عادت تھی اس عادت کو قرآن پاک نے بڑے بلیغ انداز سے روکا۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

۞ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمۡ عِندَ كُلِّ مَسۡجِدٖ وَكُلُواْ وَٱشۡرَبُواْ

اے اولاد آدم اپنی آرائش کا سامان ہر نماز کے وقت لے لیا کرو اور کپڑے پہنو، کھاؤ اور پیو

وَلَا تُسۡرِفُوٓاْۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُسۡرِفِينَ ﴿٣١﴾

لیکن اسراف نہیں کرو، اللہ تعالیٰ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں فرماتا

اے اولاد آدم جب نماز کا وقت آئے اور یہاں بھی مسجد سے مراد نماز ہے اس وقت اپنی زیبائش یعنی اپنا اچھا لباس پہن لو، اور ایک بات یاد رکھو کہ تمہیں عبادت کرتے ہوئے کھانے اور پینے سے روکا نہیں جا رہا، لیکن جب آپ کھائیں گے تو غذا کی وجہ سے عبادت کے لیے تمہیں زیادہ قوت ملے گی، البتہ اسراف نہ کرو کسی شے میں اب آپ دیکھیں کہ نیکی کے لیے کھانے کی اجازت فرمائی کہ کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہیں کرنا، اللہ کریم فضول خرچی کو پسند نہیں کرتا، جب اس مرحلے پر اسراف جائز نہیں ہے تو پھر کسی اور مرحلے پر اسراف کیسے ہوگا، اب آئیے جس وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی اس پر تھوڑی توجہ کر لیں۔

وہ جب کعبہ شریف میں آتے تھے (مسلم شریف میں یہ حدیث تفصیل سے موجود ہے) تو وہ اپنے سارے کپڑے اتار کے پھینک دیتے تھے، کہتے تھے کہ ہم نے کعبہ کو اپنی پیدائشی حالت میں ملنا ہے کہ جب ہم پیدا ہوئے تھے تو ہمارے جسم پر کسی قسم کا کوئی کپڑا نہیں تھا، اور اس سلسلے میں خواتین اور مرد اپنے سارے کے سارے کپڑے اتار کے کعبے کا طواف کرتے تھے، اس عرصے میں وہ گوشت نہیں کھاتے تھے، گھی بھی نہیں کھاتے تھے، کہ یہ چیزیں جائز نہیں ہیں، اور جب مسلمانوں کو گوشت اور گھی کھاتے دیکھا اور کپڑے بھی پہن کے طواف کرتے دیکھا کہنے لگے کہ یہ عجیب متقی ہیں کہ کپڑے پہن کے کعبے کا طواف کرتے ہیں، گوشت اور گھی بھی کھاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم متقی بھی ہیں، تو اگلی آیت میں اللہ کریم نے اس سے شدت سے روک دیا۔ ایک محترمہ کعبے کا طواف کر رہی تھیں آخری چھوٹا سا کپڑا جو انہوں نے کمر کے ساتھ لٹکایا ہوا تھا ایک آدھ چکر کے بعد اسے لپیٹ کے زور سے کعبے کی طرف دے مارا، اور پھر وہاں عربی کے چار یا پانچ شعر پڑھے، اور کہنے لگی کہ اصل طواف یہی ہوتا ہے کہ انسانی جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو، ان کا مفہوم یہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ
محبوب آپ فرمادیں بھلا کس نے حرام کی ہے وہ زینت جو اللہ تعالیٰ

الَّتِيٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نے اپنے بندوں کے لیے متعین فرمائی ہے اور کس نے حرام کیا ہے پاکیزہ رزق ارشاد فرمادیجئے یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

اس دنیوی زندگی میں بھی، لیکن قیامت کے دن خالص انہیں کے لیے ہوگا، ہم اسی طرح کھول کھول کے آیات بیان کرتے ہیں

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

جاننے والی قوم کے لیے، آپ محبوب فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائیوں کو حرام کیا ہے یہ چاہے ظاہری ہوں یا

بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ

باطنی ہوں اللہ تعالیٰ نے گناہ کو حرام کیا ہے، اور حق کے بغیر زیادتی کو حرام کیا ہے، اور اس بات کو حرام کیا ہے کہ تم اللہ کریم کا شریک ٹھہراؤ جس کے لیے نہیں ہے

سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ

کوئی دلیل، اور اس بات کو حرام کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی باتیں کرو جن باتوں کا تمہیں علم نہیں ہے، ہر قوم کا ایک عرصہ ہے

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً ۖ وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

جب وہ عرصہ ختم ہوتا ہے تو نہ وہ اس سے ایک لحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ

اے اولادِ آدم اگر تمہارے پاس انسانوں میں سے رسول آجائیں اور تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں تو جو بھی

اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ

تقویٰ اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کرے گا ایسے لوگوں پر خوف اور غم نہیں ہے، جن لوگوں

Marfat.com

كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا وَٱسْتَكْبَرُوا۟ عَنْهَآ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ

نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور غرور کیا وہ جہنمی ہیں

فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿۳۶﴾ وہاں ہمیشہ رہیں گے

قل من حرم زينة الله......لقوم يعلمون

تو قرآن پاک نے فرمایا کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ان سے پوچھیں کہ اللہ کریم نے انسان کو یہ جو لباس کی زیبائش دی ہے اسے کس نے حرام قرار دے دیا ہے کہ یہ سارے کہتے ہیں کہ کعبے کا طواف کپڑے اتار کے کرو، اسی طرح جو پاکیزہ اور حلال رزق ہے یعنی گوشت اور گھی کو کس نے حرام کیا ہے، اب وہ کمائی کے طور پر ہو یا عمل کے طور پر ہو یہ دونوں پاکیزہ ہونے چاہئیں، فرمایا یاد رکھو یہ چیزیں جن سے یہ روک رہے ہیں دنیا میں مسلمان بھی انہیں استعمال کرتے ہیں اور غیر مسلم بھی استعمال کرتے ہیں، لیکن آخرت میں یہ صرف مسلمانوں کے لیے ہوں گی، ہم یہ آیات عمل والی قوم کے لیے کھلا بیان کر رہے ہیں۔

قل انما حرم ربی الفواحش.....ان تقولوا على الله ما لا تعلمون

انہیں فرمایئے کہ نہ گوشت حرام ہے نہ گھی حرام ہے اور نہ دوران طواف لباس حرام ہے، حرام یہ چیزیں ہیں انہیں دیکھو۔ اللہ کریم نے بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، فواحش کا یہاں ہمارے مفسرین نے بدکاری والا معنی لیا ہے، جو ابھی میں اوپر کر آیا ہوں، یہ بے حیائی ظاہری ہو یا چھپ کے ہو دونوں صورتوں میں حرام ہے، "الاثم" حرام ہے "الاثم" کا معنی گناہ ہے تمام مترجم یہی معنی لے رہے ہیں، لیکن عظیم مفسرین نے یہاں "الاثم" کا معنی شراب کیا ہے، کہ شراب حرام ہے، ایک عربی شاعر ہیں وہ کہتے ہیں کہ "میں نے شراب پی اور اتنی پی کہ میری عقل جاتی رہی"۔ اب گناہ نہیں پیا جاتا شراب پی جاتی ہے، یہی کیفیت ہے کہ شراب عقلوں کو خراب کر دیتی ہے، شاعر نے "الاثم" کا معنی شراب کیا ہے۔

حق کے بغیر زیادتی کرنا حق کے بغیر قائم حکومت کے خلاف بغاوت کرنا، اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہرانا جس کی آپ کے پاس دلیل کوئی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ کہنا جس کا آپ کو علم نہیں ہے، یہ سب چیزیں حرام ہیں، اب دیکھیں کہ قرآن پاک نے توجہ کو کس انداز سے موڑا، بے حیائیاں حرام ہیں اور لباس اتارنا بذات خود ایک بے حیائی ہے، جب ہم اسلاف کو دیکھتے ہیں تو آپ یہ سن کے حیران ہوں گے اور آج کے لیکچر میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے حوالے سے میں یہ تیسرا حوالہ دے رہا ہوں کہ امیر المومنین کے بارے میں حدیث کی ساری کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ "آپ غسلخانے کے اندر جو بند ہوتا تھا

Marfat.com

اور وہاں وہ تنہا ہوتے تھے کبھی تہبند کے بغیر غسل نہیں فرمایا‘‘ ۔ جب یہ مقام ہوتا ہے تبھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں حیادار کا لقب دیتے ہیں۔

تو ارشاد فرمایا کہ فواحش حرام ہیں، شراب حرام ہے، بغاوت حرام ہے، اللہ کریم کے ساتھ شریک ٹھہرانا حرام ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی باتیں کرنا کہ جن کا آپ کو علم نہیں ہے یہ بھی حرام ہے، اسے پھیلایا جائے، اور اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں یوں فرماتا ہے، وہ بات کہیں بھی قرآن پاک میں نہیں ہوتی، لیکن لوگ اکثر اس بات کو زبان پر لاتے ہیں، ایک یہ لفظ کہہ دیتے ہیں کہ ’’ظلم خدادا‘‘ ۔ یہ کلمہ کفر ہے، اللہ کریم ظالم نہیں ہے، اگر کوئی بندہ اس طرح کہے تو آپ اسے ایسا کہنے سے روک دیں، اور اسے سمجھا دیں کہ یہ لفظ اگر آپ زبان پر لے آئے تو آپ گناہِ بے لذت نہیں کر رہے، بلکہ آپ کفر کر رہے ہیں۔

ولکل امة اجل.... ولا یستقدمون

ہر قوم کا ایک عرصہ ہوتا ہے، وہ اٹھتی ہے پھلتی ہے پھولتی ہے اور فاتح بنتی ہے اسی طرح اس کے نظریات پھیلتے ہیں پھر ایک وہ وقت آجاتا ہے کہ معاملہ ختم ہو جاتا ہے، اب جب ختم کی بات آتی ہے، تو نہ اس سے ایک لمحہ آگے جا سکتے ہیں نہ ایک لمحہ اس سے پیچھے رہ سکتے ہیں، وہی لفظ جو اوپر مستقر آیا تھا، کہ ہر شے کی ایک قرار گاہ ہے، اسی کو یہاں دوسرے لفظوں میں ارشاد فرما دیا کہ ان کا عرصہ متعین ہے، اس سے آگے پیچھے نہیں جا سکتے۔

یبنی آدم اما یا تینکم....هم فیها خالدون

اے اولادِ آدم چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا جا رہا ہے، اس لیے ان کی اولاد کو خطاب کیا جا رہا ہے، اگر تمہارے اندر رسول آجائیں تو وہ تمہاری نسل سے ہی ہوں گے وہ تمہاری طرح کے انسان ہی ہوں گے، پیچھے قرآن پاک میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ اگر فرشتے کو ہم رسول بنا کے بھیجیں تو وہ بھی انسانی شکل میں آئے گا، تو جو فرشتے سے افضل ہے وہ بھی انسانی شکل میں آئے گا، وہ تمہارے پاس آ کے ہماری آیتیں بیان کریں گے، ان آیتوں کو سن کے آپ نے دو باتیں اختیار کرنی ہیں، ایک تو تقویٰ اختیار کرنا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے عقیدہ درست کرنا ہے ان آیتوں کو سن کے، اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے اپنی اصلاح کرنی ہے، یعنی ان آیات کو ماننا بھی ہے اور ان پر عمل بھی کرنا ہے، جو ایسا کرے گا اس پر نہ خوف ہے نہ غم ہے، اس مقام سے گزرتے ہوئے مفسرین نے عموماً اور امام رازی وغیرہ نے خصوصاً ایک بات کہی کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے میدان میں ایمان والے لوگوں کو غم اور خوف نہیں ہوگا، اللہ کریم ہمیں بھی ان میں شامل کرے جنہیں قیامت کے دن غم اور خوف نہیں ہونا ہے، اور جن کی زندگی وہاں کامیاب گزرنی ہے، لیکن جو ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور غرور کریں گے ان آیات سے منہ موڑیں گے یہ جہنمی لوگ ہیں اور وہاں انہوں نے ہمیشہ رہنا ہے۔

Marfat.com

اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ خالص سیاسی اختلاف ہے جس کے بارے میں حضرت حیدر کرار ؓ خود ارشاد فرما رہے ہیں، لیکن ہم نے اسے مذہب کے لبادے میں ڈال کے چودہ سو سال سے امت میں تفرقہ ڈالا ہوا ہے، تو جب سیاست کو مذہب کا لباس پہنا دیا جائے تو یہ بہت بڑی غلطی ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا! محبوب ؐ یہ ملمع سازی کی باتیں کرتے ہیں، انہیں اپنے راستے پر چھوڑ کے آپ اپنے راستے پر آگے بڑھیں، وہ واقعہ میں آپ کو بتا رہا تھا کہ مودودی صاحب نے کہا کہ میں تیار نہیں ہوں، پھر آپ لکھ دیں کہ آپ شکست کھا گئے ہیں، انہوں نے کہا کہ جب میں نے مناظرہ کرنا ہی نہیں ہے تو پھر جیت اور شکست کا مطلب ہی نہیں ہے، باہر بڑی نعرہ بازی کے بعد مولانا واپس چلے گئے اس وقت میری عمر بہ مشکل 17 یا 18 سال تھی، بعد میں مولانا مودودی صاحب نے یہ بات کہی جو آج تک مجھے یاد ہے کہ مجھے زندگی میں کوئی کام کرنا ہے، اگر میں ان بکھیڑوں میں پڑ جاؤں تو کام میرا باپ کرے گا، میں نے کام کرنا ہے، دوسرے دن مولانا لال حسین اختر عصر کی نماز کے وقت مجھے سرگودھا کی جامع مسجد میں ملے مجھے کہتے ہیں شاہ گل سن: ''میں کل کوڑے دا سارا کوڑا اڈا دتا''۔ میں نے کہا کہ وہ کوڑا نہیں بلکہ وہ مناظرہ نہ کر کے آپ سے جیت گیا ہے، اگر آپ اخلاقی انداز سے دیکھیں تو آپ مار کھا گئے ہیں، اس جیسی تنظیم آپ کے پاس نہیں ہے، اس جیسی سوچ آپ کے پاس نہیں ہے، آپ نے اسے اس کی سوچ سے ہٹانا چاہا وہ اپنی سوچ سے نہیں ہٹ سکا، تو جیتا وہ ہے یا آپ جیتے ہیں، میں تو یہ سوچتا ہوں کہ اگر للکارنا ہے تو سکھوں کو للکاریں، ہندوؤں کو للکاریں کہ آپ ہماری للکار کا جواب دیں کہ آپ جھوٹے ہیں، عیسائی کو للکاریں، مرزائی کو للکاریں، یہودی کو للکاریں۔ جب آپ آپس میں ایک دوسرے کو للکارتے رہیں گے تو پھر علی والی بات یاد رکھیں کہ معاویہ، ہمیں مل جانا چاہیے، کہ یہ باڈر تکبیر کے نعرے کو ترس گیا ہے۔

اور پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کیوں ملمع سازی کی باتیں کرتے ہیں، **"ولتصغیٰ"** یہ علت کے لیے ہے یہاں بہت سارے مفسرین ادھر اُدھر کی باتیں مارتے رہے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملمع سازی اس لیے کرتے ہیں تاکہ ان لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں، جن کا آخرت پر ایمان نہیں ہے، اور وہ اس ملمع سازی کو پسند کریں، اور جو وہ برے کام کر رہے ہیں وہ آگے کرتے چلے جائیں، **"مقترف" "اقتراف"** سے بنا ہے اس کا معنی نئی بات گھڑنا ہے۔

☆☆☆☆☆

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ

اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹے بہتان گھڑتا ہے اور جھٹلاتا ہے

بِآيَاتِهِ ۚ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ

اس کی آیات کو، ان کے لیے (وہ بات ہے جو) تحریر میں ان کا حصہ ہے، جب ان کے پاس آئیں گے

رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ

ان کو مارنے کے لیے ہمارے ایلچی، وہ کہیں گے کدھر ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم عبادت کرتے تھے

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

اس وقت وہ کہیں گے کہ وہ تو غائب ہو گئے ہیں، اپنی جانوں پر وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے

قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ

اللہ کریم فرمائیں گے تم بھی ان گروہوں میں چلے جاؤ جو تم سے پہلے انسانوں اور جنوں کے گروہ جہنم میں گئے ہیں

فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا

جب بھی کوئی قوم وہاں داخل ہوتی ہے تو دوسری قوم پر لعن وطعن کرتی ہے، جب وہ وہاں سارے اکٹھے ہو جائیں گے

جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ

تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے پروردگار یہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، انہیں دے

عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾

جہنم کا دوگنا عذاب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سب کے لیے دوگنا ہے لیکن تمہیں علم نہیں

Marfat.com

وَقَالَتْ أُولَـٰهُمْ لِأُخْرَىٰهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ

پہلے پچھلوں کو کہیں گے کہ تمہیں ہم پر کیا فضیلت ہے (کہ ہمیں دوگنا عذاب ہو)

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۳۹﴾

تم بھی اپنی بدعملیوں کا عذاب چکھو

فمن اظلم ممن افتری.....لکل ضعف ولکن لا تعلمون

اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے جو جھوٹ خود گھڑے اور اسے اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگا دے، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات آئیں اور انہیں جھٹلا دے، یہ اپنا عرصہ پورا کریں گے، جتنا عرصہ انہوں نے اس دنیا میں زندہ رہنا ہے، یہاں کتاب سے مراد قرآن پاک نہیں ہے، کتاب سے مراد زندگی کی تحریر ہے، وہ جو زندگی کی تحریر ہے اس میں ان کا جو حصہ ہے 70 سال ہے یا 80 سال ہے اسے انہوں نے پورا کرنا ہے، اور جب وہ زندگی پوری ہو جائے گی تو ان کے پاس پھر اللہ کریم کے قاصد آئیں گے فرشتے آئیں گے ان کے جان لینے کے لیے، فرشتے ان سے کہیں گے کہ اللہ کریم کو چھوڑ کے جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے بتاؤ! آج وہ کدھر ہیں، وہ کہیں گے کہ وہ گم ہو گئے ہیں نہ لات مل رہا ہے نہ منات مل رہا ہے نہ عزیٰ مل رہا ہے، اپنے اوپر وہ خود گواہی دیں گے کہ وہ تو حقیقت کے منکر اور کافر تھے، پھر ایسا کرو کہ تم سے پہلے جو جنوں اور انسانوں کی قومیں آگے جہنم کی طرف چلی گئی ہیں ان کی طرف تم بھی چلے جاؤ، اب ایک گروہ دوسرے کو کہے گا کہ اے اللہ یہ جو پہلے تھے انہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے، انہیں دوگنا عذاب ہونا چاہیے، ارشاد ہوگا کہ تمہیں بھی دوگنا ہے، انہیں دوگنا اس لیے وہ کہہ رہے تھے کہ وہ خود گمراہ تھے اور ہمیں بھی گمراہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے لیے بھی دوگنا ہے کہ تم خود بھی گمراہ تھے اور گمراہوں کی پیروی بھی کی تھی، تمہارے بھی اسی انداز سے دو ہی گناہ ہیں، تمہیں بھی دوگنا ہی سزا ہوگی، پھر پہلے والے دوسروں کو کہہ اٹھیں گے کہ تمہیں کون سی ہم پر فضیلت حاصل ہے لہذا خاموشی سے عذاب بھگتو ہم بھی بھگت رہے ہیں اس لیے تم بھی بھگتو، یہ تمہاری کمائی کا بدلہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ جن لوگوں نے تکذیب کی ہے

بِـَٔايَـٰتِنَا وَٱسْتَكْبَرُوا۟ عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَٰبُ ٱلسَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُونَ

ہماری آیات کی اور غرور کیا ہے، ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور وہ داخل نہیں ہو سکیں گے

ٱلْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ ٱلْجَمَلُ فِى سَمِّ ٱلْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى

جنت میں، اسی طرح یہ ناممکن ہے جس طرح یہ ناممکن ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے، اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں

ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ

مجرموں کو، ان کا بچھونا بھی جہنم کا ہے، ان کا اوڑھنا بھی جہنم کا ہے

وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿٤١﴾ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟

ہم ظالموں کو ایسے ہی جزا دیا کرتے ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے

ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَآ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ

نیک ہم کسی جان کو اس کی قوت سے بڑھ کے تکلیف نہیں دیتے، وہ ہیں

ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ ﴿٤٢﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِى صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ

جنتی اور یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے، ہم ان کے سینوں سے کینہ نکال دیں گے،

تَجْرِى مِن تَحْتِهِمُ ٱلْأَنْهَـٰرُ ۖ وَقَالُوا۟ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى هَدَىٰنَا لِهَـٰذَا

وہاں ان کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے ہمیں اس بات کی ہدایت دیدی تھی

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ أَنْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ ۖ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِٱلْحَقِّ ۖ

ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہماری دستگیری فرما کے ہدایت نہ دیتے، ہمارے پروردگار کے رسول حق تلاش کر کے لائے تھے

وَنُودُوٓا۟ أَن تِلْكُمُ ٱلْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

انہیں پکارا جائے گا کہ تم اس جنت کے وارث ہوئے ہو اپنے اعمال کی وجہ سے

وَنَادَىٰٓ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ أَصْحَٰبَ ٱلنَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

جنت والے لوگ جہنمی لوگوں کو پکاریں گے کہ ہمیں جو کچھ وعدہ دیا گیا تھا وہ ہم نے پالیا ہے اور وہ حق ہے

فَهَلْ وَجَدتُّم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۖ قَالُوا۟ نَعَمْ ۚ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ أَن

اور کیا تم نے بھی وہ پا لیا ہے جو تم سے رب نے وعدہ کیا تھا وہ حق ہے وہ کہیں گے کہ جی ہم نے بھی پالیا ہے ایک پکارنے والا درمیان میں اعلان کرے کہ

لَّعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے۔

ان الذین کذبوا بایتنا واستکبروا.... وکذلک نجزی الظلمین

یہاں پھر دونوں گروہوں کا تفصیل سے ذکر ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرنے والے اور ان سے منہ موڑ کے غرور کرنے والے جب اس دنیا سے اٹھیں گے تو ان کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے، سرکار علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے اس کی شرح فرمائی۔ ''کہ روح جب اوپر کو اٹھتی ہے تو اس میں خاص قسم کی ایک مہک ہوتی ہے، فرشتے اس کی طرف لپکتے ہیں اسے مبارک بادیاں پیش کرتے ہیں لیکن اگر روح کی ایسی کیفیت نہیں ہے تو اس سے بڑی عجیب قسم کی بو آتی ہے جس سے فرشتوں کو بے حد نفرت ہوتی ہے''۔ تو اللہ کریم نے یہاں وہی ارشاد فرمایا! کہ عالم بالا کے دروازے ان پر بند ہوتے ہیں، وہ جنت میں نہیں جاسکتے۔ اس کی ایک مثال دی آپ سوئی ہاتھ میں پکڑ لیں اس کے ناکے سے دھاگہ تو آپ گزار سکتے ہیں دبلا پتلا سا لیکن اگر کسی وقت سوئی کے ناکے سے اونٹ گزارنا چاہیں تو کیا وہ اس سے گزر سکے گا؟ یہ ناممکن ہے، اسی طرح اللہ کریم کی آیات کو جھٹلانے والے اور ان سے منہ موڑ لینے والے، ذات ربانی کا انکار کرنے والے یہ جنت میں نہیں جاسکتے۔ کیونکہ یہ مجرم ہیں اور مجرموں کی یہی سزا ہے، یہ جہنم میں ہوں گے ان کے بستر جن پر یہ آرام کرتے ہیں وہ بھی آگ کے ہیں ان کے اوپر جو چادریں ہیں وہ بھی آگ کی ہیں، اور اسی طرح ظالموں کا بدلہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

والذین امنوا و عملوا الصلحت......اورثتموھا بما کنتم تعملون

لیکن جو ایمان لائے اور نیک کام کیے، یہاں ایک بہت بڑی چھوٹ ہے جو اللہ کریم نے دیدی، آپ بیمار ہیں نماز کھڑے ہو کے نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کے پڑھ لیں بیٹھ کے نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کے پڑھ لیں، روزہ نہیں رکھ سکتے تو اس کا فدیہ دے دیں، یہاں ارشاد فرمایا کہ ہر جان کو اتنی ہی تکلیف دی جاتی ہے جتنی اس کی وسعت اور طاقت میں ہوتی ہے، طاقت سے آگے نہیں جہاں طاقت جواب دے گئی ہے لیکن آپ اس بات کو تسلیم کر رہے تھے تو آپ کا جرم نہیں ہے ایسے لوگ جنتی ہیں، اور یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے لیکن جنت کے لیے یہ ضروری ہے کہ سینے کے اندر بغض اور کینہ بالکل نہ ہو، تو یہ ضروری ہے کہ مسلمان کینہ سے خالی سینہ قبر میں لے کے جائیں، ورنہ کینہ پھر وہاں سے نکالنا پڑے گا، اور وہ آپریشن بڑا سخت ہوتا ہے، جو کینہ نکالنے کے لیے آپریشن کیا جائے، تو ارشاد فرمایا کہ مومنوں کے سینے میں کینہ نہیں ہوگا اور وہ جنتی ہوں گے اور جنت میں نہریں بہہ رہی ہیں وہ کہہ رہے ہوں گے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں ہدایت دی ہے، علامہ قرطبی، امام رازی اور باقی مفسرین سمیت سب اس ہدایت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اللہ کریم نے ہمیں طاقت دی تھی کہ ہم سیدھا راستہ چلیں، پھر اس نے ایسے ذرائع پیدا فرمادیے تھے کہ اس سیدھے راستے پر ہم چل پڑیں، یہ ہے اللہ کریم کی ہدایت، وہ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہ سب کچھ عطا کر دیا اگر اللہ تعالیٰ ہمیں یہ عطا نہ کرتا اور ہمیں ہدایت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے، اللہ کریم کے رسول حق اور سچ کے ساتھ آئے تھے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ جنت ہے اور تم اس کے وارث بنے ہو اپنے اعمال کی وجہ سے، یہاں ایک حدیث کی بات آتی ہے، اور ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حدیث اور قرآن پاک میں تضاد آگیا ہے، قرآن پاک نے یہ بات کہی کہ جنت والوں کو بلایا جائے گا "کہ تم جنت کے وارث بنے ہو اپنے اعمال کی وجہ سے"۔ اور سرکار علیہ السلام کا ارشاد سامی یہ ہے کہ "یہ بات جان لو کہ تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل جنت میں نہیں لے کے جاتا، پھر کون سی چیز اللہ کریم کی جنت میں لے کے جاتی ہے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فضل"۔ تو اصل بات یہ ہے کہ فضل ربانی سبب قریب ہے اور انسانی عمل سبب بعید ہے، حدیث نے سبب قریب کا ذکر کیا ہے، اور قرآن پاک نے سبب بعید کا ذکر کیا ہے لہذا احدیث اور قرآن پاک میں تضاد نہیں ہے۔

و نادی اصحاب الجنة......لعنة اللہ علی الظالمین

ارشاد ہوا کہ جنت والے لوگ جہنم کے لوگوں کو بلا کے پوچھیں گے کہ ہم نے تو وہ سب کچھ پالیا ہے جو رب کریم نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور وہ بالکل حق اور سچ ثابت ہوا، کیا تمہارے ساتھ جو وعدہ ہوا تھا کہ تم نے جہنم میں جانا ہے وہ سچ تھا کہ نہیں، اب وہ بے چارے کیا کہیں گے وہ تو پہلے ہی جہنم میں پڑے ہوئے ہیں، وہ کہنے لگے کہ ایسا ہی ہوا ہے، درمیان میں سے ایک بول پڑا اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے۔

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ ٹیڑھا ہو جائے اور وہ آخرت کے منکر تھے

الذین یصدون...وھم بالاخرۃ کافرون

ان ظالموں کے اوصاف کیا تھے، اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح ہماری خواہشات ہیں اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کا راستہ ٹیڑھا ہو جائے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہمارے پیچھے چلے، اور ان کی تیسری بات یہ تھی کہ وہ آخرت کو نہیں مانتے تھے یعنی قیامت کے قائم ہونے کو نہیں مانتے تھے، اب وہ جہنم میں پڑے ہیں، یہاں ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، کہ جنت کہاں ہے اور جہنم کہاں ہے؟ ان دونوں کے درمیان میں بہت زیادہ فاصلہ ہے، میں آپ کو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آخرت اتنی وسیع ہے کہ یہ ساری دنیا اس میں آپ دس سال نورانی انداز سے چلیں تو آپ باہر نہیں نکل سکتے، اس سے زیادہ تو آخرت کا عرض ہے اور اتنی ہی چوڑائی ہے پھر آپ اندازہ لگا لیں کہ اس کی لمبائی کتنی ہوگی، اب ایک آدمی جنت کے ایک کنارے پر بیٹھا ہے اور دوسرا آدمی جہنم کے کسی دوسرے کنارے پر بیٹھا ہے تو ایک کونے کی آواز دوسرے کونے تک کیسے پہنچے گی یہ جدید دور جس میں ریڈیو کی آواز اور فون کی آواز بغیر کسی کنکشن کے بہت دور دراز تک پہنچ رہی ہے اس نے اب اس میں کوئی اچھبا نہیں چھوڑا، قدیم مفسرین کے لیے بڑی دقتیں تھیں، کہ ایک آواز یہاں سے وہاں اتنے دور کیسے پہنچے گی۔ یہاں سے گزرتے ہوئے عظیم مفکر امام فخر الدین رازی جو اس دور کے فلسفی تھے، ایک فلسفیانہ بات کہی! ''ہم مسلمانوں کے نزدیک یہ بات مسلمہ ہے کہ بہت زیادہ دوری ہو یا بہت زیادہ قرب ہو یہ دونوں باتیں کسی بات کو پا لینے، سمجھ لینے یا سن لینے میں رکاوٹ نہیں بنتیں''۔ اشارہ کر کے وہ آگے نکل گئے ایسے بے شمار واقعات ہیں، اب سوال یہ ہے کہ رازی یہ کہتا ہے اور جدید سائنس نے اسے عملاً ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی آواز دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں سنائی دے رہی ہے، اب یہ کہنا کہ جنت والوں کی آواز جہنم والوں تک کیسے پہنچے گی، اور جہنم والوں کی آواز جنت والوں تک کیسے پہنچے گی، یہ بات آپ 1940ء سے پہلے تو کہہ سکتے تھے اب یہ بات ختم ہو گئی ہے لیکن جو بات میں نے آپ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ جنت کی آواز جہنم میں پہنچ جائے تو مولانا کو اعتراض نہیں ہے انہیں اعتراض اس بات پر ہے کہ آپ نبی رحمت سرور عالم دونوں جہانوں کے والی کے لیے جب درود پاک اور صلوۃ وسلام کی صدائیں بلند کریں تو وہ پاکستان سے مدینہ طیبہ کی پاک وطاہر وادی تک کیسے پہنچ جاتی ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عاشقوں کی آواز پہچان کیسے لیتے ہیں، انہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی، اے میرے رحیم رب ایسے مولانا کے ذہنوں کو وسیع کر دیں تاکہ ان کو یہ بات آسانی سے سمجھ آ جائے، اگر جنت والوں کی آواز جہنم والوں تک پہنچ سکتی ہے اور یہ فاصلہ مدینہ کی پاک نگری کے فاصلے سے بہت ہی زیادہ ہے، تو یہاں سے کسی غلام کی آواز نبی علیہ السلام تک نہ پہنچے یہ بات عقل کے خلاف ہے، یہ محبت کے خلاف ہے یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے، اب یہ تین باتیں تھیں جن کا وہ انکار کرتے تھے۔

Marfat.com

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ

ان کے درمیان ایک پردہ ہے اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے جو دونوں گروہوں کو ان کی نشانیوں سے پہچانتے ہیں

وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿۴۶﴾

اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ تم پر سلام ہو وہ وہاں داخل نہیں ہوئے لیکن وہاں امید کرتے ہیں داخلے کی

وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ

جب ان کی نگاہیں جہنمیوں کی طرف مڑیں گی کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہمیں شامل نہ فرما

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۴۷﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ

ظالم قوم میں اور پکاریں گے اصحاب اعراف آدمیوں کو جنہیں وہ پہچانتے ہیں ان کی نشانیوں سے

قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۴۸﴾

کہیں گے کہ نہ فائدہ پہنچایا (نہ کام آسکا) تمہیں جو تم نے جمع کیا (مال) اور نہ ہی جس کا تم گھمنڈ کیا کرتے تھے

أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ

کیا یہی ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائی تھیں کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے نہ نوازے گا، داخل ہو جاؤ جنت میں

لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۴۹﴾

تم پر نہ کوئی خوف ہے نہ ہی تم غمناک ہو گے

وبینهما حجاب و علی الاعراف...... لا خوف علیکم ولا انتم تحزنون

ان کے درمیان ایک پردہ ہے، اس پردے کے لیے قرآن پاک میں حجاب کا لفظ آیا ہے

جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پردہ ہے، اب آپ اندازہ لگائیں کہ آخرت صرف تین چیزوں پر پھیلی ہوئی ہے، اتنی بڑی آخرت، جنت جہنم اور اعراف، اعراف کو پردہ کہا جارہا ہے، اس پردے کی وسعت کیا ہو گی؟ فرمایا اعراف پر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے، وہ جنتیوں کو بھی پہچانتے ہیں اور جہنمیوں کو بھی پہچانتے ہیں ان کی نشانیوں سے، یہ اعراف پر کون لوگ کھڑے ہوں گے

Marfat.com

عام مفسرین نے یہاں ایک بات کہی ہے وہ آپ اپنے ذہن میں ڈال لیں، کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکی اور بدی برابر ہوگئی ہے، اب یہ جنت کے مستحق نہیں ہیں انہیں اعراف پر روک لیا جائے، اعراف عرف کی جمع ہے، عرف اونچی جگہ کو کہتے ہیں، اونچے چبوترے کو کہتے ہیں، جدید عربی میں بالائی منزل کو عرفہ کہا جاتا ہے، مرغے کے سر پر جو کلغی ہوتی ہے اسے عربی میں عرف الدیک کہتے ہیں، گھوڑی کی گردن کے اوپر جو بال ہوتے ہیں انہیں اردو میں ریال کہتے ہیں، اسے عربی زبان میں عرف الفرس کہا جاتا ہے، یہاں بیضاوی نے ایک نیا نکتہ پیدا کیا ہے، وہ بھی آپ کے ذہن میں ڈال دینا چاہتا ہوں، بیضاوی قرآن پاک کا بہت بڑا محقق ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اعراف پر نبی کھڑے ہوں گے، اولیاء کھڑے ہوں گے، فقہاء کھڑے ہوں گے، اچھے مومن کھڑے ہوں گے، اس لیے کہ اللہ کریم ان کے مرتبے کو دکھانا چاہتا ہے، جنت والوں کو بھی اور جہنم والوں کو بھی، لہٰذا اعراف پر یہ لوگ کھڑے ہوں گے، یہاں اس لفظ کی وجہ سے بہت سارے مسئلے حل ہو گئے ہیں۔ ''یہ اعراف والے سب جنتیوں اور سب جہنمیوں کو ان کی علامات سے پہچانتے ہیں''۔ اعراف پر ایک بندہ کھڑا ہے جو مصطفیٰ علیہ السلام نہیں ہیں، کوئی عام بندہ کھڑا ہے، اور وہ بندہ سب جنتیوں اور سب جہنمیوں کو پہچانتا ہے کیا اللہ کریم قیامت کے دن شرک کرا رہا ہے، آپ تو کہتے ہیں کہ یہی سارا علم ہے اور اس سارے علم کو اعراف پر کھڑا ایک عام آدمی دیکھ رہا ہے، جنتیوں کو بھی دیکھ رہا ہے کہ ان کی کتنی تعداد ہے، کیا آپ ان کا شمار کر سکتے ہیں، اسی طرح کتنے سارے جہنمی ہیں تو یہ تعین نہیں فرمائی کہ فلاں ایک خاص بندہ ہے جو اعراف پر کھڑا ہے اور ان سب کو پہچانتا ہے، فرمایا کہ ''اعراف پر بہت سارے مرد کھڑے ہوں گے، وہ سب جنتیوں کو بھی جانتے ہیں اور سب جہنمیوں کو بھی جانتے ہیں''۔ کاش آپ نے شرک کی تلوار کی دھار کند رکھی ہوتی، جسے آپ شرک کہہ رہے تھے وہ کیا میدان محشر سے گزر کر اعراف پر بھی ثابت ہوتا رہے گا، تو یہ بات نہیں ہے، یہ سارے علوم علوم الٰہیہ کے سامنے ایک ذرہ اور ایک قطرہ بھی نہیں ہیں، جسے آپ کی کم فہمی نے شرک کی بنیاد بنا دیا ہے، وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ تم پر سلامتی ہو، ابھی وہ اعراف والے اپنی جگہ پر نہیں پہنچے، لیکن ان کا خیال ہے کہ وہ اعراف پر جانے والے ہیں، لیکن جب ان کی نگاہیں جہنمیوں کی طرف جائیں گی، تو وہ بھی کہہ دیں گی کہ اے اللہ کریم ہمیں ظالم قوم سے نہ بنا، اب اعراف والوں کو یا جنت والوں کو آگے ایک بات اور کیا ہوگی، اعراف والے بہت سارے لوگوں کو آواز دیں گے جنہیں وہ ان کی نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے، کہ آج وہ تمہارے جتھے کدھر گئے، اور وہ غرور آج کدھر گیا، تو وہ پھر مسلمانوں کی طرح جو غریب لوگ تھے ان کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے کہ یہ وہی لوگ ہیں کہ تم قسم کھاتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا رحم کبھی نہیں ہوگا، یہ بلال ؓ بھی کسی رحم کا حقدار ہے، یہ سلمان اور مقداد بھی کسی قطار اور گنتی میں ہیں، ربّ کریم نے انہیں کہہ دیا کہ تم جنت میں چلے جاؤ آج نہ تمہیں کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم کھاؤ گے، لیکن تم تو جہنم میں جل رہے ہو۔

Marfat.com

وَنَادَىٰٓ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِ أَصۡحَٰبَ ٱلۡجَنَّةِ أَنۡ أَفِيضُواْ عَلَيۡنَا

اور بلائیں گے آگ (جہنم) والے جنتیوں کو کہ ڈال دو ہم پر

مِنَ ٱلۡمَآءِ أَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُۚ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى

کچھ پانی یا جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ (ہمیں دے دو) (جنتی) کہیں گے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے ان کو

ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴿٥٠﴾ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ دِينَهُمۡ لَهۡوٗا وَلَعِبٗا

کافروں پر، جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بنالیا تھا

وَغَرَّتۡهُمُ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَاۚ فَٱلۡيَوۡمَ نَنسَىٰهُمۡ كَمَا نَسُواْ

اور انہیں دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا، لہذا آج ہم بھلادیں گے انہیں جیسے انہوں نے بھلا دیا تھا

لِقَآءَ يَوۡمِهِمۡ هَٰذَا وَمَا كَانُواْ بِـَٔايَٰتِنَا يَجۡحَدُونَ ﴿٥١﴾

ہم سے ملنے کی امید کو اس دن کی، اور (اس لیے بھی) کہ وہ ہماری آیات کے بارے میں جھگڑتے تھے

وَلَقَدۡ جِئۡنَٰهُم بِكِتَٰبٖ فَصَّلۡنَٰهُ عَلَىٰ عِلۡمٍ هُدٗى وَرَحۡمَةٗ لِّقَوۡمٖ

بے شک ہم لائے ہیں ان کے پاس ایک کتاب جس میں تفاسیر ہیں اور علم کی باتیں ہیں، اور ہدایت ہے اور رحمت ہے اس قوم

يُؤۡمِنُونَ ﴿٥٢﴾ هَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأۡوِيلَهُۥۚ يَوۡمَ يَأۡتِي تَأۡوِيلُهُۥ يَقُولُ

کے لیے جو ایمان لاتی ہے، کیا وہ انتظار کر رہے ہیں کہ کوئی انجام ان کے سامنے آئے، جس دن کوئی انجام ان کے سامنے آئے گا تو وہ لوگ کہیں گے

ٱلَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِٱلۡحَقِّ فَهَل لَّنَا

جنہوں نے بھلا دیا تھا اسے (قرآن کو) یقیناً آئے تھے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ، پس کیا (اب) ہے کوئی ہمارا

مِن شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُواْ لَنَآ أَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ ٱلَّذِي كُنَّا نَعۡمَلُۚ

سفارش کرنے والا جو ہماری سفارش کرے یا کہ ہمیں بھیج دیا جائے واپس (دنیا میں) پس ہم کریں (اچھے) اعمال ان (برے) اعمال کے سوا جو ہم کیا کرتے تھے

Marfat.com

قَدْ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ ﴿۵۳﴾

یقیناً نقصان میں ڈال دیا انہوں نے اپنی جانوں کو اور کھو گئیں (ختم ہوگئیں) ان کی ساری افترا پردازیاں (گھڑی ہوئی جھوٹی باتیں)

ونادی اصحاب النار .... ماکانوا یفترون

جہنمی جنتیوں کو بلائیں گے کہ بھائی ہماری طرف تھوڑا پانی پھینک دو، یا اللہ کریم نے تمہیں جو رزق دیا ہے وہ تھوڑا سا دے دو، دنیا میں اڑوس پڑوس میں رہتے تھے تو کچھ نہ کچھ مل جائے تھوڑا پانی ہی پھینک دو کہ ہم جل رہے ہیں، جنتی کہیں گے کہ یہ چیزیں اللہ کریم نے کافروں پر حرام کی ہیں یہ تمہیں نہیں دے سکتے، یہ ان کافروں کے لیے حرام ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا تھا، دنیوی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا تھا کہ یہی زندگی ہے آگے کچھ بھی نہیں ہے، اللہ کریم کہیں گے کہ آج ہم انہیں بھلا بیٹھے ہیں، جس طرح اس دن کی ملاقات کو انہیں نے بھلا رکھا تھا، یہاں بھلانے کا معنی وہ بھلانا نہیں جس طرح ہم بھلاتے ہیں، بھلانے کا معنی ہم انہیں چھوڑ دیں گے، یا یہ وہ تشبیہ ہے جس طرح تم نے رب کریم کو دنیا میں اپنی توجہ سے نکال دیا تھا اسی طرح آج ہم نے بھی تمہاری طرف سے اپنی توجہ ہٹا دی ہے، وہ ہماری آیات کے ساتھ جھگڑے کیا کرتے تھے ہم ان کے پاس قرآن پاک لائے یہ ایسی کتاب تھی جس میں تفاسیر تھیں اور یہ ساری علم کی باتیں تھیں اور ایماندار کے لیے یہ ہدایت بھی تھیں اور رحمت بھی تھیں، لیکن انہوں نے اسے نہیں مانا، اب وہ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں، کہ کوئی انجام ان کے سامنے آئے ،جس دن انجام آجائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی، اس دن وہ قرآن پاک کو بھول چکے تھے، اس دن کہیں گے کہ ہمارے پاس اللہ کریم کے رسول حق لے کے آئے تھے، آج کوئی ہے جو ہماری سفارش کر دے، یا ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیں اے اللہ کریم ہم دنیا میں واپس جا کے ایسے عمل نہیں کریں گے جیسے پہلے کرتے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا جواب دوسرے مقام پر دے دیا ہے، کہ تم واپس بھی جاؤ تو پھر بھی تمہاری عادتیں وہی ہوں گی، یہ انسانی فطرت ہے۔

آگے ارشاد ہوا کہ انہوں نے اپنی جان کو خسارے میں ڈالا تھا، ان کی افترا پردازیاں، جھوٹی گھڑی ہوئی باتیں سب کی سب آج ختم ہو گئی ہیں، لہٰذا ان کی کوئی بات نہیں سنی جائے گی۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com